۷۸۶

CHECKED

تجلیات

(اسم تاریخی)

تاریخ عباس رحمہ اللہ

۱۳۴۴ ہجری

CHECKED 1980

CHECKED 1985

ترجمہ حضرت مفتی علام مولانا السید محمد عباس الموسوی الشوشتری رح

(مؤلفہ)

فاضل باکمال ادیب بیمثال جناب مولوی مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی زاد کمالہ

باہتمام احقر العباد محمد جواد

در نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ طبع گردید

HYDERABAD STATE LIBRARY
Checked
1987

فہرست مضامین

باب اول	
خاندان و عہد طفلی	
سید نعمت اللہ جزائری جد اعلےٰ	۱/۲
سید نورالدین محمد ابن سید نعمت اللہ	۲/۳
شجرہ سادات نوریہ	ضمیمہ
سید علی اکبر	۳/۴
سال ولادت مفتی صاحب	۶/۸
خصوصیات عہد طفلی	۸
طفولیت میں تصنیف سوانح القرآن کی تمہید	۹/۱۰
لطیفہ	۱۰
تتبع گلستان میں ایک نثر	۱۰
مولوی عبدالقوی صاحب	۱۱
ابراب الجنان کے انداز پر ایک کتاب کی تصنیف	۱۲/۲۴
باب دوم	
تحصیل علوم	
تحصیل فن طب	۲۵
علاج کے متعلق خوف آلہی	۲۵
شاعرانہ تخلّص	۲۶
واقعہ	~~۲۶/۲۸~~
تحصیل علوم تجوید	۲۹
واقعہ	۲۹
واقعہ	۳۲
واقعہ	۳۲
اسمائے اساتذہ	۳۴

باب سوم

اجازات واسانید

اجازات سید العلما	۳۷/۵۶
تتمہ مہمہ	۵۸/۷۰

باب چہارم

مشاغل زندگی

عجیب اتفاق	۷۵
شاہی وظیفہ	۷۶
مدرسۂ شاہی سے تعلق	۷۷/۸۳
تعلق امامت مسجد	۸۲
محکمہ افتا کا تعلق	۸۲/۸۳
قوانین محکمۂ قضا	۸۴/۸۷
سفر زید پور	۹۰
نمونۂ کمال	۹۲
تفاول	۹۳
سفر کلکتہ	۹۵/۱۸۴
سفر پٹنہ و معائنہ مدرسہ	۱۸۵

باب پنجم

جامعیت علوم

تفسیر	۱۹۷
حدیث	۱۹۸
علم کلام	۱۹۹/۲۰۲
فقہ واصول فقہ	۲۰۲/۲۰۴
علم منطق و فلسفہ	۲۰۴/۲۰۵
علم طب	۲۰۵/۲۱۰
اصول واخبار	۲۱۱
علم تاریخ	۲۱۴
علوم ادبیہ	۲۱۵/۲۱۶
ہندسہ وہیئت	۲۱۷
علم ادب	۲۱۷/۲۳۲
فن شعر	۲۳۳/۲۵۶
فارسی سے مناسبت ازلی	۲۵۶/۲۸۰
نظم فارسی	۲۶۰/۳۵۳
اردو کی نثر و نظم	۳۵۴/۳۷۴
اصلاح نظم ونثر	۳۷۴/۳۸۶

مواعظ	٣٨٧/٣٨٩
تدریس	٣٨٩
افادات وتحقیقات	٣٩٠/٤٣٢
خوشخطی وسوادخط	٤٣٢

باب ششم

سیرۃ

کمال معرفت	١/٤
طاعت وعبادت	٤/٧
خوف وخشیت۔	٧/١٣
توبہ وانابت	١٣/١٤
شکر نعمت	١٤/١٦
استجابت دعا	١٦/٢٤
کرامات وتوفیقات	٢٤/٣١
عدل ونصفت	٣٢
جود وسخاوت	٣٢/٣٣
زہد وتوکل	٣٤
محنت وریاضت	٤٢
وفاے عہد	٢٤
سادگی طبیعت	٤٦/٥١
امور دنیا سے اجنبیت	٥١
عمول وعزلت	٥٢/٥٥
حمیت وغیرت	٥٥/٥٦
نام ونمود سے نفرت	٥٦/٥٧
تقدیر معیشت	٥٧/٥٨
تواضع وخاکساری	٥٩/٦٦
تقوی وپرہیزگاری	٦٧/٦٨٠
حلم وبردباری	٦٨/٦٩
حسن خلق	٦٩/٧٢
جوش ولا	٧٢/٧٨
اخلاص واخفاے عمل	٧٩/٨٠
صلۂ ارحام	٨١
صبر ورضا	٨١/٨٦
عیب پوشی	٨٦/٨٩
صاف گوئی	٩٠
حاضرجوابی	٩٠
نازک مزاجی	٩١
پایۂ احتیاط	٩٢

لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی	۹۳/۹۶

باب ہفتم

خصوصیات حیات

حلیہ	۶۹
قوائے جسمانی	۹۶
ذہن و حافظہ	۹۶/۹۸
لباس	۹۸
عادت استخارہ	۹۹/۱۰۱
شب بیداری	۱۰۱/۱۰۲
سحر خیزی	۱۰۲
غذا	۱۰۲
رغبت فواکہ	۱۰۳
آموں سے نفرت	۱۰۴
حقہ سے رغبت	۱۰۴/۱۰۵
عادات شباب	۱۰۵/۱۰۷
قدیم سکونت	۱۰۷/۱۰۸
اصحاب صحبت	۱۰۸/۱۰۹

باب ہشتم

اسفار

سفر کانپور	۱۰۹
سفر کلکتہ	۱۱۰
سفر آگرہ و بہرسر	۱۱۰
سفر پارہ	۱۱۰
سفر مرشد آباد	۱۱۱/۱۱۲
سفر حسین آباد	۱۱۲
سفر امروہہ	۱۱۳/۱۱۹

باب نہم

مفتی صاحب اور بعض اکابر

مفتی صاحب اور نواب باقر علیخاں صاحب	۱۱۹/۱۴۳
مفتی صاحب اور سید العلما	۱۴۳/۱۵۶
مفتی صاحب اور واجد علی شاہ مرحوم	۱۵۶/۱۸۲
میر انیس اور مفتی صاحب	۱۸۳/۱۸۹
مرزا دبیر اور مفتی صاحب	۱۹۰/۱۹۳
غالب اور مفتی صاحب	۱۹۳/۲۰۱

مفتی صاحب در مولانا السید نجم (۱)	۲۰۱/۲۰۳
باب دہم	
تصانیف	
فہرست	۲۲۴
تفسیر	۲۲۵
حدیث	۲۲۶
علم کلام	۲۲۷/۲۳۲
فقہ واصول	۲۳۳/۲۳۴
صرف ونحو	۲۳۴/۲۳۵
معانی وبیان وعروض	۲۳۵
منطق وفلسفہ وہیئت وہندسہ	۲۳۵
ادب	۲۳۵/۲۴۰
طب	۲۴۰
متفرقات	۲۴۰
باب یازدہم	
اخلاف	
شجرہ اخلاف	۲۴۱
تاہل	۲۴۲
سید محمد صاحب وزیر	۲۴۲/۲۵۱

حاج مولوی سید حسن صاحب	۲۵۱
مولوی سید حسین صابر مشہور بہ نور العلماء	۲۵۱/۲۵۳
مولوی نور الدین صاحب و مولوی امیر حسن صاحب	۲۵۳/۲۵۴
زوجۂ جناب نجم العلماء	۲۵۴/۲۵۶
مولوی سید محمد صاحب	۲۵۶/۲۵۹
مولوی سید محمد کاظم صاحب	۲۵۹/۲۶۴
مفتی سید محمد علی صاحب	۲۶۴/۲۶۸
مفتی سید احمد علی صاحب	۲۶۸/۲۷۰
باب دوازدہم	
تلامذہ	
مولانا سید مہدی شاہ صاحب	۲۷۱
مولانا سید حامد حسین صاحب	۲۷۲
مولانا السید ابو الحسن صاحب	۲۷۳
مولانا سید حیدر علی صاحب	۲۷۹
مولانا مرزا محمد علی صاحب	۲۷۹
مولوی ناصر حسین صاحب (جونپوری)	۲۸۰
مولوی سید محمد صاحب جونپوری ملقب بہ مہاجر	۲۸۱/۲۸۴
تاج العلما مولانا سید علی محمد صاحب	۲۸۴/۲۸۵

مولانا سید علی جواد صاحب	٢٨٥
مولانا سید علی نقی صاحب داعی پوری	٢٨٦
مولوی سید اصغر حسین صاحب نگی پوری	٢٨٦
مولوی سید علی حسین صاحب غازی پوری	٢٨٧
شمس العلماء مولانا سید محمد حسین صاحب	٢٨٨–٢٨٩
مولوی عابد حسین صاحب قیس	٢٨٩–٢٩١
مولوی شیخ تفضل حسین صاحب فتحپوری	٢٩١–٢٩٤
مولوی حکیم سید جواد صاحب بھیکہ پوری	٢٩٤
مولوی سید تفضل حسین صاحب سنبھلی	٢٩٤
مولوی سید محمد مہدی صاحب مصطفےٰ آبادی ملقب بادیب	٢٩٤–٢٩٥
مولوی محمد عین القضاۃ صاحب	٢٩٥
مولوی محمد فاروق صاحب چڑیا کوٹی	٢٩٥
مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی	٢٩٥
مولانا السید مرتضیٰ صاحب قمی	٢٩٨–٢٩٩
شمس العلما مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ	٣٠٠–٣٠٢
مولانا شیخ فدا حسن صاحب قرشی	٣٠٢–٣٠٥
مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ	٣٠٥–٣٠٩
اخی المرحوم حکیم مولوی مرزا محمد مہدی صاحب	٣٠٩–٣١٠
حکیم مولوی محمد مرزا صاحب مرحوم	٣١٠–٣١١

مولوی سید اولاد حسین صاحب امروہوی	٣١١–٣١٢
مولوی سید احمد حسین صاحب امروہوی	٣١٢
مولوی سید اعجاز حسین صاحب "	٣١٢
عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی	٣١٣
مولوی سید کرامت حسین صاحب	٣١٣
مولوی سید علی اکبر صاحب	٣١٣
میر خورشید علی صاحب نفیس	٣١٣
مولانا سید علی حسن صاحب جائسی	٣١٣
منشی ریاض الحسن صاحب مرحوم	٣١٤
دیگر تلامذہ	٣١٤

باب سیزدہم

وفات

حالات مرض	٣١٥–٣١٧
وصیت نامہ	٣١٧–٣٢٠
آخر کلمات	٣٢٠
خواب	٣٢٠
خاتمہ	٣٢١
مراثی و قطعات تاریخ	٣٢٢–٣٢٧

مقدّمه

دفتر نمبر	
فن نمبر	
کتاب نمبر	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مغربی تعلیم نے مادی ترقیات اور دماغی ارتقا کی عمارتون کو اسقدر مستحکم کردیا ہے، کہ مشکل سے اوسکی چاردیواری مین روحانی ہوائین گزرسکتی ہین اسی سبب سے روز بروز علماء کے آثار دلون سے محو ہورہے ہین اور ہمارا مستقبل بجاے اسکے کہ روشن ہو تیرہ و تاریک ہوتاجاتا ہے۔

اسلام مین ایک عہد تو علمار کیلئے ایسا خونریز تھا جسمین فضل وکمال کی زمینون پر چارون طرف خون کا سیلاب جاری تھا اور ناکردہ گناہون کی لاشین تیرتی نظر آتی تھین اُن کے نام پر تلوارین نیام سے کھنچی رہتی تھین، اور قتل کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا، پھر بھی ظالمون کی پیاس، کسی طرح نہ بجھتی تھی۔

ایک دَور ایسا بھی رہا کہ صدیون تک علما نے حکومت کی اور جو کچھ علمی ترقیان کین تاریخ کا ایک ایک ورق اُسکو بتا رہا ہے۔ اُن کے ہاتھون مین حکومت کی عنان تھی۔ اُن کی ایک نگاہ سلطنت کے ہلا دینے کو کافی تھی، تاج شاہی اُنھین کے عمامے اور سکّہ رائج الوقت انھین کی مہرین تھین سلاطین زیر اثر تھے اُنکے فرمان صور اسرافیل کی طرح قیامت کا منظر پیش کردیتے تھے

اور دم زمین تمام ملک منقلب ہوجاتا تھا۔
خصوصا ایران کی عظیم الشان سلطنت اور بادشاہان اودھ کے عہد دولت مہد مین جب کہ آسمان سے ہن برس رہا تھا اور زمین دولت کے خزانے اُگل رہی تھی اہل کمال کا دور تھا اور علماء کی حکومت تھی سلاطین نے ہمیشہ اپنے خیال پر اُن کی رائے کو فضیلت دی۔
اسلامی سلطنتین مٹ گئین اور افراد ملت کی اجتماعی قوتین ٹکڑے ٹکڑے ہو گئین سیاسیات نے خیالات مین انقلاب عظیم پیدا کر دیا جادہ معرفت کے چلنے والے ڈگمگا گئے ایسے ہنگامے مین کہ اُن کی نظرون مین احادیث رسول اور بزرگانِ دین کے اقوال سے فلاسفہ مغرب کے اقوال زیادہ وقیع ہو گئے تو ان گوشہ نشینون اور قال اللہ اور قال الرسول کہنے والون کی کیا عزت ہوسکتی ہے یا اُن آسودگان خاک کے مزارون پر کون شمع جلائے گا جنھون نے تمام زندگی خوف خدا مین رو رو کر کاٹ دی، آج جب کہ ہدایت و صلاح کی آڑ مین ذاتی مقاصد کے لئے کی کوشش کی جارہی ہے اور ایمانی قوت کمزور ہوچکی ہے راستبازی کا علم ٹھنڈا کر دیا گیا ہے تو کیا توقع ہوسکتی ہے کہ ان خدا پرستون کی عزت کی جائے گی حالانکہ وہ اس راز سے بیخبر ہین۔

لا فضل الا لاہل العلم انہم ؎۱ علی الھدی لمن استھدی ادلاء

دریاؤن کے سرچشمے جب خشک ہوجاتے ہین تو ایک بوند پانی کی گوہر نایاب ہوجاتی ہے طبقہ علماء بدن ملت کا عضو رئیس اور ترقیون کا سرچشمہ اور طاقتون کی بنیاد ہے موت العالم موت العالم "عالم کی موت تمام افراد ملت کی موت اور اُسکی حیات حیات ملی ہے، بدنصیب ہے

؎۱ بزرگی صرف اہل علم کیلئے ہے کیونکہ یہ لوگ خود راہ راست پر ہین اور طالبان ہدایت کے رہنما ہین

وہ قوم جسنے اپنے علماء کی منزلت نہ کی اور بربادیون کا خیر مقدم کیا!

ترقیِ اقوام کا راز صرف اکابرِ ملت کا زندہ رکھنا اور اُن کے آثار کو محفوظ رکھنا ہے یورپ گو مذہب سے آزاد ہے مگر جذبۂ قدامت پرستی اسکے دل سے محو نہین ہوا اوسکو یقین ہے کہ اوسکی عزت کا راز اسی جذبہ مین مستتر ہے۔

شکسپیر کی ولادت کے روز ہر سال ایک عظیم الشان میلا ہوتا ہے، اسکے بیٹھنے کی کرسی لوگ آکر بوسہ دیتے ہین اور گرد طواف کرتے ہین۔ اسیطرح مشہور علما و کملا کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مسودے خاص احترام سے عجائب خانون مین رکھے ہوے ہین جسے دور و دراز کا سفر طے کرکے لوگ دیکھنے آتے ہین لارڈ ٹینیسن مشہور انگریزی "ملک الشعراء" جس کی وفات حال مین ہوئی ہے اُسکے لکھنے کی میز اور قلمدوات کے لوگ ہزارون روپئے دینے کو تیار ہین۔ لیکن وہ اوسکے ورثا خود مستطیع ہین لہذا نہین دیتے۔

اگر ان حالات کا موازنہ اپنی بدقسمت قوم سے کرون تو یقینا یہ جمود اور بے حسی مین ایک سالخوردہ میت سے زیادہ وقیع نہو گی اور ہماری آبادی حقیقتاً گورغریبان کی آبادی ثابت ہوگی جسقدر دوسری قومین اپنے اسلاف کے زندہ رکھنے مین سرگرم ہین اُسی قدر ہم اپنے اکابر ملت کے مٹانے مین کوشان ہین حالانکہ اُن مرنے والون نے جہد البقا مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا المؤلف۔

اُس قوم سے پڑا ہے مجھے سابقہ جہان
دستور اعتراف کمالات ہی نہین

ہمارے اسلاف صالحین کی عظمت و جلالت صرف مقبرون اور خاک کے پامال ذرّون مین ملیگی اون کی موت کے وقت تو برسم زمانہ بادل ناخواستہ چار آنسو بہالئے اور گڑھا کھودکر

اُن کو دفن کر دیا لیکن پھر کبھی کروٹ نہ لی نہ یہ سمجھے کہ ہمارے فرائض مرنے والے کے ساتھ کیا کیا ہین اُسکے تصانیف اسکی روحانی ذخیرے جنکو اُسنے رات رات بھر دماغ سوزی سے لکھا تھا جب کہ شمعین ختم ہوگئین تھین اُسکے دماغ کا روغن مشتعل تھا۔ آج وہ ذخیرے کیڑون کے نذر ہو گئے اور اُن کے کمالات کی تصویرین اسقدر دُھندلی ہوگئین کہ رفتہ رفتہ نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے محو ہو گیا۔

اگر قوم کی جاہ و منزلت کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو مقبرون مین جاؤ دیکھو خاک کے ڈھیر مین کیسے کیسے خزانے پنہان ہین جو اپنے اخلاف کے ہاتھون گمنامی و بے نشانی کا شکار ہین اے حی لایموت! تو ہم مین قومی زندگی کی روح پھونک کہ اپنے علمار کی حقیقی معرفت حاصل کرین اور "ہم کیا ہین" اس حقیقت کو بے نقاب کرین۔

شاگردانِ آلِ محمد کا گروہ دنیا مین جس اعزاز کا مستحق ہے وہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو کبھی حاصل نہین ہو سکتا۔ اُن کے بوسیدہ عمامے تاج فغفور و اکلیل جمشید سے کہین بہتر اُن کا حصیر قناعت جواہر نگار اور مرصع کار تختون سے کہین برتر اُن کی عظمت و جلالت شان کا اندازہ معمولی افراد کا کام نہین اُن کی سیرت آیندہ نسلون کے لئے ایک موعظہ ہے تذکرۃ الاولین مواعظ الاخرین حامل رسالت رسول محترم نے مختلف پیرایہ مین اُن کی جلالت کا اظہار کیا ہے:۔

کبھی فرمایا:۔ مِدادُ العُلَماءِ اَفضَلُ مِن دِماءِ الشُّهَداءِ

علمار کی سیاہی شہدار کے خون سے بہتر ہے

کبھی فرمایا عُلَماءُ اُمَّتِی کَاَنبِیاءِ بَنِی اِسرائیل

میری امت کے عالم انبیاء بنی اسرائیل کے مانند ہین

کبھی فرمایا من اکرم عالما فقد اکرمنی جسنے عالم کی عزت کی اُسنے میری عزت کی

کبھی ارشاد ہوا الفقہاء امناء الرسل مالم یدخلوا فی الدنیا

فقہا رسولوں کے امانت دار ہیں۔ جب تک دنیا میں داخل ہوں

اسکی تفصیل پوچھی گئی کہ دنیا میں داخل ہونا کیا معنی فرمایا متابعت کرنا سلطان کی جب وہ ایسا کریں تو اُن سے حذر کرو۔

کبھی فرمایا نوم العالم افضل من الف رکعۃ

عالم کی ایک نیند ہزار رکعتوں سے بہتر ہے

یہ ہیں وہ منزلیں جن سے اُن کے علوم مرتبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ البتہ اُن لوگوں سے دھوکا نہ کھاؤ جو لباس اہل علم میں تم کو فریب دینا چاہتے ہوں اور طرز عمل سراسر رضائے الٰہی کے خلاف ہو جسکی نسبت آواز نفرین بلند ہے" ویل للعالم یتکلم بھواء الناس لا یکون احد اشد عذابا منہ یوم القیمۃ ویل ہو اس عالم پر جو رضائے خلق کیلئے بات کرے روز قیامت کسی کا عذاب اُس سے شدید تر نہ ہوگا۔

دوسری آواز ان العالم اذا لم یعمل بعلمہ زلت موعظتہ عن القلوب کما یزل المطر عن الصفا جب عالم اپنے علم پر عمل نہیں کرتا تو اُسکا موعظہ بھی دلوں پر اثر نہیں کرتا اور اس طرح دلوں سے محو ہو جاتا ہے جس طرح کہ پانی پتھر سے بہ جاتا ہے۔

کہیں نگاہِ غضب سے تنبیہ کی جاتی ہے من تعلم علما لغیر اللہ وارادبہ غیر اللہ فلیتبوا مقعدہ من النار جو شخص خدا کے لئے علم نہ سیکھے اور ارادہ کرے اُس سے غیر خدا کا اُسکو چاہیئے کہ اپنی جگہ نار میں مہیا کرے۔

غرر الحکم میں حضرت امیر ؑ فرماتے ہیں صلاح العمل بصلاح النیۃ وصلاح المعاد بحسن العمل نیکی عمل کی نیک نیتی سے ہے اور نیکی آخرت کی نیکی عمل سے ہے۔

اس معیار پر جانچنے کے بعد آج طبقہ اسلام کے روشن دماغ حضرات کے سامنے ایسی زندگی کا مرقع پیش کرنا چاہتا ہون جسنے کرۂ اسلام کو اپنی تجلیون سے منور کیا جس کی زندگی کی ہر ساعت ذخیرہ تصنیف تھی جس کی ہستی عرفا وسالکین کے لئے خداشناسی کی ایک نمایان مثال تھی۔ یہ ترجمہ ایسا نہین جس سے صرف فقہا یا صلحا دلچسپی حاصل کر سکین بلکہ ہر طبقہ کے با مذاق اپنے ذوق کے موافق بہرۂ وافر حاصل کر سکتے ہین۔

اس کتاب مین جس بزرگ کا جلوہ پیش نظر ہے وہ محفل ادبا کا صدر نشین مجلس شعرا مین ملک الشعراء۔ بزم فقہاء کا مجتہد جامع الشرائط بذلہ سنجون کی بزم طرب مین بلبل ہزار داستان۔ شبستان معرفت مین عابد شب زندہ دار جس کی سادی اور بے ریا زندگی اس شعر کا ماحصل تھی۔

لیس الجمال باثواب تزینھا

ان الجمال جمال العلم والادب

لکھنؤ کی سرزمین بلکہ ہندوستان کی شیعہ آبادی اس مقدس ہستی پر نازان ہے اور کیون نہو اس لئے کہ ایسا ہمہ دان جسکو ہر فن کے ائمہ صدر محفل مین فخریہ جگہ دیتے ہین آپ ہی اپنی نظیر تھا قسام ازل کے دربار عام مین روز ازل جب جواہر علوم کا خزانہ عامرہ کھولا گیا اور قسمت کے لئے سربستہ کیسون کی مہرین توڑی گیئن تو بقدر مشیت ہر مستحق بہرہ مند ہوا مگر اس علامۂ روزگار کو سب سے زیادہ حصہ اس موہبت عظمی سے مرحمت ہوا ادھر عطاے منعم ادھر ذوق تحصیل دست شوق نے اپنے جیب ودامن مین وہ انمول موتی اور بیش قیمت لعل ویاقوت بھر لیے جو دوسرون کو دقت سے دستیاب ہوے عالم اسباب کی نمائشگاہ مین ان نعمتون کو بمصداق اما بنعمۃ ربک فحدث ظاہر وآشکار کیا اور ثابت کر دیا کہ میرے تمام ملکات علوم وہبی ہین

اکتسابی نہین۔

انھین وہبی قوتون نے اُن کو علامۂ روزگار بنایا اور اپنے کمالات کیوجہ سے عام طور پر جو ہر دلعزیزی اُن کو حاصل ہوئی اُن کے امثال مین ایسی کوئی نظیر نہین ملسکتی۔ آج تک علمی وادبی حلقون مین اُن کے واقعات نہایت خلوص اور عقیدت سے بیان کیئے جاتے ہین اُن کے لطائف علمیہ زبان زد خاص و عام ہین روزمرہ کی باتین لوگوں کے دماغون مین محفوظ ہین لکھنؤ کی پرانی معاشرت کا جب کہین تذکرہ ہوتا ہے تو اُن کا نام ضرور آتا ہے۔ شاعری کے میدان مین اُن کا اشہب خامہ بڑے بڑے نامی شہسوارون کے ہمعنان رہا۔ اُسوقت کے اساتذہ فن نے اُن کو مسلم الثبوت استاد مانا۔

نہایت افسوس تھا کہ ایسے بزرگ کے واقعات زندگی پردۂ خفا مین رہین اور ایسے ہنگامے مین جب کہ خزف پارے لعل و جواہر بنا کر دکھائے جائین اور اصلی موتیون کی آب و تاب سے نگاہین ناآشنا ہون۔

میرے والد مرحوم نے علماے امامیہ کا ایک مبسوط تذکرہ نجوم السماء کے نام سے تالیف کیا جسکی ایک جلد اُن کی حیات مین شایع ہوگئی دوسرے زیر تالیف تھی کہ اُنکا انتقال ہوگیا برادر مرحوم حکیم مرزا محمد مہدی صاحب مرحوم نے اوسکی تکمیل کی یہ سب جلدین فارسی زبان مین ہین ایک وقت مین میرا خیال تھا کہ اسکا ترجمہ بھی شایع ہوجائے چنانچہ اسی نظر سے اُس کو دیکھنا شروع کیا تمام وکمال مطالعے کے بعد یہ خیال ہوا کہ اگر چند مخصوص علمار کی مفصل سوانح عمری لکھی جائے تو اِس سے زیادہ مفید ہوگی یہ خیال اسقدر راسخ ہوا کہ مین نے رئیس المتکلمین مولانا السید حامد حسین صاحب طاب ثراہ مصنف عبقات الانوار کے حالات لکھنا شروع کرے لیکن حالات اور واقعات کی فراہمی مین دقتین پیش آئین ادھر مین عدیم الفرصتی سے تجسس و

وتحقیق کے ذرایع حاصل نکرسکا کتاب ناتمام رہگئی اسی اثنا مین ایک روز حضرت صدر الشریعۃ استاذی ملاذی مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ کی خدمت مین مدرسۃ مشارع الشرایع مین حاضر تھا اور مولانا سید محمد ہارون صاحب قبلہ طاب ثراہ بھی تشریف رکھتے تھے علما اور اُنکے کارنامونکا تذکرہ تھا اوسی سلسلہ مین جناب مفتی صاحب کے فضائل علمیہ کا بھی ذکر ہوا مین نے کہا کہ ایسے بزرگون کے حالات زندگی پر گمنامی کا پردہ پڑا ہوا ہے اگر اس وقت تک آپ توجہ فرماتے تو ایک مفصل سوانح عمری مرتب ہوچکی ہوتی حضرت نجم العلما نے فرمایا کہ اگر تم اس بار کو اپنے ذمۂ ہمت پر لو تو مین اُسکے متعلق کافی مدد دون گا۔ اُس وقت باوجود اپنی بے مایگی اور قلت بضاعت کے اس مہتم بالشان خدمت کا وعدہ کرلیا اور ایک فہرست ابواب کتاب کی مرتب کرکے جناب مولانا کی خدمت مین پیش کی آپنے اُسی ترتیب کے موافق اوقات فرصت مین اپنی یادداشت سے مجھکو حالات لکھ کردئے۔

مفصل سوانح عمری جس کو یورپ نے آج ایک مستقل فن بیاگرافی قرار دیا ہے درحقیقت کوئی معمولی کام نہین کسی کی زندگی پر بالاستیعاب ایسی نظر کرنا کہ کوئی جزو ہستی نظرانداز نہ ہو تصنیف سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے

اس کتاب کی تدوین سالہا سال کی محنت وجانفشانی کا نتیجہ ہے انسان کیسا ہی مستقل مزاج اور باہمت کیون نہو مگر حوادث روزگار کی سخت ضربین اُسکے استقلال کی سلسل کڑیون کو توڑ دیتی ہین اور مضبوط ارادون مین فرق آجاتا ہے اس کتاب کی دوران تالیف مین بعض ایسے جانکاہ حادثے پیش آئے جو جادہ استقلال مین سد راہ ہوے اور عرصہ تک کام ملتوی رہا۔ حضرت صدر الشریعۃ مدظلہ کی توجہ سے ان اوراق پریشان کی شیرازہ بندی ہوئی بغاد البلاء للولاء گوناگون مصائب مین مبتلا رہے جن مین سخت ترواقعے دو جوان

فرزندون کی موت تھی جو علم و عمل مین نہایت بلند پایہ رکھتے تھے صرف زندگی ہی کے سرمایہ نہ تھے بلکہ چراغ مزار بھی تھے۔

لکل شیٔ آفۃ وللعلم آفات

جامع اوراق کیلئے بھی بعض ایسے حادثے درپیش آئے جس نے دل و دماغ کو ایک زمانہ تک بیکار کردیا اہلیہ کے انتقال نے خانہ بربادی کا منظر عرصہ تک پیش نظر رکھا دو لڑکیون کو پیوند زمین کیا اُسکے بعد اہم ترین واقعہ والدہ محترمہ کا انتقال ہوا جس نے میری نوعیت حیات کو بدل دیا ان مسلسل واقعات نے درمیان مین بہت رخنہ اندازی کی اور مدت تک سلسلہ تالیف ملتوی رہا ورنہ کب کا ختم ہوچکا ہوتا۔

واقعات و حالات کا ذخیرہ بغیر کسی کاوش کے فراہم ہوا صاحب ترجمہ کی متعدد کشکولین اور سفرنامے اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ملے جو اس کتاب کے حق مین خزانۂ عامرہ ثابت ہوے اگلے علما اپنے پاس ایک سادی بیاض رکھا کرتے تھے حالت سفر مین اُس کا نام "زاد السفر" ہوتا تھا۔ یہ بیاضین نہایت دلچسپ ہوتی تھین اسیطرح پانچ چھہ ضخیم مجلدات مفتی صاحب کی کشکولونکی مین نے اول سے آخر تک پڑھے کسی صفحہ کو دلچسپی سے خالی نہ پایا کہین کوئی مکتوب کہین پر افادات و تحقیقات کسی صفحہ پر دلنشین اشعار کہین کوئی نکتہ عروضی کہین کوئی اصلاح خاص احباب کے خطوط کو کبھی ضائع نہین کرتے تھے بعض خطوط صفحات کشکول پر چپان ملے جنمین محمد اشرف مرزا غالب کے مراسلات بھی ہین۔

ان کشکولون کے علاوہ جناب نجم العلما مدظلہ نے اپنے دست مبارک سے لکھ کر بہت سے حالات دیئے اصل یہ ہے کہ اس مقدمہ مین حمد و نعت کے بعد اگر کوئی ذات مستحق شکریہ ہے تو جناب مولانا کی ذات ہے جو باوجود اُن مسلسل موانع کے اِس خیال سے

غافل نہین رہے اور برابر مجھ سے تقاضا فرماتے رہے۔ کثرت افکار سے اگر میری حاضری مین تاخیر ہوتی تھی تو خود زحمت تشریف آوری گوارا فرماتے تھے اور یہ بات میرے افتخار کے لئے کم نہین۔

یون تو یہ کتاب اول سے آخر تک حرف بحرف اُن کی نظر سے گزری ہے مگر دو مضمون خصوصیت سے انھین کے قلم کے تحریر کئے ہوے تبرکاً درج کتاب کئے گئے (۱) تتمہ ص ۵۵ (۲) باب التلامذہ مین اپنے حالات خود تحریر فرمائے ہین جو ۲۰۱ لغایت ۲۲۴ تک مشتمل ہین۔

جن حضرات نے اس کتاب کی تالیف اور بعض واقعات بتانے مین مدد دی منجملہ اُن کے ایک بزرگ مرزا محمد ذکی علی خان صاحب مرحوم تھے جن کو جناب مفتی صاحب سے خاص اختصاص تھا افسوس کہ اس کتاب کے دوران تالیف مین اُن کا انتقال ہوگیا اب بجاے شکریہ اُن کے حق مین دعاے مغفرت کرتا ہون

اللّٰھمّ اغفر لہ و ارحمہ

میرا دل چاہتا ہے کہ صاحب ترجمہ کی ذات سے بوسائط جو خصوصیات مجھے حاصل ہین اختصاراً اُن کا بھی اظہار کرون جس سے مجھے اس کتاب کی تالیف مین دلچسپی پیدا ہوئی۔

(۱) جناب مفتی صاحب کے کمالات علمیہ اور شاعرانہ مذاق۔

(۲) قومی فرض

(۳) میرے والد مرحوم اُن کے مخصوص تلامذہ اور اصحاب صحبت مین تھے اور ایک خصوصیت خاصہ رکھتے تھے۔ چنانچہ نجوم السماء فی تراجم العلماء کی تقریظ مین

تحریر فرماتے ہیں :—

" قد طالما اساء الدهر الی سادته ورمی بسهام المصائب الی اولیائه وقادته وکان ذلک من قدیم عادته واستمر العلماء یشکون رواج الجهل فی کل جبل وسهل ولو انهم کانوا فی هذا الزمان لتمنوا زمانهم وعلموا انهم وصفوا الوجدان بالاعواز وحملوا شکواهم علی المجاز فکانهم نعوا الینا العلم فی حیاته ولم یدرکوا زمن وفاته والان قد تحقق نعیهم حیث لا یشکر سعیهم والیوم مات العلم وماله ناع ولا الیه ساع وداع وارتحل من غیر وداع فمن المغتنم وافضل النعم ذکر الماضین الاساطین فان ذکر النعم بضاعة المساکین وممن جد فی تجدید عهودهم واحضار سعودهم واخطار صعودهم الحبیب اللبیب الادیب الاریب الفائز من الفضل بالمعلی والرقیب النائل من الشرف اوفر نصیب الالمعی اللوذعی الاریحی الاحوذی الواقف علی اخبار الفقها وحالات العلما والباحث عن حقائق الانباء زبدة الاحباب وسلالة الانجاب المقتفی باثار السادة الاطیاب الناظر فی الحدیث والکتاب الفطن اللوذعی والصفی الوفی المولوی میرزا محمد علی رقاه الله الی اوج الکمال ووقاه عین الکمال

وهو ممن قرء علیّ بعض الکتب الادبیۃ وشطراً من کتابی
روائح القرآن فی فضائل اسماء الرحمان قد الف کتابا بارا ئقا
رائعا ابان له فضلا شایعا فیه للناظرین تذکرة وللمحصلین
تبصرة فانه بذل وسعه ومجهوده فی تتبع اخلاقهم المحمودة
واحوال ولادتهم ووفاتهم وکیفیۃ انسابهم واحسابهم
وصفاتهم وذکر مولفاتهم ومصنفاتهم بتدقیق
النظر وتعمیق الفکر والرکون الی کل خبر معتبر احیاء
لذکرهم واقتفاء لاثرهم فجاء بحمد الله بین تراجم
اهل العلوم کالشمس بین النجوم لیستفیض منه المجتدی
ولیستضیء به المهتدی فیالها من مجموعۃ کانها فی حسنها
وصفائها وخلودها وبقائها جنۃ عالیۃ فیها سرر مرفوعۃ
واکواب موضوعۃ ونمارق مصفوفۃ وزرابی مبثوثۃ
حل فیها اماجد من العلماء العاملین اخوانا علی سرر
متقابلین فجزاه الله خیر الجزاء عن هولاء المصطفین واقر به العین
فی الدارین

(۴) میرے بڑے بھائی حکیم مرزا محمد مہدی صاحب مرحوم نے بھی اُن کے حضور مین عرصہ تک زانوے تلمذ تہ کیا

(۵) مجھے بدنصیبی سے وہ عہد ہی نہین نصیب ہوا کہ اُن کی زیارت سے مشرف ہوتا لیکن اُن کے کمالات کے جانشین حضرت نجم العلماء مدظلہ کے سایۂ تربیت مین

میرا نشو و نما ہوا اور اسوقت تک اُنسے افادات حاصل کرنے کا شرف رکھتا ہون۔ اور ممدوح بھی مجھسے خاص محبت فرماتے ہین:۔

(۶) جناب مفتی سید محمد علی صاحب خلف الرشید صاحب ترجمہ کا اور میرا گہوارۂ تربیت ایک ہے۔ میری عمر سات یا آٹھ سال کی ہوگی جب برادر مرحوم نے مجکو جناب نجم العلماء کے سپرد کیا اُسوقت مدرسۂ مشارع الشرائع کا آغاز تھا۔ مین جناب مولانا کے درجہ مین اُن کے سامنے بیٹھا کرتا تھا اور میرے ساتھ مفتی محمد علی صاحب بھی اپنی کتابون کا بستہ لیکر بیٹھتے تھے آپس مین غیر معمولی اتحاد تھا۔ مدرسکے علاوہ زیادہ تر اُن کے اوقات میرے یہان صرف ہوتے تھے آج بھی بحمد اللہ وہ مجھ سے اُسی بے تکلفی اور محبت سے ملتے ہین۔

نظر بروجوہ بالا مین نے اِس کتاب کی تالیف کو اپنا فرض سمجھا اور اوسکی صورت یہ رہی کہ جس قدر اجزا مین لکھتا گیا وہ پریس پہونچتے گئے۔ اسلئے دوبارہ کتاب پر تنقیدی نظر مین خود نہ ڈال سکا اور بہت سی فروگذاشتین رہگئین مجھے اعتراف ہے کہ کتاب کی ترتیب مین اکثر نقائص ملین گے جس کی نسبت قدیم مصنفین کا وہ فرسودہ مگر اخلاقی فقرہ "در ذیل عفو بپوشند" استعمال کرنا چاہتا ہون لیکن اِس سے بہتر یہ سمجھتا ہون کہ ناظرین کرام جہان کہین لغزش دیکھین تو مجھے مطلع فرمائین تاکہ طبع ثانی مین وہ نقائص دُور کردیئے جائین۔

خیال تھا کہ کتاب کی ضخامت زیادہ ہوجائے گی اِسلئے باب السبعۃ سے دوسری جلد علٰحدہ کردی گئی۔ لیکن ختم کتاب کے بعد ضخامت کا اندازہ غلط ثابت ہوا اس لئے دونون جلدین ایک کردی گیئن

کتاب مین کتابت وطباعت کے اغلاط بھی زیادہ ملینگے جس کا انتظام معقول نہ ہو سکا۔

مجھے اس کتاب کو ختم کرکے بیحد مسرت ہے کہ مین نے اپنے واسطے ایک بہترین یادگار چھوڑی ہے۔ کیا عجب ہو کہ صاحب ترجمہ کے طفیل مین ناظرین مجھے بھی دعاے خیر سے یاد کرین اور یہ کتاب آیندہ نسلون کے لئے سبق آموز ہو۔ خصوصًا ایسے وقت مین جبکہ مغربی تعلیم نے مشرقی تہذیب کے خط وخال تک باقی نہین رکھے

اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

عزیز

۲ مئی سنہ ۱۹۲۵ء

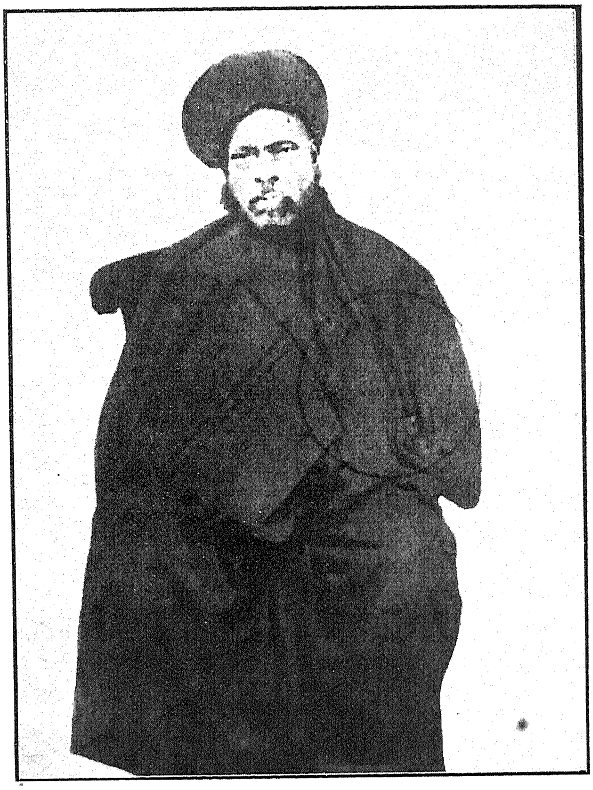

شبیہ مبارک جناب مفتی میر محمد عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّد نعمت اللہ جزائری جدّ اعلیٰ

علمائے ارباب تصنیف سے تھے علامۂ مجلسی کے معاصر اور اُن کی مشہور تصنیف بحار الانوار مین معین رہے شیخ یوسف بحرانی (صاحب حدائق و اُستاد بحر العلوم سیّد مھدی طباطبائی) کتاب حدائق کے مقدمہ مین ایک مسئلہ کے ضمن مین تحریر کرتے ہین۔

"اِس مسئلہ مین مین نے کسی کو مخالف نہین پایا، سوا محقق مدقق سید نعمت اللہ جزائری (طیّب اللہ تعالیٰ مرقدہ) کے جنھون نے اپنے مصنّفات مین چند مقام پر رد و قدح اسمین کی ہی منجملہ اُنکے کتاب انوار نعمانیہ ہی اور وہ ایک جلیل القدر کتاب ہی جس سے اُنکے تبحر علمی کے دائرہ کی وسعت اور احادیث و اخبار پر کثرت اطلاع اور عبور اور وسعت نظر ثابت ہوتی ہی، چنانچہ وہ فرماتے ہین اور فرمانا اُن کا حق ہی جسمین کوئی شبہ تک نہین ہوسکتا،"

سادات جزائر کے قدیم نسب نامہ مین ان کے حالات ملے ہین انکی ولادت سنہ ۱۰۵۰ھ اور وفات سنہ ۱۱۱۲ھ مین ہوئی سیّد موصوف مقتدائے عالم و ملجائے اراکین تھے، تقریبًا اکیسو کتابین مبسوط علم معقول و منقول مین انکی تصنیف و تالیف سے ہین جو عراق عجم و عرب کے مجتہدین مین مروّج ہین۔ نسب نامہ جدید مین انکا سلسلہ حسب ذیل ہے۔

"سید نعمت اللہ صاحب التالیف و التصنیف امام الجمعۃ والجماعۃ ابن السید عبد اللہ ابن السید محمد ابن السید حسین ابن السید احمد ابن السید محمود ابن السید غیاث الدین ابن السید مجد الدین ابن السید نور الدین ابن السید سعد الدین ابن السید عیسیٰ ابن السید موسیٰ ابن السید عبد اللہ ابن الامام ابی الحسن موسیٰ الکاظم علیہ السّلام۔

سیّد نور الدین محمّد ابن سیّد نعمتُ اللہ

یہ بھی اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھے اور اُنھین فضائل و معارف کے مالک تھے تقریباً ستر مجلد مختلف علوم مین ان کے تصنیفات سے ہین بلاغت و حُسن گفتار مین نہایت خوش سلیقہ اور یگانۂ روزگار تھے فن انشا پردازی مین خاص قدرت تھی۔ نسب نامہ جدیدہ مین ہے کہ سیّد نور الدین محمّد امام جمعہ و جماعت اور شیخ الاسلام تھے اِن کے آٹھ لڑکے تھے، دو باپ کے سامنے مر گئے۔ اور چھ لڑکے چراغ افروز انجمن فضل و کمال ہوئے۔ سیّد عبد اللہ صاحب التالیف مجتہد، سیّد محمد حسین، سیّد محمّد سیّد مرتضیٰ سیّد ابوطالب، سیّد محمّد رضی جو شوشتر مین تھے، انہین سیّد ابوطالب علمائے اعلام کا مرجع تھے اور انکے چھ فرزند تھے جنہین سیّد محمّد شفیع جو مجتہد العصر آقا محمد باقر صاحب بہبہانی کے ساتھ تالیفات مین شریک رہے اور سیّد محمد جعفر عہد نواب سعادت علیخان مین ہندوستان آئے۔

شوستر سے ہندوستان آنا مفتی صاحب کے جد امجد سیّد محمّد جعفر آخر عہد نواب عرش منزل آصف الدولہ بہادر ۱۲۱۲ھ مین شوستر سے وارد لکھنؤ ہوئے اور نواب سعادت علیخان اور غازی الدین حیدر بادشاہ کے عہد تک نہایت عزت و احترام سے بسر کی نواب سعادت علیخان کے مصاحبین خاص مین ان کو خاص امتیاز حاصل تھا اور وزارت مآب اُنکا بہت ادب کرتے تھے تمام اعیان سلطنت اور رؤسا شہر کو ان سے خاص عقیدت تھی یہانتک کہ ۱۲۳۶ھ مین نقد حیات خازن قضا کے سپرد کیا۔ ان کے مختصر حالات تاریخ تحفۃ العالم مین

هذه شجرة السادات النورية الحسينية العالية الجزائرية التسترية كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين باذن ربها ويضرب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون

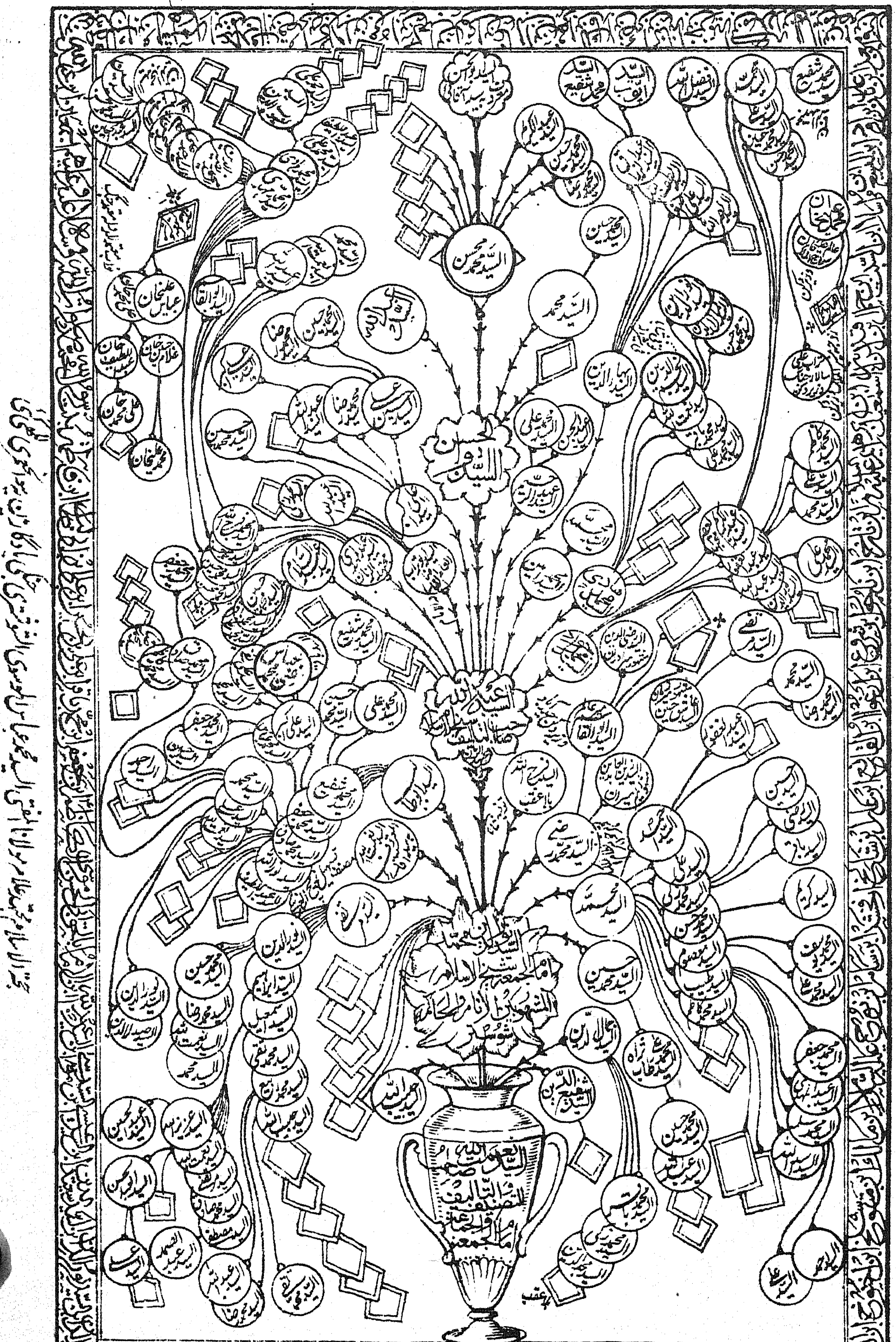

الدائرة علامة الذكور والمربعة علامة الاناث

CHECKED - 1963

حسب ذیل لکھے ہین۔

"ذوالنور الازہر السید محمد جعفر بن السید طالب سلمہ اللہ از عباد و پارسایان روزگار و در حسن خلق و همت فطری نادرہ ادوار و بخیر خواہی عباد از اعالی و ادانی معروف و وجہ ہمتش بانجاح مطالب سائلین مصروف و در آداب مجلس و رنگین صحبتی سلیقہ اش بکمال رسائی و در جود و ایثار دانی تاسخ افسانۂ حاتم طائی است فیاض متعال خلقے باو کرامت کردہ است کہ باوجود بے بضاعتی ہرگز سائل را محروم نداشتہ است در بدایت حال تحصیل مقدمات را در شوستر نمودہ و در فارس و عراق بتحصیل طب و نجوم پرداخت و در ہر دو بکمال رسید از انجا بہندوستان اُفتادہ بناکامی بسر می برد حقیر او را بآن نواح ندیدہ بودم مراسن ضاع بود کہ او بر آمد بکلکتہ کہ رسیدم از وفور اشفاق برادر آنہ از لکھنؤ باینجا رسید و باین سعادت مستفیض گردانید و حالیا ہم دران بلدہ روزگار سے بعزت دارد بطبابت مشہور و بغایت درویش و آزادہ است۔ توفیق عود بوطن نگشتہ اللہم بارک بعمرہ"

سید محمد جعفر نے باقیات الصالحات مین دو اولادین چھوڑین۔ سید علی اکبر (والد مفتی صاحب) سید عباس[ا]۔

سید علی اکبر

مفتی صاحب کے والد ماجد تھے اور صفات حسنہ سے متصف اور اپنے عہد مین قناعت و توکل و عبادت مین آپ اپنی نظیر تھے۔ مفتی صاحب مرحوم لکھتے ہین کہ ۳۰ سال مین اُن کے ساتھ رہا ہمیشہ مین نے اُن کو پچھلے پہر سے بیدار پایا اور عبادت الٰہی مین مصروف دیکھا جب کبھی رات کو میری آنکھ کھل جاتی تھی تو میرے کانون مین آواز اُنکی گونجا کرتی تھی اور صدائے یاسبوح یاقدوس بہم آیا کرتی تھی۔

[ا] اس خاندان مین بلکہ شوشتر مین قدیم رسم تھا کہ اولاد کا نام چچا کے نام پر رکھتے تھے چنانچہ تیمناً سید علی اکبر صاحب نے مفتی صاحب کا نام سید عباس رکھا تھا۔

ماہِ صیام مین ہر روز ثلث قرآن نہایت خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے اور بعد زوال سید العلماء کے موعظہ مین جاتے تھے طبیعت مین نہایت سادگی نہ لباس پُر تکلف کا خیال اور نہ خود داری پر نظر محفل مین جہان کہین جگہ پاتے تھے بیٹھ جاتے تھے۔ مفتی صاحب کہتے تھے کہ جب مین وعظ کہتا تھا تو نہایت خلوص سے زیر منبر آکر سُنتے تھے اور رویا کرتے تھے اکثر میری جماعت مین شریک ہو جاتے تھے۔ نہایت نازک مزاج اور باہمّت شخص تھے اُمراء کی طرف سے بے پروا طبیعت مین استغنا ابتدائے شباب مین نہایت فراغ حالی سے بسر کی اور اپنے بذل و ایثار سے اہل حاجت کو فیض پہونچایا آخر عہد مین بوجہ قلت معاش و تنگدستی پریشان حال رہے مگر نہایت صبر و استقلال سے وہ زمانہ بھی بسر کیا اور اپنی سوکھی روٹیونکو خوان نعمت سے بہتر سمجھا۔ خط نہایت پاکیزہ تھا۔ روزمرہ کی فارسی عبارت بامحاورہ لکھتے تھے مرحوم کے مصنفات حسب ذیل ہین۔

(۱) لسان العجم بزبان فارسی (۲) شرح شافیہ (۳) تعلیقات شرح تہذیب و تلخیص۔
(۴) مکاتیب فارسیہ۔ شعر سے بھی ذوق تھا چنانچہ اُنکی ایک غزل نظر سے گزری۔

تا خیمۂ کبود زمین آسمان بود — صد کس خراب حال و یکے کامران بود
با دلق پارہ پارہ و نان جوین بساز — خوشنودی حبیب درین دوران بود
پا در رکاب باش کہ عمر سبک روان — ما نا بشکل تیر رہا از کمان بود
مشکل شدہ ست جنبش مژگان مین علی — بیمار عشق بین چہ قدر ناتوان بود

ایضاً

دل خون شدہ بعشق مداوا چہ میکنی — خونابہ میچکد ز سر آستین ما
سودیم سر ز بسکہ علی بر در حبیب — شمع مزار گشت در آخر جبین ما

جب مرض الموت لاحق ہوا تو مفتی صاحب کو بلا کر اپنے دیوان کے متعلق وصایا کئے اور

اولاد صغار کو اُن کے سپرد کیا جو کتابین زیادہ عزیز تھین وہ بھی اُن کو دین اپنے شدت مرض کے زمانے مین بھی نماز کسی حالت مین ہون ضرور پڑھتے تھے یہانتک کہ روز پنجشنبہ ۱۰۔ رجب ۱۲۶۱ھ ہجری (روز ولادت امام محمد تقیؑ) مین دُنیا کو خیرباد کہا اور شب جمعہ مدفون ہوئے۔ جناب مفتی صاحب نے مثنوی گوہر شاہوار مین اُن کے مختصر حالات حسب ذیل نظم کیے ہین'

کنون یاد مے آیدم از پدر — کہ مے ماند در ذکرِ شب تا سحر
در آن عہد سن صغر داشتم — بہ بالین آرام سر داشتم
صدا ایش مرا چون بگوش آمدے — دل از سکر غفلت بہوش آمدے
چہ گویم چہ تحمید و تکبیر داشت — عجب آہ و فریاد شبگیر داشت
بہ تسبیح و تہلیل بالائے بام — گہے در قعود و گہے در قیام
بپا ایستادہ گہے در نماز — گہے سر فگندہ بہ خاکِ نیاز
گہے راہ میرفت و بر ہر قدم — ثنا خوان و تسبیح گو میدم
عجب ذکر قدوس و سبوح بود — کہ فرحت فزائے دل و روح بود
چو در حال بیماریش دیدہ ام — ہمان قسم بیداریش دیدہ ام
پس از نصف شب چشم وامی نمود — دعا و ثنا و بکا مے نمود
ہنوز است کارش مگر این سہ تا — چہ ایّام صیف و چہ فصل شتا
دم مرگ ہنگام نزع روان — زبان از گرانی نمی شد روان
و لیکن بلکنت ہمان ذکر داشت — بدل فکر حق بر زبان ذکر داشت
بہ سطحے کہ بودش مقام نماز — ز حسرت گہے میکنم دیدہ باز
بران سقف شب یا سحر میروم — بر آن بام تا حال گرمی روم

بخاطر چہ رنج والم می رسد ۔ صدا ایش بگوشِ دلم می رسد
عبادات او یاد می آمدم ۔ زعادات او یاد می آمدم
بآن رفعت و قرب باری کہ داشت ۔ چہ گویم ازان خاکساری کہ داشت
بہ ادنیٰ کسش بود افتادگی ۔ زاو صناع مرسومہ آزادگی
خلوصش بہ بیگانہ دور از ریا ۔ سلوکش بزرگانہ با اغنیا
نہ شاکی ز توہین اہلِ ستم ۔ نہ راضی بہ تعظیم خود از خدم
زہے غمگسار دل افسردگان ۔ تسلّی دہِ خاطر آزردگان
اگر جنگ دیدے میانِ دو کس ۔ ہمی ساخت با ہمدگر ہم نفس
دگر عقدۂ کار کس مے کشاد ۔ بشکرانہ در سجدہ مے اوفتاد

قطعۂ تاریخ از مفتی صاحب

چون جنابِ والد والا مقام ۔ آسمانِ عز و شان و احترام
حضرتِ سید علی اکبر لقب ۔ آنکہ بودی نیکنام اندر انام
کرد در طاعاتِ یزدانی بسر ۔ ماند مصروفِ عبادت صبح و شام
میرسد آواز در گوشم ہنوز ۔ بامدادو نیم شب بالائے بام
رہگرائے جادۂ صبر و رضا ۔ مبتلائے غصہ و رنج و سقام
از قناعت خانمان سوز ہوا ۔ در سخاوت آبروے عزِ عام
از رہ شیرین زبانیہا نگفت ۔ حرف تلخی با کنیز و با غلام
دشمنان ہم زو نرنجید نداو ۔ میکشید از دوستان رنج تمام

تبیجش

برسرش چون از عزیزان رفت گاه	درسرش نامد خیال انتقام
غیرت حسان ثابت در سخن	غیرت سحبان وائل در کلام
با لباس کہنہ و با نان خشک	تر زبان از شکر حق بودے مدام
در شرافت تاج سرہائے سران	واز تواضع خاک پائے خاص و عام
بذلہ سنج و خندہ رو با ہمدمان	گرم آہ و گریہ در بزم امام
رفت واز خار و خس دُنیا کشید	دامن و شد راہیِ دار المقام
خامہ تاریخِ وفاتش زد رقم	شد مقیم گلشن دار السلام
	سنہ ۱۲۶۱ ہجری

سال ولادت مفتی صاحب

شب شنبہ آخر ربیع الاول سنہ ۱۲۲۴ھ مین مفتی صاحب بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے خود بھی جو حالات جناب مرحوم نے تحریر کیئے ہین۔ اُسمین وقت ولادت آخر شب شنبہ سلخ ربیع الاول سنہ ۱۲۲۴ھ تحریر کیا ہی اور خورشید کمال واوب تاریخ ولادت ہے، ۱۲۲۴ھ

شرافت نسبی مفتی صاحب کا نسب ۲۷ واسطون سے امام موسی کاظم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہی اِس نسب عالی کی شرافت چند وجوہ سے ہے۔

(۱) یہ نسب جس خاندان کی طرف منسوب ہے وہ خانوادہ بلاد عجم و عرب مین نہایت معزز و محترم ہے۔ اور سادات نوریہ کے لقب سے ممتاز ہے۔

(۲) یہ نسب امام علیہ السّلام تک منتہی ہونے کی حیثیت سے نہایت کم واسطے رکھتا ہی اور ایسے نسب کو اصطلاح مین نسب عالی کہتے ہین جسطرح قلت وسائط کی حیثیت سے وہ روایت جسکے سلسلہ مین رواۃ کا عدد کم ہو عالی کہلاتی ہی کیونکہ روایت کا شرف اُسیقدر زیادہ ہو گا،

جس قدر اُسکی تصدیق کے اسباب زیادہ ہون اور منجملہ اسباب تصدیق کے سبب قوی قلت وسائط ہی- علاوہ برین سلسلہ کا اتصال جسقدر قریب تر ہوگا اُسیقدر سلسلہ کی شان زیادہ ہوگی، مثلاً پانچ برس کی مدت مین ایک سلسلہ مین بسبب قلت اعمار دس وسائط ہوئے اور دوسرے مین بسبب طول عمر کے پانچ یا چار واسطہ ہوئے تو قلیل الوسائط مین متاخر شخص متقدم کو جد الجد کہے گا اور کثیر الوسائط مین جد جد جد الجد کہے گا اسیوجہ سے پہلا نسب عالی کہلائیگا۔

(۳) اس نسب مین جتنے وسائط ہین اُنمین اکثر حضرات علماء، زہاد، مقدسین اہل کمال ہین، مثلاً سید نعمت اللہ جزائری وغیرہ جنکا ذکر سابق مین ہوا۔

خصوصیات عہدِ طفلی

سالے کہ نکوست از بہارش پیدا

مفتی صاحب کے بچپنے کے حالات جو سُنے گئے ہین اُس سے اُنکی آئندہ زندگی کا اندازہ ہوتا ہے وہ ہمیشہ سے سریع الفہم اور انتہا کے ذکی الطبع تھے لہو ولعب اور کھیل کود سے ہمیشہ نفرت رہی عبادت کا ذوق فطری تھا اُنکے اشغال بچپنے مین اپنے ہمسنون کے ساتھ یہ تھے کہ سجدے کیا کرتے تھے اور اس پر اصرار تھا کہ دیکھین کون زیادہ سجدے کرتا ہی طفلی مین جسکے ایسے جذبات ہون اُسکو مرتبہ معرفت حاصل ہونا کیا مشکل ہی- وہ ہمیشہ دوسرونکو اپنے ساتھ عبادت کی طرف توجہ دلاتے تھے، کبھی دوپہر کی چلچلاتی دھوپ مین بالائے بام جاتے تھے، اور رخاک پر پیشانی رکھکر اللہ اکبر کی تکرار کیا کرتے تھے اکثر ہزار سے زائد تعداد ہو جاتی تھی، سجدہ مین اسقدر طول ہو جاتا تھا کہ پسینے پسینے ہو جاتے تھے اور خاک پر قطرات ٹپکتے جاتے مگر اُن کو عالم محویت مین خبر بھی نہ رہتی تھی جس کی روحانی ریاضت بچپنے مین ایسی ہو اُسکی انتہا کا اندازہ کرنا چاہیئے۔

طفولیت مین تصنیف روائح القرآن کی تمہید

جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے تو حاشیہ پر حرف فا سرخی سے کھینچے جاتے تھے
ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ حرف فا علامت فائدہ کی ہی، کیا کلام مجید مین بھی فائے
فائدہ ہونا چاہیئے، مفتی صاحب نے کہا یہ علامت فضائل کی ہی، میرا ارادہ ہی کہ عنقریب ایک کتاب
فضائل اہلبیت مین لکھون، چنانچہ اُسی زمانے مین روائح القرآن فی فضائل امناء الرحمات
کی تصنیف کی بنیاد پڑی اِس کتاب کے متعلق مفتی صاحب نے ایک خواب دیکھا تھا جو اپنے کشکول مین
تحریر کیا ہی وہ بعینہ درج کیا جاتا ہے، اور یہ خواب غالباً تصنیف کے بعد کا ہے،

رویاء عجیبۃ رایتھا قبیل الفجر الاول من یوم الاحد ۲۹ - محرم الحرام سنۃ ۱۲۶۷ھ
کانی انظر الی السماء فاذا فیھا سطور مکتوبۃ بالفارسیۃ قرأتھا و معی ابی فلما استیقظت نسیت
مضمونھا الا الکلمۃ الاخیرۃ وھی ھذا انچہ مرتضیٰ گفت حق است ثم انی عرضتھا علی الاستاذ
العلامۃ سید العلماء دام ظلہ الی یوم القیمۃ فقال خیراً رائیت ھذا یدل علی ان ما الفتہ من کتاب
روائح القرآن فی فضائل مولانا علی علیہ السلام فھو ثابت محفوظ فی اللوح المحفوظ وانک ستظھر مناقبہ علیہ السلام

فضائل اہلبیت اور نصرت دین محمدی کے لیئے جو لوگ خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہین اُنکے
خیالات ابتدا ہی سے ایسے ہوتے ہین جزاہ اللہ خیر الجزا مفتی صاحب کو طالب علمی کے زمانے مین بھی کوئی شغل سوائے درس و تدریس

۲۹ - محرم ۱۲۶۷ھ روز یکشنبہ فجر اول سے قبل مین نے عجیب خواب دیکھا کہ آسمان کی طرف دیکھ رہا ہون یکایک معلوم
ہوا کہ وہان چند سطرین بزبان فارسی تحریر ہین جنھین مین نے پڑھ لیا اور اُسوقت میرے والد بھی میرے ہمراہ تھے اسکے بعد
جب مین بیدار ہوا تو تمام مضمون اُن سطرون کا بھول گیا، فقط آخری کلمہ یاد رہا اور وہ یہ تھا، انچہ مرتضیٰ گفت حق ست،
اِس خواب کو مین نے اپنے اُستاد سید العلماء کی خدمت مین عرض کیا، فرمایا خیراً رایت، یہ خواب اِس بات پر دلالت کرتا
کہ تمنے جو کتاب روائح القرآن فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام مین لکھی ہی وہ لوح محفوظ مین ثبت ہی اور انشاء اللہ
تمھارے ذریعہ سے اُن حضرت کے فضائل و مناقب عالم مین عنقریب پھیلنے والے ہین۔

وافادات وتحشی نہین رہا۔

لطیفہ ایام طالب علمی مین ایک شخص کسی دوسرے مذہب کا ان کے ہم سبق تھا اور وہ ہمیشہ ان سے پہلے سبق پڑھنے آجاتا تھا اِن کو کسی قدر تاخیر ہو جاتی تھی۔ وہ اِس سبقت پر تفاخر کرتا تھا ایک دن مفتی صاحب نے اُسکا جواب ایک شعر مین نظم کرکے اُسکو دیا۔

از منافق پیشدستی بر موافق مے شود	صبح کاذب پیشتر از صبح صادق مے شود

جو اُمور متعلق زہد وورع وتوکل ومکارم اخلاق مفتی صاحب کو عہد طفلی مین حاصل تھی لوگونکو آخر عمر مین بھی میسّر نہین ہوسکتی جسکا ذکر باب الزہد مین ہوگا۔

لطیفہ غالبًا چار پانچ برس کے سن مین مولوی عبدالقوی صاحب سے تعلیم متعلق کی گئی، مولوی صاحب نے اوّل سورۂ حمد تبرکًا زبانی پڑھا کر قاعدہ بغدادی شروع کرایا، فقط تین دن الف با تا کا درس دیا چوتھے دن پندنامۂ سعدی ترجمہ کے ساتھ شروع کرادیا، مولوی صاحب نے اُسوقت یہ بھی بتایا کہ یہ نظم شیخ سعدی کی تصنیف ہے مفتی صاحب نے کہا مولوی صاحب اسکے پہلے آپنے نہین بتایا کہ الف ب ت کس کی تصنیف سے ہے مولوی صاحب نے ہنسکر کہا کہ یہ تو مجکو بھی نہین معلوم۔

تتبع گلستان مین ایک نثر لکھی۔

مفتی صاحب کو ابتدائے سن سے لہو ولعب سے نفرت رہی اور تحصیل علوم وتصنیف سے رغبت رہی شروع زمانہ تعلیم مین جب گلستان وبوستان پڑھتے تھے تو ایک نثر تتبع گلستان مین لکھی جسکا پتہ اُنکی کتابون مین نہین لیکن اس نثر کے متعلق خود تحریر کرتے ہین، ہر چند نسبتے باو نداشت، اما از حوصلہ اتراب من زائد بود،

ایک سال تک فارسی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، اِس کے بعد میزان الصرف پڑھی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاپردازی وعبارت آرائی کا شوق اُن کو بچپن ہی سے تھا،

مولوی عبدالقوی صاحب مولوی عبدالقوی مولوی مخدوم صاحب کے شاگرد اور بہ قناعت صدق و دیانت سے موصوف تھے۔

طرز تعلیم اور مفتی صاحب کے والد کے یہان تعلیم اطفال پر مامور تھے، آداب تعلیم مین نہایت اچھی مہارت رکھتے تھے، لڑکون پر انکا رعب بہت تھا مفتی صاحب کی تعلیم کے متعلق انکو نہایت اہتمام تھا، انکی ذہانت نے انکی توجہ مین خاص اضافہ کر دیا تھا، کبھی کسی جگہ انکو تنہا نہین جانے دیتے تھے۔ اس طرز تعلیم اور احتیاط کا اتنا اثر تھا کہ مفتی صاحب خود تحریر کرتے ہین کہ مین اٹھارہ برس کی عمر مین جب حکیم مرزا علیحسن خانصاحب سے طب پڑھا کرتا تھا ایک وز واپسی کے وقت کوئی آدمی ساتھ نہین تھا مین اپنا مکان بھول گیا اور پھر حکیم صاحب کے یہان واپس آیا جب حکیم صاحب نے آدمی ساتھ کیا تو مکان پہونچا؛

الحیاء جزء من الایمان ابتدا سے مزاج مین نہایت عفت و حیا تھی والدین کے ہمراہ جب کبھی کھانا کھانے بیٹھتے تھے تو دسترخوان پر جو کچھ ہوتا تھا سر جھکا کر کھا لیتے تھے کبھی سوال نہین کیا جیسا کہ بچون کی عادت ہوتی ہے خود ایک مقام پر لکھتے ہین کہ بعض اوقات بمفاد الحیاء مانع الرزق مال و منال سے مین محروم رہا لیکن کبھی اسکا خیال بھی نہین آیا۔ کتب درسیات سے فراغت پاکر رفتہ رفتہ جناب سید العلماء[۱] کی صحبت مین داخل ہو کر شرف خاص اور امتیاز مخصوص حاصل کیا اکثر فقراء و مساکین و اہل غرض انکی وساطت سے اپنا عرض حال جناب مجتہد العصر کی خدمت مین پیش کرتے تھے یہ بات بھی شدت حیا سے مفتی صاحب کی طبیعت پر گران تھی کہ دوسرونکی جانب سے کوئی سوال پیش کیا جائے مگر بمصداق افضل الاعمال احمزہا رفتہ رفتہ لوگون کے سوال پیش کرتے کرتے وہ کراہت جاتی رہی۔ مولوی عبدالقوی کی نسبت جناب مفتی صاحب تحریر کرتے ہین کہ نہایت مستغنی المزاج تھے اور فقر و استغنا مین بسر کرتے تھے اس لیے میری طبیعت مین بھی قناعت پسندی اور استغنا اور عزلت نشینی ایسے صفات حمیدہ پیدا ہو گئے

---

[۱] سید العلماء کے مختصر حالات بھی اس کتاب مین آپ کو ملین گے۔

ابواب الجنان کے انداز پر ایک کتاب تصنیف کی

اُسی زمانے مین کتاب ابواب الجنان کا مطالعہ رہتا تھا جس کے اثر سے طبیعت مین انتہائی گوشہ نشینی اور انقطاع الی اللہ کا مادہ پیدا ہو گیا ابواب الجنان کے دوران مطالعہ مین ایک کتاب اُسی انداز پر خود تصنیف کی جو ابھی تک شائع نہین ہوئی ہو یہان اُس کا دیباچہ بطور نمونہ درج کیا جاتا ہو جس سے اُن کے اُن جذبات معرفت اور ادبی ذوق کا پتہ ملے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی قہر العباد بالموت والفنا۔ وخص العباد بالمحنۃ والبلا۔ ولم یترک الانسان سدی۔ والصلوٰۃ علی سید الانبیاء المخلصین والاصفیاء المکرمین الممتحنین بالفتن الصابرین فی المحن سما المجد والعلی محمد المصطفیٰ وسائر آل العبا والائمۃ النجباء بدور الدجی۔ وشموس الھدی۔ سفن النجاۃ ومنقذی الغرقی۔ الذین کرموا بالسعادۃ وختموا بالشہادۃ **وبعد** فقال العبد المعیب الذی یردہ المشتری۔ عباس بن السید علی بن السید جعفر الشستری۔ کفر اللہ سیآتھم۔ وضاعف حسناتھم۔ بحق ساداتھم۔ وھداتھم۔ وقادتھم وولاتھم، بر دانایان صاحب بصیرت وبینایان نیکو سیرت مخفی ومحتجب نماند کہ بیوفائی دُنیائے فانی وبے ثباتی رشتۂ زندگانی افسونگری روزگار ناہنجار وشعبدہ بازی فلک دوار نہ بمنزلہ بیّن وظاہر ونہ بمثابہ روشن وباہر است کہ حاجت دلیل آوردن ومخافت انکار کردن داشتہ باشد موت طبیعی باختلاف عبائر وبیانات برائے جمیع حیوانات مقدر ولازم وثابت ومتحتم است ودر دفع آن تدابیرے واز وقوع آن گزیری نیست وعلاوہ بر آن امراضے کہ برخی ازان در کتب طبیہ ضبط گشتہ از حصر وحد واحصاء وعد گذشتہ اند وہر یکے ازانہا مہلک مے تواند بود

ومع ہذا از مفسدات خارجیہ مثل غرق وخنق وغیرہا کہ موجب آجال اخترامیہ اند بالکلیہ قطع نظر
نمی توانند نمود **قطعہ**

تا درین گلہ گوسفندے ہست ... نشنیند اجل ز قصابی
تو چراغی نہادہ در رہ باد ... خانہ در ممر سیلابی
خفتنت زیر خاک خواہد بود ... اینکہ در خوابگاہ سنجابی
خشت بالین گور یاد آور ... اینکہ سر در کنار احبابی

اما ہوائے نفسانی، ووسوسہ ہائے شیطانی، انسان را در ورطہ ہلکات، ومہلکہ بلیات، می اندازد
وبہ مکر وحیل، فکر اجل را از خاطر بافتور دور میسازد وچون وقت موعود ومرگ روز معہود رو
می آرد مسکین غیر از ندامت وپشیمانی وحسرت وحیرانی چیزے بدست ندارد ونعما افید"

اَلدَّهْرُ سَاوَمَنِی عُمْرِیْ فَقُلْتُ لَهُ ... مَا بِعْتُ عُمْرِیْ بِالدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا
ثُمَّ اشْتَرَاهُ بِتَدْرِیْجٍ بِلَا ثَمَنٍ ... تَبَّتْ یَدَا صَفْقَةٍ قَدْ خَابَ شَارِیْهَا

وعن علی بن الحسین علیہ السلام فی حدیث طویل انہ قال اشد ساعات بن آدم ثلث ساعات
الساعة التی یعاین فیها ملك الموت والساعة التی یقوم فیها من قبرہ والساعة
التی یقف فیها بین یدی اللّٰہ" یعنی سخت ترین ساعتہائے آدمی سہ ساعت ست
اول ساعتیکہ دران مرگ را مشاہدہ کند دوم ساعتیکہ از گور برخیزد سوم وقتیکہ روبروئے خداوند
قہار ایستادہ شود انتہی ودرین ہر سہ ساعت چہ قدر بر روزہائے وشبہائے غافلی افسوس خورد
ونفعے ندہد اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ ظاہر المعنی۔ آیا عمری
بشما عطا نکردیم کہ دران میتواند پند بگیرد کسیکہ پند بگیرد وآن مولانا امام ابو عبد اللہ جعفر بن محمد
علیہما السلام منقول است کہ فرمود این آیہ سرزنش است کسی را کہ ہیژدہ سال داشتہ باشد

اللهم ایقظنا من رقدة الغفلة مثنوی

آه که فرصت همه برباد رفت　　عمر نه بر قاعدهٔ داد رفت
باغ جهان بوی وفائی نداشت　　سبزهٔ او هیچ گیاهی نداشت
چرخ ستمگر ز جفا بس نه کرد　　عمر چنان رفت که رو پس نه کرد

نقل عن بعض الحکماء ان الموت کسهم یرسل الیک وعمرك بقدر مسیره الیک
یعنی مرگ مثل تیری ست که بسوی تو انداخته شده و عمر تو بمقدار رسیدن آن تیرست بجانب
تو کدام کسی است که از خدنگ قضا مصئون است و کدام تنفسے که از نهنگ بلا مامون مثنوی

بیا تا بعبرت نگاهی کنیم　　وزین کوچ که رو براهی کنیم
ببین تا ز آغاز آدم چه کرد　　چو زو خیمه بیرون ز عالم چه کرد
چه شد نوح و هر چه بودش نشست　　بکشتی که طوفان مرگش شکست
کجا شد خلیل و نمکدان او　　که از مرگ شد بی نمک خوان او
چه شد حال یعقوب یوسف کجاست　　از و جز نفیر تاسف کجاست
ز مصر از چه رو کوس تحویل زد　　که مصر از غمش جامه در نیل زد
سلیمان کجا رفت و کو آصفش　　چرا خاتم ملک رفت از کفش
کلیم و عصا کو و آن طور نور　　به فرعونیان از وی آشوب شور
محمد که خورشید افلاک بود　　در آخر مقامش همه خاک بود
ز بیداد این سبز گنبد گری　　نگوئیم بر ایشان که بر خود گری
برین رفتگان گریه بس درخور است　　ولی از همه بر خود اولی تر است
بکار جهان بند بودن که چه　　بدین شغل خورسند بودن که چه

چو زاول ترا مادر دهر زاد	بجز دست خالیت چیزے نداد
ازین ورطه چون پائے بیرون نهی	بود زاد راهِ تو دستِ تهی
مکن در میان دست خود را گرو	بچیزیکه گویند بگذار و رو
چو در دخمه خاک جا کردنی است	رها کن رهی کو رها کردنی است
چه پیچی درین چار گوشه سرائے	که جز چار گز را نه کتخدائے
اگر تاجداری و گر سرفراز	بتاج و سر خویش چندان مناز
که یک صدمه زین باغ نیلوفری	رباید بسی تاج بر سر سری

لطیفه دُنیاے که خون چندین برادران ایمانی، و دوستانِ جانی برگردن داشته باشد وبا ما هیچ دقیقه غدر و بیوفائی، و ظلم و زور آزمائی، نگذاشته آیا لائق انتقام است، یا قابل احترام چه غفلت و جاهلیت است، که در عقب عدوے جانستان میرویم، و کدام غیرت و حمیت که با دشمن دوستان دوست میشویم **مثنوی**

کُنده پیریست جهان عشوه نما	دل صد تازه جوان کنده زجا
دل خورشید دلان خون کردهٔ	تا ازان چهره شفق گون کردهٔ
لبش از ماتم شوهر خندان	تیز در زخم کسانش دندان
نیست از شیوهٔ بالغ نظری	که بدنبالهٔ چشمش نگری
چند ازو روے نهی در پستی	بجه ازوے که چو جستی جستی
هست ازان بند اهل گسستن	بخدا عز و جل پیوستن

روی رئیس المحدثین رح فی الفقیه انه نزل جبرئیل علیه السلام علی النبی صلی الله علیه واله وسلم فقال له یا جبرئیل عظنی فقال یا محمد عش ما شئت فانک میت

واحبب من شئت فانك مفارقه واعمل ما شئت فانك ملاقیه»

یعنی جبرئیل بر سید المرسلین و خاتم النبیین صلوات اللہ علیه و آله الطیبین نازل شد، پس آنجناب التماس کرد که ای جبرئیل مرا پندی بده روح القدس در مقام موعظه گفت ای محمد هر قدر بخواهی زنده باش بدرستیکه تو خواهی مرد و هر کسی را که بخواهی دوست بدار بدرستیکه از وجدا خواهی شد و هر عملیکه خواهی بکن بدرستیکه آنرا خواهی یافت،

فرد

آن راه دو زخ است که ابلیس میرود راهی بسوئے عافیت اکنون مخیری

واعتماد و اغترار به وفائے زندگانی و بقای جوانی کار یست جاهلانه لائق بشان عقلا **نظم** خوش است

عمر چه حاصل که جاودانی نیست + پس اعتماد برین پنجروز فانی نیست + درخت قد صنوبر خرام انسانرا + مدام رونق نوباده جوانی نیست + گلی ست خرم و خندان و تازه و خوشبو + دلی امید ثباتش چنانکه دانی نیست + مدام پرورش اندر کنار مادر دهر + طمع مکن که در و بوئے مهربانی نیست + مباش غره و غافل چو میش سر در پیش + که در طبیعت این گرگ گله بانی نیست + چه حاجت است عیانرا باستماع بیان + که بیوفائی دور فلک نهانی نیست + کدام باد بهاری وزید در بستان + که باز در عقبش نکبت خزانی نیست + دل ای رفیق باین کاروان سرای مبند + که خانه ساختن آئین کاروانی نیست + کف نیاز بدرگاه بی نیاز برار + که کار مرد خدا جز خدائے خوانی نیست + خوشا بحال کسانیکه دل بر عروس جهان نهاده اند و این عروس خشک پستان را طلاق داده قبل از مرگ مرده اند و گوی سبقت برده چه مرارت روزگار غدار بالاضطرار کشید نیست و شربت ناگوار اجل چار ناچار چشیدنی سبحان اللہ چشم از حوادث بسته و غافل و بیخبر نشسته **قطعه**

مرگ اینک اژدهاست و ماننت هیچ پیچ لیکن ترا چه غم که بخواب خوش اندری

Checked 1987

فارغ نشسته بفراخای کام دل ‌‌ ‌ ‌ بار سر زتنگنای لحد یاد نادوی

چه بسیار جوانان دلربا، و سرو قدان گلگون قبا، گلعذاران غنچه دهن، و یاقوت لبان سیمین تن، شیرین سخنان شکر گفتار، و یکه تازان چابک سوار، که بدست قضا پیراهن عمر را قبا کردند، و بر لب غنچه آسا مهر خموشی زدند بیکبار از کنار یاران برکنار رفتند و هم آغوش گور تنگ و تار گشتند مناسب این مقام محنت انجام بلکه اصل مرام و بنای کلام قصه پر غصه ایست که درین ایام سراسر آلام روداده و داغ تازه بر جگر احباب نهاده خارها یکسر در سینه شکسته و تیرها تا پر در دل نشسته، مثنوی،

ما هم ازین پیش کسی داشتیم ‌ ‌ ‌ همدمی و همنفسی داشتیم

زان همه گلزار گیاهی نماند ‌ ‌ ‌ اهل چه جوئیم جو جاهی نماند

حال کرا گویم و هم حال کو ‌ ‌ ‌ همنفس پار من امسال کو

رفته بغار ان همه یاران غار ‌ ‌ ‌ ای من مسکین سگ یاران غار

خاک شد آن صورت زیبای شان ‌ ‌ ‌ ای سر من خاک کف پای شان

وی ز سر درد چو آشفتگان ‌ ‌ ‌ گام زدم بر سر آن خفتگان

خاک بخائیدم و آبم نبود ‌ ‌ ‌ نعره زدم هیچ جوابم نبود

همنفسی نیست درین بوستان ‌ ‌ ‌ با که توان گفت غم دوستان

فاخته هر صبح که کوکو زند ‌ ‌ ‌ سوختنی از جگرم بو زند

وه که نماند از دل پرخون شان ‌ ‌ ‌ گمشدگان راز که جویم نشان

صورت این معنی آن که جناب مستطاب معلی القاب سلالة الاطیاب ممدوح الاقاصی والادانی، صاحب الکمال الرائق والجمال الشعشانی، المرزا محمد علی التاجر الاصفهانی بلغه الله

الآمال والامانی که از احبائے عالی وقار و اصدقائے صداقت شعار این خاکسار می باشند فرزند سعادتمندی داشته اند سمّی خامس آئمہ کرام وفدائے اہلبیت نبوت علیہم السّلام بسن چہاردہ سالگی که اگر گویند ماہ چہاردہ شبہ از حسرت رخسارش سراسر داغی بودہ بجاست یا خورشید عالمتاب بر طلعت با انوارش چشم حیرت کشودہ روا گل رعنا را ہمرنگ چہرہ اش شمردن تشبیہہ مرغوبی ست و نرگس شہلا را بیمار چشمش گفتن تشخیص خوبی لرا قمہا ؎

نو گلی تازہ روے خندانی | عندلیب ہزار دستانی
لالہ روے و یاسمن بوے | راست بالائے و کج ابروے
رشک طوطی لب شکر شکنش | جان شیرین فدائے ہر سخنش
وہ چہ قدے رسائے رعنائی | غیرت سرو رشک طوبائی

و با صورت حسن حسن معنی و سیرت را جمع کردہ و در عبادات و ریاضات شبہا بروز و روزہا شب آوردہ و خصوصاً در لیالی متبرکه و ایام شریفه مصروف ادعیه لطیفه و اوراد منیفه بودہ بالاستمرار در طلوع اسحار تذکار اذکار و تکرار استغفار می نمودہ در حیا و حجاب بنہایتی که گاہے در تخاطب سر از جیب بنداشتہ و در حلم و تحمل بغایتی که دشنام را جوابے غیر از دعا نپنداشتہ پوشیدہ بر و صدقات ارباب حاجات میرسانیدہ و ہرگز خاطر کسے برا نرنجانیدہ و در تجرّد و آزادگی بے بدل و در تواضع و افتادگی فرد اوّل چنانکه گفتہ اند ؎

کوشش که باشی بہ رضائی ہمہ | دست ہمہ بوسی و پائی ہمہ

از علائق دنیوی آزادہ، و بر سفر اُخروی آمادہ، دائماً در اکتساب علم و پیوستہ در اشتیاق اجل بامر واجب الاتباع والد بزرگوار خود پیش این ہیمقدار مباحثہ و تکرار شروع کردہ قدرے از علوم عربیہ و پارہ از فن میزان بمطالعہ در آوردہ طبعی بغایت سلیم و ذہنی نہایت مستقیم

شام وسحر ہمراہ برادر کہ در شکل وشمائل تصویر او و در فواضل و فضائل نظیر اوست رونق فزائے
محفل احباب و زینت افزائے مجلس اصحاب می شد ؎

دو پاکیزہ صورت چو حور و پری | چو خورشید و ماہ از سہ دیگری
دو صورت کہ گفتی یکی نیست بیش | نمودہ در آئینہ ہمتائے خویش

عاصی کثیر المعاصی با قلت متاع و قصر باع در مقام تربیت آن دو گل رعنا نشستم و کمر
سعی بر میان جان بستم و چون طبع ایشان را مناسب مطالب علیہ و مقاصد حکمیہ و مائل
علوم دینیہ و فنون یقینیہ دیدم در ابلاغ شان باقصائے درجۂ فضیلت و منتہائے رُتبۂ علمیت
میکوشیدم و بسیاری از مرو ارید ناسفتہ و فرائد نہفتہ بگوش ہوش شان میکشیدم اما برادر
بزرگ از علوم عقلیہ حظی اوفر و بہرہ اکثری ربودہ و این غریق رحمت یزدانی و مرغ جنت آشیانی
در اکثر اوان بلب قند فشان از احوال ہوال روز محشر و سوال نکیر و منکر بتکرار استفسار می نمودہ
و زبان شیرین بیان او بمضمون این اشعار ملالت آثار شکر بار بودہ قطعہ

اَلَا مَوْتٌ يُبَاعُ فَاَشْتَرِيهِ | فَهٰذَا الْعَيْشُ مَا لَا اَشْتَهِيهِ
اِذَا اَبْصَرْتُ قَبْرًا قُلْتُ شَوْقًا | اَلَا يَا لَيْتَنِي اَمْسَيْتُ فِيهِ

اے عمر خوش انست گر سر آئے | وے جان چہ بود اگر برائے

بظاہر ہمیشہ شگفتہ رو و خندہ پیشانی بود، و بزبان حال این مقال ترنم می نمودہ ؎

صاحب نظری کو کہ بدو بنمایم | صد گریہ زار زیر ہر خندہ خویش

القصہ مست بادہ غفلت بودیم و ساغر طرب می پیمودیم کہ بیک گردش لاجوردی بزم خرمی
برچیدند، و بساط نشاط از او در نوردیدند، روزگار نکوہیدہ کردار سنگ تفرقہ درمیان یاران
وفادار انداختہ، از فیض صحبت یکدیگر محروم ساختہ، ریاحین افادات را پژمردہ، و ازہار خواطر

را افسرده کرده براین هم اکتفا نموده طرحی دیگر ریخته خاکی بر سر احباب بیخته، سینه یاران را از سیلاب بلا خراب کرده و دل هواداران را بر آتش غم کباب. توضیح این مقال و تفصیل این اجمال اینکه چون آن گل گلستان جمال و نهال بوستان آمال لاله صحرای ناکامیها، محمد باقر ملقب بملا از سن ترعرع گذشته، پا بسن رهاق گذاشته، حسنش دو بالا شده و بالایش رعناتر از طوبی، چنانکه گویند ه

دل ز کف داده سرو ت شمشاد — بندهٔ قد تو سرو آزاد

وه چه قد همت ارباب کرم — شاخ گل سرو روان نخل ارم

مرزای مصدور الالقاب با زمره احباب بفکر دامایش نشستند و از حقه بازی فلک بازیگر چشم بستند ه

همه غافل ز لعبت باز گردون — که تا آرد چه نقش از پرده بیرون

هنوز شاخ تمنای ایشان برگ و بری بهم نه رسانیده بود و چمن مدعا گلی ننماینده که هوای صرصر خزانی در گلزار زندگانی آن گلبن امانی وزیده شرحش اینکه روزی آن غریق بحر رحمت از خدمت والد والا منزلت رخصت و اجازت گرفته بر لب آب با جمعی از احباب و اتراب رفته شنیدم در وقت وداع پدر لب خنده نموده، گویا اشاره بمفاد این اشعار بود قطعه

وَلَدَتْكَ أُمُّكَ يَا ابْنَ آدَمَ بَاكِيًا — وَالنَّاسُ حَوْلَكَ يَضْحَكُونَ سُرُورًا

فَاجْهَدْ لِنَفْسِكَ أَنْ تَكُونَ إِذَا بَكَوْا — فِي يَوْمِ مَوْتِكَ ضَاحِكًا مَسْرُورًا

بالجمله چون این طاوس زیبای جنت و بط دریای رحمت همراه یاران زمان گردیده بر لب دریا رسیده از جریان آب چشمه داده چون قطره بآب در آمده مشغول آب بازی شده که ناگاه بگردش قلزم نگون و جنبش این دریای خون سرش گردیده یا پایش لغزیده یا آفتی دیگر رسیده مانند عکس ماه چنان سبک بدریا افتاده که از حرکت آب هم باصحاب آگاهی نداده از بسکه

دست از زندگی شسته بود و بدنیاے دنی سرپا زده دست و پاے نزد و سر از آب برنیاورد قطعه

فرونشست آتش پاره در آب   زجان ولسرو شد یکباره در آب

یاران وقتی بخود آمدند که یار را گم کرده بودند اول آن غریق بلا را بساحل نجات جستند و آخر
چون بخت برگشته خود بدریا برگشتند و بکمال تشویش کالغریق یتشبث بکل حشیش بتفتیش دست و
پا زدند اما آبے بروے کار نیاوردند مصرع

نتوان کرد آب رفته بجو

بهرحال غرق عرق انفعال گردیدند و قطره زنان پیش والد آن خجسته خصال رسیدند پدر بغم مبتلا
از شنیدن این واقعه جانگزا و هایله هوش ربا دست و پا را گم کرده چون ماهی بے آب در اضطراب
افتاده خود را در گرداب بلا دیده و دل کنان بلب دریا رسیده خواست که باو ملحق شود
نگذاشتند و غواصان و دامداران را طلبداشتند قریب بربع روز بجستجوے آن گوهر یکدانه
و در شاهوار کوشیدند تا اینکه کشتی زر پشت ماهی پشت داده و طشت سیمین بدریاے قیر افتاده
نعش آن ماه پری پیکر را چون ماهی در دام کشیدند **وقوعی**

برآوردند با چندین طنابش   چو عکس آفتاب از موج آبش

نوعی

خروشش از چرخ نیلی پوش برخاست   چو گفتی صد قیامت جوش برخاست

سعید

برآمد آن در غلطان ز دریا   فتاد از چشم غواصان گهرها

نبود کش آب رنگ زندگانی   فسرده چون گل فصل خزانی

و دُر لب سرخش کبود رنگ شده بود شاید که درمیان دریا لعلش به سنگ خورده ه

شد از آشوب این فیروزه دریا عقیق ناب او فیروزه آسا

خلاصه از آبش برداشتند و بر خاکش گذاشتند پدر چه خاکی که بسر نکرده و چه سری که بسنگ وخاک نزده، لراقمها

ان جگرپاره را بر بکشید — شررِ آه از جگر بکشید
در دهان پسر زبان بگذاشت — شورش و شیون و فغان برداشت
نالهٔ برکشید کاسے ملا — بر سر تو رسید این چه بلا
لب لعل تو نیلگون شده است — سر تو لاله گون ز خون شده است
از شکر خواب چشمکے واکن — عیش تلخ مرا تماشا کن
یا پدر سر گذشت آب بگو — نعره ها میزنم جواب بگو
رونق بزم من کجا رفتے — چه شنیدی ز من چرا رفتے
باز آ گل عذار من بازا — طوطی جویبار من بازا
تو گل خنده روی من چه شدت — نکنی روی سوی من چه شدت
ساخت آب از برات خاک مکان — ز هوای تو آتشم در جان
در دل و چشم و بر سر احباب — بیر خست باد خاک و آتش و آب

قریب بود که خود را در ورطه هلاکت اندازد، و جان را فدای آن جان جهان سازد، لکن در حدیث آمده که در وقت وفاتِ مومن کسی که از اهل و متعلقین او غمگین تر باشد حقتعالی فرشته پیش او میفرستد که دل او را مسح میکند و سوزش غم را می نشاند و اگر چنین نباشد دنیائے خراب خراب تر شود و انتظام عالم برباد رود الغرض عیش صافی یاران مکدر شده، و زندگی شیرین از مرگ تلخ تر خونابه از فواره دیدها روان گردیده و سیلاب سرشک بچشم طوفان

تماشائیان از مشاہدہ آن پسر خاک بسر و بازاریان از استماع این خبر نوحہ گر ہر کس کہ آن دو نور دیدہ را مجتمع دیدہ از انفراد و یکے بے اختیار نالیدہ ؎

وکل اخ یفارقه اخوه لعمر ابیک الا الفرقدان

چون این واقعۂ ہائلہ بسمع عاصی رسیدہ بر خود لرزیدہ نالہ ہاے چند کہ موزون کردہ درین مصیبت نامہ آوردہ مرثیہ

غرق آبی شدمی و نار فشانم بے تو	سیل خونین شدہ از دیدہ روانم بے تو
بودہ رُوح فزای دل افسردۂ من	نیمجان ماندہ ام ای جان جہانم بے تو
تو اگرچند کہ در خاک بمانی بے من	خاک بر زندگی من کہ بمانم بے تو
با تو بودہ است مرا زمزمہ پردازیہا	کہ کند گوش بفریاد و فغانم بے تو
تو حیات ابد از مرگ گرفتی بے من	من ازین عمر کہ فانی ست بجانم بے تو
با تو دیروز مرا نغمۂ شادی بودست	وہکہ امشب یکے از نوحہ گرانم بے تو
سید اگر بتوانی برسان این سخنش	میتوان کرد تماشا کہ چسانم بے تو

انا لله وانا الیه راجعون وکان ذلك لست خلون من المحرم الحرام من شهور السنة الثامنة والاربعین من هجر سید الانام علیه واله الصلوة والسلام

افسوس ہے کہ جو رسالہ گلستان سعدی کے انداز پر تحریر کیا تھا وہ باوجود تفحص و تلاش کہین دستیاب نہین ہوا ورنہ بعض مقامات اسکے بھی نذر ناظرین کیئے جاتے۔

کمسنی کے تصنیفات جہان تک معلوم ہو سکے اُنمین ایک دلیل قوی فارسی زبان مین ہے جسکا ذکر مولوی عبد القوی صاحب کے حالات مین مفصل ہوگا۔ ایک مثنوی بنیاد اعتقاد ہے

جسمین خود فرماتے ہین ؎

تصنیف کمسنی مین کیا اِس کتاب کو ۔۔۔ یہ ہدیہ ردیہ دیا شیخ و شاب کو
دیکھے بہت رسالے حدیث و کلام کے ۔۔۔ لکھے ہین چند حروف مناسب مقام کے

اسکے علاوہ کئی حاشیے ملا حسن اور حمد اللہ اور ملا جلال اور دیگر کتب درسیہ پر حداثت عمر مین تحریر کئے۔ مثنوی من و سلوی بھی کم سنی اور عنفوان شباب کی تصنیف ہی جسمین ایک مقام پر فرماتے ہین ؎

تو نظر بر خورد سالیم مکن ۔۔۔ بین چسان پیرانہ گفتم ہر سخن

قابل لحاظ یہ بات ہی کہ مفتی صاحب نے جو کارہائے نمایان کئے اور جو علمی حیرت انگیز امور اُن سے ظاہر ہوئے اور کمسنی مین جو جودت فہم اور استقامت طبع اور حسن سلیقہ اور جدت و ذکاوت اُنمین موجود تھی یہ اُن کے اساتذہ کی تعلیم کا اثر نتھا بلکہ یہ فیضان الٰہی اور اُنکی ذاتی طباعی کا اثر تھا اور اُنکے خاندان کے علم کے برکات تھے مفتی صاحب کا خاندان اگرچہ علم و ورع و تقوی کے ساتھ ہمیشہ سے معروف تھا لیکن علامہ زمان سید نعمت اللہ جزائری طاب ثراہ کے وقت سے یہ خاندان بالخصوص خاندان علم و کمال ہوگیا اور تعلیم و ہدایت و تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے اطراف عالم مین اسکے برکات پھیل گئے اور زہد و قناعت و طاعت و عبادت و ورع و پرہیزگاری اور علمی کارنامے اِس خاندان کے ضرب المثل ہوگئے انھین بزرگون کے برکات تھے جو کمسنی ہی مین مفتی صاحب سے ظہور پذیر ہونے لگے اور انھین اکابر کے کمالات کا اثر تھا جو خون کیطرح مفتی صاحب کی رگ رگ مین پہونچا تھا اور خاندانی میراث تھی جو بالاستحقاق اُنھین ملی تھی اور یہی سبب تھا کہ جو کچھ پڑھا تھا اُس سے دو چند بلکہ ہزار چند زیادہ برکات ظہور مین آئے وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اسیر

جناب سید العلماء طاب ثراہ کی پاکیزہ اور گران قدر صحبت کا اضافہ ہوا اور تعلیم و استفادہ بھی فرمایا
نورٌ علیٰ نور کے مصداق ہو گئے۔

تحصیل علوم

(باب ۳)

ابتدائی کتابین پڑھ کے ساتوین برس مولوی عبد القدوس صاحب (شاگرد ملا حسن صاحب شرح سلّم) سے مصباح شروع کی اُسکے بعد مولوی قدرت علی صاحب (شاگرد رشید بحر العلوم مولوی عبد العلی) سے کتب معقولات و حساب و فلسفہ و ہیئت و ہندسہ پڑھکر چودہ سال کی عمر مین فارغ التحصیل ہوئے اور کتب بینی کا سلسلہ شروع ہوا۔

تحصیل علم طب — تھوڑے دن کے بعد مولوی عبد القوی صاحب کی ترغیب و تشویق سے فن طب کا شوق ہوا موجز اور اقصرائی حکیم مرزا عوض علی صاحب شاگرد حکیم آغا صاحب سے پڑھکر نفیسی شرح اسباب قانون طبیب الملوک اور مسیح الدولہ سے پڑھا ایک زمانہ تک مطب بھی کیا یہانتک کہ فن طب مین بہرہ تام حاصل ہوا اور اکثر مایوس العلاج مریض جن کو اطبائے عصر نے جواب دیا تھا مفتی صاحب کے علاج سے صحت یاب ہوئے ایک شخص کو ان کے معالجات کا ایسا عقیدہ ہو گیا تھا کہ جب بیمار ہوتے تھے اِنھین کا علاج کرتے تھے اور خداوندِ عالم انھین کے علاج سے اُنھین صحت عطا فرماتا تھا یہانتک کہ وہ انھین مسیحائے وقت کہنے لگے۔ ایک مرتبہ ایک مستسقی کا معرکۃ الآرا علاج کیا اُس زمانے مین اِسی فن کے متعلق زیادہ مشاغل رہے طلبہ کو درسیات طبیہ بکثرت پڑھائے جنمین اکثر کامل طبیب نکلے۔

خوف الٰہی — ایک روز مطالعہ کتب اخبار مین مصروف تھے کہ یہ حدیث نظر سے گزری الطبیب ضامن ولو کان حاذقا اسکو دیکھتے ہی دل خوف خدا سے کانپنے لگا اُسی دن سے طب کا

مشغلہ بالکل چھوڑ دیا، اور معالجہ مرضی سے دست بردار ہو گئے، پھر عمر بھر کسی کا علاج نہین کیا

شاعرانہ تخئیل

مستقل طریقہ سے مفتی صاحب نے مولوی عبد القوی مولوی قدرت علے مولوی عبد القدوس سے کتب درسیہ ختم کئے۔ چنانچہ ایک قطعہ مین اسکو نہایت لطف سے ظاہر کرتے ہین ؎

در عرصہ گاہ علم کہ خیلے وسیع بود — باضعف و عجز پاچو نہادیم در مصاف

قدوسی و قوی لقب قدرت علے — از قاف تا بقاف رسیدیم زین سہ قاف

مفتی صاحب کو ہمیشہ کتب بینی اور تصنیف و تالیف کا ذوق رہا طالبعلمی کے زمانے مین بھی علمی مباحثات اور تحریر مطالب مین اہتمام تھا اور تحقیقات و تدقیقات اور حل مشکلات مین برابر مصروف رہتے تھے۔ چودھوین برس اُنھون نے مستقل طور سے کتب بینی شروع کردی اور اس مشغلہ سے اپنی معلومات کے دائرہ کو بلا اعانت غیرے اسقدر وسیع کیا کہ اٹھارھوین برس وہ ایک زبردست عالم ہو گئے اسی اثنا مین چند رسائل بھی تصنیف کیے جنمین بعض کا اجمالی ذکر اس سے قبل لکھا گیا اور مفصل ذکر باب تصانیف مین ہوگا۔

واقعہ

مفتی صاحب کے ایام طالبعلمی مین ایک شخص مرزا محمد علی نامے تاجر اصفہانی مفتی صاحب کے احباب خاص سے تھے اور نہایت سخی اور دریا دل تھے اُنھون نے اپنے اطفال کے متعلق چاہا کہ مفتی صاحب کی تعلیم سے اُنھین شرفیابی حاصل ہو مفتی صاحب نے قبول فرمایا لڑکے رات کو پڑھا کرتے تھے اور وہ خود بھی سبق کے وقت آکر لڑکونکا پڑھنا سُنا کرتے تھے اور بیحد خوش ہوتے تھے۔ بڑے لڑکے کا نام آقا محمد اور منجھلے کا نام مُلّا باقر تھا مفتی صاحب اُن لڑکونکی نسبت تحریر فرماتے ہین۔

”پسرانش کہ ذہین و فطین بودند آنا فآنا در تحریر و تقریر علم ادب ترقی می کردند و یاد بود

امیرزادگی میلے بتواضع و افتادگی داشتند و باوصف حداثت سن در عبادت و صوم و صلوٰۃ صرف اوقات می نمودند و اکثر لیالی متبرکہ را احیا می کردند علی الخصوص وسطی کہ ملا باقر بیش می گفتند خیلے آرمیدہ و جامع صفات پسندیدہ و اکثر متذکر مرگ و اہوال قیامت و بیشتر ساکت و صامت بود"

ان لڑکون نے مفتی صاحب کے فیضان صحبت سے خاص قابلیت حاصل کی خصوصًا مُلّا باقر نے جسکا ذکر مرحوم نے خاص الفاظ مین کیا ہے اُسی زمانے مین ملا باقر دریا مین ڈوب کر غریق رحمت ہوا۔ اس مرگ جوانی اور واقعۂ ناگہانی سے باپ کا دل داغ داغ ہو گیا اور مفتی صاحب پر بھی بیحد اثر ہوا اُسی عالم مین ایک رسالہ تسلیت الغریق[1] تصنیف کر کے مرزا محمد علی کو دیا جس سے اُنکو بیحد تسلی ہوئی تھوڑے دن کے بعد یہ جمعیت اور یہ صحبت پریشان ہو گئی مرزا محمد علی کو ایک دور دراز سفر کا اتفاق ہوا بڑا لڑکا جسکا نام آقا محمد تھا اُسنے عرصہ دراز کے بعد مفتی صاحب کیخدمت مین ایک عریضہ بھیجا جس کے عنوان پر یہ شعر لکھا۔

شد مدتے کہ گفت و شنو با تو رو نداد ۔۔۔ اے بے نصیب گوشم و اے بے نوا لبم

مفتی صاحب نے اُسکے جواب مین ایک غزل تحریر کی جسکے دو شعر حسب ذیل ہین۔

صد جان تازہ آمد ازین خط بقالبم ۔۔۔ گویا رسید بر لب آب بقا لبم

صبحے کہ بستہ بکمر تو شۂ سفر ۔۔۔ خون جگر بکید و م ناشتا لبم

آقا محمد کی شادی ایک رئیس کی لڑکی سے ہوئی اور کئی لاکھ روپیہ نقد ملے۔ خدا نے اولاد بھی دی مگر تھوڑے ہی عرصہ مین زمانے نے ایسا ورق اُلٹا کہ وہ صحبت نشاط درہم و برہم

---

[1] یہ رسالہ وہی ہی جو ابواب الجنان کے طرز و انداز پر تحریر کیا تھا اور قبل ازین اُسکا دیباچہ درج کتاب ہو چکا ہی اور مُلّا باقر مرحوم کا پورا قصّہ اُسمین موجود ہے

ہوگئی زوجہ نے عین شباب مین انتقال کیا مفتی صاحب مرحوم نے اس موقع پر ایک قطعہ حسب حالی تصنیف فرما کر بھیجا جسکا ہر شعر دفتر پند و نصیحت ہے ؎

اے دوست شکر نعمت حق را بکن ادا
افزون بود ز خشم خدا رحمت خدا

فرزند و مال یافتی و فوت شد زنت
گر تعزیت یکے است بود تہنیت دوتا

زین پیش بودۂ پسر و بی زر و غریب
حالا پدر شدی و غنی نیز و کدخدا

ہر کس ز جفت خویش جدا میشود ولے
جفتند رنج و راحت این نیست زان جدا

ہر چند راہ خانہ عیشِ تو گم شدہ
مگذار پا برون ز سر جادۂ رضا

تنہا رسید ہر کہ رسید است در جہان
تنہا گذشت ہر کہ گذشت است زین سرا

گیرم کہ ہست با تو زن و مال و جاہ و بخت
این عیش زندگی است ولے زندگی کجا

زن گر نمرد پیشتر از مرد بیوہ شد
مپسند بیوگیش مخواہ از پیش بقا

تا چند غرق لجہ غم بودن اے عزیز
بشکست گر صدف گہرے ماند زو بجا

ہم خواب باش با عمل نیک در لحد
گر زن سر مزار نیاید بگو میا

گر از سر عجوز جہان چشم بستۂ
حور بہشت پائے تو مالد بدید جا

شکرِ خدا کہ پیرو زہرا و حیدر آید
پیش از علی بتول تہ خاک کرد جا

خاصان برگزیدۂ درگاہِ کردگار
بر یک روش کنند بسر شدت و رخا

تشبیہ حال زوجہ بنعلین دادہ اند
پا را کشش ز راہ چو نعلین شد جدا

سید دو شعر خواستہ بودم بطور پند
حالا کہ شد قصیدہ کنم ختم بر دعا

گر زوجۂ تو عقد وفا کرد منقطع
باد اعروس دہر بعقدِ تو دائما

اٹھارھوین برس جناب سیّد العلماء کی مجلس درس مین شریک ہوئے۔ سید ہادی صاحب برادر زادہ سید علامہ کے ساتھ شرائع کی سماعت کرتے تھے۔ بعض کتب درسیہ اور بعض کتب فقہ و حدیث سید العلماء سے پڑھے ریاض المسائل جو شرح کبیر کے نام سے مشہور ہی اُسکے بھی بعض اجزا پڑھے جس کے متعلق اوراق الذہب مین تحریر فرمایا ہی کہ باوجودیکہ میری فکر اُس زمانے مین نہایت قوی تھی اور طبیعت مین میری بہت جودت تھی اور تمام مسائل و علوم مستحضر تھے اور مین غور سے مطالب کو حل کرکے اور اُسکے مالہ اور ماعلیہ کو طے کرکے درس کے وقت جاتا تھا مگر اُستاد کے بیانات پر مجھے حیرت ہو جاتی تھی۔

تحصیل علم تجوید | اکیسوین برس علم تجوید کی تکمیل کا شوق ہوا اُس عہد کے مشہور قاریون سے رجوع کی اور تھوڑے عرصے مین اس فن کے کامل اُستاد ہو گئے۔

واقعہ | مولوی عبد القوی صاحب مفتی صاحب کے بزرگون کے مقرر کیئے ہوئے معلّم تھے بہت با رعب و ہیبت تھی جب ناراض ہو جاتے تھے تو کیسکی مجال نہ تھی کہ اُنکے سامنے بات کرسکے ابھی مفتی صاحب کم سن تھے کہ مولوی صاحب علیل ہوئے اور بیماری کو طول ہو گیا یہان تک کہ حالت احتضار کی نوبت پہونچی لوگون کو خیال ہوا کہ تھوڑی دیر مین تمام ہو جائین گے یکایک اُٹھکر بیٹھ گئے اور بالکل صحیح اور تندرست تھے دیکھنے والونکو تعجب ہوا مولوی صاحب سے ماجرا دریافت کیا جواب دیا کہ مین نے جناب رسول مقبولؐ کو خواب مین دیکھا امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ بھی حضرت کے ہمراہ ہین اور حسنین جناب رسالتمآب کے سامنے ہین اور ایک گوشہ مین حضرت صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا بھی سفید چادر اوڑھے ہوئے تشریف فرما ہین جناب علی ابن ابیطالبؑ نے مجھ سے فرمایا ایھا الشیخ اجب رسول اللہ دیکھ اے شیخ رسول اللہ کیا فرماتے ہین مین حضرت کیطرف متوجہ ہوا تو امیر المومنینؑ نے ارشاد کیا کہ رسالتمآب فرماتے ہین کہ تم اپنی بیماری کا

کیون خوف اور اندیشہ کرتے ہو ہم تو تمھارے ضامن آخرت ہین یا یہ فرمایا کہ ہم ضامن جنت ہین تمنے ہماری ذریت داولاد کی خدمت کی ہے یہ سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور مرض زائل ہوگیا۔ بعض لوگون نے اُسیوقت مولوی صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ شیعہ ہوجائین مگر مولوی صاحب نے انکار کیا اور کہا کہ شیعہ تو ہم ہین ہی

مولوی صاحب سُنی حنفی مذہب تھے اور مفتی صاحب شیعہ باوجود کمسنی انھین خیال ہوا جو ہر مذہب کے راسخ العقیدت کو اپنی جگہ ہونا چاہیئے کہ مذہب تو ہمارا حق ہے پھر رسالتمآب نے مولوی صاحب کے لیئے جنّت کی کیون ضمانت کی۔ مفتی صاحب نے اپنی یادداشت مین لکھ لیا کہ اگر یہ خواب سچا ہی تو مولوی صاحب ضرور شیعہ ہوجائین گے۔ مگر اتنی جرأت نہوئی کہ اس معاملہ مین اُن سے کچھ کلام کرتے ایک روز عرض کیا کہ اخوند صاحب اولاد سے کیا مراد ہے جواب ملا کہ تمھین جیسے مراد ہو مفتی صاحب نے کہا کہ اخوند صاحب ہمین تو امام سے اٹھارہ پشت کا فاصلہ ہے جو اُنکی صلبی اولاد تھی اُن کا کیا مرتبہ ہوگا جواب دیا کہ اُن کا کیا ذکر اس سے زیادہ جسارت نہوئی لیکن اُسی زمانہ مین ایک رسالہ مذہب شیعہ کی حقیّت کے مختصر دلائل مین بزبان فارسی لکھکر دلیل قوی اُسکا نام رکھا اور تحفۃً اُستاد کی خدمت مین پیش کیا کہ اُسکو تنہائی مین ملاخطہ فرمائیگا چند روز کے بعد اخوند صاحب نے بلا کر مفتی صاحب سے کہا کہ یاد رکھنا مین شیعہ ہون مگر اسکا اظہار نہ کرنا تم کمسن ہو مین بوڑھا آدمی ہون مین تمھین چھپا لرونگا۔ تمھاری بات ضائع ہوگی اور لوگ مجھی کو سچا کہین گے۔ مفتی صاحب بیحد خوش ہوئے اور اپنی یادداشت کے نیچے لکھ دیا کہ میرا خیال صحیح ہوا۔[له]

اس واقعہ پر اہل بصیرت غور کرین کہ مفتی صاحب کو رسول اللہ نے عالم خواب مین

[له] مولوی صاحب اسکے بعد بھی پچیس برس زندہ رہے اور ۱۲۶۶ھ مین وفات پائی شب عید امیر المومنین اُنکی شب وفات تھی۔

اپنی ذریت و اولاد کہا اس سے زیادہ سیادت و شرف کا استحکام کیا ہو سکتا ہی۔ اور اُن کی خدمت گزاری کا اثر حضرت کے قلب مبارک پر اتنا ہوا کہ مولوی صاحب کے خواب مین تشریف لانیکی زحمت گوارا فرمائی اور خدمت کا صلہ دُنیا مین یہ عطا کیا کہ مولوی صاحب کی عمر مین وسعت ہوئی اور آخرت مین ضامن جنت ہوئے۔ دوسرے انکی طباعی و ذہانت کس قدر روشن ہو گئی کہ ایسی کمسنی مین ایک رسالہ تصنیف کر کے اُستاد کو راہ ہدایت دکھائی یہ رسالہ فہرست مصنّفات مین درج ہی اور اب دوبارہ طبع ہوا ہی اسکے قبل ایران مین چھپا تھا۔

علوم ادبیہ مین مفتی صاحب کو وہی شرف حاصل ہی جو اور علوم مین غفرانمآب مولانا سید دلدار علی صاحب کو حاصل تھا وہ اپنے عہد مین اسکے مجدّد تھے قریب قریب اس فن کے جسقدر کامل ہندوستان مین نظر آئینگے اُن سب کا سلسلۂ تلمذ آخر مین مفتی صاحب تک منتہی ملے گا علوم ادبیہ اُن کے ذوقی اور وجدانی فن تھے اُنھون نے کسی سے اسکو حاصل نہین کیا اور نہ شعر پر کبھی کسی سے اصلاح لی چنانچہ وہ خود فرماتے ہین۔

بود ذوق خدادادم باین فن ہا — نہ شاگردم نہ استادم درین فن

درفن شعرم زکس امداد نیست — کار بے استاد را بنیاد نیست

ذوق سلیم اور خداداد طبیعت خود مصلح تھی ہر صنف سخن مین بہتات سے اُنکا کلام ہی جو محاسن کو اپنے آغوش مین لیئے ہوئے ہے۔

زمانہ تحصیل مین طالبعلمی کا اسقدر شوق تھا کہ امور ضروریہ پر تحصیل کو مقدم رکھتے تھے یہان تک کہ اکل و شرب و اصلاح خط وغیرہ مین بھی مصروف ہونا تضیع وقت سمجھتے تھے اگر اتفاقاً دسترخوان پر روٹی پہلے آگئی تو روکھی روٹی پر اکتفا کر کے کھانے مین مصروف ہو جاتے تھے اور دال سالن کا انتظار نہ کرتے تھے تاکہ جلد فراغت ہو جائے اور کتب بینی مین تاخیر نہو۔

زمانہ طالبعلمی مین اُنکی صحت بھی نہایت اچھی رہی خود ایک مقام پر تحریر کرتے ہین۔

"یکے از تفضلات الٰہیہ نسبت باقل البریہ آن بود کہ از امراض بدنیہ غالباً محفوظ و مصون ماندم
و شوق تحصیل روز بروز تزاید میگرفت"

درس کے وقت نہایت دقیق نظر ہوتی تھی اور مباحثات عالیہ اور افادات و مطالب لائقہ سے تعرض کرتے تھے درسی کتابین نہایت تحقیق اور امعان نظر سے پڑھی ہین جس قدر کتابین پڑھی ہوئی ہین وہ حواشی مفیدہ اور تحقیقات انیقہ سے مالامال ہین۔ ملّا حسن حمد اللہ ملا جلال پر بارہ سال کی عمر مین ایسے مفید حواشی لکھے ہین جو اس سن و سال کے اعتبار سے ضرور حیرت انگیز ہین۔ قوت نظر مفتی صاحب مین خدا داد تھی تحصیل درسیات کے بعد دروازہ ہائے علوم اُنپر اسطرح کھلے کہ ایک علم سے دوسرے علم کی طرف خود ترقی حاصل ہوتی گئی یہ سب خدا کا فضل اور مفتی صاحب کے علمی خاندان کی برکت تھی۔

واقعہ مفتی صاحب کا سن سات آٹھ سال کا تھا اپنے اُستاد کی مجلس درس مین بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک طالبعلم نے آپ سے فوائد ضیائیہ معروف بشرح جامی کا ایک نہایت مشکل مسئلہ دریافت کیا اور حل اشکال کا طالب ہوا آپ نے فوراً اُسکو سمجھا دیا طالب علم نے بیان کیا کہ تیرہ مرتبہ شرح جامی مین نے اس شہر کے علمائسے پڑھی لیکن اس عقدہ کو کسی نے حل نہین کیا آج سے مین اسکا درس آپ ہی سے لونگا مفتی صاحب نے نہایت اہتمام کے ساتھ کتاب مذکور اُسے پڑھائی اور تھوڑے ہی عرصے مین اُسکو علم نحو سے مستغنی کر کے درسیات منطق شروع کرا دیے

واقعہ مولوی علیم اللہ صاحب جو لکھنؤ کے مشاہیر فضلا مین تھے اور عربیت مین کافی شہرت رکھتے تھے ایک روز مسیح الدولہ کی ملاقات کو آئے اور اجازت لیکر اُنھین کے مکان پر ایک مجلس درس مقرر کی مفتی صاحب بھی کبھی کبھی اُسوقت موجود رہتے تھے ایک دن

مولوی صاحب یہ مقام پڑھارہے تھے یجمع ھذا الجمع صفة المذکر الذی لا یعقل
برفع ھذا الجمع یعنی لفظ جمع کو بالضم پڑھاتے تھے مفتی صاحب قبلہ نے ٹوکا کہ یہ لفظ باعتبار
مصدریت منصوب ہے مولوی صاحب نے اپنی فضیلت و مشیخت اور مفتی صاحب قبلہ کی کمسنی کے
لحاظ سے قبول نہ فرمایا اور سند مانگی۔ مفتی صاحب نے شرح الفیۃ سے فوراً سند پیش کی
یقام مقام المفعول المطلق صفۃ او یشار بہ الیہ وکذا وکذا
فالاول نحو کذا والثانی نحو کذا والثالث نحو ضربتہ ذلک الضرب مولوی صاحب نے
کہا کہ لفظ ھذا الجمع مفعول ما لم یسم فاعلہ ہے اور صفۃ المذکر اُسکا عطف بیان ہے۔ حالانکہ مطلب
بالکل اِس صورت مین خراب ہوا جاتا ہے۔ مطلب تو یہ ہے کہ صفت غیر عاقل کی جمع اِس
جمع کے موافق آتی ہے۔ اور مولوی صاحب کے بیان کے موافق یہ مطلب کسیطرح برآمد نہین ہوتا
علاوہ اِس کے عطف بیان اس عبارت مین خلاف قواعد ہے۔ مگر مولوی صاحب اپنے قول پر
مصر رہے اور کسیطرح نہ مانا لیکن اُس شاگرد نے آخر کار بحث کر کے مولوی صاحب سے اُنکی
خطا کا اقرار لے لیا جب مولوی صاحب کو کچھ بن نہ پڑی تو چند عامیانہ سوال کیے جو ملائے
مکتبی بچون سے کیا کرتے ہین مفتی صاحب نے سب کے جوابات دیئے اور کہا یہ تو بہت
معمولی باتین ہین۔ مولوی علیم اللہ رکابی مذہب تھے کبھی سنی بن جاتے تھے کبھی شیعہ ایک
روز ایک محفل مین جسمین مولوی صاحب بھی بیٹھے تھے کسی شخص کے سامنے چاندی کا حقہ رکھا
گیا اُسنے پینے سے انکار کیا مولوی صاحب نے فرمایا آپ کیون انکار کرتے ہین اُسنے کہا
ہمارے یہان چاندی اور سونیکے ظروف مین استعمال حرام ہے مولوی صاحب نے ہنس کر کہا
کہ (عیاذاً باللہ) علی ابن ابی طالب تو شراب پیتے تھے۔ دوسرے روز مفتی صاحب قبلہ
جب حکیم صاحب کے مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب ایک آفت ناگہانی مین

مبتلا ہو گئے کسی دشمن نے تفنگ سے زخمی کر ڈالا چند روز کے بعد سنا کہ راہی ملک عدم ہوئے۔

۱۲۵۵ھ مین کتاب مناہج التدقیق (مصنفہ جناب سید العلماء) کا مباحثہ صحبت جناب سید مین شروع ہوا طلباء عجم بھی اس صحبت مین شریک تھے۔ مفتی صاحب کتاب کے مطالب زبان فارسی مین بکمال فصاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ یہ صحبت نہایت پاکیزہ ہوتی تھی

اسمائے اساتذہ

۱۔ مولوی عبد القوی صاحب	شاگرد مولوی مخدوم صاحب	ابتدائے کتب درسیہ۔
۲۔ مولوی عبد القدوس صاحب	شاگرد ملا حسن شارح سُلّم	صرف۔ نحو۔
۳۔ مولوی قدرت علی صاحب	شاگرد مولانا عبد العلی بحر العلوم	منطق۔ حساب ہیئت فلسفہ جملہ علوم مروجہ کتب متوسطہ و انتہائیہ
۴۔ حکیم مرزا عوض علی صاحب	شاگرد حکیم آغا صاحب	جملہ کتب درسیہ طبیہ تا قانون شیخ
۵۔ طبیب الملوک مرزا علیخان	شاگرد حکیم آغا صاحب	
۶۔ مسیح الدولہ مرزا حسن علیخان	شاگرد حکیم آغا صاحب	
۷۔ سید العلماء آقا سید حسین		سماعت شرائع الاسلام و درس بعض کتب فقہ و حدیث و قرایت پارہ از ریاض المسائل معروف بہ شرح کبیر

اجازات و اسانید

(رباعیا)

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران
گفتہ آید در حدیث دیگران

خداوند عالم چونکہ اپنی شریعت اور اپنے دین کا خود حافظ ہے اسلئیے وہ اپنی مخلوقات

ہین علمائے کرام جو حافظان شریعت واحکام ہین مسلسل خلفاً عن سلف پیدا کرتا رہتا ہی
اور وہ حضرات علوم دین کی حفاظت اور احکام ملت کی ترویج اور احادیث رسول و ائمہ
علیہم السلام کی نگہداشت مین اہتمام کرتے ہین اور روایات واحادیث کے اسانید کی
محافظت کیلئے جنکو اہل دیکھتے ہین انھین روایت کرنے کی اجازت دیتے ہین اور متاخرین
کو متقدمین سے سلسلہ روایت قائم کر کے حضرات معصومین علیہم السلام تک اتصال سند کا
موقع ملتا ہی اور تیمناً وتبرکاً وہ حضرات رواۃ احادیث مین شمولیت کا فخر حاصل کرتے ہین
چنانچہ یہ سلسلہ علمائے کرام اور مجتہدین عظام مین برابر جاری ہی - اور وہ بابرکت سلسلہ ہی
جس کے ذریعہ سے اس زمانہ کے علمائے متورعین بھی احادیث وروایات کے متعلق کہہ سکتے
ہین کہ حدثنی فلان عن فلان وفلان یہان تک کہ مثلاً یہ کہین کہ عن الصادق عن ابیہ
عن جدہ عن رسول اللہ عن جبرئیل عن میکائیل عن اسرافیل عن اللہ جل وعلا
یہ سلسلہ طیبہ مبارکہ چونکہ نہایت عظیم الشان اور جلیل القدر سلسلہ ہی اسلیئے وہ حضرات مجتہدین
جو ورع وتقوی سے متصف اور خوف وخشیت الٰہی سے اُنکے قلوب منور ہین تحریر اجازات
مین بہت تدقیق اور تامل وتوقف کرتے ہین اور جب تک اُنھین اچھی طرح اطمینان نہین
ہو جاتا کسیکو مجاز نہین کرتے۔

اس سلسلہ مبارکہ کی عظمت اُس واقعہ سے اچھی طرح ظاہر ہو سکتی ہو کہ جب حضرت
امام ہمام حضرت امام علی رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام بمقام نیشاپور تشریف لائے تو اپنی
سواری مین تشریف رکھتے تھے ہزارہا آدمی اور بکثرت علما اشتیاق زیارت مین سواری
کے گرد مجتمع تھے اور انمین ایک عجیب وغریب جوش نظر آرہا تھا حضرت سے لوگون نے
بکمال التجا والحاح عرض کیا کہ ہم آپ کو اپنے آباء طاہرین کا واسطہ دیتے ہین کوئی حدیث

اپنے آبائو اجداد علیہم السّلام سے اسوقت بیان فرمائیے حضرت نے عماری سے سر مبارک باہر نکالا اور ارشاد کیا، حدثنی ابی موسی بن جعفر عن ابیہ جعفر بن محمد عن ابیہ محمد بن علی عن ابیہ علی بن الحسین عن ابیہ الحسین سید شباب اھل الجنۃ عن امیر المومنین عن رسول اللہ قال اخبرنی جبرئیل الروح الامین عن اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد حدیث بیان فرمائی یہی وہ سلسلہ ہے جسے بعض علما نے سلسلۃ الذہب کہا ہے اور لکھا ہے کہ لو قرأ علی المجنون لبرء او علی المریض لافاق یعنی یہ وہ سلسلہ ہے کہ اگر کسی مجنون پر یہ پڑھا جائے تو صحت پائے اور اگر کسی بیمار پر پڑھا جائے تو اچھا ہو جائے۔

بہر طور مفتی صاحب قبلہ کا سلسلہ روایت سید العلماء کے ذریعہ سے قائم ہوا ہے سید العلماء طاب ثراہ نے سات مرتبہ مفتی صاحب کو اجازہ دیا جسکی فی الجملہ تفصیل مفتی صاحب نے خود کتاب اوراق الذہب مین تحریر فرمائی ہے پہلا موقع یہ تھا کہ ۱۲۵۷ھ ہجری مین سید العلماء نے مفتی صاحب کو ماہِ صیام کے زمانے مین نماز و وعظ کی طرف بے انتہا توجہ دلائی اور نہایت تاکید و اصرار شدید فرمایا مفتی صاحب از راہ تواضع و انکسار انکار کرتے تھے لیکن امتثالاً للامر منظور کیا اور نماز جماعت و موعظہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک دن مفتی صاحب وعظ بیان کر رہے تھے کہ سید العلماء اپنے بعض اولاد و اقارب کے ہمراہی مین وہان تشریف لائے اور وعظ مین شریک ہو کر مفتی صاحب کی اعجاز بیانی سے نہایت محظوظ ہوئے اور خاص اخر اپنے ساتھ لیگئے چند روز کے بعد زبانی اجازہ عطا فرمایا بعد ازان اسی ماہ مبارک کی شب قدر مین اجازہ تحریری مرحمت فرمایا جو اس مقام پر نقل کیا جاتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله ذی الفضل والعنایة والصلوٰة علی سید رسله محمد وآله اکمل
اولی الدرایة الذین احادیث فضلهم بلغت الی اقصی الغایة واتصلت بهما اسانید
صحاح الروایة وبعد فان السید الحسیب النسیب الحبیب اللبیب الادیب الاریب الفاضل
الزکی المتوقد والسعید المجد السید محمد عباس حرسه الله رب الناس عن کل سوء
وباس قد قرء علی فنونا من العلوم واستجازمنی روایة الاخبار المأثورة عن
کل معصوم علیهم افضل الصلوات من الحی القیوم والفیته اهلا للاجازة حاویاً
لضروب من الکمال وصنوف السعادة واشتغل مع ذلک بالدرس والتدریس
والتالیف والتصنیف علی وجه لطیف نفیس فرسائله المنیقة وصحفه الانیقة
حاویه لمطالب دقیقة ومقاصد بالقبول حقیقة بعبارات رشیقة فصیحه وکلمات
مونقة لطیفة فاجزت له زید فضله فی روایة الکتب الجامعة للاخبار المعصومیة
والاحادیث المرویة عن اهل بیت العصمة والطهارة بلغه الله اقصی
مراتب الکمال والمهارة فساغ له ان یروی عنی ما ساغ لی روایته عن مشائخی
الکرام واساتذتی الفخام والله ولی الفضل والانعام وکان ذلک التحریر لیلة الثالث
والعشرین من الشهر المبارک شهر رمضان من السنة السابعه والخمسین بعد الف ومأتین
من هجرة البشیر النذیر علیه وآله افضل الصلوات من ابرب القدیر کتبه بیمنا الوازر
حسین بن علی تاهما کتابهما بایما تهما فی الاخرة والتمس منه الدعا فی الخلوات واعقاب
الصلوات وسلوک طریق الاحتیاط وسوی الصراط

اس اجازہ میں تصانیف کیطرف جو اشارہ ہے اُس سے جواہر عبقریہ وروائح القرآن مراد ہیں

جو اس اجازہ سے قبل تصنیف ہو چکی تھین اور سید العلماء نے ملاحظہ فرما کر نہایت تحسین و تجدید فرمائی تھی۔ اجازہ دینے کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مین نے جو کچھ لکھا ہے یہ بہت قلیل ہے اور درحقیقت کچھ نہین ہے انشاء اللہ عنقریب ایک مبسوط اجازہ تحریر کرون گا ۵ شہ ہجری مین ایک صحبت مباحثہ مقرر ہوئی جسمین مناہج التدقیق کے مطالب کا انھین کے سامنے مباحثہ ہوتا تھا۔ مناہج التدقیق سید العلماء کے تصانیف مین بہترین مصنفات ہے اس مجلس مین بعض طلبہ عجم بھی شریک ہوتے تھے جسکا سابقًا بھی اشارہ ہو چکا ہے مفتی صاحب نہایت حسن و خوبی کے ساتھ تقریر کرتے تھے اور طلبہ عجم سے اُسکے مطالب فارسی مین بیان فرماتے تھے نہایت پاکیزہ صحبت تھی۔ مفتی صاحب نے ایک مرتبہ دو مسئلہ مختصر استدلال کے ساتھ تحریر فرمائے اور سید العلماء کی خدمت مین روانہ کیے بعد ملاحظہ پسند کیا اور جو رائے مفتی صاحب کی قرار پائی تھی اُسکو امضا فرمایا اور اس تحریر کے جواب مین پھر اجازہ مرحمت کیا بلکہ اجتہاد و استنباط مسائل پر مامور کیا اور یہ اجازہ کا دوسرا موقع تھا اُس مکاتبہ کی صورت یہ ہے۔ مفتی صاحب نے تحریر فرمایا۔

سیدنا و مولانا و من الیہ فی کل الامور رجعانا مدّ اللہ ایامک و ادام اعزازک واکرامک شعر لہ

من لم یزرک و لو زار الوری جمعا | ما نال خیرا من الدنیا و لا الدین
لکن لی بک ایمانا و معرفۃ | وذاک عن کل ما فی الدھر یغنینی

مسئلتان ارفعہما الیک واعرضہما علیک فافتنی دام علاک وجعلت فداک بما علمک اللہ واراک الاولی وقد سئلت عنہا بالجامع امس بعد زوال الشمس انہ اذا ادعی لابیہ المیت دینا فاعترف بہ الخصم مدعیا للایصال والوفاء الی المتوفی فھل علیہ الحلف مع البینۃ

امر يجتزى بها يحتمل الاول لكونه من باب الدعوى على الميت والوارد فيها اليمين مع
الشهود ففي صحيحة الصفار انه كتب الى ابي محمد عليه السلام او تقبل شهادة الوصي على
الميت مع شهادة آخر عدلٍ فوقّع نعم من بعد يمين فان ظاهر الاطلاق المراد الحكم في كل
دعوى على الميت ولان اليمين مع البينة اجلى للتهمة واثبت في القضاء وفيه نوع من الاحتياط المطلوب في كل باب سيما باب الاموال وما لظاهر هم
الثاني الحديث المعلل وهو ما رواه عن عبد الرحمن بن ابي عبد الله فان كان المطلوب بالحق قد مات فاقيمت عليه البينة
فعلى المدعي اليمين بالله الذي لا اله الا هو لقد مات فلان وان حقه لعليه فان حلف والا فلا حق له
لانا لا ندري لعله قد وفاه ببينة لا نعلم موضعها او بغير بينة قبل الموت فمن ثم
صارت عليه اليمين مع البينة وهو كالصريح في المطلوب لدلالة مفهومه على انه لو لم يكن
الميت مطلوبا بالحق فلا يمين على المدعي ومعلوم انه فيما نحن فيه غير مطلوب
بالحق فكيف يحلف المدعي بما ذكر في الرواية لقد مات فلان وان حقه عليه وهو
يعلم انه خلاف الحق وما له عليه من حق وكونه من باب الدعوى
على الميت ممنوع اذ المتبادر منها ما يتضمن اشتغال الميت بالمال
وهذا غير متضمن للاشتغال ورواية عبد الرحمن كاشفة عما في صحيحة
الصفار من الاجمال فان الاحاديث تفسر بعضها بعضا ولان التحليف
تكليف فلا يثبت الا بالدليل وهو منتف ولان الحلف انما هو على المنكر
عقلا ونقلا وتحليف المدعي خلاف الاصل فيقتصر منه على المتيقن
وهي دعوى الاشتغال ولان الحكمة في عدم الاجتزاء بالبينة حيث لا يجتزى
بها انما هي عدم دلالتها على بقاء الحق كما يومي اليه الرواية المعللة
وهي مفقودة في دعوى الايصال والتعيين غير ثابت في هذا المجال ولانه لو لم يحلف

واعزم الحق لزم اما تكذيب البينة او الظلم بالاخذ ثانياً وكلاهما
محذوران في الدين وان لم يغرم فلا معنى لوجوب اليمين ولانه لو كان في دار
الفناء لما سمع منه دعوى البقاء وما احلف خصمه بعد اقامة البينة على
الاداء فكيف وهو ميت ساكت لا منكر ولا مثبت ولانه قد يتأتى استحباب
اليمين في دعوى الاشتغال على الميت وهي مظنة الريب فما ظنك بمن اقام
البينة على الايصال بعد ما اقر على نفسه بالمال وهو قاض ببعده عن التهمة
اذ لو كان غير متحرج عن الكذب واخذ حق الغير لانكره راساً من اول الامر
فالاعتراف بالاستدانة قرينة على الديانة ومن هنا يخرج الجواب عن
حديث الاحتياط المطلوب هو مع ذلك قاصر عن افادة الوجوب وهذا الدليل
وان لم يكن مفيداً للاسكات فلا اقل من ان يعد من المؤيدات والاقرب الى
الاحتياط ان يعرض عليه الحلف فان بذل والا فلا يجبر فتدبر هذا ما
خطر بالبال بادي الراي من غير مراجعة الى الكتب لضيق المجال وتحقيق الامر
موكول الى امرك الارفع الاجل فانه كالوحي المنزل

والمسئلة الثانية

ليس هذا محل ذكرها مع ان الجواب لاني كان ساكتاً على امرها فرأيت طيها
احرى من نشرها۔

اس کے جواب میں سید العلماء نے یہ عبارت تحریر فرمائی۔

لا يخفى عليك احسن الله اليك واسبغ نعمه عليك وزادك بسطة في العلم
والجسم ورزقك العروج على اعلى مدارج الفضل والعلم ان ما كتبت في ذيل السؤال

وما استظهرت من الاحتمال هو الظاهر بل المتعین فی هذا المجال والله اعلم
بحقیقة الحال فعلیك بالاشتغال علی هذا المنوال باستنباط المسائل من الدلائل
رزقك الله علی ذروة الکمال بحق محمد وآله خیر آل علیهم افضل الصلوات عن
الرب المتعال۔

تیسری مرتبہ جناب مفتی صاحب نے غیبت کے متعلق ایک مسئلہ تحریر فرمایا
جسکا تعرض علمائے کرام کی مصنفات مین کہین نتھا اور اُسکی صورت یہ ہوئی کہ ایک دن
بعض احباب آپ کے تشریف فرما تھے ایک شخص نے کسی سے یہ کہا کہ تم فلان رئیس کے
پاس جاؤ اور میری برائی اُنکے سامنے بیان کرو۔ اِس سے مطلب یہ تھا کہ ان کے متعلق
اُس رئیس کا جو خیال ہوگا ظاہر ہو جائیگا مفتی صاحب نے اِس طرز عمل سے منع فرمایا اُسنے
جواب دیا کہ اسکو غیبت سے تو کچھ تعلق نہین ہے اسلیئے کہ مین نے خود اجازت دی ہے اور مجھے
اُنکا ذکر کرنا ناگوار بھی نہوگا۔ مفتی صاحب نے نظر غور فرماکر مسئلہ بطور استفتا تحریر فرمایا اور اپنی
رائے کا اظہار بھی اسمین کر دیا۔ اور سید العلما کی خدمت مین بھیجدیا سید العلما کی رائے بھی
اُس مسئلہ مین وہی قرار پائی جو مفتی صاحب کی رائے تھی۔ وہ مسئلہ چونکہ مختصر عبارت مین
ہے لہذا یہان مع جواب درج کیا جاتا ہے۔

ما قولکم ادام الله مجلسکم فی غیبة المؤمن بعد حصول الاذن منه بل هی جائزة
کما یقتضیه اسقاط الحق ام لا کما هو الاحوط بل الاقوی بحکم النظر الجلی من العبد الضعیف
لاطلاق النهی ولانه حق له ایضا فلا یسقط باسقاط العبد وان احتمل تخفیف العقاب
لسقوط ما هو بازاء حق المغتاب ویمکن ان یستانس له بظاهر قوله م الغیبة اشد من الزناء
فان الزنا فاحشة موبقة لا یبیحها اذن المزنی بها او الزانی کما هو الواقع غالبا فکیف

تباح الغيبة بالاذن فيها وهى اشد منه ولا اقل من المساواة بينهما وكونهما فردين لحق الحق تعالى الا ان يقال ان الغيبة بعد وقوع الاذن حقيق بان لا تسوء صاحبها وتحقيق الحق موكول الى طبعكم الفهام فان القول ما قالت حذام والسلام المشحون بالتبجيل والاكرام — صورة الجواب ما ذكرتموه هو الظاهر وكيف يجوز هتك ستر المومن وافشاء عائبة وهو محرم فى نفسه مع ان اذنه فيه لم يقع فى محله والعفو عن الذنب لا يكون الا بعد وقوعه لعدم تعلق حقه به قبله فما الذى يسقطه واما الكلام فى ان مثله يطلق عليه اسم الغيبة ولا ففيه كلام فان الغيبة هى ذكر عيب يوجد فى المغتاب يسوءه كما صرح به كثيرون ونطقت به النصوص والمفروض ان المغتاب لا يسوءه ذلك ولكن ربما يفسر وهو ما بذكر الرجل العيب الذى فعله ستره الله وهو اعم من المعنى الاول ولعل التقييد فيه خرج مخرج الغالب المراد به ان شانه الاساءة وعلى هذا فهو وهى المسئلة داخل تحت الغيبة ولئن لم يكن كذلك لا يرتفع النهى المستفاد من عمومات النصوص فالحكم ظاهر بين الكلام فى التشقيقين مفتى صاحب قبلہ نے اس جواب کی شرح بھی فرمائی ہے

چوتھی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مفتی صاحب جناب سید العلماء کی خدمت مین موجود تھے کہ ایک مسئلہ دعوائے سرقہ کے متعلق در پیش ہوا سید العلما نے مفتی صاحب کو خاص طور پر اُس مسئلہ مین استنباط و اجتہاد کرنیکا حکم دیا مفتی صاحب نے بہت اہتمام سے وہ مسئلہ تحریر کیا۔ ایک مدت کے بعد وہی مسئلہ سید العلما کی خدمت مین پھر آیا اُسوقت اُنھون نے مفتی صاحب سے حکم مسئلہ استفسار فرمایا اسکے جواب مین انھون نے مع دلائل عرض کر دیا سید العلما نے بعینہ اُسیطرح جواب مسائل مین اُس مسئلہ کا جواب تحریر فرما دیا اسکے علاوہ جو اجازات ہین وہ زبانی ہین۔ البتہ ایک اجازہ مبسوطہ تحریری جو لوامع القرآن کے ساتھ طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ اور یہان بغرض احیاء ذکر مکمل طور پر درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی علم بالقلم + علم الانسان ما لم یعلم + علمه البیان +
وهداه الی الایمان + وسلك بعباده سبل الاحسان + والصلوة والسلام علی سید
الانس والجان محمد المبعوث الی کافة الانام المنزل علیه الفرقان + والموید من
عنده بالآیات البینات وواضح البرهان + وعلی آله الاطهار واصحابه الاخیار
ما کر الجدیدان + وبعد فقد اعجبنی ما اسمعنی واطربنی ما اقرعنی به
صماخی السید الجلیل + والحبر النبیل + صفوة الاخلاء المرضیین بلا الاولاد
الروحانیین + اسوة الفضلاء المتورعین + والعلماء الربانیین الزکی الالمعی السید
محمد عباس التستری + حرسه الله ووقاه من شرور اشرار الناس وحماه +
وسلك به سبل رضاه + ورضی عنه وارضاه + من کلمات فصیحة + وعبارات
بلیغة واستعارات ملیحة + ونکات شریفة وحجج منیفة + ودقائق رشیقة +
وحقائق حقیقة + بان تکتب بالنور + علی وجنات الحور + من مؤلفه الشریف
ومصنفه المنیف وکتابه الرفیع الشان + المسمی بروح القرآن + الذی جمع فیه
خرائد آیات دلت علی فضائل امناء الرحمان علیهم صلوات ورحمة من الملک
الدیان + وفرائد مزایا هم مما لم یطمث انس ولا جان + وشفعها باخبار معتمدة
رواها الفریقان + وخرجها اهل العدوان + لتکون اقوی فی الاحتجاج علی
اهل الشنآن + واستنبط منها لطائف اشارات وشرائف بشارات + وکساها کسوة
افصح عبارات + هن کلمات حسان + کانهن الیاقوت والمرجان + لها من الفصاحة

والبراعة شان اىّ شان + يلتذ بها قرائح الاذكياء + ويستعذ بها اذواق الادباء +
اكرم به من مصقع خطيب + واديب اريب + قد ملك بحمد الله فى ريعان
شبابه + مع سلامة طبعه ومحاسن اداب + من الفصاحة ناصيتها + وبلغ
من البلاغة قاصيتها ونصر بذلك كلّه المذهب الجعفرى + وايّد الطريق
الاثنى عشرى - بامتن برهان + واطرف بيان عبقرى + جزاه الله احسن
الجزاء + ومنحه جميل الحباء + اذ قد جعل نشر احاديث فضائل الائمة
الاطهار ومناقبهم انيس وسميره + لما شرب الله ما اشرب من ولائهم
قلبه وضميره + بلغه الله اماله + وكثّر فى العلماء امثاله + واجزل
اجزل اجره + وفرحظه ذخره + قرء على هذا الكتاب + احتسابا لمزيد
الاجر والثواب + واراد مع ذلك الاستصلاح منى والاستصواب + فى عدة
مجالس اخرها ليلة تسع من شهر ربيع الاول هى ليلة قتل فى صبيحتها عمر
على ما هو المشتهر + بين شيعة الائمة الاثنى عشر + فاستحسنته ووقته
وشكرت صنيعه المنيع + شكر الله سعيه الرفيع + وحيث انى رايته فى
عضاضة غصنه قد داب نفسه فى تحصيل العلوم والكمالات غاية
الادءاب + واتعب طبعه الوقاد فى سبل رضا رب الارباب منتهى الاتعاب
والفيته مترشحا للاستنباط المسائل + وتنقيح الدلائل + متوشحا
بالفواضل والفضائل + اجزته منذ مدة مديدة - بالفاظ عديدة
اجازة مختصرة مفيدة + ووعدته وعدا حسنا باجازة مبسوطة +
منطوية على فوائد مضبوطة ثم شغلتنى الشواغل زمنا + ثم تذكرت

وعدى + وجدت به عهدى + فاقول الان عودا على بدا انى حيث
وجدته اهلا للاجازة فانه ممن رتع فى رياض العلوم الدينية +
وكرع من حياض سلسبيل الاخبار المروية عن العترة النبوية + على
الصادع بها الف الف تسليم وتحية + ولازمنى برهة من الزمان + وسمع
منى وقرا على دهرا جملة من اخبار السادة الاعيان + حجج الله الملك
الديان + عليهم الالف من الصلوات والرضوان من الرحمن + وكتب
الفقهاء والمتكلمين من اصحابنا المرضيين مختصا بى خصيصا + وعلى تحصيل
الكمالات منهوما حريصا حتى برع فى العلوم + وبلغ فى ذلك اقصى مجهود
اولى الحلوم + اجزته كرة بعد اولى + ومرة بعد اخرى + ان يروى عنى
ما برز منى فى قالب التاليف وما حواه كتب علمائنا فى الفقه والتفسير
والحديث وسائر العلوم سيما الكتب التى عليها المدار فى جميع الاقطار +
واشتهرت عناية الاشتهار + وهى الكتب الاربعة اعنى الكافى والتهذيب +
والفقيه والاستبصار + من مصنفات المحمدين الثلثة الاوائل الرفيع قدرهم
فوق الاقدار - المنوه بذكرهم فى الامصار والاعصار + والكتب الثلثة
الجامعة لمتفرقات الاخبار + وهى الوافى والوسائل وبحار الانوار من
مولفات المحمدين الثلثة الاواخر + الذين فاقوا المحدثين طرا بكتبهم
الزواهر + التى هى كالنجوم الطوالع والزواخر + كما قال بعض مشائخنا الاكابر +
وكان اعلى الله مقامه مدح جوامعهم لا جميع جامعيها فان مؤلف
الاول منها مجروح اولا بفساد قوله فى اصل الاصول + وهو التوحيد + فناد

عن السبيل + والطريق السديد + وعنوان كتابه هذا مفصح عن ذلك لدى المفحول + وكتاباه الاخران وهما عين اليقين وعلم اليقين شاهدا عدل على عدوله عن طريق ال لرسول + وميله الى الفلاسفة وابن العربي الظلوم الجهول + فاخذ يتاول المنقول بما يرافق اصولهم الفاسدة + و بهنا عنهم الكاسدة + ولا يقبلها السليمة من العقول + ولذلك اشتهر بين علمائنا في حقه انه سيّ الاعتقاد في الاصول حسن القول في الفروع مع ان فقهه ايضا مقدوح وثانيا بجنوحه الى الطريقة المستحدثة المشتهرة بطريقة الاخباريين كما افصح عنه ديباجة مفاتيحه وبالجملة فقد اطال في كتبه لسان التشنيع على المتكلمين من اصحابنا والمجتهدين وموّلف ثانيها وان استقام طريقة في هذا الاصل الاصيل من اصول الدين لكنه احتذى حذو الامين الاسترابادي في الطعن على علمائنا المجتهدين + وباين طريقه طريقهم في كثير من اصول الفقه التي عليها مدار استنباط احكام الشرع المتين + نعم حبذا ونعم ثالثهم مولنا المجلسيّ من الثقات في الرواية + وعلى رواياتهم معول اولى الدراية + وان كان تنقيد الاسانيد ومتون الاخبار + ديدن علمائنا الاخيار + المتبحرين في علم اصول الاحاديث والاثار + ولا مطمع للطاعنين فيه + والامر غير خفي ممن انصف و نظر بعين البصيرة والتحقيق فيه + واني اروى جميع الكتب المصنفة في العلوم الشرعية + وما يتعلق بها من المبادى العقلية والنقلية عن اخي المعظم الاوحد + والعلم المفرد + المولى المجتهد +

السيد محمد ادام الله افاداته + وايد لا بتائيداته + وعن والدى
العلامة + والحبر النحرير الفهامة + مجدد ما اندرس من طريقة
المتكلمين والفقهاء والمجتهدين + موسس اساس اصول الدين + وفروع الشرع
المتين + عماد الاسلام والمسلمين + مولانا السيد دلدار على بن السيد
محمد معين اسكنه الله بحبوحة جنانه + وافاض على قبره + شابيب
رضوانه + وهو رضوان الله عليه يروى ذلك كله عمن ادركه من المشائخ
الاجلاء + الذين كانوا من رؤساء الدين والملة البيضاء + منهم الشيخ
العلامة + واستاذه الحبر الفهامة + البحر الزاخر + والفقيه الماهر
مولانا الربانى محمد باقر البهبهانى + اجزل الله فى اكرامه + واعلى
دار مقامه + ومنهم قدوة المجتهدين الكاملين + واسوة العلماء
العاملين + الجامع بين شرف السيادة والاجتهاد + الحائز قصب السبق
فى مضمار الهداية والارشاد + مولانا الالمعى على بن محمد على
الحسينى الحسنى الطباطبائى اسبغ الله على تربته + سوابغ رحمته + و
منهم السند الامجد + وحيد عصره وفريد دهره سمى صاحب العصر والزمان
تذكرة ائمة الانس والجان + اوحدى الاوان + محمد بن مرتضى بن
محمد الحسنى الحسينى المدعو ببحر العلوم محمد مهدى الطباطبائى
رفع الله درجته + وقدس تربته ومنهم العالم العامل + والفاضل الكامل
مرجع الادانى والاقاصى + ميرزا محمد مهدى ابن ابى القاسم الموسوى الحائرى
الشهرستانى + اعلى الله درجاته ومنهم جامع المعقول والمنقول

حاوی لفروع والاصول + المتکلم الذی لیس له بدیل + والمجتهد الذی
لیس له عدیل + المولی الربانی محمد مهدی بن هدایة الله المشهدی الحائری
وذکر فی اجازته الی اخی المعظم الاوحد انه یروی جمیع الکتب الشرعیة +
ومبادیها العقلیة والنقلیة عن الشیوخ المشار الیهم + رضوان الله علیهم
قال واذکر من جملة ذلک ما اخبرنی به قراءة وسماعا واجازة الحضرة
العلیة + والآیة الالهیة + الهادی للحاضر والبادی + سیدنا وهادینا محمد
مهدی الطباطبائی + غمره الله فی رحمته الکاملة + والطافه السابغة +
الشاملة عن المحقق النحریر + والفقیه العدیم النظیر + البحر الزاخر + باقر
العلوم شیخنا واستاذنا محمد باقر بن الشیخ الاکرم الامجد الافضل +
مولانا محمد اکمل + قراءة وسماعا واجازة قال وقد عرفت ان
لی ایضا ان اروی عنه بلا واسطة کما قرأت علیه وهذا البحر الزاخر
یروی عن ابیه الماجد عن مشائخه الاعاظم الاکارم + والاماثل
الافاخم + وهم المدقق الفاضل محمد بن الحسن الشیروانی + والمحقق
الکامل جمال الدین محمد الخراسانی + والفقیه النبیه جعفر القاضی عن
الشیخ الاجلّ الاورع الازهد + والعالم المحدث العلم المفرد + العلامة التقی
بن علی المجلسی عن شیخه وشیخ الاسلام والمسلمین + الشیخ العلامة
الفقیه + بهاء الملة والدین عن ابیه الشیخ الفقیه الوجیه + الشیخ حسین
بن عبد الصمد الحارثی العاملی + عن شیخه الجامع لجوامع علوم الدین +
السالک لاحسن مسالک الشرع المبین + عمدة المجتهدین المتبحرین + زین الملة

والحق والدين المعروف بالشهيد الثانی قدس الله تربته + واعلى فی جنان
الخلد رتبته + وجناب السيّد الاستاد يروی ايضا بالوجوه الثلاثة عن
شيخه العالم المحدث الفقيه + والاستاد الكامل النبيه + الشيخ البهی السنی
ابی صالح محمد مهدی الفتونی العاملی + ره عن الشيخ الاعظم المولى ابی الحسن
الشريف العاملی + قدس الله نفسه وطيب رمسه + عن شيخه شيخ المشائخ +
الاجلة + ناشر علوم الشرع والملة + العالم الربانی + والنور الشعشعانی
مُروّج اخبار الائمة الاطهار + وغواص بحار تلك الانوار + صاحب
المآثر والمفاخر + المولى محمد باقر رفع الله درجته + واعلى مرتبته
ومنزلته + عن شيخه ووالده التقی المجلسی + عن شيخه الشيخ البهائی ره
عن ابيه عن الشهيد الثانی ره ح وما حدثه السيّد بالوجوه المعتبرة فی
تحمل الحديث عن شيخه الشيخ المحدث العلم العالم العامل + واستاده
المقدس الورع الكامل + الفائز بدرجتی العلم والعمل + والحائز الاكمل
رتبة لايعتريها زلل ولاخلل + الشيخ الثبت الثقة الربانی + الشيخ يوسف
بن احمد بن ابراهيم البحرانی اقول وهذا الشيخ والشيخ الفتونی متوسطان
بزعمهما فی الطريقة الاخبارية والاصولية واز غلب عليهما طريقة الاخباريين +
وعدلا فی جملة من مواد النزاع الى طريقة الاصوليين وسدّوا السنتهم من
الطعن فی علمائنا المجتهدين طعنا يوجب القدح ويفضی الى الجرح بل طعن
المحدث البحرانی ره على المحدث الامين الاسترابادی بانه اطال لسان
التشنيع على المجتهدين سيما اية الله فی العالمين العلامة الحلی قدس الله سره

فان سعيه مشكور فى نصرة الدين وحقه ثابت على سائر العلماء ولولا كتبه
ومساعيه الجميلة لما قام للفقه عمود ولا اخضر له عود ولا يجوز رميه
بتخريب الدين كما اجترء عليه قلمه وعلى سائر المجتهدين هذا
ملخّص ما افاده فى مقدمات الحدائق الناضرة فى احكام العترة الطاهرة
ومن شاء التفصيل فعليه بمطالعة المقدمات وشرحها للسيد الجليل
والفاضل النبيل + والفقيه العديم النظير + والحبر النحرير + مولينا السيد
محسن الاعرجي قدس الله ارواحهم قال والدى العلامة احلّه الله دار المقامة
وما اخبرنى به قراءة واجازة جناب العالم الفقيه + والكامل النبيه + مولانا
السيّد على الطباطبائى بحق اجازته عن مشائخه الكرام + منهم العالم
العلامة باقر العلوم + محمد باقر بن مولانا محمد اكمل عن ابيه عن
مشائخه الذين مر ذكرهم عن العلامة المتقى مولانا التقى عن الشيخ
البهائى + عن ابيه عن الشهيد الثانى ومنهم الشيخ المحقق يوسف بن احمد
بن ابراهيم البحرانى رح + الى اخر السند المذكور فى بيان طرق جنابه السيّد
السند محمد مهدى الطباطبائى اعلى الله درجته ثم ذكر طرقه الاخر
بواسطة مشائخه الباقين عليهم سوابغ رحمة رب العالمين + رأينا
حذفها اجدر بالمقام + لئلا يطول الكلام + ولنرجع الى اتمام سلسلة السند
المذكور + فى كلام بحر العلوم المبرور + فاقول قال رحمه الله وبما ذكرنا
من الاسانيد المتقدمة وما لم نذكر عن شيخنا الشهيد الثانى رحمه الله
عن عدة من مشائخه منهم الامام شيخ فضلاء الانام على بن عبد العالى

الميسى عن شيخه الفقيه السعيد بن عم الشيخ الشهيد شمس الدين محمد
بن محمد داود الشهير بابن المؤذن الجزينى عن شيخ المشائخ الماضين
الشيخ ضياء الدين على بن الامام الاوحد والعلم المفرد والفقيه الارشد
الشيخ السعيد ابى عبدالله محمد بن مكى الشهير بالشهيد رفع الله قدره
وانار بدره عن ابيه المنوه بذكره عن عدة من مشائخه تلامذة العلامة
اشهرهم وافقههم ولده فخر المحققين وبدر المدققين محمد بن الحسن بن
يوسف بن الحلى عن والده العلامة على الاطلاق والمشهور بذلك
فى جميع الافاق عن جملة من مشائخه منهم والده المقدم ذكره وشيخه
الوحيد الفريد شيخ مشائخ عصره ومقدم فقهاء دهره الشيخ ابى القاسم
جعفر بن سعيد الشهير بالمحقق عن الشيخ نجيب الدين محمد بن نما
عن الفاضل الفقيه المحصل محمد بن ادريس الحلى العجلى عن الشيخ عربي
بن مسافر العبادى عن الشيخ الياس بن هشام الحائرى عن الشيخ ابى على
عن والده شيخ الطائفة المحقة ورافع الاعلام الحقة ابى جعفر محمد
بن الحسن الطوسى عن شيخه المحبو بالتائيد والتسديد جعفر بن محمد
النعمان الملقب بالمفيد عن شيخه الامام رواية الاخبار والفائض نوره
فى الاقطار الشيخ الصدوق ابى جعفر محمد بن على بن بابويه القمى عن شيخه
الامام علم الاعلام وقدوة الانام وثقة الاسلام ابى جعفر محمد
بن يعقوب الكلينى الرازى والمحمدون الثلثة رضى الله عنهم قد رووا فى
كتبهم المعتبرة باسانيدهم المعنعنة عن ائمة الهدى عن رسول الله صلى الله

عليه وآله عن جبرئيل امين الله على وحيه عن الله جل شانه وعظم
سلطانه قال ونحن نروى عن كل متاخر فمن ذكرناه اولم نذكره من
المشائخ كتب من تقدمهم فى كل طبقة وطبقة مروياته ومجازاته و
كذا جميع كتب المخالفين وسائر كتب العلوم والرسوم بالوجه المرسوم
اقول كما قال وقد اجزت له زيد فضله ان يروى عنى جميع ذلك كيف
شاء واحب لكل من اراد وطلب مشترطا عليه الا يترك سبيل الاحتياط
فان فى ذلك الخلاص والنجاة اذا مر على الصراط يسر الله لنا وله المرور
عليه وجعلنا واياه من اهل الزلفى لديه وقد كتبت ذلك حينما بلغت
من السنين نيفا وستين وقد ورد فى بعض الروايات ان لله ملكا ينادى
يا ابناء الستين زرع آن حصاده فتاكد لى امر الوصية اذا دنت على المنية
وقد خفقت عند راسى اجنحة الموت وخشى مسامعى رافع الصوت وقد
رق جلدى ودق عظمى ونال الدهر منى واقترب اجلى ولم يدنني
من الله عملى فاوصى اليه اولا الا ينسانى ومشائخى فى محياى ومماتى
من صالح دعواته فى مظان خلواته كما لا انساه فى خلواتى سيما بعد
ارتحالى من هذه النشأة الفانية والتحاقى بالقرون الخالية حيث ينقطع
الامال وينسد طرق الاعمال فاكون احوج الى الدعاء من الاخلاء
فعليك ان تتعهدنى بالترحم ولو فى بعض الاوقات وان تهدى الى
ثواب بعض الطاعات وتستغفر لى اناء الليل واطراف النهار رزقنى
الله واياك مرافقة الابرار فى دار القرار وامرك ثانيا بملازمة التقوى

فانه انفع ما يعده المرء ليوم تشخص فيه الابصار + واقوى ذريعة الى حط
الاوزار + واحثه ثالثاً على ان يبذل جهده + ويستفرغ وسعه + ويبث
علم الماخوذ من اهله اعانه الله عليه بفضله + وان يصرف عنان هواه عن
الرذائل + ويصرف اوقاته في اقتناء الفضائل + ومحاسن الاخلاق والشمائل
وبذل المعروف ومساعدة الاخوان من اهل الايمان + ومقابلة المسئ
بالاحسان والمحسن بالامتنان + وملازمة العلماء + ومجالسة الفقهاء من
اهل الورع والاتقاء + وان يكثر النظر الى الاحاديث المروية عن الائمة النجباء
عليهم الاف التحية والثناء + ويبث اخبارهم + وينتقد اثارهم
ويجهد في ابراز علومهم + واحراز احكامهم + فقد ورد
في الخبر + ان خبراً تدريه + خير من الف ترويه + مراعيا لشرائط الفتوى
والرواية + مبتغيا اقصى مراتب الدراية + مشمراً عن ساق الجد في تنقيح المرام
مستفرغاً للوسع في ترجيح الاحكام + اخذاً بالاحتياط التام + فيما يتعلق بامور
الدين + لاسيما في النقل والفتوى للمسلمين + فان المفتي على شفير اسعير + لا
في حالتي نطقه وصمته على خطر عظيم عند الناقد البصير + فان اقدم على
الفتوى من غير علم + او ما ينتهي الى علم + فقد هوى + او قصر في التحصيل
والنظر فقد غوى + وان احجم بعد تحصيل المبادي العقلية والنقلية + واستفراغ
الوسع في الادلة الشرعية + عن التفقه والارشاد + مع حاجة الخلق كان ابعد
من رحمة رب العباد + لقوله تعالى الذين يكتمون الاية ولقوله عليه السلام
ليت السياط على رؤس اصحابي حتى يتفقهوا ولقوله ع من كتم علما الجمه الله

بلجام من النار + كما ورد فی بعض الاخبار فلا تغتر بقول من يسد باب الفتوى
نظرا الى الاحتياط فانه اذا انتهى الامر الى الافراط فسد الامر وادى الى الاحباط
قال بعض المشائخ الاعلاء + فی فوائده فی المقام + مشيرا الى المبالغة فی الاحتياط
انه ايضا مما يخرب الفقه كما شاهدنا كثيرا بل كل من افرط فيه لم يزل له
فقها وهو كلام دقيق + بالقبول حقيق + انما على الفقيه استفراغ النظر +
وما عليه بعد ذلك من خطر + فانه لا يكلف الله نفسا الا وسعها وما حجب
الله عن العباد فهو موضوع عنهم ولا يسقط الميسور من التكاليف بمعسورها
وليس كل ظن يتبع ولا كل ظن يمنع + فان بعض الظن اثم + واتباع بعض
الظنون حتم وحزم + لامتناع الجزم + اذ لا سقوط للتكليف ولا حرج فی الدين +
فلما انسد باب العلم واليقين + كما هو الاكثر + ناب منابه ظن الفقيه على
الوجه المعتبر ولكن عليه ان يتحرى اقوى الظنون الشرعية الحاصلة من الكتاب
والسنة النبوية والاخبار المرضية المعصومية + والدلالات الظاهرة الجلية
والاصول العقلية + والاجماعات القطعية ومن اسقط اعتبار ظواهر القرآن
الكريم + فقد حاد عن الطريق القويم + وخالف الاخبار الواضحة المنار +
وناقض سيرة الائمة الابرار + وسائر اصحابنا الاخيار + ومن الغى العمل
باخبار الاحاد + فقد خالف جادة السداد + ومن افرط فی العمل بكل خبر لم يلجا الى ونر
كيف يعول على خبر + ويدع ما عارضه من اثر معتبر + او الادلة الاخر + بل
يفتقر اذ ذاك لا محالة الى النظر فی علاج المتعارضات + والتعمق فی المرجحات + اذ
النصوص الواردة فی علاجها ايضا مختلفة + والى الجمع والترجيح مفتقرة + وليس الامر

فيه مقصوراً على المنصوص + فان استقراء النصوص + يعطى تنقيح المناط الاعتبار
ما ورد فيه بالخصوص + والمجمع عليه كالمتواتر مما لاريب فيه + ولاشك يعتريه +
والعلم به ممكن بل واقع محقق فى كثير من المواد + ولذا قال بعض الاعلام لولا
الاجماع لم يقم للفقه عمود + ولا اخضر له عود + واسبق الحجج واساسها
ومصباح العلوم ونبراسها + هو العقل السليم + وقد مدحه الله فى مواضع لاتحصى
من كتابه الكريم + ولولاه لكان الناس كالانعام + وغير العامل بمقتضاه كالبهائم
بل اضل سبيلا + فهو نور من الله + منّ الله به على عباده فجعله محجّة واضحة
ودليلا + وبرهانا متينًا واصلا اصيلاً + به اُدرِك الشرع واهله + وعرف النبى
وفضله + والكتاب وفصله + والامام ونبله + فكان الدليل العقلى اقدم
الادلة واسبقها + واحريها بالتقديم واوثقها + بل اوثق عرى الايمان + به
قامت اصول الاديان + والمراد بالدليل العقلى + هنا هو الدليل القطعى + الذى
يقبله الطباع السليمة + والعقول المستقيمة + لا الوهميات والمشاغبات مما لفقها
المتفلسفون + ولذا قال والدى العلامة + احله الله دار المقام + واياك
ان تصرف عمرك فى تدريس الكتب الفلسفية + وتدوين العلوم الحكمية
مشائية كانت او اشراقية + فانها لاشبهه فى انها + كتب ضلالة + و
جهالة + تورث لصاحبها حسرة وندامة + وادنى ما شاهدنا من وخامة
عاقبتها ان المتوغل بها ان لم يصر ملحدا او دهريا او صوفيا + فلا اقل
من ان يتساهل فى امور الدين + ولا يتقيد باحكام الشرع المتين + كما هو
مشاهد فى اكثر بلاد بنا الهنديه وفى كثير من الممالك العجمية + نعم اذا كان

المشتغل ممن صفا ذهنه واتقن اكثر العلوم الدينية + بالدلائل
والبراهين اليقينية + فلا بأس بصرف بعض الاوقات . بتدريس بعض
كتبهم اياه مع التنبيه على خطائهم والايماء الى مواضع زلاتهم ليحصل له
القوة على نقض كلماتهم وآحثه رابعاً الى المجادلة الحسنة لقوله وجادلهم
بالتي هي احسن نصرةً للدين + وتبكيتا وافحاماً للمعاندين + واوصيه خامساً
بالاشتغال بالمواعظ والنصائح لاخوانه المؤمنين + وتذكيرهم بايات الله
والاخبار الماثورة عن الائمة المعصومين + فان الذكرى تنفع المومنين و
صرف الهمة الى التصنيف والتاليف فيما يتعلق باصول الديانات + فانه
عسى ان يكون من الباقيات الصالحات + وفقنا الله واياه + لما يحب ويرضاه
واخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين + والصلوة والسلام على انبيائه
المكرمين + سيما سيد رسله ختم المرسلين + واوصيائه الاكرمين
صلوةً دائمة بدوام السموات والارضين - **كتبه** خادم الشريعة المطهرة
السيد حسين صانه الله عن كل شين + يوم الاحد الاربع بقين من
ثاني الربيعين سنه ١٢٧٢ه اثنين وسبعين بعد الالف ومأتين من الهجرة النبوية
على هاجرها الف الف تسليم وتحية -

لا اله الا الله
عبده
حسين بن علي

اسکے علاوہ قابل تامل ولائق غور یہ امر ہی کہ ایک شخص مرزا محمد بن محمد امان صاحب لکھنو کے باشندے تھے اور مفتی صاحب کی خدمت مین حاضر باش تھے۔ کچھ پڑھتے بھی تھے۔ مگر باوجود کم استعدادی کے یہ شوق تھا کہ لوگون کی نگاہ مین بڑے عالم معلوم ہون اور ایک محقق کامل سمجھے جائین۔ اسی لحاظ سے مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین حاضری اور درس کا اہتمام رکھتے تھے اور یہانسے مضامین و مطالب سُنکر لوگون کے سامنے اپنی تحقیق ظاہر کرتے تھے اور امامت جماعت اور وعظ مین مصروف ہوتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی مطلب درست سمجھ مین نہ آیا اور وہی غلط مطلب لوگونمین بیان کردیا اور پھر بحث بھی شروع کردی۔ انھون نے اس قدر مفتی صاحب کے پاس رسوخ بڑھایا کہ کئی رسالے علوم مختلفہ مین کوئی نظم کوئی نثر لکھوائے اور اپنا نام درج کرالیا اور بعض کا مسودہ تک اپنے پاس رکھ لیا اور انھین کے اکثر رسالے اپنے گھر مین مفتی صاحب کو بلاکر لکھوائے۔ لوگون مین انکی بہت عزت و منزلت ہوگئی اور وہ عمامہ و عبا اور لباس زہد و ورع کے پابند رہنے لگے غالباً ان رسائل کی تعداد چودہ تک پہونچ گئی تھی اور انھین رسائل مین رسالۂ نور الابصار فی الاصول والاخبار بھی شامل ہی۔ یہان تک کہ ملائے مذکور روانہ عراق ہوئے اور وہان کے علمائے اعلام سے ملے اور یہ رسالہ اُن حضرات کی خدمات مین پیش کیا اور سب کو دھوکا دے کر اجازات متعددہ لیکر واپس آئے حالانکہ اُنکی استعداد اتنی بھی نہ تھی کہ اُن اجازات کو صحیح پڑھ سکتے۔ ہر ناظر بصیر غور کرسکتا ہی کہ وہ سب اجازات نور الابصار کے مصنف کے قرار پاتے ہین نہ مرزا محمد بن محمد امان صاحب کے لہذا وہ اجازات بھی جناب مفتی صاحب ہی کے اجازات ہوئے۔ اِس مقام پر اُن اجازات کی پوری نقل مین چونکہ طول ہوجاتا اسلیئے اجمالاً لکھا جائیگا۔ انھین بزرگوار کے باب مین مفتی صاحب نے نظم فرمایا ہے ؎

قد ارتفع الامان بما اجازت | اجلاء الفحول ابن الامان
امانال المرام کما ابتغی | وافرص المنایا للامانی

عراق کی واپسی کے چندماہ کے بعد اُن کا انتقال ہوگیا اور سب آرزوئین خاک بین ملگئین ایک اجازہ جناب شیخ ابو محمد حسن بن حسین آل عصفور علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا تھا اور دوسرا اجازہ آقا شیخ خلف بن علی بن الحسین آل عصفور نے تحریر فرمایا تیسرا اجازہ آقا شیخ حسن بن الشیخ جعفر اور آقا حسن الزکی نے تحریر کیا اور چوتھا اجازہ شیخ سلیمان بن احمد بن عبد الجبار رحمہ اللہ نے مرقوم فرمایا اور پانچوان اجازہ سید کاظم بن سید قاسم رشتی نے لکھا چھٹا اجازہ جناب شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر الکلام علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا تھا یہ تمام سلسلہ ہائے روایت جناب مفتی صاحب قبلہ کے طرق روایت بین اضافہ ہوسکتے ہین بلکہ درحقیقت انھین کے طرق روایت ہین

تمہید اگرچہ اُن اجازات کے ذریعہ سے جو کتاب نور الابصار ملاحظہ فرماکر میرزا محمد امان صاحب کو علمائے عراق نے مرحمت فرمائے اور درحقیقت وہ مفتی صاحب ہی کے اجازات ہین مفتی صاحب قبلہ کا سلسلہ روایت بہت وسیع ہوجاتا ہی لیکن جو اجازہ کہ واضح طور پر اُنھین ملا ہی وہ بالخصوص جناب سید العلما طاب ثراہ سے ملا ہی اور اُنکا سلسلہ روایت جناب سید العلما علیہ الرحمہ کے سلسلہ روایت بین منحصر ہی۔ اسمین شک نہین کہ مفتی صاحب کے جدامجد سید محمد جعفر صاحب اگر شوشتر سے ہندوستان نہ آئے ہوتے تو جسطرح اُن کے اجداد کرام کا سلسلۂ روایت وسیع ہی اُنکا سلسلۂ لبیب تاآخر زمان کے اُس سے زیادہ وسیع ہوتا اور جسطرح دیار عرب وعجم بین وہ حضرات علمی قلمرو کے نامی حکمران ہوئے اور اپنے خاندان کے چشم وچراغ ہوکر علم ہدایت بلند کرتے رہے اُسی طرح

مفتی صاحب کا نام بھی علماء عرب و عجم کی فہرست مین نمایان نظر آتا۔ لیکن سید محمد جعفر شوشتری
کے ہندوستان چلے آنے نے مفتی صاحب کو اپنے خاندانی سلسلہ سے اسقدر بعید کر دیا کہ
یہان کے اُن علما سے جو ہم مذہب بھی نہ تھے تحصیل علم و استفادہ کی نوبت آئی اور جسطرح
سابق مین بیان ہوا تمام تحصیل اسیطرح ختم ہوئی - یہ خدا کی قدرت تھی کہ جناب غفران مآب
مولانا سید دلدار علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ ارض عراق کے برکات علمیہ لیکر ہندوستان
آچکے تھے اور اُن کے فیوض سے ظلمتکدہ ہند روشن ہوچکا تھا اور سید العلما مولانا السید حسین
صاحب قبلہ علیین مکان اپنے والد بزرگوار کی مسند علمی پر تکیہ زن تھے مفتی صاحب کو یہ موقع
بہت اچھا ملگیا کہ جناب سید العلما کی خدمت مین حاضر ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ مین
علوم شرعیہ مین دستگاہ بلند حاصل کر لی اور تائید غیبی یہ ہوئی کہ اِس ذریعہ سے اپنے
اجداد کرام کے فیوض علمی اور برکات خاندانی سے بھی مستفیض ہو گئے اور سلسلۂ روایت بھی
اُن کا اُن حضرات کرام سے اِسطرح متصل ہو گیا کہ نہ خود مفتی صاحب کے دلمین غالباً اسکا خیال آیا اور
نہ کسی دوسرے کے ذہن مین اسکا خطور ہوا جسکی تفصیل یہ ہی کہ آقا ملا ابو الحسن شریف بن
محمد طاہر بن عبد الحمید النباطی العاملی المجاور بالنجف حیا و میتا صاحب فوائد غرویہ نے آقا
سید نعمۃ اللہ الموسوی الجزائری الشوشتری سے اخذ کیا اور اجازہ حاصل فرمایا۔ صاحب
لولوۃ البحرین نے شیخ احمد بن اسمعیل جزائری کی ایک عبارت نقل کی ہی جسمین ابو الحسن
شریف کی نسبت خاتم العلماء الماضین تحریر کیا ہے - پھر اُنھون نے اپنے تلمیذ رشید آقا شیخ
ابو محمد صالح محمد مہدی بن محمد صالح الفتونی العاملی رحمۃ اللہ کو اجازہ دیا یہ بزرگوار آقا سید محمد مہدی بن
الطباطبائی النجفی بحر العلوم اور آقا سید محمد مہدی بن ہدایت اللہ الموسوی المشہدی اللہ صفا
طاب ثراہما کے اُستاد ہین اور ان دونون بزرگوارون نے اُن سے اجازہ حاصل کیا ہی اور

ان دونون عالم جلیل القدر سے جناب مولانا سید دلدار علی صاحب غفران مآب کو شرف تلمذ حاصل ہی اور دونون نے انھین اجازہ مرحمت کیا ہی۔ علاوہ اسکے آقائے بحر العلوم موصوف کو آقا شیخ یوسف بحرانی صاحب حدائق سے بھی تلمذ حاصل ہی اور اسیطرح جناب میرزا محمد مہدی بن ابو القاسم الموسوی الحائری الشہرستانی اور آقا سید علی طباطبائی صاحب ریاض کو بھی صاحب حدائق سے سلسلۂ روایت ہی اور تینون شخصون کو صاحب حدائق سے اجازہ ملا ہی اور صاحب حدائق نے لؤلؤۃ البحرین مین اپنا سلسلہ جناب نعمۃ اللہ الجزائری علیہ الرحمہ تک پہونچایا ہے۔ بیان مذکور سے واضح ہوگیا کہ یہ سلسلہ پانچ طریقون سے علامہ جزائری تک پہونچا ہے۔

الاولی السید محمد عباس عن السید حسین سید العلما عن غفران مآب عن السید محمد مہدی الشہید الرابع عن محمد مہدی الفتونی عن ابی الحسن الشریف عن السید نعمۃ اللہ

الثانیۃ ح غفران مآب عن السید محمد مہدی الطباطبائی بحر العلوم عن محمد مہدی الفتونی عن ابی الحسن الشریف عن السید نعمۃ اللہ،

الثالثۃ ح غفران مآب عن السید محمد مہدی بحر العلوم المتقدم عن صاحب الحدائق عن محمد مہدی الفتونی الخ۔

الرابعۃ ح غفران مآب عن میرزا محمد مہدی الشہرستانی عن صاحب الحدائق الخ

الخامسۃ ح غفران مآب عن السید علی الطباطبائی عن صاحب الحدائق الخ

علاوہ اسکے تین سلسلے اور بھی ہین اسطرح کہ جناب یوسف بحرانی صاحب حدائق روایت کرتے ہین اپنے اُستاد شیخ حسین بن جعفر ماخوذی سے اور وہ روایت کرتے ہین اپنے اُستاد شیخ سلیمان بن عبد اللہ سے اور وہ سید ہاشم بحرانی سے اور وہ عبد اللہ بن صالح بن جمعہ سے اور وہ

محمد بن یوسف بن علی کنبار سے اور وہ سید نعمتہ اللہ جزائری سے اور صاحب حدائق تک جناب بحر العلوم اور میرزا مہدی شہرستانی اور سید علی طباطبائی کا سلسلہ پہلے بیان ہوچکا ہے - اس سلسلہ مین سید ابوالحسن شریف سابق الذکر داخل نہین اور تفصیل اسکی یہ ہے،

الاولے غفران مآب عن بحر العلوم عن صاحب الحدائق عن الشیخ حسین بن جعفر عن الشیخ سلیمان بن عبداللہ عن السید ہاشم عن الشیخ عبداللہ بن صالح عن محمد بن یوسف بن علی بن کنبار عن السید نعمتہ اللہ الجزائری۔

الثانیۃ غفران مآب عن المیرزا محمد مہدی الشہرستانی عن صاحب الحدائق الخ

الثالثۃ غفران مآب عن السید علی الطباطبائی عن صاحب الحدائق الخ

علاوہ اسکے **ایک سلسلہ** اور بھی ہے جسکی انتہا آقا سید عبداللہ تک ہوتی ہے جو جناب سید نعمتہ اللہ جزائری کے پوتے ہین اور وہ یہ ہے السید محمد عباس عن سید العلماء عن غفران مآب عن صاحب الحدائق بالوسائط الثلثۃ السابقۃ عن السید حسین القزوینی عن السید الشہید آقا سید نصر اللہ الحائری عن السید عبداللہ بن السید نورالدین عن السید نورالدین بن نعمتہ اللہ عن السید نعمتہ اللہ الجزائری۔

یہ سب نو سلسلہ ہین جنکے ذریعہ سے مفتی صاحب اپنے جدّ امجد سید نعمتہ اللہ جزائری کے فیوض علمی سے مستفید ہوئے اور اُن کے آخری سلسلے مین آقا سید عبداللہ اور آقا سید نورالدین بھی شامل ہین اِن سب مین پہلا اور دوسرا سلسلہ زیادہ قلیل الوسائط ہے یعنی مفتی صاحب اور علامۂ جزائری کے درمیان صرف پانچ شخص واسطہ ہین یعنی آقا سید العلماء اور آقا غفران مآب کے علاوہ تین شخص ہین ایک حضرت بحر العلوم یا شہید رابع دوسرے اُن کے اُستاد آغا مہدی فتونی تیسرے آقائے فتونی کے اُستاد آقائے ابوالحسن شریف فتونی۔ سابق مین مذکور ہوا کہ مفتی صاحب کا سلسلہ نسبی علامۂ جزائری تک چار واسطون سے منتہی ہوا ہے۔ سلسلہ روایت مین،

ایک واسطہ زیادہ ہوگیا۔ اگر مفتی صاحب کے بزرگ زمین ہند کیطرف نہ آئے ہوتے تو غالباً
سلسلہ روایت مین اس اضافہ کی نوبت نہ آتی اور سلسلہ روایت مین بھی جارہی وسائط ہوتے
ان تمام امور کا انکشاف ضمیمہ سے اچھی طرح ہو جائیگا جسکے بعد بطور شجرہ روایت ملاحظہ مین آئیگا
لیکن بہرحال جناب مفتی صاحب قبلہ کیلئے اپنے اُستاد علام کے والد علامہ طاب ثراہ کے شکریہ
کا کس قدر موقع تھا کہ خود اُنھین تو ہندوستان کے حدود سے ایک دن کیلئے بھی ایک قدم باہر رکھنے کا
محل نہوا لیکن اُن جناب نے سفر عراق عرب و عجم کی زحمتین برداشت کرکے اُن علماے اعلام
اور حجج اسلام سے اکتساب علوم و استجازہ فرمایا جن کے سلسلے اکابر اسلاف سے ملے ہوئے تھے
اور منجملہ اُن سلسلون کے بعض سلسلے بتوسط اساتذہ علامۂ جزائری سے بھی متصل ہوتے تھے
پھر اُن مقامات متبرکہ سے مراجعت فرما کے اپنے فرزند اصغر جناب سید العلما کے ذریعہ سے مفتی صاحب
تک اُن کے اکابر خاندان و اجداد کرام کے فیوض و برکات ظلمتکدہ ہندوستان مین پہونچا دیئے
جہان اہل ہندوستان کو حضرت غفران مآب کے افادات و ہدایات و برکات کے ضمن مین
اُن کے اساتذۂ کرام کے فیوض نے خلعت ہدایت سے مخلع کیا ہو وہان علامہ جزائری کے
فیوض و برکات بھی علمی رگون مین خون کیطرح پھیلے ہوئے ہین۔ آقا سید نعمۃ اللہ الجزائری کا مختصر
حال بالاجمال شروع کتاب مین درج ہو چکا ہو آپنے مولانا محمد محسن کاشانی اور میر شرف الدین
اور شارح دروس آقا حسین خوانساری اور صاحب تفسیر نور الثقلین شیخ عبد العلی بن جمعۃ الحویزاوی
اور شیخ حسن بن محی الدین اور سید ہاشم بن الحسین الاحسادی اور مولانا محمد باقر الخراسانی اور
علامۃ العلما ملا محمد باقر مجلسی علیہم الرحمہ کی خدمات بابرکات سے اکتساب علوم فرمایا اور مرزا ابراہیم
خلف مولانا صدرا ے مشہور اور شیخ جعفر خلف شیخ کمال بحرانی اور شیخ صالح بن عبد الکریم
سے بھی تحصیل علوم کرنا ثابت ہوتا ہو۔ آپ شاہ سلیمان صفوی کی طرف سے منصب جلیل قضا

و شیخ الاسلامی و تدریس و نیابت و صدارت و امامت جمعہ و جماعت و تولیت مسجد جامع و امر
بالمعروف و نہی عن المنکر اور تمام مناصب شرعیہ پر جو بلید و بلوک اور اُسکے بلاد و قریہ سے متعلق
تھے فائز تھے جا بجا مساجد مین آپکے تلامذہ راشدین امامت کیلیے معین تھے۔ آپ نے تعلیم و ہدایت
خلق مین بڑی بڑی زحمتین اُٹھائین اور اُس جہلستان مین ہدایت کی شمعین روشن فرمائین یہانتک
کہ اپنے دست مبارک سے ذبح کر کے حیوانات کا ذبح کرنا لوگونکو سکھایا۔ جناب شیخ حر عاملی اگرچہ جناب
سید ممدوح کے اُستاد ہین لیکن اُنھون نے ان کے حال مین یہ الفاظ کتاب امل الامل مین تحریر فرمائے
ہین فاضل عالم محقق علامۃٌ جلیل القدر مدرس من المعاصرین لہٗ کتب منہا شرح التہذیب الخ آپکے
تلامذہ مین مولانا محمد بن علی النجار اور مولانا محمد باقر بن محمد حسین سید محمد شاہی اور حاجی عبد الحسین
کرکری اور قاضی نعمۃ اللہ بن قاضی معصوم بھی ہین۔ آپ نے تہذیب الاحکام کی شرح بارہ جلدین
تحریر فرمائی جو شرح کبیر مشہور ہی پھر اُسے آٹھ جلدون مین مختصر کیا۔ اور تین جلدین استبصار کی شرح
مین لکھین اور غوالی اللئالی کی شرح مین دو جلدین لکھین۔ انوار نعمانیہ اور نوادر الاخبار اور ریاض الابرار
اور زہر الربیع بھی دو دو جلد مین تحریر فرمائین اور توحید صدوق کی شرح لطیف اور احتجاج طبرسی
اور عیون اخبار الرضا اور روضہ کافی کلینی اور صحیفہ کبیرہ و صغیرا و تہذیب النحو شیخ بہائی اور
مغنی اللبیب کی شرحین اور اسی طرح بہت سے کتب و رسائل تصنیف فرمائے جو آج تک عالم مین
فیض رسانی کر رہے ہین اور جنسے مصنف علام کی جلالت علمی آفتاب عالمتاب کیطرح روشن ہے
علامۂ ممدوح کی اولاد امجاد مین علاوہ اُن بزرگوارون کے جو اُن کے بنی اعمام تھے بکثرت اہل علم
و فضلا و علما ہوئے جنکی تفصیل نجوم السماء اور تحفۃ العالم سے واضح ہو سکتی ہی اور اُنمین کے بعض
اسما یہان بھی درج ہوتے ہین آقا سید حسین بن سید نور الدین اور سید ابو الحسن بن سید عبد اللہ بن
سید نور الدین اور سید رضی بن سید نور الدین اور سید طالب بن سید نور الدین اور سید مہدی

بن سید عبداللہ بن سید نورالدین اور سید محمد شفیع بن سید طالب بن سید نورالدین اور سید علی
بن سید محمد بن سید نورالدین اور سید عبدالکریم بن سید جواد بن سید عبداللہ بن سید نورالدین
اور سید عبدالرزاق بن سید بہاءالدین بن سید عبداللہ بن سید نورالدین اور سید محسن بن سید
ابوالحسن بن سید عبداللہ بن سید نورالدین اور سید محمد بن سید عبدالکریم بن سید جواد بن سید
عبداللہ بن سید نورالدین اور سید عبدالہادی بن سید عبداللہ بن سید نورالدین اور سید کاظم
بن سید محمد بن سید نورالدین اور سید ابوتراب بن سید عبداللہ بن سید نورالدین اور سید اسمٰعیل بن
سید مرتضیٰ بن سید نورالدین اور سید نعمت اللہ معروف سید آغائی سبط سید نعمت اللہ جزائری زمین
سید محمد شفیع بن سید طالب بن سید نورالدین کی شان زیادہ ممتاز ہی جنھون نے فقہ وحدیث
کا درس آقا شیخ مہدی فتولی اور شیخ یوسف بحرانی سے حاصل کیا اور علم اُصول مین اُستاد
الافاضل آقا محمد باقر بہبہانی اصفہانی کے شاگرد ہوئے اور حکمیات مین آقا محمد باقر ہزار جریبی
سے درس وتلمذ حاصل کیا اور آقائے بہبہانی نے جب مفاتیح ملا محمد محسن کاشانی کی مبسوط
شرح تحریر فرمائی تو یہ اُس تصنیف مین ممد ومعاون رہے علاوہ اِن حضرات کے آقا سید
نورالدین بن سید نعمت اللہ جزائری کے کمالات علمیہ مشہور ومعروف ہین جسقدر مناصب شرعیہ
بادشاہ کیطرف سے سید نعمت اللہ جزائری کے متعلق تھے وہ سب اِنسے متعلق ہوئے اور شاہ سلطان
صفوی اُنکا نہایت احترام کرتے تھے اور کوئی دقیقہ اُنکے اعزاز مین اُٹھا نہ رکھتے تھے کئی کتابین
فنون مختلفہ مین تحریر فرمائین اُنکا سلسلہ روایت آقا سید نعمت اللہ تک منتہی ہوتا ہی اور امیر فیض اللہ بن
سید غیاث الدین محمد طباطبائی اور امیر شرف الدین اور شیخ علی بن جمعہ حویزی عروسی اور جعفر
بن کمال الدین بحرانی اور سید مرزا محمد بن شرف الدین علی بن نعمت اللہ الجزائری اور ہاشم بن
الحسین بن عبدالرؤف احسائی اور حسین بن محی الدین علیہم الرحمہ سے بھی حق روایت حاصل ہی

ان کے فرزند ارجمند سیّد عبداللہ بن سیّد نورالدین بن سید نعمت اللہ الجزائری بھی جلیل القدر عالم تھے تحفۃ العالم مین یہ الفاظ لکھے ہین السید الکبیر المحقق النحریر المجتہد الہمام مقتدی الانام علامۃ المشارق محیی الحکمۃ السید عبداللہ بن السید نورالدین رحمہ اللہ تعالی ان کا سنہ ولادت ۱۱۱۴ھ ہجری ہے پندرہ برس کے سن مین جامع علوم دینیہ و معارف یقینیہ ہوگئے تھے اور کمالات صوریہ و معنویہ اُنہین فراہم ہوگئے تھے ان کے زمانہ مین شاہان صفویہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا تھا اور نادر شاہ کا دور تھا۔ جتنے مناصب شرعیہ سلطان حسین بادشاہ صفوی کی طرف سے سید نورالدین بن سید نعمۃ اللہ الجزائری کے متعلق تھے وہ سب نادر شاہ کی طرف سے آقا سیّد عبداللہ ممدوح کے متعلق ہوئے۔ تحفۃ العالم مین لکھا ہے کہ ان کے تالیفات اسقدر متقن اور اُن کے فتاوی اسقدر محکم تھے کہ کسیکو خوردہ گیری کا موقع نہین ملا نہایت زبردست کتابین اُنھون نے تحریر فرمائین جنکا عالم مین شہرہ ہوا سلسلۂ روایت اُنکا اپنے والد بزرگوار سے متصل ہے اور سید شہید سیّد نصر اللہ حائری ان سے روایت کرتے ہین اور خود سید عبداللہ ممدوح امیر محمد حسین خاتون آبادی سبط علامہ مجلسی سے بھی روایت کرتے ہین اور اُنھین حق روایت سیّد رضی الدین بن علی بن حیدر العاملی مکی اور سید جلیل صدرالدین بن محمد باقر رضوی قمی سے بھی حاصل ہے۔ اور جناب مفتی سید محمد عباس موسوی شوستری جزائری طاب ثراہ جس مرتبۂ علمی پر فائز ہوئے اور اُن کے کمالات جس معراج ترقی تک پہونچے اُنپر مطلع ہونے کے لئے یہ سوانحعمری موجود ہے۔ اگر سیّد نعمۃ اللہ الجزائری اس بزرگوار کے کارنامے بچشم خود ملاحظہ فرماتے تو اس خلف صالح کے وجود پر اُنھین فخر و مباہات کا موقع تھا۔ بہرحال مفتی صاحب کے افادات علمیہ تاقیامت یادگار ہینگے جنھین زمانہ کبھی فراموش نہین کرسکتا۔

یہ شجرہ پانچ طریقون کا جامع ہے ۵

ضمیمہ

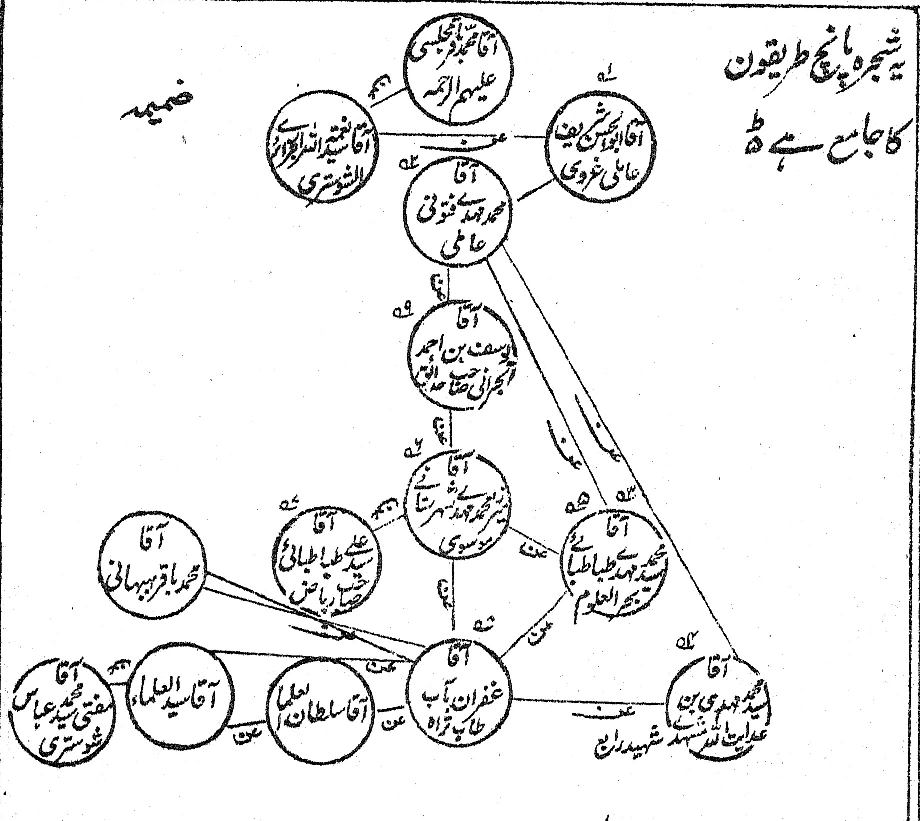

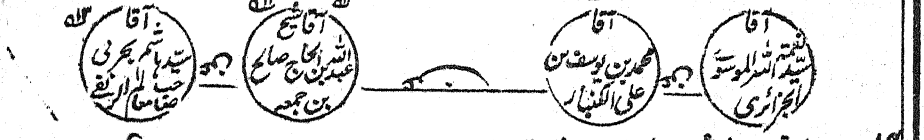

سله ومن طرقی الی المشائخ النظام ما اخبرنی بہ قراءة

وسماعا واجازة شیخنا الفاضل الشیخ حسین ابن

المرحوم الشیخ محمد جعفر البحرانی الماخوذی الی

ان قال هذا الشیخ یروی عن شیخه علامة الزمان

ونادرة الاوان الشیخ سلیمان بن

عبد اللہ بن علی بن حسن بن احمد

بن یوسف بن عمار البحرانی الستراوی ۱۲ نورہ

اس شجرہ مین ایک طریق ہے اگرچہ
اسکا انحلال بھی تین
طریق کیطرف ہوسکتا ہے۔

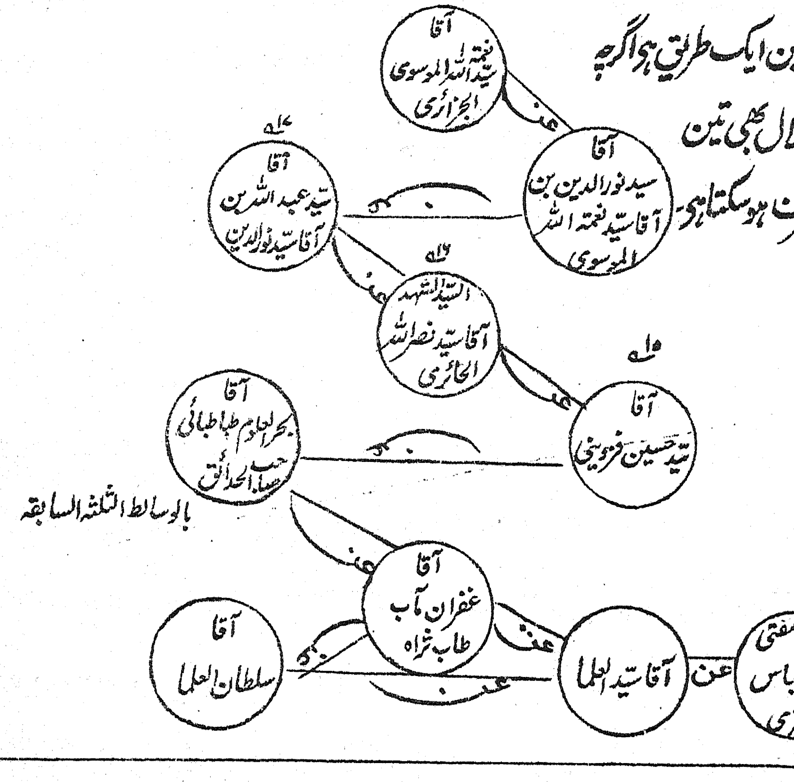

سلہ فی مستدرک الوسائل للعالم مولانا الحاج مرزا محمد حسین النوری الطبرسی رحمہ اللہ المتبحر الجلیل المولی ابی الحسن الشریف العاملی الغروی عن خالہ الفاضل السید محمد صالح الخاتون ابادی وعن المحدث الکاشانی وعن الشیخ محمد حسین بن الحسن المیسی الحائری وعن الشیخ الاجل عبد اللہ بن محمد العاملی وعن الشیخ علی سبط الشہید الثانی وعن الفاضل الشیخ صفی الدین بن الشیخ فخرالدین الطریحی النجفی عن والدہ وعن الامیر شرف الدین وعن الشیخ احمد بن محمد بن یوسف وعن الحاج محمود المیمندی وعن المحدث الجلیل صاحب الوسائل وعن المحدث الجزائری السید نعمۃ اللہ ۱۲

سلہ شیخ ابو صالح محمد مہدی فتونی عاملی از تلامذہ ملا ابوالحسن شریف عاملی بود و بحر العلوم آقا سید مہدی طباطبائی و مرزا مہدی شہید رابع از تلامذہ آنجناب اند و از و روایت داشتند ۱۲ نجوم السماء

سلہ قال بحر العلوم فی اجازتہ للسید عبد الکریم بن سید عماد الدین الموسوی القمی و منہا ما اخبرنی بہ

بالوجوه الثلثة المذكورة شيخنا العالم المحدث الفقيه واستاذنا الكامل المتبحر النبيه نخبة الفقهاء والمحدثين وزبدة العلماء العالمين صاحب الاخلاق الكريمه الرضيه والخصال الحميدة المرضية واحد عصره فى كل خلق رضى بن صالح محمد المهدى الفتونى افاض الله على نفسه الشريفه القدسيه مراحمه الفاضله الانسيه عن شيخه الاعظم رئيس المحدثين فى عصره وقدوة الفقهاء فى دهره المولى ابى الحسن الشريف الفتونى قدس الله نفسه وطيب رمسه ١٢ نجوم السماء

٣ه تحصیل علوم از عظمائے مشائخ مانند آقا باقر بہبہانی و زبدۃ المحدثین شیخ مہدی فتونی طاب ثراہما فرمودہ ١٢ نجوم السماء

٥ه بخدمت جمعے از کبار علما کہ از جملہ ایشان شیخ یوسف بحرانی باشد تحصیل علم نمودہ ١٢ نجوم السماء وقال فى المستدرك فى ذكر مشائخ بحر العلوم وسابعهم العالم المحدث الكامل الفقيه الربانى الشيخ يوسف بن الاجل الامجد الشيخ احمد بن الشيخ ابراهيم الدرازى البحرانى الحائرى۔

٦ه در ذکر مولانا العلامہ المیرزا محمد مہدی بن ابی القاسم الموسوی الشہرستانی در نجوم السماء نوشتہ تحصیل علوم بخدمت شیخ یوسف بحرینی و دیگر فقہا نمودہ و از ایشان اجازہ روایت داشتہ ١٢

٧ه قال مولانا سيد العلماء طاب ثراه فى اجازته المبسوطة للسيد العلامة المفتى السيد محمد عباس الشوسترى قال والدى العلامة احله الله دار المقامة وما اخبرنى قراءة واجازة جناب العالم الفقيه الكامل النبيه مولانا السيد على الطباطبائى بحق اجازته عن مشائخه الكرام منهم العالم العلامة باقر العلوم الى ان قال ومنهم الشيخ المحقق يوسف بن احمد بن ابراهيم البحرانى ١٢

٨ه در کربلائے معلی از استاذ الکل آقا باقر بہبہانی و آقا سید علی طباطبائی و آقا سید مہدی شہرستانی طاب ثراہم و در نجف اشرف از حضرت بحر العلوم آقا سید مہدی طباطبائی بروجردی تحصیل علوم و فقہ و حدیث و اصول فرمودہ و در سنہ اربع و تسعین بعد المائۃ والالف بزیارت مشہد رضویہ علی ساکنہا آلاف التحیہ رفتہ و در انجا بخدمت شہید رابع سید مہدی بن سید ہدایت اللہ صفہانی رسیدہ اکتساب افادات فرمودہ از ایشان اجازہ یافتہ باز رجوع ببلاد خود نمودہ ١٢ نجوم السماء

س٩ ومن جملة من يروى هذه ايضا بالاجازة هو الفاضل العلامة المولى محمد مهدى النراقى سمياه المتقدمان
العلامة الطباطبائى والشيخ محمد مهدى الفتونى ١٢ روضات الجنات فى احوال العلماء والسادات للسيد
محمد باقر بن الحاجى ميرزين العابدين الموسوى الخوانسارى -

س١٠ ح وعن الشيخ عبد الله بن صالح عن محمد يوسف الكنهار المتقدم عن جمع آخر غير ما تقدم منهم عن المولى
محمد باقر المجلسى ومنهم السيد المحدث السيد نعمة الله بن عبد الله الموسوى الشوسترى ١٢ مستدرك -

س١١ عند ذكر مشائخ السيد محمد بن السيد على بن السيد حيدر قال وعن الشيخ عبد الله بن صالح
عن الشيخ محمد يوسف بن على بن كنهار الضبيرى النعيمى اصلا والبلادى منشأ ومسكنا ١٢ لولوة

س١٢ وممن يروى عنهم السيد المتقدم ذكره الشيخ المحدث الصالح الشيخ عبد الله الحاج صالح
بن جمعه ابن على بن احمد بن ناصر بن عبد الله السماهيجى ١٢ لولوة

س١٣ قال فى اللولوة ح عن الشيخ سليمان عن السيد الاجل السيد هاشم المعروف بالعلامة ابن المرحوم
السيد سليمان بن السيد اسمعيل بن السيد جواد الكتكانى ١٢

س١٥ قال فى المستدرك فى مشائخ بحر العلوم ثانيهم العالم الجليل والسيد النبيل صاحب الكرامات
الباهرة السيد حسين القزوينى صاحب كتاب معارج الاحكام ١٢

س١٦ ثم قال فى المستدرك بعد تحويل لروايه ح عن السيد حسين عن السيد الاجل الشهيد السيد
نصر الله بن الحسين الموسوى الحائرى ١٢

س١٧ قال فى المستدرك فى صفحه ٤٠٣ ح وبالاسانيد السابقة عن العلامة بحر العلوم عن السيد حسين
القزوينى عن السعيد الشهيد السيد نصر الله الحائرى عن العالم المتبحر النقاد السيد عبد الله بن
العالم السيد نور الدين بن المحدث النبيل السيد نعمة الله الجزائرى هو من اجلاء هذه الطائفة
وعينها ووجهها وممن اجتمع فيه جودة الفهم وحسن السليقة وكثرة الاطلاع واستقامة الطريقة

كما يظهر من مولفاته الشريفة كشرح النخبة واجوبه المسائل النهاوندية وغيرها وله اجازة كبيرة

فيها فوائد طريفه ونكات لطيفه عن جماعة الى ان قال وخامسهم والده الجليل السيد نور الدين

المتوفی فی ذی الحجة ۱۱۵۸ھ صاحب الرسائل المتعددة الى ان قال عن الشيخ الجليل محمد بن الحسن

الحر العاملی وعن والده الحبر النبيل والمحدث الجليل السيد نعمة الله ابن عبد الله بن محمد بن

الحسين بن احمد بن محمود بن غياث الدين بن مجد الدين بن نور الدين بن سعد الدين بن عيسى

ابن موسى بن عبد الله بن موسى الكاظم عليه السلام صاحب التصانيف الرائقة الاثرة المتولد فی

۱۰۵۰ھ فی شهر شوال وكان بعض اجداده يلقب بشمس الدين قال السيد فی المقامات وا ما جدنا

صاحب الكرامات السيد شمس الدين قدس الله روحه كان له ثور يرعى بعيدا من البيوت فاتاه

السبع فافترسه لكنه وقف عنده ولم ياكل منه شيئا فاخبر واحدنا فاخذ الحبل الذی كان يربط به

الثور واتی والناس معه الى الاسد فقصده ووضع الحبل فی رقبته وقاده الى منزله والناس

متحيرون وربطه عنده تلك الليلة وقال اتخذه للحرث عوضا عن ثوری فقال له الجيران

هذا لا يصير لا ناخاف منه فجاء ارسله من يده ۱۲

مشاغل زندگی

(باب ۷)

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعلم
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

گوشۂ قناعت مین مصنفین کی زندگی سلاطین اولوالعزم سے کہین بہتر ہو اُن کا حصیر فقر جس کے چارون طرف کتابون کا انبار لگا ہو بادشاہون کے تاج وتخت اور خزائن بے بہا سے

کہین گران قیمت ہے۔

میرے دوستو اس حیات گرامی کو دیدۂ عبرت نگاہ سے دیکھنے والو تم مجھ سے بہتر جانتے ہو کہ انسانی زندگی کا مفہوم محض سنّہ ضروریہ نہین بلکہ بقائے دوام حیات انسانی کا نصب العین ہی۔ جس موت پر عزیز و اقربا روئے وہ کوئی موت نہین نہ وہ زندگی ہی جو فقط دُنیا ہی کی کشمکش مین بسر ہوگئی ایسے مرنیوالے اپنی جگہ خالی نہین چھوڑتے بلکہ وہ دامن دُنیا پر بدنما دھبّا ہوتے ہین دُنیا اُن کے بعد بھی اُسی رنگ پر رہتی ہے۔

(عرفی)	گمان مبر کہ تو چون بگذری جہان بگذشت ہزار شمع بکشتند و انجمن باقیست	

اس شبستان مین خدا جانے کس کس کے شمع حیات خاموش ہوئی مگر محفل سے دھوان تک نہ اُٹھا مرنا اُنھین کا ہی جنکے غم مین دُنیا کے کلیجہ سے شعلے بھڑک اُٹھے اور قیامت تک تسلّی کا پانی اُسے بجھا ہی نہ سکا بیشک مرنے والے یا یون کہون حیات ابدی حاصل کرنے والے ہی ہین جنکے نقش قدم ہمارے واسطے چراغ ہدایت بنے ہوئے ہین اور اس ظلمتکدہ مین ستارون کی پریشان انجمن کا سمان دکھلا رہے ہین وہ اپنے مسندون کو خالی چھوڑ جاتے ہین صدیون کی ورق گردانی کے بعد بھی زمانہ کسیکو اُنکی جگہ پر نہین بٹھا سکتا ایسے ہی لوگ مادر وطن کے مایۂ ناز فرزندون مین ہین اُنھین افراد کاملہ مین ہمارے گروہ کا یہ نادرۃ العصر اور بارھوین صدی کا روح روان تھا جسنے باوجود دُنیاوی کشمکش کے زندگی کے فرائض کو اسطرح ادا کیا کہ اپنے آثار قدم کو دوسرونکے لیے آئینۂ عبرت بنا دیا دن رات کتب بینی و مشغلہ تصنیف کو حیات کا بہترین مقصد سمجھا سچ کہا ہی کہنے والے نے ؎

	ورق شوئی اگر ہمدرس مائی کہ درس عشق در دفتر نباشد	

مفتی صاحب کا بہترین شغل علمی ترقی تھا بچپنے سے آخر زندگی تک رات دن یہی ذکر وفکر مین مصروفیت رہی نہ لباس کی نفاست سے غرض نہ غذا کی لطافت کا خیال نہ مکان کی آراستگی سے دلبستگی۔ دنیا کا کروفر اور اُسکا مال ومنال اُنکی نگاہون مین ہیچ رہا اسمین شک نہین کہ اُنکی زندگی پر ائمہ کرام کے اخلاق کا عکس پڑا تھا، ہر آن وہر لحظہ یہی فکر تھی کہ ایک خزانہ تحقیقات عام نفع رسانی کیلئے فراہم کر دیا جائے کبھی درس وتدریس سے فیض رسانی تھی کبھی تالیف وتصنیف سے چنانچہ ان جذبات کا خود اظہار کرتے ہین ؎

باکہ گوئیم درس مائل کو	گنج بخشیم لیک سائل کو
جاہلان قدر علم نشناسند	عالمان خود افاضل الناس اند
ہر کہ زین مے نخوردہ طالب نیست	وانکہ از خود بپرہست راغب نیست
ما درین مملکت شہنشاہیم	مالدارے حریص مے خواہیم
تاشناسد بہائے مایۂ من	ہم نگردد جدا ز سایۂ من
مثل بے مائگان ہوس نکند	ببرد گنج را و بس نکند
ہر کہ مے خوردہ پر ز دلولہ است	مرد نادیدہ تنگ حوصلہ است

لیکن چونکہ زہد واستغنا آپکی سرشت مین داخل تھا جس کا ذکر باب الزہد مین آئندہ آئیگا اسلیئے بیشتر اوقات عسرت وتنگدستی مین آپنے بسر کیئے اور معیشت کا ضروری سامان فراہم ہونے سے اکثر زحمتین درپیش رہین لیکن ہمیشہ نہایت صبر واستقلال کے ساتھ تمام زحمتون کا تحمل کیا اور علمی اشغال پر کبھی اسکا اثر نہین آنے دیا اگر علمی مشاغل پر اتفاقاً اختلال کے آثار کبھی ظاہر ہوئے ہین تو جا بجا لب بشکایت وا ہوگیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہین ؎

اسافر بالعیال الی بلاد	خلت عن مسلمین ومسلمات

کساد العلم زیفنی قولہ ع	شرونی صفقة بلا ربحمات
تری الجهال معروفین فضلا	واهل العلم مجهول السمات
نسیت العلم یادهری ولکن	حفظت من النحاة مقدمات
فبالنکرات یوصف لام جنس	وعدوا فی المعارف مبهمات

اسمین شک نہین کہ مفتی صاحب جس مرتبہ کمال پر فائز تھے اہل زمانہ نے ویسی قدر نہین کی اور دُنیا کا قاعدہ ہی کہ چالاک و زرنگ حضرات ترقیان کرجاتے ہین اور جنکے دلمین خشیت و معرفت الہیہ ہوتی ہی ہمیشہ زحمتین ہی اُٹھاتے رہتے ہین۔ خود مرحوم کا یہ ارشاد شعرا سے داد خواہ ہی دیکھین کہ اس مضمون کو کس لباس مین ادا کیا ہے ؎

با ہمہ سنجیدگی بے قدر و مقداریم ما	چون ترازوے دیار قحط بیکاریم ما

یہ بھی فرمایا ہے ؎

کار ما ہر دم تب و تاب است وبس	نان ما ہمپاۓ خوناب است وبس
ہست تا بیدار چشم آسمان	راحتی گر ہست در خواب است وبس

ایک مقام پر کہا ہے ؎

چنان شکست درین عہد قدر علم و کمال	کہ کس ز روے زیا ہم نمی کند تحصیل
کنون بدشمن خود درس علم باید گفت	کہ ہر کہ علم بیاموخت گشت خوار و ذلیل

مفتی صاحب کی تصنیفات مین ایسے اشعار جابجا نظر آجاتے ہین اور ہر جگہ جدت ادا کا لباس پہنے ہوئے۔

لطیفہ ادبیہ ایک مرتبہ ایام عزا مین لباس مفتی صاحب کا سفید تھا کسی نے اسپر اعتراض کیا جواب مین فرمایا ؎

	من ز دستِ زمانہ دلتنگم		روز و شب با سپہر در جنگم	
	نہ شوم گہ سفید و گاہ سیاہ		زانکہ از دوستان یک رنگم	

اِس باب مین چونکہ مفتی صاحب کی زندگی کے ترتیبی حالات درج کرنا منظور ہین لہذا ذرائع معاش جو ظاہری طور پر مشاہدہ ہوئے ہین وہ بھی اِسی کے ضمن مین لکھے جائین گے بیانات سابقہ سے واضح ہو گیا کہ چودہ سال کے سن مین مفتی صاحب نے تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی اور اٹھارھوین سال تک کتب بینی کی اسکے بعد سید العلماء کی خدمت مین پہونچے سنہ ۱۲۴۳ھ کا زمانہ تھا کچھ عرصہ مین فقہ و حدیث کی کتابون کے بعض مقامات سماعةً و قراءةً تحصیل کیے مباحثات و مذاکرات علمیہ مین مصروف رہے۔ چونکہ مفتی صاحب عربی بانداز اور فنون ادبیہ اور تحریر نظم و نثر مین اپنا مثل و نظیر نہ رکھتے تھے، ؎

اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

نتیجہ یہ ہوا کہ جو خطوط عراق عرب و عجم سے سید العلماء و سلطان العلما کے پاس آتے تھے اور شاہی عطیات کے سبب سے کربلا و نجف کے علما کی تحریرات اِن حضرات کے پاس برابر آتی رہتی تھین۔ اُنکا جواب لکھنے والا مفتی صاحب کے سوا کوئی دوسرا شخص لکھنؤ مین بلکہ ہندوستان مین موجود نہ تھا۔ اُن کا جواب لکھنا انہین کے متعلق کیا گیا جس کا نمونہ کتاب ظل ممدود چاپ شدہ موجود ہی۔ یہ خطوط و مکاتیب معمولی حیثیت کے نہین ہین بلکہ انکی فصاحت و بلاغت و سلاست و ملاحت اُس پایہ پر ہی کہ بڑے بڑے ادیب و خطیب دنگ ہو جاتے ہین جناب شیخ زین العابدین مازندرانی مجتہد کربلائے معلّٰی کے نام بھی جناب کے بعض خطوط گئے مگر اُنھون نے جواب نہین لکھا ایک شخص نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ قرآن مجید مین ارشاد جناب احدیت ہی کہ اذا حُیّیتُم بتحیّةٍ فحیّوا باحسنَ منہا او ردّوہا اِس تحریر سے

بہتر لکھنا تو کہان ہوسکتا ہی پھر اُسکے برابر بھی جب نہو تو جواب لکھنے سے کیا حاصل ہی مفتی صاحب کے اِن تحریرات نے ہندوستان کا نام عرب عجم مین روشن کردیا اور خاندان اجتہاد کی عظمت علماے عراق کی نظر مین دوبالا کردی۔ سید العلما اکثر اوقات کلمات تحسین وآفرین فرما کر دل بڑہاتے رہتے تھے اور اپنے نفس پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ تحریر خطوط و مکاتیب مین مفتی صاحب کا طرز عمل یہ بھی تھا کہ کبھی کسی خط مین اپنے نام کا ایما و اشارہ تک نہین کیا بلکہ سلام بھی تحریر نہین فرمایا کہ کہین یہ نہ معلوم ہوجائے کہ یہ عبارات رنگین و اشارات نمکین کسی دوسرے کے قلم کا نتیجہ ہین بلکہ جُداگانہ خط بھی سوائے دو ایک خطون کے علمائے عراق کے نام اُس زمانے مین اسی اندیشہ سے نہین لکھے - یہ واقعات ضمناً مذکور ہوئے۔

مفتی صاحب کے ساتھ زمانہ نے ابتدأً موافقت نہین کی نہایت عسرت اور ضیق مین بسر فرماتے تھے اور اِس خیال سے کہ تحصیل رزق حلال بقدر امکان واجب ہی بعض اُمرا سے قہراً جبراً ملاقات کرتے تھے۔

عجیب اتفاق ایک مرتبہ مفتی صاحب ایک رئیس کے یہان تشریف لیگئے جنھین طب مین مہارت تھی اور خیال کیا کہ شاید ان کے ذریعہ سے عقدہ حل ہوجائے۔ لیکن اُنھون نے مفتی صاحب کا امتحان لینا چاہا اور کہا کہ آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہون مفتی صاحب نے کہا کہ ایک مسئلہ سے استعداد کا حال نہین کھُلتا۔ اگر مین نے جواب صحیح دیدیا تو میرے کمال کی دلیل نہین ہوسکتا ممکن ہی کہ مین دوسرے مسائل سے بالکل بے خبر ہون اور اگر مجھ سے صحیح جواب نہ دیا گیا تو یہ میری بے استعدادی کی دلیل نہین ہوسکتا۔ ممکن ہی کہ اِس مسئلہ کے سوا مجھے اور فنون مین پورا کمال حاصل ہو اور صرف یہی ایک مسئلہ نہ معلوم ہو کہنے لگے یہ صحیح ہی لیکن بتاسے اُمور طبیعیہ کے ہین مفتی صاحب نے کہا سات ہین۔ سات تو ان بیان کردے لیکن حسب ترتیب سے

کتابو نمین مذکور ہین وہ ترتیب چھوڑدی۔ رئیس مذکور نے اعتراض کیا انھون نے جواب دیا
کہ ترتیب کی رعایت کچھ واجب نہین ہو آپ کا سوال محض کمیت سے متعلق تھا اسمین فرق ہی
کیا ہو عجم کہتے ہین ہچہ علی خواجہ وچہ خواجہ علی۔ یہ سنکر اُنھون نے کچھ خشونت شروع کی اور تیزی
کے ساتھ گفتگو کی آواز بھی بلند ہوگئی مفتی صاحب خاموش اُٹھکے چلے آئے۔ چند دن منقضی
نہو ئے تھے کہ رئیس مذکور کا منہ پک گیا اور قلاع شدید ہوا کہ تمام اطبا اُسکے علاج سے عاجز ہوگئے انجام
کار یہی مرض الموت ہوگیا اور اسی مین ہلاک ہوگئے۔ ایک مرتبہ اسی کشاکش کی حالت
مین اثناء راہ مین یہ دو شعر ذہن اقدس مین گذرے جسمین اپنے معبود کیطرف توجہ فرمائی ہو اور
اُمراء کی طرف رجوع کرنے اور کبھی کبھی اُنکی تعریف مین کچھ نظم کردینے کا تاسف ظاہر کیا ہو ع

اے خدا تا بکجا ہرزہ دراخواہم بود	تا بکے مدح سرائے امرا خواہم بود
منکہ غیر از در تو ہیچ درے نشناسم	گر برانے ز در خویش کجا خواہم بود

اشعار کچھ ایسے خلوص سے نظم ہوے تھے کہ تیر بہدف ہوگئے اور منجانب اللہ سامان ہوگیا
یعنے شاہی وظیفہ معین ہوگیا۔

شاہی وظیفہ مفتی صاحب کے لیے ۱۲۵۵ھ ہجری مین محمد علی شاہ مرحوم شاہ اودھ کی طرف
سے علمی قدر دانی ہوئی اور مناسب وظیفہ مقرر ہوا اُسی زمانے مین جواہر عبقریہ تصنیف کی۔
بادشاہ موصوف کی حیات تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر موقوف ہوگیا مگر مفتی صاحب کو استقلال
و توکل علی اللہ نے مستقل رکھا بعض لوگونکو حیرت تھی کہ ایسے تعلق قطع ہوجانے کا کوئی بھی اثر
انپر نہین مفتی صاحب نے اُسی زمانے مین اس امر کے متعلق حسب ذیل اشعار نظم کیے تھے ع

احلتني الدنيا بيحيى من الجفا	يكاد فوادي ان يذوب تلهفا
تراود عن نفسي ولست براغب	فتصنع بي صنع الزليخا بيوسفا

مدرسہ شاہی سے تعلق امجد علی شاہ کے جلوس کے شروع سال مین سیّد العلما نے بادشاہ موصوف کو مدرسہ دینیہ کی طرف توجہ دلائی اور شروع ماہ صفر سے مدرسہ کے افتتاح کی بھی شہرت ہونے لگی اُسی زمانے مین مفتی صاحب نے ایک مختصر رسالہ ترغیب بنائے مدرسہ مین تحریر کیا اور ممتاز العلما سید محمد تقی صاحب کے ذریعہ سے بادشاہ تک پہونچایا۔ بادشاہ موصوف چونکہ بالطبع دین دار اور دین پرور اور قدر شناس علم وعلما اور مروج شریعت اور صفات حسنہ سے متصف تھے جسکی تفصیل کے لیئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہی لہذا اُنھون نے فوراً توجہ فرمائی۔ اور وزیر الممالک نواب امداد حسین خان صاحب ذو الفقار جنگ اِس انتظام کیلیئے امور ہوئے اجرائے مدرسہ کا حکم نافذ ہوتے ہی اُسکا انتظام ہو گیا۔ ۲ جمادی الاوّل ۱۲۵۹ھ ہجری کو جناب سلطان العلما و سید العلما مع اولاد و اصحاب شہر کے تمام فضلا اور طلبا کو لیکر حمامی سلطانی مین تشریف فرمائے۔ دیر تک بادشاہ سے باتین رہین آخر مین انعام و اکرام سلطانی پر بھی فائز ہوئے۔ یہ دعوت نہایت پُر تکلف تھی شہر کے گوشہ گوشہ مین اہل علم بادشاہ کی تعریف کے قصیدہ پڑھ رہے تھے جناب مفتی صاحب نے بھی انھین واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چند شعر نظم فرمائے ہین ؎

حبذا باد سحر کامد ز کوئے بادشاہ	جیب و دامان پر ز خوئے مشکبوئے بادشاہ
در مشامم بسکہ پیچید آن شمیم عطر بیز	در دلم افتاد شوق آرزوئے بادشاہ
لرزہ بر اندام دارد آفتاب نیزہ دار	مے برندش گوئیا در چارسوئے بادشاہ
ہست با من مخزنے از گوہر شہوار علم	ہان برند از گنج من این گنج سوئے بادشاہ
مشت زر چون غنچہ برد و رفت خندان ہمچو گل	ہر کہ آمد مثل بلبل مدح گوئے بادشاہ
دور انداز د فلک از حضرت شاہی مرا	تا نگویم جور و ظلمش روبروئے بادشاہ

تا نقاب شب بر اندازد خور از رخسار تو — تیرہ مثل شب بود روز عدوے بادشاہ

سیدا چون کنز مخفی بودۂ اماکنون
شہرۂ عالم شدی از جستجوئے بادشاہ

اس نظم کے علاوہ دو قطعہ تاریخ بھی بنائے مدرسہ کے متعلق حسب ذیل نظم کئے ہین

قطعہ تاریخ

چون باقبال سُلیمان جہان شاہ زمان — کہ برش کاسہ دریوزہ گری آرد جم
تیغ سلطنتش بستہ سمک تا بسماک — بہرہ مملکتش رفتہ عرب تا بعجم
شاہ امجد علی آن سایہ الطاف خدا — بانی عدل و کرم قالع بنیاد ستم
کرد تحریک درین امر حسن شام و سحر — پیش نواب فلک رتبہ وزیر اعظم
آنکہ رونق دہ دین است و امین دولت — مہ علم مہر شیم زہرہ حشم چرخ ہمم
نیّر برج ہدا وارث وہمنام حسین — آنکہ در علم و عمل گشتہ وحید عالم
تا پس از جیلم شاہ دوسرا سبط نبی — مژدہ مدرسہ بگذاشت بدلہا مرہم
شد نہان شاخ تمنّا ز ہجوم دلہا — چون گل و غنچہ میان قطرات شبنم
قوت نامیہ بعد از دو سہ ماہ از سر نو — بر سر شاخ کہن میوہ رسانید بہم
پنجشنبہ دوم ماہ جمادی الاولی — کہ ز عیش و طرب آوردہ بہار خرّم

شد بنا مدرسہ تازہ بامداد حسن (۱۲۲۵ھ)
پس ہمین مصرع تاریخ رقم کردہ قلم

قطعۂ دوم

شاہ زرین کمر تاجور مہر نظر — کہ بلعبدش شدہ در سیم و گہر ارزانی

ہر کہ از فقر تہی داشت کفے چون صدفے — درفشان گشت کنون چون سُحُبِ نیسانی

جولان گاہ سمندش رہ شرع نبوی — سقف ایوان بلندش کرم یزدانی

گر بہ بلبل رسد از برگ گلے خار جفا — شود آن برگ گلاب از غضب سلطانی

شد بنا مدرسہ عمدہ زحکمش کہ ازان — رونقے تازہ گرفت انجمن ایمانی

دستہ دستہ علما و فضلا و صلحا — مثل گلدستہ فراہم شدہ در مہمانی

از سر جودت و اقبال دو مصرع گفتم — کہ بتاریخ بود ہر یک ازان لاثانی

بیت معمور رہے مدرسۂ سلطانی ۱۲۵۹ھ

نزہہ گاہ کملا مدرسۂ خاقانی ۱۲۵۹ھ

نواب سعادت علیخان کے مقبرہ مین اس مدرسہ کا آغاز ہوا اور سید العلماء کی تجویز سے مدرسین کا انتخاب ہوا شہر کے منتخب فضلا عہدہ مدرسی سے سرفراز کیئے گئے مفتی صاحب کے متعلق بھی عہدہ مدرسی ہوا اگرچہ وظیفہ و شہریہ ان کے لیئے بعض مدرسین سے کسی قدر کم تھا لیکن علمی مباحث و مشاغل کا چونکہ بہترین موقع تھا اسلیئے اُنھون نے کچھ خیال بھی نہ کیا اور نہایت خوشی کے ساتھ منظور کیا۔ مدرسہ مین نہایت پاکیزہ علمی صحبت اور قابل قدر اجتماع ہوتا تھا اُسی زمانہ مین کثرت محنت سے دماغ مین یبس اور مزاج مین بے اعتدالی پیدا ہو گئی گرمی شدّت کی پڑتی تھی اُسپر طرہ یہ تھا کہ ٹھیک دوپہر کے وقت ایک شخص جو نہایت ذکی الطبع تھے "شمس بازغہ" کا سبق پڑھنے آیا کرتے تھے اُسی زمانے مین حرارت موسم سے متاذی ہو کر ایک غزل کہی جسکا مطلع یہ ہے ؎

خشکید از ہجوم عزیزان دماغ ما — پروانہ بسکہ پر زدہ گل شد چراغ ما

پوری غزل دیوان مین موجود ہے۔ دوسری غزل اسی محل پر حسب ذیل نظم فرمائی ہے ؎

نگندی طرفه شور اسال جان و تن ای گرما
تو خواہی بعد ازین بودن بعالم یا من ای گرما

نگر بلبل کباب و شاخ گل سیخے است بر آتش
که از جوش تو مطبخ مے نماید گلشن ای گرما

معاذ الله عجب شور قیامت کرده برپا
که خلق از ہر طرف برخاست سر کن پر کن ای گرما

زسوز آتشت گردان پیل افگن کم از پشه
که پیه کرده میر بزی بسان روغن ای گرما

همه خون و همه داغ است پیدا بر تن مردم
عجب پول و زر آورے برون از مخزن ای گرما

ہوائے سرد اصلا نیست زیر قبهٔ گردون
جهان را ساختے گرمابه بے روغن ای گرما

زسوز سینهٔ من استخوان چون ہیمه مے سوزد
اجاغے طرفه در جهانیم شد روشن ای گرما

سمومے کاندرین آتشکده از باد زن آید
چنان باشد که بر آتش فشانی دامن ای گرما

زجوش خون عجب نبود که بشگافد زخود رگها
چه حاجت تا زند نشتر بر آنها رگزن ای گرما

بده انصاف نگذارد چه سان ما را دل موہین
درین حالت که مے سازند شمع از آهن ای گرما

فغان از گرم جوشیهائے تو در محفل یاران
که دل ہا را رسد آواز بشکن بشکن ای گرما

ترش چون دوغ گردد شیر نادوشیده از پستان
شود صهبائے تلخ انگور شیرین فوراً ای گرما

اگر خیاط مے دوزد کلاه سوزنی سوزد
زبس گر خرقت آتش زنگ باشد سوزن ای گرما

نه تنها از حرارت روئے گل سرخ است چون اخگر
کبود از تشنگی باشد زبان سوسن ای گرما

نگه کن فاخته خاکستری گشته است و قمرے را
ز آتش جائے سنجابست طوق گردن ای گرما

برآید دود از بلبل گلابی مے چکد از گل
زرغا لے چند از زاغان بود در گلشن ای گرما

بدین سان گر زمین چون کورهٔ حداد خواهد شد
نیاساید زیر خاک اهل مدفن ای گرما

و داغ و سینه و جان و دلم در محفلم سوزان
من و این چند مجمر ہست در پیراهن ای گرما

مزاج و فصل حار و گرمی هنگامهٔ مردم
در آتش خانهٔ حمام دارم مسکن ای گرما

اگر باشد کلاہے از کتان ناز کم بر سر	گران و ناگوار آید چہ خود دہ من اے گرما
کشم چون مدآہ سرد بر گرد انیش ہردم	کہ در دل کو بیش چون وستہ در ہادن اے گرما
عرق میریزیم و آبے بروے کار مے آرم	وگر نہ میزنی آتش بشہر و برزن اے گرما
طبیعت چون یکے باشد محبت مے شود باہم	عداوت از تو با من کے بود مستحسن اے گرما
کمیت خامہ ام زان گرم رفتار است در وصفت	کہ اینجا نعل در آتش بود این توسن اے گرما
سخن بر لب بوقت گفتگو تبخالہ مے گردد	چہ گویم بعد ازین حال تو نتوان گفتن اے گرما
ز دوزخ یادش آوردی . بود ممنون تو شید	سرابیل جہنم شد بر د پیراہن اے گرما

مدرسہ شاہی مین ایک مکان اور دس حجرہ مفتی صاحب کے زیر انتظام تھے چنانچہ یہ مطلب بھی ایک جگہ نظماً ادا کیا ہے۔

دمبدم قافلہ تازہ درین کہنہ سراست	از ثری تا بہ ثریا ہمگی ملک خداست
زیر نہ پنجرہ چرخ در ینجا دو سہ روز	تا بہ دہ حجرہ و یک خانہ تعلق باماست

چونکہ طبیعت مین جودت اور مزاج مین ظرافت تھی جو حجرہ جس کے پاس تھا یعنی جس طرح تقسیم کیا تھا اسیطرح نظم بھی کیا۔

(۱)	این مکان کز دیدہ و دل نور است	خاصئہ سیّد علی اکبر است
(۲)	این جائیگہ شریف و محبوب	با میر علی نقی است منسوب
(۳)	این مکانیست کہ نور آگین است	حُجرہ میر محمّد این است
(۴)	این حُجرہ کہ طیب است و طاہر	مخصوص بود بمیر باقر
(۵)	این حجرہ کہ جملہ زیب و زین است	از ہادی و از عطا حسین است
(۶)	این حجرہ کہ روح پرور آمد	از میر حسین اصغر آمد

(۷)	باشد این حجرہ حسبۃً للہ	متعلق میر باقر شاہ
(۸)	این نشیمن بود از ہمدم یاس	اضعف الناس محمد عباس
(۹)	چون درین خانہ رخت بکشادیم	بخدا بخشش این مکان دادیم

مدرسہ کا اشتغال تقریباً تین سال رہا ۱۲۶۳ھ مین سلطان عالم واجد علی شاہ کے جلوس کے موقع پر مدرسہ مقبرۂ نواب سعادت علیخان سے آصف الدولہ بہادر کے امام بارہ مین منتقل ہوا اور یہ پاکیزہ مجمع متفرق ہوگیا۔

تعلق امامت مسجد مدرسہ کے تعلق کے بعد نواب امین الدولہ امداد حسین خان بہادر کو نماز جماعت کا شوق پیدا ہوا بادشاہ کی خدمت مین تذکرہ کیا اور شاہی مسجد مین منصب امامت مفتی صاحب کے متعلق کیا بادشاہ بھی عازم ہوئے کہ نماز جماعت مین شریک ہون۔

محکمۂ افتا کا تعلق تھوڑے عرصہ کے بعد نواب امین الدولہ بہادر نے محکمۂ وزارت کا دار الافتاء مفتی صاحب کے لیے تجویز کیا۔ راضی نہوئے بہت کچھ عذر کیا اسلیے کہ یہ منصب نہایت عظیم اور اسکے اختیار کرنے مین خطر کثیر ہو اور حدیث نبوی اسکی اہمیت کا منظر پیش کر رہی ہے المفتی علی شفیر جہنم مفتی ہر وقت دوزخ کے کنارہ پر ہے ذرا لغزش ہوئی اور جہنم کا سامنا ہے۔ علاوہ برین مخلوق کی بدگمانی اور خواہ مخواہ کے الزام جو کاہش جان ہین۔

ذان ساء الانسان من عیب نفسہ　　　　فمن سوء ظن المدعی لیس یسلم

مفتی صاحب نے مقام عذر مین یہ بھی فرمایا کہ اسوقت قبول کر سکتا ہون کہ اگر آئندہ کوئی شخص بادشاہ کی ذات پر دعوی کرے تو اس بات کو قبول کرین کہ انھین آنا پڑے گا۔ خیال یہ تھا کہ بادشاہ قبول نہ کرین گے اور مین نجات پا جاؤنگا مگر چونکہ بادشاہ اور وزیر دونون دیندار تھے۔ اس شرط کو بخوشی قبول کر لیا اودہر وزارت مآب کا حکم تھا ادہر لوگونکا اصرار

بالخصوص سید العلماء نے توجہ دلائی اور فرمایا کہ اگر اہل تقویٰ و پرہیزگاری اور اصحاب عفت و
اِس عہدہ سے انکار و احتیاط کرین گے تو پھر کیا یہ منصب فاسقین و ظالمین کے متعلق ہوگا۔ بوجوہ
مذکورہ مفتی صاحب نے قبول فرمایا غالباً ۱۲۶۴ھ ہجری کا یہ واقعہ ہی خود فرماتے تھے کہ قبول
کرنیکو تو مین نے یہ منصب قبول کر لیا مگر کئی وجہ سے مجھپر شاق و ناگوار تھا اوّل تو طبیعت کی ذاتی
کراہت دوسرے شریعت کی طرف سے اُمورِ قضا مین دقت تیسرے ارباب حکومت کی مداخلت
چوتھے اہل خصومت کے طعن و تشنیع پانچوین اہل وکالت کا فریب چھٹے اہل ضلالت اور
عملہ عدالت کی طماعی۔

ایک مرتبہ نواب شرف الدولہ نے کسی مقدمہ مین کچھ مداخلت کی تھی مفتی صاحب نے
بادشاہ کے حضور مین عرضداشت ذیل تحریر کی۔

"این کثیر الخطا بالفصل قضایا کہ از اشد بلایا و اعظم رزایا است بالطبع رغبتے ندارد ولکن
چون حکم محکم صدور می یابد ناچار ہمت براجرا و امضائے آن مے گمارد و بعد از انکہ مقدمہ باین
محکمہ رجوع میشود سخن حق و کلمہ صدق بر زبان مے رود و سعی و سفارش اصلا گنجائش ندارد پس
شرف الدولہ کہ از سابق در مقدمات چند و بالفعل در مقدمہ یکچند دخل و مداخلت می نمایند از چہ
راہ ہست اگر حکم شاہی ہست مے بایست کہ از اول بنام ایشان صدور مے یافت تا ضعیف العباد
از شائبۂ ظلم و بیداد محفوظ و مصؤن و از خوض و وقت و محنت و مشقت فارغ و مامون مے ماند
واگر بے حکم سلطان است امید چنان است کہ منع شدید و نہی اکید بر ایشان شود کہ مداخلت
در احکام شریعت بروفق خواہش طبیعت ننمایند واجب بود بعرض رسانید۔

الٰہی آفتاب سلطنت بر افق معدلت تابان باد

۱۸- شوال ۱۲۶۶ھ داعی سلطنت سید محمد عباس شوشتری مفتی محکمہ وزارت"

قوانین محکمۂ قضا

اُسی زمانہ مین مفتی صاحب نے اپنے عملہ اور محکمہ کے لیئے ایک قانون بنایا تھا چونکہ فائدہ سے خالی نہین اسلیئے اسکی نقل درج کی جاتی ہے۔

الحمد للہ ولی القضاء والقدر والصلوٰۃ علی محمد سید البشر وعلی قاضی دینہ علی وسائر عترتہ شفعاء المحشر۔ امابعد پس این قوانین چند و قواعد دلپسند است کہ تعلق بکارپردازان محکمہ و متصدیان فصل مقدمہ دارد و عمل برآن ہا تقربا الی اللہ از قسم عبادات و مورث سعادات است و سرکشیدن ازآنہا مغضب اقل السادات و موجب اکثر فسادات و محرک داعی بر تدوین این اوامر و نواہی رضاجوئی جناب اقدس الٰہی است کہ چون افتائے محکمۂ وزارت متعلق باضعف العباد مے باشد پس بمضمون حدیث کلکم راع و کلکم مسئول ترہیب و تہدید کارکنان این محکمہ از امور محرمہ بر ذمہ ہمت من لازم و تغافل از حال ایشان خیلے نا ملایم بود بنابرین دستور العمل مشتمل بر چند قانون تحریر نمودہ آنرا حرز جان و سویدائے جنان خود سازند بے مراعات آن دست در کار نہند۔ ازندہ اللہ یحق الحق وھوالحاکم المطلق **قانون اوّل** گاہی خیال ارتشا پیرامون خاطر شریف نگردد چراکہ رشوت از گناہان عظیم ست و حدیث الراشی والمرتشی کلاھما فی النار بحد اشتہار رسیدہ و در شرح لمعہ از رب المفاخر جناب امام محمد باقر علیہ السلام ماثور است کہ انہا الکفر باللہ یعنی بتحقیق کہ رشوت کفر است بخدائے تعالیٰ نعوذ باللہ منہا و مرا ازین فعل ناصواب چنان احتراز و اجتناب است کہ روزے یکے از متخاصمین بعد از فراغ حکم و قطع نزاع از راہ ہوا داری خواست کہ برای من مروحہ جنبانی نماید راضی نشدم و آن ہوائی سرد را چون ہوائے نفسانی بتر از سموم دانستم و معلوم است کہ خود ملوث نشدن و برائے دیگرے این جائز داشتن سراسر حماقت و گناہ بے لذت است خسر الدنیا والاخرۃ ذلک ھوالخسران المبین۔

قانون دوم۔ گاہی رعایت دوستی و قرابت نسبت بمدعی یا مدعا علیہ ملحوظ نبودہ باشد کہ موجب اتلاف حق میشود بلکہ باین محبت و قرابت درین باب فی نفسہ قبیح است ہر چند حق تلف نشود چنانچہ در تہذیب الاحکام کہ از اُصول اربعہ و کتب معتبرہ شیعہ است بنظر رسیدہ کہ از مولی المفاخر جناب امام محمد باقر علیہ السلام مرویست کہ فرمود درمیان بنی اسرائیل مردی قاضی بود کہ حکم درمیان شان بر نہج حق و صواب می مود چون اجلش در رسید بزن خود وصیت کرد کہ مرا بعد از مرگ غسل و کفن دادہ در جنازہ بگذار و چادرے بر روے من بکش کہ ہیچ امر مکروہ نخواہی دید چون وفات یافت ہم چنان بعمل آورد بعد از زمانے روے او را وا کرد تا بہ بیند دید کہ کرمکی منخرش را میگزد و قطع میکند ضعیفہ ترسید ہنگام شب شوہر را در عالم خواب دید کہ میگوید آیا ازین واقعہ کہ مشاہدہ کردی خائف شدی گفت بلی ہر آئینہ ترسیدم جواب داد کہ باعث این عذاب آن است کہ یکبار برادر تو بان شخص دیگر در بعض مقدمات بمن رجوع کردہ بود و بعد از انکہ ہر دو روبروے من نشستند گفتم خداوندا حق را بگردان برائے آن کس و آن دو ہین را مجحوج سازد چون ہر دو منازعہ و قضیہ خود را بیش کردند دیدم کہ برادر تو ذی حق و دعوی او بالبداہت مقبول بود پس حق بحق دار رسانیدم الحال بمحض ہوائے نفس کہ داشتم ہر چند موافق حق بود این عقوبت بمن رسید۔

قانون سیوم۔ ہرگاہ دو امر پیش شوند کہ یکے موجب رضائے خالق و دیگرے باعث رضائے مخلوق باشد امر اول را اختیار نمایند کہ خوشنودی حق در کار باشد رضائے مردمان دشوار باشد

قانون چہارم۔ ہرگاہ حقیر بطور استشارہ باشما استفسار امرے نمایم محض نصیحت خیر خواہی را بکار برید و اغراض نفسانیہ را دخل ندہید۔ قانون پنجم ہرگاہ رائے شما در مصالح دنیویہ خلاف رائے من باشد اطلاع نمائید و زیادہ از سہ بار الحاج و اصرار نکنید۔ قانون ششم فہرست مقدمات مرجوعہ نوشتہ نگاہدارید و ہر روزہ بنظر من در آرید۔ قانون ہفتم در فصل مقدمات ترتیب را

ملحوظ باید داشت یعنی مقدمه که بیشتر آمده یا سرکار را تعجیل در آن منظور باشد آنرا مقدم تا مقدمه که
بعد آمده یا تعجیل و اهتمامی در آن نبوده باشد آنرا موخر از پیش باید کرد و هم چنین **قانون هشتم**
کسی را ترغیب بر رجوع این محکمه منمائید و در این باب سعی نکنید و هرگز در بند کثرت مقدمات و
رونق بازار نباشید که درد سر کمتر به و هر قدر مقدمات زیاده باشد خطر دنیا و آخرت زیاده میشود
قانون نهم - هیچ کار از امور متعلقه محکمه بی اجازت حقیر نکرده باشید که موجب نارضامندی
ضعف العباد و باعث انواع فساد خواهد بود و این قانون کلی است که اکثر قوانین دیگر مندرج
درین کلیه است **قانون دهم** گاهی طلب متخاصمین بخانه خود منمائید و هیچ کار از کارهای این محکمه
در جائی دیگر بعمل نیارید الا با جازت اضعف الناس. **قانون یازدهم** - هیچ کاغذ از کواغذ متعلقه
قضایا بغیر دستخط من پیش خود نگاه نداشته باشید بلکه هر فرد بنظر من درآورده بعد از حکم من عمل نموده
باشید. **قانون دوازدهم** متخاصمین بگویند که عرض حال خودها را بلا واسطه بمن نمایند و گاهی
بخانه شما نروند حتی الامکان توکیل نیز نکنند مرحوم مشرف علیخان میگفت که الوکلاء شیاطین الانس
قانون سیزدهم وقتیکه در محکمه حاضر شوند اولا در باب گرفتن اظهار و شروع کار و بار از من سوال
و استفسار نمائید بعده وفق دستخط من بوقوع آرید **قانون چهاردهم** مرکب و کاغذ کچهری را
در غیر کار محکمه صرف ننمائید **قانون پانزدهم** طلب اعلام متخاصمین بے مهر و استیذان من
نکرده باشید. **قانون شانزدهم** گاهی مدعی را تعلیم و تلقین ننمائید و همچنین مدعا علیه را بحال
خودش واگذارید تا هرچه بخواهد بگوید تتمیم کلامش و نقض مرامش نکنید. **قانون هفدهم** هرگاه
مدعی علیه خواسته باشد که اقرار دعوی مدعی نماید هرگز او را با یما و اشاره منع نکنید **قانون هیجدهم**
هرگاه مدعا علیه قصد انکار داشته باشد ترغیبش بطرف اقرار ننمائید **قانون نوزدهم** یکی
را از متخاصمین در تعظیم و توقیر و کلمه و کلام بر دیگرے ترجیح ندهند مگر در صورتیکه یکے مسلمان و

دیگرے کا فرباشد کہ مسلم را ترجیح است قانون بستم ہر گاہ کسی را بوقت گواہی دادن متردد و متزلزل ببیند ترغیب شہادت نکنید قانون بست ویکم ہر گاہ بوقت حضور شہود غیر مقبولہ سوالے از انہا بخاطر شما بگذرد بپرسید بل ہر قدر را کہ از مستخصات و علامات قضیہ خود آگاہ باشید استفسار نمائید و مداہنہ و مساہلہ نکنید قانون بست و دوم اظہار متخاصمین باملاے من نوشتہ باشید مگر درصورتیکہ اجازت انشا دادہ باشم و بہر حال املا و انشا مطابق اظہار مظہر بعمل آید و ہرگز یک حرف از طرف خود کم و بیش نکنید کہ امین خائن نمی باشد۔ قانون بست و سیوم ہر گاہ از قرائن و سیاق تحریر اظہارات بر شما لائح شود کہ حق بطرف کیست قبل از نوشتن سجل افشاے آن ننمائید و کسے را از متخاصمین و غیرہما مطلع نکنید قانون بست چہارم لفافہ کہ بپیشگاہ سلطانی میرود مختوم و مصمغ روبروے من نمودہ ارسال داشتہ باشید و از مضامین مندرجہ اش کسے را اطلاع نکنید الا چون ضرورت شرعیہ داعی شود قانون بست و پنجم ہر گاہ حکمے از احکام من معاذ اللہ خلاف حکم خدا و رسول باشد و شما مطلع شوید ہرگز ہرگز اتباع من در آن امر ننمائید والبتہ مرا از ان امر مانع آئید۔

مفتی صاحب کو ہمیشہ کارکنان محکمہ کی بے عنوانی کا دغدغہ دل مین رہتا تھا اور اس منصب سے کارہ رہتے تھے چنانچہ نظم فرمایا ہے ؎

یا ایہا المفتی بما لم تعلم — لا تقض بین الناس اسکت اسلم

اوقعت نفسک فی عظیم بلیۃ — سخط الالہ وسخط اھل تخاصم

واذا ابتلیت بہ فکن متیقظا — ان القضاۃ علی شفیر جھنم

ومن العسیر رضا الذین تخاصموا — فرضا الالہ علی رضاھما اقدم

یا ایہا الانسان انک کادح — کدحا الی مولی عظیم فافھم

وعزرتّ عن المآثم مثلما	تجد المریض عن المطاعم یحتمی
الذنب سم قاتل تریاقه	هو ان تتوب الی الکریم الاکرم
لاتنتك من ابناء عصرك بغضهم	ان التباغض کان فی ابنی آدم
کم فی الوری من مترف متنعم	فاخو النفاسة فی عذاب دائم

خود تحریر فرمایا ہی کہ مین ایک دن مجلس درس مین بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اسنے آہستہ کہا کہ مجھے تخلیہ مین کچھ عرض کرنا ہی۔ مین اُٹھا اور اُس کے ساتھ علیحدہ چلا گیا اُسنے کہا کہ فلان عورت کا مقدمہ آپکے دیوانخانہ مین دائر ہی اُسکی خواہش ہی کہ آپ اُسکی طرفداری کرین اور یہ بیس ہزار کا رقعہ حاضر ہے مین یہ بھی نہ جانتا تھا کہ رقعہ ساہوکار کی ضمان کا نام ہی مین نے کہا کہ عزیز من تمنے مجھ سے تخلیہ کی خواہش کی تھی وہ شخص اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور بولا کہ یہان تو کوئی نہین اور مین نے رونا شروع کیا اور کہا کہ چار فرشتے اور ایک عالم الغیب موجود ہی۔ بندہ خدا اگر تم مجھے گالی دیتے تو مجھے اتنا ناگوار نہوتا مین تعجب کر رہا تھا کہ اللہ اللہ دین و شریعت کا اضمحلال اس حد تک پہونچ گیا کہ رشوت کی باتین زبانون پر آتی ہین۔ مفتی صاحب قبلہ کو یہ بھی ناگوار ہوتا تھا کہ اُنکی بارگاہ مین رشوت کا نام بھی آجائے چنانچہ فرمایا ہے ؎

زین بیش بود وصف تو سید فزون حد	علم و کمال و زہد و ورع دانش و خرد
اکنون کہ بر وسادۂ فتوی نشستۂ	مدح عظیم چیست کہ رشوت نمیخورد
زین لوث گرچہ دامن من پاک کرد خلق	این ننگ بس مرا کہ کسے نام آن برد

مفتی صاحب قبلہ ہمیشہ شریعت کی پابندی کے ساتھ اجراے احکام فرماتے تھے اور جب کوئی امر خلاف انصاف نظر آتا تھا فوراً اطلاع کر دیتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک سیدہ فیض آباد سے اسیر ہوکر محکمہ قضا مین وارد ہوئین اور رُسمین کوتوال نے بے عنوانی کی تھی فوراً ذیل کا خط

تحریر فرمایا۔

بیزال شکستہ بال سرگشتہ بادیۂ حیرانی مسماۃ مغلانی مع دختر غمدیدہ آفت رسیدہ مبتلائے رنج و الم مسماۃ بانو بیگم از فیض آباد بارشاد فیض بنیاد بمحکمہ اضعف العباد ہمراہ سپاہیان متعینہ زندان حاضر آمدہ بنالہ و زاری اظہار کیفیت گرفتاری نمود ؎

چو آن ضعیفہ بر احقر العباد آمد
زنان پردہ نشین از وطن جدا شدہ اند
نظر باین وطن آوارگان بجاست بجا

مرا اسیریٔ اہل حرم بیاد آمد
بقید محنت و اندوہ مبتلا شدہ اند
کہ چارہ سازی بیچارگان بجاست بجا

خلاصہ اظہار آن ستم رسیدگان نوگرفتار آنکہ چون حیدر علی شوہر بانو بسفر رفت حسین علی وزوجہ اش از راہ فتنہ و فساد و کینہ و عناد بآن عاجزہ روز و شب ستیزہ و جنگ و عرصہ برا و تنگ کردند تا اینکہ آن سوگوار در پردۂ شب تار چادرے بر سر کشیدہ از کنج خانہ ہمراہ امداد زمانہ بمکان مادرش رسیدہ صبحش منعم بیگ کوتوال باغوائے بعض جہال بے تامل و درنگ چند نفر سرہنگ بخانہ واحد علی فرستاد و آن خدا ناترسان واحد علی وزوجہ اش را گرفتار و خواہر دیگر بانو را کہ ناکتخدا است بدست کشیدہ سوار نمودہ بکوتوالی رسانیدند واحد علی از سنوح این حال غرق عرق غیرت و انفعال گشتہ تاب دیدن ہتک حرمت و بے پردگی پردگیان عصمت نیاوردہ زہر خوردہ جان بجان آفرین سپردہ و عسس زاین تعدی بس نکردہ بانو را نیز پیادہ پا و برہنہ سر از خانہ مادر طلب ساختہ ہمراہ والدہ اش در قید انداختہ چون شوہر بانو مانند بخت برگشتہ آن سرگشتہ از سفر برگشتہ مغویان فتنہ انگیز سخنان دروغ آمیز بگوشش رسانیدہ دلش از زن و مادر زن رنجانیدہ بران طرافت آوردند کہ زن را از کوتوال ببرد و د ماغش بیرد باری کوتوال بخوف افشائے حال آن فلک زدگان

باین سرزمین فرستاد و بدست حیدر علی ندا و تا اینجا خلاصہ معروضہ آن ہر دو مستورہ مسطور بود الحال داعی عرض رسا است کہ چون تدارک مافات و مدافعہ آفات و قلع مادہ فسادات و رعایت ذریت سادات لازم و استغاثہ و دعوی ایشان بر حیدر علی و منعم بیگ و حسین علی تعلق دارد و طلب و احضار شان درین محکمہ مناسب و در صورت صدق اظہار گوشمالی علّتہ اشرار واجب بود عرض نمود۔

حضرت واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی علمی قدر دانی اور وہ خاص شاہانہ توجہ جو مفتی صاحب کے حال پر مبذول رہی تفصیل طلب ہے جس کا ذکر آئندہ باب مین ہوگا ۱۲۷۲ھ مین واجد علی شاہ تخت سلطنت سے معزول ہوئے اور لکھنؤ سے کلکتہ روانہ کیئے گئے ۱۲۷۳ھ مین جناب سید العلماء طاب ثراہ نے رحلت کی مفتی صاحب نہایت غمگین و ملول رہے۔

سفر زید پور

۱۲۷۴ھ مین واقعہ غدر پیش آیا مفتی صاحب قصبۂ زید پور تشریف لے گئے اور دو تین مہینے وہان قیام کیا۔ مومنین زید پور کے لیئے اُن کا ورود مسعود نعمت غیر مترقبہ ہوگیا ماہ صیام مین جناب کے مواعظ بلیغہ اور صحبت ہائے نافعۂ مفیدہ جو مقام زید پور سے مختص اور نہایت لطیف ہین کتاب رق منشور فی حالات زید پور مین مدوّن ہین۔ اسی سفر کے متعلق ۱۵ شوال ۱۲۷۴ھ کو نظم فرمایا ہے۔

چو در لکھنؤ شد فساد و فتور — اقامت گزیدیم در زید پور
در انجا است پانصد نفر پور زید — نہ مانند پور زید پر مکر و شید
کہ اہل نیاز اند و مہمان نواز — ہمہ پاک دین و ہمہ پاکباز
ولیکن من از گردش آسمان — دران سرزمین ہم ندیدم امان
ملالے کشیدم چو از زد و ا — شدم صبح مائل بجذب ہوا

بگفتم کہ گامے بصحرا زنم ۔ سر از خاک چون سبزہ انجا زنم

ولکن خرد این لعب را نخواست ۔ کہ جذب ہوا اتباع ہوا است

یکے از عزیزان کہ ہمراہ بود ۔ بخاک غنی نقی رہ نمود

جناب مولوی سید غنی نقی صاحب مرحوم زیدپور کے متوطن تھے اور مفتی صاحب قبلہ کے احباب خلص سے تھے اور علم و کمال مین مشہور آفاق تھے مفتی صاحب قبلہ کو اُنکی وفات کا بہت صدمہ و ملال ہوا تھا قیام زیدپور کے زمانہ مین اتفاقاً مولانا ممدوح کی قبر کی طرف سے ایک روز گذر ہوا اور یہ اشعار نظم فرمائے ؎

بر قد رسیدیم باہم گر ۔ فشاندیم گل از دعاے سحر

دلم سوخت بر قبر آن قدردان ۔ ز دل سورۂ قدر خواندم بران

بیاد آمد از صحبت پاک او ۔ نشستیم تا دیر بر خاک او

کہ او خیز چون آمدے پیش من ۔ شدی شمع شان رونق انجمن

بسے از شام تا نیم شب ۔ ز حرف و حکایت نمی بست لب

بتشویق من شوق اشعار کرد ۔ باصلاح من در سخن کار کرد

درین وادی آمد ز آورد من ۔ تصانیف او ہم قلم خورد من

سفر کرد چون در شباب از جہان ۔ ز جد و پسر واشت چندی نشان

کنون زو بجز استخوانے نماند ۔ ز اصل و ز فرعش نشانے نماند

ہمین ست احوال جہان خراب ۔ فَیَا لَلّٰہ داہی و یا لَلمصاب

(لام تعجب) (لام جار و مستغاث)

میر الہام حسین صاحب زیدپوری نے اسی ماہ صیام کے اواخر مین چند اشعار جناب مفتی صاحب کیخدمت مین پیش کیے۔ چنانچہ خود تحریر فرماتے ہین۔

اُین اشعار آبدار را امیر الہام حسین صانہ اللہ عن کل شین وحباہ ما تقر بہ العین بیست وہفتم شوال ۱۳۴۲ھ در ایام ورود حقیر زیدپور صینت عن الشرور وحفت بالسرور در ضیافت روحانی پیش این سرگشتہ بادیہ حیرانی فرستاد وانا اضعف الناس عباس“

فکر وحشت کہ درین خاطر شیدا ماندہ است		رم گم کردہ غزالی است بصحرا ماندہ است
نفس سرد کہ در سینہ من وا ماندہ است	مطلع ثانی	راہ گم کردہ غریبی است بصحرا ماندہ است
جوش طوفان سرشک است زبس تا دامن		چشم ما ہمچو حبابے کہ بدریا ماندہ است
داغ عشق است کہ در سینہ من سوزان است		یا چراغیست کہ در دامن صحرا ماندہ است

ولہ

بگلشنے کہ درو تربت شہیدان بود		قضا بجائے نسیم سحر گل افشان بود
ز تیغ غمزۂ جلاد چشم خونریزش		بقتل بیگنہان صبح عید قربان بود
بدشت غربت و شبہائے تار تنہائی		چراغ تربت ما دیدہ غزالان بود
دل را ببند طرۂ جانان گذاشتیم	ولہ	غربت کشی بشام غریبان
جان رفت در ہوائے تو مانند بوئے گل		تن را چو پیرہن بگلستان
رفتیم از کشاکش دہر آستین فشان		دامان غم بخار مغیلان گذاشتیم
سوخت خرمنہائے دل برق ادائے کیست این	ولہ	آتشے زد در جہان رنگ قبائے کیست این
ہمچو بسمل عالمی امروز در خون می طپد		بیگناہان عید قربان جفائے کیست این
کجا بودی کہ کشتے از تغافل بیگناہان را	ولہ	نشاندی تا کمر در خون دل فریاد خواہان را
برنگ توتیا از ہر طرف خاک سیہ خیزد		چو ترک غمزہ اش غارت کند ملک صفاہان را

نمونۂ کمال | سید جلال الدین غالب زیدپور کے سادات سے تھے اور شعرگوئی مین مہارت تامہ

رکھتے تھے اور نہایت متقی و پرہیزگار تھے اُنھون نے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی تاریخ مین ایک مثنوی نظم کی تھی اتفاقاً ایک بکری کے منھ مین وہ کاغذ ہو نچگیا اُسکے آخری مصرع ضائع ہوگئی کوئی مصرع بقدر ثلث اور کوئی زیادہ یا کم ضائع ہوگیا ایک شخص نے اُس قصبہ کے روسا مین سے خواہش کی کہ آپ اسکی تکمیل فرمادین۔ ناظرین انصاف کرین کہ یہ کوئی معمولی فرمائش نہ تھی۔ مگر مفتی صاحب کی خداداد طباعی تھی کہ نصف ساعت مین اُس کو مکمل کر دیا چنانچہ باب الاصلاح مین اسکی تفصیل واضح ہوگی۔

تفاول مفتی صاحب خود تحریر کرتے ہین کہ جب لکھنؤ مین غدر ہوا اور سلطنت برطانیہ کا دور دورہ ہوگیا تو مجھے بہت فکر ہوئی مین نے قرآن مجید کھولا اُس وقت یہ آیۂ کریمہ برآمد ہوا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا پوری آیت یہ ہے وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اسوقت شیخ ناصر عرب موجود تھے کلمۂ للمتقین اماما دیکھکر خوش ہوے اور میری مدح وثنا کرنے لگے اسکے بعد زید پور کا سفر درپیش ہوا اور وہان کے حضرات نے جمعہ وجماعت کی فرمائش کی گویا للمتقین اماما کی تصدیق ہوگئی کتاب رق منشور مین ایک جگہ تحریر کرتے ہین۔

ولما هاجرت من بلدة لكهنو الى زيدپور عند استيلاء اهل الكفر والفجور سمعت انهم غصبوا ما كان بها من الدور شغفت على داري المالوفة وكان الطريق الى البلدة مخوفة فاستفتحت كتاب الله فخرج قوله سيوكلون وصدقه والذين هاجروا في الله	جب لکھنؤ پر اہل کفر وفجور کا تسلط ہوا اور مین نے لکھنؤ چھوڑکر قصبۂ زید پور کی طرف ہجرت کی تو مین نے سُنا کہ اُن لوگون نے تمام گھرون پر قبضہ کرلیا اُس وقت مجھے اپنے مکان کی طرف سے ہراس ہوا اور شہر تک جانے کا راستہ بھی خطرناک تھا لہذا مین نے قرآن مجید سے تفاول کیا

بعد ما ظلموا لنبوئنہم فی الدنیا حسنة ولاجر الاخرة اکبر لو کانوا یعلمون الذین صبروا وعلی ربہم یتوکلون	اُس وقت کلمہ یتوکلون پر آمد ہوا جسکی ابتدا یہ ہے والذین ہاجروا
وکان ذلک فی یوم الاثنین لاربع لبقین من شوال سنہ ۱۲۷۴ھ ثم رجعت الی لکھنو من زید فور ا مع خوف الناس من اہل الشرور + مستخیرا من اللہ سبحانہ + متوکلا علیہ فی الحفظ والصیانہ فوجدت بعض الناس فی اثناء الطریق عریانا + یشکو من الفجرا لظلمة ظلما وعدوانا ولکنی سرت فی امان اللہ وما مسنی السوء بفضلہ جل علاہ + ووجدت الدار محفوظہ مصونہ + وایامی فی الذہاب والایاب بالبرکات مشحونہ + وفی ذلک اقول +	اور یہ واقعہ روز دوشنبہ ۲۶ شوال ۱۲۷۴ھ کا ہے۔ اسکے بعد مین نے زید پور سے لکھنؤ کی طرف مراجعت کی اور اہل شرور کے خوف سے ہراسان تھا اور خدا سے مین نے استخارہ کر لیا تھا اور حفظ وحراست مین اُسی کی ذات پر مجھے توکل تھا۔ اثناء راہ مین مین نے بعض لوگونکو برہنہ دیکھا جو ظالمین کی ظلم وجور سے فریاد کر رہے تھے لیکن مین بامن وامان چلا آیا اور خدا کے فضل وکرم سے مجھے کوئی ضرر نہین پہونچا اور مین نے اپنے گھر کو محفوظ ومصون پایا اور آنے جانے مین اپنے ایام کو برکات سے معمور پایا اسکے متعلق مین نے یہ شعر نظم کئے
لقد غصبت دور وما کنت داریا فالفیتہا محفوظة بحراسہ	بخیر وشر حل بعد سے داریا وفضل من الرحمن لازال باقیا

وکان ذلک فی اواخر ذی القعدة سنہ ۱۲۷۴ من ہجرة النبی الذی لا نبی بعدہ +

ایک معتمد شخص ناقل ہین کہ جب مفتی صاحب زمانہ غدر مین لکھنؤ سے گئے تو اپنے مکان کے دروازہ پر ایک دعا چسپان کر دی تھی برابر گورے اور فوجی لوگ اُس طرف سے گذرتے تھے کوئی مکان اُسوقت تک دستبرد سے محفوظ نہ تھا۔ مگر مفتی صاحب کا مکان اسطرح حفاظت سے رہا

سفر کلکتہ | ۱۲۷۵ھ مین کلکتہ سے طلبی ہوئی نواب علی نقی خان صاحب نے تحریک کی اور بعد گفت و شنید طے ہوگیا۔ ۲۹۔ شوال ۱۲۷۵ھ کو اس سفر کی ابتدا ہوئی اور ۱۲۷۶ھ مین مراجعت کی کلکتہ کی آب و ہوا موافق نہوئی خارش اور رداد سے سخت تکلیف اُٹھائی آخر دو سال کی بادشاہ سے رخصت لیکر چلے آئے پھر جانے کی نوبت نہ آئی۔ اس سفر کے حالات خود جناب مفتی صاحب نے تاریخوار تحریر کیے ہین جو فوائد جلیلہ پر مشتمل ہین اسلیئے بجنسہ بعبارت فارسی درج کیے جاتے ہین۔

سوانح سفر کلکتہ[۱] | پنجشنبہ ۲۹۔ شوال ۱۲۷۵ھ آخر روز روانگی بطرف کلکتہ از لکھنؤ و نماز شام در مسجد نو تعمیر قریب مکان مہدی شاہ در دیت ہلال درہما نجا۔

جمعہ غرّہ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ ساعت ہشت بکانپور ورود درخانہ میر باقر صاحب تاجر حسب خطیکہ ایشان یکروز قبل بمتولی آن مکان نوشتند و مبالغیکہ ہمراہ اند درخانہ میر صاحب موافق شمار میرن جان صاحب ہمگی ششصد و پنجاہ و ہفت روپیہ اند۔ و از شب جمعہ مذکورہ اخوی سیّد ہادی تپ کرد۔

شنبہ ۲۔ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ نزول در خانہ حبیب اللبیب معین الدولہ نواب سید باقر علیخان بہادر شب یکشنبہ ملاقات ایشان۔

سہ شنبہ ۵۔ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ ایضاً در خانہ ایشان ملاقات با قا علی اکبر شیرازی کہ در سن بست و چہار سالگی ہندی را خوب یاد گرفتہ غزلیات پاکیزہ در روزمرۂ ہندیان گفتہ از جملہ اشعارش این است ؎

وہ ہمکو زخمی تیغ نگاہ کرتے ہین
دہان زخم سے ہم واہ واہ کرتے ہین

[۱] سوانح کلکتہ یہ کتاب روزنامچہ کے طریقہ پر مفتی صاحب نے کلکتہ مین اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائی تھی اوسمین بعض غیر ضروری واقعات جن سے اس کتاب پر کوئی خاص روشنی نہین پڑتی خارج کرکے بجنسہ اوسکی نقل یہان درج کیجاتی ہے۔ مؤلف

بروز حشر سمجھ لین گے اب جو چاہ سو کر — ترے ستم کا خدا کو گواہ کرتے ہین
زکوۃ جسم مین ایک بوسہ دیجیے خیرات — گدا پہ لطف و کرم بادشاہ کرتے ہین
قفس مین بند تو ہین قتل اب نہ کر صیاد — گناہ کیا ترا ہم بے گناہ کرتے ہین

ایضا

دن نکلتے ہی ملا داغ جدائی مجکو — اے شب وصل یہ کیا صبح دکھائی مجکو
سن لے اے مرغ سحر صبح گلا کاٹونگا — وصل کی رات جو آواز سنائی مجکو

ایضاً

بلبل پہ نیا ظلم یہ صیاد کرے گا — سنتے ہین کہ پر کاٹ کے آزاد کریگا

شب چہارشنبہ باز ملاقات حبیب و در اثنای مذاکرہ در ذکر قرآن گفتند کہ ہر کس
کلام کسے را اگر می بیند و می شنود از طور و طرز او واقف می شود بخلاف قرآن کہ با
وجودیکہ بہ مرات تلاوت می کنیم و می خواہیم کہ بآن اسلوب سطرے چند بنویسیم
نمی توانیم وھذا دلیل علی انہ لیس من جنس کلام البشر
لطیفہ دو کس را در این سفر دیدم کہ صحبت شان از عجائب سفر توان شمرد یکے
مرزا علی اکبر شیرازی کہ در دو سال زبان ہندی را چنان یاد گرفت کہ غزل
ہندیش بر غزل فارسیش می چربید قدہ کرہ دوم حاجی محمد مدنی کہ در ہفت سال
با ہندی آشنا نشد بلکہ عربی و فارسی را ہم از دست داد و از محاورات او ست
مشکل ہر وقت کہ می خواہد ہندی صرف زند می گوید۔ روزی چیزی میخورد پرسیدند
فارغ شدی گفت خلاص ہوا۔ گفتند بگو کہا چکا۔ این کلمہ را یاد گرفت
و گمان برد کہ ہر دو کلمہ مترادف اند پس اگر از خلا بر می آمد می گفت کہا چکا۔

مصلحت استخاره چهارشنبه ۶- ذیقعده نظر به کرائے پیش تخته و بالش ها بسبب گذاشتن
مبالغ مذکوره استخاره کردیم که زر را بحال گذاریم منع آمد و مصلحتش ظاهر بود که درصورت بقا
خوف وزدے درراه بوده است باز استخاره کردیم که زرسرخ بسازیم خوب نیامد استخاره کردیم
که هنڈوی بکنیم خوب آمد گفتیم هرچند بابت هنڈاون نقصان عائد خواهد شد لیکن در بقا خطر تلف
بالکلیه است پس نقصان هنڈاون بران رجحان دارد چهار صد روپیه دوکان صراف
فرستادیم که بست روپیه بحساب فی صد پنج روپیه بابت هنڈاون بگیرد و روپیه را برات
بدهد صراف یکروپیه هم نگرفت بلکه شش روپیه از پیش خود داد معلوم است که هنوز زر را
خیلے دوست میدارند و این انتفاع محض به سبب استخاره بما رسید و سببش آن بود که
بیشتر چنان است که اینجا زید مثلاً زر از بکر میگیرد و او را بر عمر که گماشته زید است و در جائے
دیگر ساکن می باشد حواله میکند و گاهی چنان اتفاق می افتد که زید مقروض است و
زر ندارد که ادا کند پس زر یکه کسے بقصد هنڈوی آورد آنرا غنیمت می شمارد و اکثر بلا
هنڈاون میگردد احیاناً چیزے از پیش خود می دهد مثلاً دو روپیه یا یک و نیم روپیه فی صد
و مدتے مقرر می کند که دران زمان تدبیر کرده قرض عمر را ادا می نماید خلاصه پنج روپیه
که صرف شده مع شئے زائد عائد گردید وما انفقتم من شیء فهو یخلفه

شب شنبه ۱۲- ذیقعده- دران شب و فردایش مهمان احمد حسین خان صاحب ابن
مظفر حسین خان صاحب بودم و کاظم حسین خان بن تاج الدین حسین خان بسبب نسبت
تلمذ که با بوی اعلی الله مقامه داشتند شب سه شنبه بخدمت پرداختند لکن آخر شب
بمرادآباد رفتند و روز سه شنبه مردم بسیار از اله آباد و دریاباد بشوق ملاقات آمدند و بوعظ
و جماعت و چند روز اقامت ترغیب میکردند گفتیم کرایه پیشگی داده شده و امروز گهی می آید

گفتند از پیش خود کرایه را واپس می‌کنیم قبول نکردم و عصرے سوار شدم۔

شب چہارشنبه در راه باران آمد و اگرچه به سبب بے سامانی شب بد گذشت اما روزانه خنکی بہم رسید که تمام روز کیفیت صبح بود آخر روز چہارشنبه سیزدهم[۱۳] ذیقعده در بنارس بڑا ڈاکخانه مقام کردیم و منشی ہنود و عبدالرحمان خان رساله دار باوجود سنیت نوازشہا کرد شب در ڈاکخانه بسر کردیم و صبح که روز پنجشنبه چہاردهم[۱۴] ذیقعده بود روانه شہسرام شدیم سر شام وارد آن مقام گشته سرائے و ڈاکخانه دو دریافته در چوکی ڈاکخانه فرود آمدیم و در اینجا نیز از نسیم لطف الٰہی نسیم شاه نامے که جمع دار است به نسائم۔ اخلاق دماغ معطر ساخت شکایت گبهی نمودیم که سنگین و مرمت طلب است گفت آن طرف دریا درست خواہد شد دوران وادی عقرب بکثرت بود آیة الکرسی خواندم محفوظ ماندم صبح که روز جمعه بود راہی شہر کهاتی شدیم گبهی قریب دریائے سُہَن بهدّر رسیده شکست چند ساعت معطل ماندیم آخر بصاحب که کار محصول گرفتن دریا باو متعلق است رجوع کردیم او خود لب دریا آمده بتاکید بمزدوران گفت گبهی را بالکل بردارید و بر کشتی گذارید ہمین که گذاشتند ہوا ہائے تند و تیز وزیدن گرفت و موجہائے عظیم از چہار طرف برخاستند و انتہائے عرض و پہناوری معلوم نمی شد که کجاست شروع کردیم بدعا خواندن و کلمات الٰہی بر زبان راندن و این چند سطور در ہمین حال نوشتیم خداوند عالم سفینه ما را بسفینه آل محمد نجات بخشد شکر است خدا را که دعا را مستجاب کرد نصف نہار برکنار رسیدیم و از دریا گذشتیم ولیکن گبهی شکسته و بال گردن بود ملاحان کشیدند و برکنار دریا آن طرف گذاشتند و ما بر سرش در آفتاب نشسته ماندیم تا آنکه نجار و دیگر مردم سرکار جوتی پرشاد علیه ما علیه آمدند و بزور خود ہا بشش تا گاو آنرا کشیدند یا نه

آب سُہن بہدّ پیش آمد و برحمت تمام ازان ہم گذشتیم و آخر روز جمعہ ۱۵ ماہ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ
بہ چوکی خانہ باروں رسیدیم و منتظر رحمت الٰہی نشستہ ایم منشی انجارام دیال بہ سبب
انفعال خیلے التفات و خدمات بجا آورد و شب ہمان جا بسر کردیم۔
صبح شنبہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ بعد از تلاوت قرآن در کتابت ذخیرۃ المال بان مقام
رسیدم کہ در فضائل صحابہ و خلفائے ثلثہ از ائمہ طاہرین نقل بلکہ افترامی کند و بہ شراب
غفلت عربدہ جوئے و ہرزہ گوئی بعمل مے آورد این دو شعر عربی بخاطر رسید ؎

ان النفوس لفی غرور	تبغی من الخمر السرور
و بہا یلوح اذا احتسوا	ما فی النفوس من الشرور

خلاصہ قریب نصف نہار۔ بر بگھی سوار شدیم و از باروں بیروں رفتیم و سر شب بساعت
ہشت بہ شہر کہانی رسیدیم منشی آنجا گوپال لال فروتنی و خدمات بجا آورد باران بارید
و دالان کہ شبیہ قبر گنہگاران بود نصیب شد تا اینکہ بفضل الٰہی بارش موقوف گردید
و زیر آسمان خوابیدیم۔
صبح دوشنبہ ۱۸ ذیقعدہ حرکت کردیم و ہر روز در جبال و مزارع زیر چرخ کبود بالائے
زمین سرخ عبور بود چنانکہ گفتہ ام۔ رُباعی۔

این سختی راہ و منزل کوہستان	از محنت سبطین بمن داد نشان
از سبزہ ہویدا شدہ رنگ حسنے	و از روئے زمین خون حسین است عیان

حکایت روز اول کہ جبل را از دور دیدیم چنان بنظر در آمد کہ گویا سحابی است نیلگون
نیمۂ افق آسمان را فرا گرفتہ تا اینکہ روزے از مرکب فرود آمدہ قریب دامن کوہی رفتم
و صنعت الٰہی را مشاہدہ کردم یکمرتبہ بخاطر خطور کرد کہ مبادا شیرے اینجا بودہ باشد

با طفال گفتم شاید که پلنگ خفته باشد فرزند ارجمند جسارت کرد و بیش رفت چون برگشتم مردم گفتند که این بیشهٔ شیر است خدا محافظت کرد مردم کوہی کندہائے آتش جہنم گوئیا خارج از نسل حضرت آدم در صفت ایشان شعرے گفته ام که در وقائع پنجشنبه ۵ ماه ذی الحجه ۱۲۷۵ھ نوشته خواهد شد شب لکھنؤ را یاد آورده و بوجود خطاب کردم ؎

سیداد و راز وطن گردیدهٔ	مبتلائے صد محن گردیدهٔ
در رہِ غربت قدم بگذاشتے	بر جگرہا داغ غم بگذاشتے
بودهٔ روح در دان لکھنؤ	تا تو رفتی رفت جان لکھنؤ

شب نوزدہم در منزل چاس ۔ با انتشار حواس بسر بردیم و درین باب میگویم ؎

آمدم شام چو در منزل چاس	خواب سرگشتهٔ میدانش بود
صفحهٔ دشت سیه بود سیاه	کرم شب تاب چراغانش بود

صبح شنبه نوزدہم ماه ساعت ہشت باراده رانی گنج سوار شدیم لیکن بسبب باران وابر و باد یکے از بادپیمایان صرصر نہاد یک قدم پیشتر نمی نہاد ناچار در دو کان بقالے که ہفت کروہے رانی گنج خواب گاه گاوان وخران چند بود خود بر کھٹی واطفال بالائے زمین فرش خواب افگندند خداوند کردگار ازمار محفوظ داشت وقتیکه طعام شب کشیده شد کھچڑی نیم خام ونیم پخته در دیگچه بے سرپوش بنظر آوردند از ہمه بجائے کفگیر کشیدند خوردیم و شکر بجا آوردیم این بود حال شب چهارشنبه۔

بیستم ماه صبحش که روز چهارشنبه بود دیاران ہیچیان تلواسه و باران ہمان آتش در کاسه و اسپان یکے رو بیسار و یمین می نہاد و دیگرے چون سایه بر زمین می افتاد بهزار خرابی راه دو سه ساعت در تمام روز طے شد و ساعت سه تخمینا رانی گنج رسیدیم

شب در ریل خانه بسر بردیم۔

شب جمعه ۲۲- وارد موچی کھوله شدیم آقا میرزا صاحب تلطف ها نمود- وعنایت الدوله پسر نواب مدار الدوله باستقبال آمد خواست که من سواره راه روم وخودش پیاده جائز نداشتم باتفاق در بنگله او که پر از تکلف بود رفتیم حلیله جلیله نواب شرط مهمانداری بجا آورده شنیدم که از طرف نواب همه ارکان مع عنایت الدوله مامور بودند که تا دو سه کروه باستقبال این شکسته بال روند و روزے بخیال ورود من طعام ضیافت هم پخته بودند اللهم انك تعز من تشاء وتذل من تشاء خلاصه شب بآسائش لب دریا دران بنگله که مکلف ومزین به پردهاے گلابی وآئینه ها وکرسی ها وچغ عنابی وگویا برج آبی بود بسر کردیم۔

صبح جمعه- بملاقات مسیح الدوله رفتم وروح القرآن بنظر شان در آوردم۔

شب شنبه ۲۳ ماه درهمان بنگله خوابیدیم وچاشت وشام از محل امارت میرسید ومیرسد صبح شنبه اطفال باتفاق درس قطبی ومسالک کتاب الطلاق شروع کردند بعد از قیلوله این دو بیت بخاطر رسید۔

بود خاک در جانان به از تخت سلیمانی	که این فرشی است نفسانی وآن عرشی است ربانی
شعارم با زن دنیا اگر آید بدست من	فامساك بمعروف وتسریح باحسان

شب شنبه ۲۵- درهمان بنگله عنایتی مسیح الدوله رساله مظفر حسین براے تجدید نظر بحقیر داده دیروز غالباً براے دیدن مسیح الدوله استخاره کردم خوب نیامد وبراے ملاقات انجم الدوله خوب آمد رفتم مسیح الدوله راهم آنجا دیدم نشسته است مصلحت استخاره ظاهر شد مصالح دیگر۔ در لکھنؤ براے سفر کلکته بتاریخ ۲۹ شوال ۱۲۷۵ھ استخاره واجب آمده بود ومردم بعضے از اهل سفر مانع بودند که موسم موسم گرما است وهواهاے جبال خیلے گرم وسموم بامزاج حقیر

بسیار بسیار مضر و ناموافق و برخے کہ از جملہ عقلا و علما بودند مے گفتند کہ پردہ ہائے خس ہمراہ
باشد و استخارہ برائے سفر خوب آمد و برائے پردہ کہ پردہ فروشی آوردہ بود خوب نیامد آخر بسبب
اصرار ہمان بزرگ دو تا پردہ خس از بائع دیگر بے استخارہ گرفتہ شد چون تدارک سفر را دیدم مدام
کہ در حرکت بودم ہوا خشک و سرد گردیدہ و قدرے باران بارید و آفتاب بالمرّہ دیدہ نشد
الاکیروز کہ حدتے نداشت پردہ ہائے خس باین سبب بے کار بلکہ بر مرکب بار سربار بود و عبث
محصولش دادہ شد و ایضاً گھی اول چون شکست گھی دیگر کہ بظاہر خیلے نیک و خوب بود
اختیار کردیم و آنرا باوجود عدم مساعدت استخارہ گرفتیم تا اینکہ آن ہم شکست و خیلے
اذیت داد و معطل کرد۔ ایضاً نگہداشتن آدم را بعض اشخاص منع می کردند کہ خرچ
زیادہ ہست و در راہ حاجت چندان نخواہد افتاد کہ بچّہ مچّہ ہا خود کار درست خواہند کرد و در
کلکتہ بے وفائی خواہد نمود اما حسب استخارہ حیدر نامے نوکر گذاشتیم بسیار بکار آمد بچہ ہا
در راہ بسبب خستگی و امور دیگر طاقت و فرصت طبخ نداشتند و چون بکلکتہ رسیدیم کاروبار
بخوبی می کند و اصلا بے وفائی ندارد و ایضاً در بعض منازل گلیم فروشان پیش رو آمدند و گلیمے
حسب استخارہ میخواستیم بخریم قیمت زیادی طلبید ضنت کردیم و نخریدیم من بعد در بعض ایام
سفر بسبب باران نقصانی در ملابس بہم رسید و اگر گلیم می بود محفوظ مے ماندیم و ہمچنین در
نگہداشت برف ہم حاجت بگلیم افتاد۔

پنجشنبہ ۲۷۔ درہمان جا صبح این دو شعر بخاطر رسید۔

معمّا باسم علی

مرد کوری برفتاد از نزد بان	نیست این افتاد از کوران عجب
قیل من ایش اسمہ قال الفتی	عاجزٌ اعمی اوتقی ثم انقلاب

بعضے از متخذ لقین بملاقات من آمد و گفت که از کتب نحو کتابے ہمراه آور ده گفتم خیر گفت
در باب تمیز چه میگوئی که از ثلثه تا عشره خلاف قیاس نوشته اند حالانکه خمسه دراہم موافق
قیاس است چه جمع حکم تانیث دارد گفتم مراد انیست که باعتبار مفرد خلاف قیاس می آید
چون سبع لیال و ثمانیه ایّام لیله مونث است و عدد سبع مذکر و یوم مذکر است و عدد ثمانیه مونث
نه باعتبار جمع که در ہر دو جا یکسان است در ہمه جا حکم تانیث دارد۔ بعده ذکر برف بر آمد
چه درین ایّام یخ را به جهاز بار کرده می آرند و ارزان می فروشند مردم میگیرند و در گلیم بسته
در سبوس بعض حبوب نگاه میدارند و بوقت حاجت بکار می برند متخذ لق گفت که مزاج برف
بارد است بالاتفاق و این حرف درباره برف از شخصیکه عمر در طب صرف کرده خیلے شگرف
بود زیرا که قرشے از متقدمین و شفلئے خان از متاخرین برف را حار می دانند۔
شب شنبه حکیم مرزا مہدی صاحب ابن اخت رفیق الدوله ضیافت سنگین و نعمت ہائے
رنگین که باب سلاطین مے باشد برائے حقیر فرستاد قدرے خوردم و باقی تقسیم کردم طباخ بعض
اغذیه حلویه چنان ساخته بود که در بادی النظر بفہم نمی آمد که چیست مشابہتے با اناناس داشت
که ہمراه برنج و قند بغایت لذیذ پخته بود۔
شنبه ۲۹ تغیرے در مزاج ہمرسید ہوا ناگوار بود در نماز شام مردم کثیر در جماعت شریک
شدند و دعا برائے پادشاه و نواب بعد از حمد و ثنائے رب الارباب کردیم و ہر شب این بارا
گذشته ایم شعرے بخاطر رسید ؎

دعوت لسید العلماء راحا ۔۔۔ و دار العلم قد صارت براحا

سه شنبه ۳۔ ماه ذی الحجه سنه ۱۲۷۵ھ روزے در من نزد یکہما مسیح الدوله کتابے پیشم آورد
و گفت میخواہم اشترا نمایم نامش چیست دیدم کتاب توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل

درفضائل امیر المومنین وعترت طاهرین تصنیف شیخ شهاب الدین احمدست وآن کتابیست کم یاب خواستم که باب دوم آنرا که درآیات فضائل بطریق ابن مردویه بود نقل بگیرم چه در روح القرآن مرویات اورا ازروی کتب اصحاب خود نقل کرده بودم واین اوثق وادخل فی الالزام ست اخوی سید هادی را بنقلش مامور کردم امروز حکیم صاحب دراسترداداش تعجیل کرد ودر باب ترغیب کتابتش گفته شد — شعر

الا یا ایها الکتاب هاذی — احادیث کتابتها عبادة
فلا تالن فی التمییز جهدا — ولا تهنن فی کسب السعادة

اطفال بر سوادش کمر بستند لکن اتمام نقل بسرعت مشکل بود اتفاقاً صاحب کتاب بملاقات من آمد ومن اورا نمی شناختم چون مطلع شد گفت که کتاب مال شماست تا یک ماه پیش خود نگاه دارید فالحمد لله علی ذلک ولکن گفتم که پس فردا انشاء الله تمام خواهد شد۔

پنجشنبه ۵۔ ذی الحجه ۱۲۷۵ھ درهمان بنگله که برکنار دریائی مهیب تماشاگاهی است عجیب در تذکر منازل ومراحل وتفکر بحر وساحل گفته شد۔

[illegible]

یزدان پاک بیچون فرد یگانه تنها — ازحرف کاف وازنون چیدست انجمن ها
گردون پر از کواکب جیحون پر از عجائب — دلها پر از مطالب۔ لب ها پر از سخن ها
جن وپری ومردم۔ در کنه ذات او گم — هر مرغ در ترنّم بر صفحهٔ چمن ها
برکوه چون رسیدم خلقی عجیب دیدم — زنها بشکل مردان۔ مردان بشکل زن ها
دارم سر زیارت۔ یارب بکن حفاظت — در بحر از هلاکت۔ در بر ز راه زن ها

امروز دو جزاز رسالهٔ آیات الفضائل که از نسخه سقیمه نقل شده تصحیح کرده شد۔
جمعه ۶۔ ذی الحجه ۱۲۷۵ھ درهمان بنگله امروز نماز جمعه بعد استخاره ووعظ از کتاب

انوار نعمانیہ بحث ذکر کرامات اہل سنہ خوانده شد و بعد از نماز فرزند ارجمند گفت کہ این اوّل
خطبہ ایست کہ برین زمین ادا شده و بعد ازان برائے خلاص شدن سلطان دو زیر دعا
کرده شده بعد از نماز احسن الدولہ از قید شدید رہائی یافتہ بملاقات حقیر آمد و گفت کہ شب
من و نواب شمارا بخواب دیدیم و از روزیکہ درود شمارا شنیدم تقویت داشتم ایشان منشی غلام حسین
گفتند کہ شاه احمد اللہ می گفت کہ نصاریٰ و ہنود افضیان را نہر خواہم کرد یعنے ذبح
و نون اشاره باول وآیہ ثانی در ابتدا لث است گفتم نحر بجائے حطی است نہ ہنوز و ما
از لفظ نہر تاریخ ولادت جناب صاحب الزمان استخراج می کنیم کہ انشاء اللہ عنقریب
ظہور می فرماید احسن الدولہ گفت کہ این نکتہ گویا از اعجاز است شام در نماز مغربین شریک
جماعت شد مصاحب الدولہ ہم شریک بود احسن الدولہ بعد از نماز نقل کرد کہ شب گذشتہ
شمارا در خواب دیدم و مسئلہ پرسیدم و جواب شنیدم اکنون آن مسئلہ را می پرسم
تا بہ بینم کہ جوابش چہ میفرمائید مثلاً شخصے در جائے است کہ شیطان او را وسوسہ در ایمان
و خلل در دین می اندازد آیا جائز است کہ چنین کس خود را قتل کند گفتم چہ وسوسہ گفت کہ
مثلاً دعا را اثرے نمی بیند پس بخیالش خطور می کند کہ خدا و رسول چہ گفتہ اند گفتم جائز نیست
کہ کسے خود را بکشد و این وسوسہ ہم از شیطان ہست احسن الدولہ بمجرد شنیدن از کرسی
برخاست و بر روئے زمین سجده کرد و گفت کہ ہمین جواب از شما شنیده بودم بعده
صعوبت ہائے قید را چنان بیان کرد کہ دلم سوخت۔

شنبہ ۷ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ آخر روز تغیرے در مزاج حقیر لاحق شد دراز کشیدم در ان
وقت بخاطر خطور کرد کہ امشب بعد از اسما و صفات الٰہی کہ ہر شب در بین صلاتین باین
نہج گفتہ می شود یا من ہو علیٰ کل شیٔ قدیر یا من ہو بعباده خبیر

17423

یا من العسیر علیه یسیر یا فاک کل اسیر یا جابر العظیم الکبیر یا
راحم الشیخ الکبیر یا رازق الطفل الصغیر انقذ السلطان واجد علی شاه
من الحبس واخرج علی نقی خان من الحبس امشب چنین باید گفت که ارحم
السلطان والوزیر واخرجهما من الحبس بفضلک الکبیر بحق نبیک البشیر النذیر بعد از خطور این
خاطر یک بیک چو چا افتاد و غلغله بلند شد که پادشاه رهائی یافته همین جا تشریف می‌آورند
باشدم و پیش مسیح الدوله رفتم دیدم ایشان بلباس درباری پوشیده آماده بر پا ایستاده
اند یکبار شنیده شد که نواب صاحب آمدند و در محل رفتند حکیم صاحب فرمودند
که درد و نواب عرفه است و هرگاه شاه بیاید عید خواهد شد کمرتبه سلطان هم آمدند و داخل
محل شد حقیر بر دم دروازه رفته نواب را دیدم فرزند گفت که فلانی ایستاده است یکه
خوردند و با تضرع و خشوع معانقه کردند و سر شب در نماز جماعت حاضر شدند۔

دوشنبه ۹ ذی الحجه سنه ۱۲۷۵ھ مسیح الدوله بهادر بعد مراجعت از دربار درین بنگله نزد
خاکسار آمدند و گفتند که این بنگله ها کنده خواهند شد و آدم سلطانی همین حکم رسانید
حقیر مضمون این مصراع ادا کردم ـ مارا المی نیست که ما خانه بدوشیم. گفتند لیکن حیف است
ما و شما مفارقت خواهد شد بهر حال عجب است که هر شب بعد از نماز مغرب دعا میکردیم
که سلطان عالم خلد الله ملکه از قلعه نزد ما تشریف آرند حضرت چون اینجا رونق افزا شدند
ما را از نزد خود دور میکنند و همین مضمون را نوشته بآدم خود دادم که بنواب برساند و بیکے
از وسائط رسانید که دم از محبت من میزد آن عزیز آمد و بچرب زبانی کار را از دست داد
و درخواست که بنا کندن موقوف شود و لیکن می گوید رقعه بنواب رساندم بعد ازین
بفحوای کلام نواب معلوم شد که تبعیت حکم شاهی را لازم می دانند بهر حال نزد متعال

مقلب القلوب است وبقاے بنگلہ درینجا خوب و مطلوب۔

سہ شنبہ ۱۰ اروز عید سعید ضحیٰ نماز عید و خطبتین درہمین بنگلہ با جماعت کہ نواب و ارکان دولت دران بودند خواندہ شد۔ واز نواب صاحب شنیدم کہ بادشاہ پیش ازین صبح متمنی حضور در جماعت بودہ است ولیکن نواب صاحب گفت کہ شاہ را برائے خودش باید واگذاشت۔

پنجشنبہ ۱۲۔ دوازدہم ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ نواب صاحب و مصلح السلطان و مسیح الدولہ آمدند و نواب نگذاشت کہ از پلنگ فرود آیم پائین نشست و ہمچنین دیگران مصلح السلطان گفت کہ این بنگلہ محفوظ می ماند کہ گویا مسجد است وقال اللہ وقال الرسول درانجا می شود و بپادشاہ ہمین مضمون را عرض کردہ ام و پسند طبع اقدس افتاد۔ انتہی محصلہا افاد۔ خانہ آتش آباد۔ سید محمد صاحب مرشد آبادی کہ در سرکار جناب عالی مشاہرہ پیش قرار داشت از بیشتر وارد کلکتہ وامروز برائے دیدان من آمد و معانقہ کرد و با نواب ہم ملاقاتش دادم۔ حکیم صاحب درین صحبت از پادشاہ حکایت کرد کہ فرمودند درین ملک صرف حرف با بسیار است یعنی بنگالہ، برقِ باد، بادل، بجرہ، باوہ، بانس، برق، بخار، بحر، باران، برنج، بلی، وازاین مقولہ خلاصہ یک حرف بس است کہ این بلد سراسر بلا است۔ روزے حکیم مرزا مہدی صاحب کہ امروز ہم آمدہ بود نقل میکرد کہ شخصے وارد اینجا بود چون بوطن خود برگشت پرسیدند در کلکتہ باران چند ماہ می بارد۔ گفت چہاردہ ماہ گفتند ماہا ہمہ دوازدہ بیش نیست چہاردہ چہ طور گفتی گفت من چہاردہ ماہ درانجا ماندم و این ہمہ مدت در بارش گذرانیدم دانستم کہ چہاردہ ماہ درینجا باران می بارد۔ روزے رضا حسین خانصاحب حکایت کرد کہ مردے بنگالی را دیدم مرثیہ می خواند و سہ حرف یاد گرفتم ہمارا امام شاب چڑہ بگو شتو یعنی امام

علیه السّلام برنج بوداده در آب خیسانیده خورده بود معلوم نیست که از کجا این حدیث را برآورد امروز شانزده[۱۶] قطعه غرائض مردم که منجمله آن دو قطعه بابت میر عباس شاه صاحب و مهدی شاه صاحب و یک قطعه سیّد علی مستجاب الدعوات بود به نواب صاحب دادم کتا بتخط شاهی مزین شود۔

جمعه سیزدهم ذی الحجه ۱۲۷۵ھ در همان بنگله بعد نماز صبح احسن الدوله آمد و استخبار مزاج خاکسار نمود پارهٔ صحبت داشتیم سرگذشت خود در سفر بیت الله الحرام۔ و زیارت ائمهٔ کرام نقل کرد از بیانش عاصی را ولوله ولذّت عجیب دست داد و بعد از زوال آفتاب میرن صاحب که در زمره احباب ثواب خوش بیان و نکته یاب است آمد باهم صحبتے داشتیم و بالشّو کر صنعت و قدرت و علم الٰهی گذاشتیم گفتم یک کس هر گاه با ما سخن می گوید در آن وقت نمی توانیم که سخن دیگرے را گوش دهیم چه نفس در یک آن بر دو شغل قادر نیست اما جناب اقدس الٰهی شناسش چنانست که درین آن مثلاً هزار در هزار دست بدعا افراخته دعا و شور و غلغل در جزو کل انداخته داد تعالیٰ همه را شنوا و همه را بیناست و گاهست دو کس که یکے با دیگرے دشمنی دارد و هلاک و زیان همدیگرے خواهند و لطف او سبحانه هر دو را از خود راضی میسازد میرن صاحب گفت که این مضمون کتبے است و آنچه بمشاهده در آمده اینکه ازین طرف جهاز ما رو بمغرب میرود و از آن طرف جهاز دیگرے رو بمشرق می آید و هر واحد سے خواهان باد مراد است و هر قاصدے رطب اللسان بشکر رب العباد گفتم راست گفتی و فی هذا الشئی عجایب در اینجا است که گفته اند بزره گر باران و گاذر آفتاب آخر روز ظفریاب الدوله آمد و قطعه از نظم خود بنا بر اصلاح بمن داد۔ ـــہ

ز حصن عزم برآمد شاه ما باشوکت وصولت
خجل کرد اقتدارش کیقباد و خسرو و جم را

پے تاریخ اتفاق چو سائل فیض گفته ۔۔۔ مبارک باد نواب وفرشاهی جان عالم را
مصرع سوم را باین نهج تغییر دادم ۔۔۔ پے تاریخ و سالش بزبان فیض شد جاری

وباقی را گفتم خوب است باز مطلعے هندی از کلام خود خواند۔

روشن ہے جام بادہ کشوں سے شراب کا ۔۔۔ جلتا ہے میکدہ میں چراغ آفتاب کا

وگفت که مجموعه حدائق البلاغة ومعیار الاشعار ودافیه دارم ومقصودش درس یکے ازینها بود گفتم دافیه وافیست مرزا محمد زکی پیش ازین که سفر کانپور اتفاق افتاد کلچه هاے خسته ولذیذ بهائم فرستاد تخم محبت در دلم می کارد خدایش بسلامت نگاهدارد چون جاے است این وقت بے تقریب نامش برلب گذشت واین قطعه موزون گشت۔

صبا نامه از مهربان بیار ۔۔۔ دل افسرده ام آب حیوان بیار
خطے رشح پرور چو مسک ذکی ۔۔۔ ز مرزا محمد ذکی خان بیار

امروز بعد از زوال۔ طبع اخوے از اعتدال منحرف گردید ودر لمس حرارتے ودر نبض سرعتے هم رسیده الحق که آب وهواے اینجا ردی است چنانچه شاعر گفته۔ تف بر آب وهواے کلکته۔ فاما هوا پس آنچه بر ما گذشته است که در انصاف نهار کیفیت تنام اسحار یافتیم بظاهر خوب است وبباطن از مجاورت دریا مرطوب واما آب پس وجود چاه قلیل است۔ وآب غدیر ثقیل قرشی این آب را نخورده۔ ازین نمر در موجز آورده که الماء لا یغذو لبساطته چه ما اینجا مثل غذا است۔ مباطت لجا مسیح الدوله معالج من تجویز کرد که آب را مثل عرقیات در قرع وانبیق مصعد کنند وعرق بکشند راستے که لطافتے بهم رسانده هماز دیروز میخورم ودو سه روز پیش ازین سید محمد اکبر که از رفقاے نواب است بعد از نماز جماعت بمن آهسته گفت که میخواهم دعائے بکنید که مطلب من در همین سه روز بر آید گفتم چه حق جز اثنین اصرار کرد

واقرار گرفت و مطلب را ہیچ نگفت شبے بعد از نماز بدرگاہ بے نیاز عرض کردم الٰہم انجح مطالب فلان - امروز آقا علی شریف تشریف آوردہ نقل و حکایات بسیارے گفتہ در بین قصص رزبانش رفتہ کہ کار سید محمد اکبر درست شد گفتم چہ طور گفت بمصاحبت بادشاہ رسید گفتم اگر می آمد مبارکباد می گفتم ہر چند خداوند عالم مجیب و قریب است اما استجابت دعائے ہمچو منی عجیب و غریب -

یکشنبہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ جناب سلطان العلماء را در عالم خواب دیدم اگر فرصت دست دہد خط بایشان بنویسم باین مضمون رأیتك الیوم فی المنام - کانك قادم الینا وقد اشتدت الیك حاجة الانام وانا مسرور محبور بقدومك من دون اعلام - قائل لك ان هذا الالهام تما نهم قد سولك امامهم وجعلوك امامهم فی الصلوة علی میت لهم و کانك انصرفت عنهم قبل قضاء وطرهم وحاجتهم واستنبتنی فی الصلوة علی میتهم فهذه رؤیای عمدت الی ضبطها وتحریرها وعلیك بتاویلها وتعبیرها والحمد لله المنعام علی ما شرفنی بزیارتك ولو فی الاحلام - ولو جمع الله بك شملی صدقا دققت باب رحمتك رقا وقلت لك یا ابت هذا تاویل رؤیای قد جعلها ربی حقا -

دوشنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ امروز اتفاقا سوم بود چہار مجلس نشستم بسبب نوم دوا ہم کہ ضعیف الحمل بود غلبش بر طرف شد امروز این سہ بیت انشا و انشاد کردم ؎

آب نہ عیش و مال دنیا چاہیئے ... روضۂ شبیر دیکھا چاہیئے
بھاگ رتی کا ہے یہ جوش و خروش ... بھاگ رتی بھر نہ ٹھہرا چاہیئے
زندگی کیو اسطے سامان ہین سب ... عمر جب آخر ہو پھر کیا چاہیئے

سہ شنبہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ خط بوزیر صاحب باین صورت نوشتہ شد بعد دعائے بقاء عمر و زندگانی و حصول عیش و کامرانی - و تشویق علم و عمل - و تحذیر از کسل و فشل و ضح باد

دمیکه دل پر از ملال - بود و حال پر اختلال - مکتوب مرغوب رسید و قلم بر سواد الم کشید علی الخصوص کلمات اختر بیگم طال عمرها کرر دیدم و زوده پرخندیدم خدا کند که در آغوششش بکشم و لذت این حرفها از زبانش بچشم آیه دان یکاد یداخل اد را د سازید و بر کاغذے نوشته در گلویش اندازید

شب چهارشنبه نواب مع اصحاب تا دیر تشریف داشتند و حال قید و بند نامقیدان چند بیان مے فرمودند از انجمله صحبتے که ایشان را با پادری گذشت بعد ازان نواب صاحب ایمائے تاریخ کردند بعد از تشریف بردن شان این رقعه نوشته فرستاده شد تاریخ رهائی پادشاه عالم پناه حسب ایمائے شریف همین وقت گفته شد-

چو عالی حضرت سلطان عالم
ز باب قلعه با کر و فر آمد
تو گوئی آفتاب عالم آرا
درخشان بر سپهر اخضر آمد
مدار الدوله هم از قلعه بیرون
خضر سان همره اسکندر آمد
بتاریخش جهان گردید روشن
ز تاریکی هم اسکندر بر آمد

در جواب رقعه مدح و ثنا و عده وصل فردا فرمودند و امشب سر شب توره طعام بتقریب نذر جناب امیر و یمین و برکت شب غدیر از محل شاهی رسید-

روز یکشنبه ۲۲- ذی الحجه بیمار شدن مسیح الدوله بعیادت شان رفتم اطبائے جدید از تلامذه شان نشسته بودند تفرس کردم و گفتم ماده فالج معلوم می شود یکے از انها که هم شاگرد حقیر است انکار کرد گفتم ثقل لسان موجود است گفت سببش دیگر است سکوت کردم آب آلو بمریض می دادند سبحان الله ؎

بلی المسیح بفالج
و عند ابقیه معالج

چهارشنبه ۲۵ - ذی الحجه ۱۲۷۵ھ زیادت طوفان و افتادن بنگله ها در میدان و آمدن
سیر تجان قبل از وزیر و سائر ارکان برای استخبار این هیجان و فریاد و فغان زنان و گریختن
نسوان بکوٹھی سلطان و آمدن اسد الدوله بهادر بقصد تحریک حقیر از ین مکان به بنگله خود
شان و نرفتن بنده هیچکاره بنابر عدم مساعدت استخاره و رسیدن آب دریا تا لب ایوان
خلاصه درین روزها خوف باران است و خدا نگهبان رهمدرین روز مزاج اضعف العباد
بشدت وزیدن باد بحال آمد مرزا اصغر حسین صاحب آمد حال مسیح الدوله پرسیدم
بفالج که الحال بر همه کس ظاهر شده و مریض خود بر آن آگاه ساخته اقرار کرد گفتم من اول روز
گفته بودم و آنوقت بخیال شما نیامد - روانگی خط طولانی بدستخط خودم بسمے وزیر طال عمرهٗ و آمدن
مصاحب الدوله - و تا دیر بحرف و حکایات نشستن -

شنبه ۲۸ - ذی الحجه ۱۲۷۵ھ بعیادت مسیح الدوله رفتم حالش خیلے متغیر و اجتماع
فالج و قرانیطس که ضدین اند مظنون بود و تشویش عقل و اختلاط و قلق و کرب بشدت
بود گفتم خاک پاک باید خورانید شیخ علی اطهر صاحب گفتند سه پهر این وقت و در نزد
من تعجیل مناسب بود احسان حسین خانصاحب و مصلح السلطان موید کلام من شدند
آخر صره از پیش خود بردم و دعا را تلقین کردم بشیخ صاحب دادم که بدست خود بخورانند
عصر حکیم مرزا مهدی صاحب پیش من آمدند و گفتند که حال مسیح الدوله خوب نیست
و گذشتن شب بظاهر معلوم نمی شود که دیروز روز ششم بود که باعث اختلاط و کرب شد
امروز که سابع است چه خواهد کرد -

یکشنبه ۲۹ - ذی الحجه ۱۲۷۵ھ مسیح الدوله را ببرکت خاک پاک امروز بهتر یافتم
کلامش مربوط بود شب یکشنبه نواب صاحب و جماعت کثیر در نماز حاضر شدند -

امروز این چند شعر حسب حال این محال بخیال آمده

در اینجا مسلمان و هندو مگو	بتعظیم جز حرف بابو مگو
بود شربت مردم اینجا شراب	دل و دین ز آب غذاشان خراب
بظاهر که در بوستان جائے است	درختان برائے تماشائے است
ولیکن بباطن ندارد ثمر	نخیزد صدائے عنادل سحر
دریں جا ندیدیم در باغ و راغ	بجز کر کسے چند مشتے کلاغ
نوائے ز مرغ خوش آواز نیست	بغیر از غلیو از پرواز نیست
چنان کفر پیچیده اندر ہوا	که مرغ سحر خیز شد بینوا
کرا آشیان بستن اینجا رواست	که عنقا درین شهر ذکر خداست
بخواهم کزین جا چو مرغان پرم	ولیکن چه سازم که من بے پرم
پر و بالم از صرصر غم شکست	دلے بود با من که آن هم شکست
نگه کن که بے همنفس مانده ام	به بستان سرا در قفس مانده ام
الٰهی مرا فارغ البال کن	نوا ساز در روضهٔ آل کن

قریب یک هفته می شود که مزاج حقیر بحال و قرین اعتدال است و ابتدائے صحت از روز طوفان و نزول باران شده که ہوائے سرد را استنشاق و احاطه از هر طرف اتفاق افتاده و هر قدر ترویح و از مسامات نفوذ می شد در طبع خود اهتزازے و انتعاشے می یافتم فالحمد لله مرسل الریاح بین یدی رحمته. وهو المومل عنا لاستزادة نعمته واستدفاع نقمته امروز باز اب بان هم قریب سکو آستان ایوان آمد این وقت بان رفته و باران خفت گرفته شب گذشته میر عباس صاحب گفته که اسدالدوله یعنی داماد نواب بنابر خوابے که

دیده اند نماز مغربین را بغیر از اقتدائے تو حرام می دانند من هم او را بیشتر در جماعت کمتر میدیدم
والحال التزام دارد تفصیل این امر از خودش باید پرسید و اعتقاد فاسد را دفع باید کرد این وقت
که ساعت چهار بوده باشد بدیدن مسیح الدوله رفتم حالش پرسیدم از مرزا اصفد حسین دریافت
شد که دیروز طبع در بحران بر مرض غالب آمد و حکیم مرزا مهدی صاحب فرمود که عصر دیروز
از نبض خیلے مشوش بودم شب باز نبض را دیدم بحالت اول عود کرده بود گفتم میدانید که
که استشفا بچه چیز شد گفت نه گفتم بتربت مبارک گفت میدانم و هر که دران شک آرد
کافر است قریب بساعت پنج بخنے دادند خدا شفا کرامت فرماید رائے من آن بود که یخنی
را تعدیل می کردند ولیکن نکرده اند بهر حال ایزد متعال صحت بخشد۔

دوشنبه سلخ ذی الحجه ۱۲۷۵ھ بعد از نماز صبح به عیادت مسیح الدوله شفاه الله رفتم شنیدم
شب حال خود را میگفت که خوب نیست امروز تدبیر احتقان است و حرارت و التهاب
از علامات و اسباب عیان است یخنی را که بغیر از تعدیل داده بودند تسخین کرده است پرسیدم
از جوجه مرغ بوده گفتند خیر و این هم باعث سخونت شده باشد قال الشیخ خیر الدیک
ما لم یصح و خیر الدجاج ما لم تبض بهر حال برگشتم و اینوقت بخیال آمد کاش
بمدینه منوره مے رسیدم۔ و در گوشهٔ عزلت میگزیدم تا از جملهٔ اصحاب و زوار رسالت مآب
محسوب میکردیدم و این قطعه عربیه بخاطر رسید۔

یا ایها المدثر المزمل	انی لمشتاق الیک مومل
طوبی لمن یاتی المدینة زائرا	وله یُهَیَّأُ فی جوارک منزل
یمسی و یصبح دائما فی موضع	هو للملائکة الاطائب محفل
یا رحمة للعالمین باسرها	عطفا فما لی دون بابک معقل

مردم اینجا گفتند که امروز باران بشدت خواهد آمده هم امروز بنابر قرب محرم بآدم گفتم که پارچه راخانه رنگریز ببرد تا که سبز کند گفت من و کالنش را ابدنیستم بآدم داروغه که لال خان نام داره پارچه شمار امید هم او بیش صباغ می برد گفتم خوب است باران امروز آمده لیکن شدتے نداشت و این قطعه بخاطر گذشت سه

آسمان کبود شام و سحر — تازه رنگی درین جهان آرد
هست امروز ستخ ذی الحجه — آب دریا یقین که باران آرد
چون محرم رسید میخواهم — جامه سبز لال خان آرد

قطعهٔ دیگر بعربی رسید

ماکنت اعرف محنة الاسفار — حتی بُلیتُ بها من الاقدار
مالی اشکو من زمانی ماری — ومعی مقدر لیلتی ونهاری
فانظر الی الانهار کیف تلونت — والی جبال شمخ وقفار
وانظر الی البحرین کیف تلاقیا — جزرا ومدًّا صنعة للباری
فکانما جزر البحار ومدها — قبض وبسط من لدن جبار
فتغبض ثم تزید ثم تراجعت — وکذاك فی اللیلات والاسحار
وکذاك ارزاق الوری فلیشکروا — ولیصبروا فی الیسر والاعسار
لا تغتروا بالمال فقرا وغنی — ضجرا ولا بطرا فرزقك جاد
فالرزق مثل البحر لکن امره — ینمی الی الاقدار الا الاقمار

سه شنبه غرهٔ محرم سنه ۱۲۷۶ھ باعتبار ظاهر هر چند بعض اشخاص رویت دوشنبه در کلکته

وهوگلی نقل کرده لیکن بجز اوشباع نرسید هلال شب گذشته هم دیده نشد که مطلع صاف نبود و درین باب گفته ام ـ اشعار

هلال محـرم نمایان نه شد	کلید در غم نمایان نه شد
فرو رفت این ناخن دلخراش	بچشم پر از نم نمایان نه شد
بنال از سر نوک شاخ کهن	ازین نخل ماتم نمایان نه شد
چو فیل سیه از شب غم رسید	که نوک کجک هم نمایان نه شد
ز روئے پیمبر چنان شد خجل	که ماه محـرم نمایان نه شد

بعیادت مسیح الدوله رفتم حالش خراب ـ و در کلام اطبا اختلاف و اضطراب یافتم هنوز کلام شان ناتمام بوده که کار مریض تمام شد اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند ـ

چهارشنبه ۲ ـ ذی الحجه ۱۲۷۶ھ در بنگله مسیح الدوله رفتم در عالم احتضار یافتم و در روبروے من روحش مفارقت کرد۵

رحمه الله ما احسن ما کان طبیبا	فوا اسفی علی موته غریبا

اولادش در وطن ـ و بر سر بالینش من ـ هزار کس بیشتر مرضی که داشت بر دستش شفا یافته باشد و خودش در چه حال ـ جدا از اطفال ارتحال کرد ـ انا لله و انا الیه راجعون و ما تدری نفس بای ارض تموت ـ

ومن سوانح الوقت

ما للفتی حتی متی یتمتع	بلباس عافیة یشق و یرقع
قد کنت تنتظر الشباب حداثة	والشیب بعد حصوله لا تسرع
حتی اذا ما شبت بعد شبیبة	فلای شئ بعده تتوقع

۵ حال من ضمیر کنت ای حال کونک غیر مسرع فی صوالح الاعمال ۱۲ ـ

بادشاه چون ازین واقعه جانکاه مطلع شد فرمود که نعش او را بجائر شریف برند و مرضی نواب
نیز همین بود ـ شیخ علی اظهر صاحب نظر بخوف انشقاق بطن مانع آمد و میگفت که هر چند نقل الی
المشاهد جائز است ولیکن نه جائے که مستلزم امور محرمه بوده باشد و بعد از دفن جائز نیست
واما سپرد کردن و نقل نمودن پس اگر دفن بران صادق است نقل مستلزم نبش خواهد بود
و اگر صادق نیست پس ترک دفن ممنوع است ـ دیگر اسد الدوله بهادر خویش نواب صاحب
نزد حقیر تشریف آورده گفت بنده عقیدت خویش سوائے علیین مکان بکسے دیگر نداشتم و بارها
مردمان گفتند که اقتدائے جناب مفتی صاحب بکنید لیکن قبول نکردم و همین حال ماندم
در دلم خطور میکرد که مفتی صاحب اگر برکت دارند خلاصی نواب صاحب چرا نمی شود روز
دوم نواب صاحب موصوف خلاص شد و جناب رسالت مآب را در خواب دیدم که میفرمائید[1]
که تو مرتبه عباس را نمیدانی ببین که این قصر زمردی در بهشت مکان اوست دیدم بر درش
تخته بنام جناب کنده بود خواندم حالا امیدوار عفو تقصیرام و ندامت بسیار دارم و بر
خود گویا واجب کرده ام که نمازها باقتدائے جناب خوانم ـ این حکایت را میرن جان ـ بغیر
استیذان ـ ازین هیچدان ـ درین جا نگاشته و مرا از خود خجل ـ و از ناظران منفعل ساخته
ولکن جف القلم بما هو کائن وما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم
ربی ان ربی غفور رحیم ه و مرا از نقل این خواب رقتی دست داد ـ و خیالے در
متخیله افتاد چه هر چند گناه هم بیش از بیش است ولیکن ذکر مغفرت مرهم دل ریش
چنین خواب خوش بیگانه موجب تسلی خویش ـ والغریق یتشبث بکل حشیش ـ

اسد الدوله بخوابی خوبی
در فشان شد بعجب اسلوبی

[1] این حکایت در اصل بقلم میرنجان صاحب مرقوم است ۱۲

دیده در خواب جاے عجیبے — حبذا دیده و پاکیزه شبے
جلوه خیرویے آن شب بود — بخت بیدار مرا آن شب بود
رفت جائے که کسے بار نیافت — لیک دستورے اظہار نیافت

شب پنجشنبه ظہور الحسن پسر شیخ علی اظہر صاحب مہمان ما بود ماشاء اللہ حیز فہم است متون را درس گرفته و حرف مربوط میزند و از وقائع این شب آنکه در دریا که پیش نظر است یک مرتبه شورے برخاست چند کس که مشرف بر غرق بودند فریاد می کردند و کسے متوجه نمی شد بچه بچه ها شنیدند و ملاحان را که خواب بودند صدا زدند بارے کشتی را راندند و بر وقت شان رسیدند شنیده شد که پنج نفر نجات یافتند و دوازده کس غرق شدند۔

پنجشنبه ۳۔ محرم ۱۲۷۶ھ احسن الدوله و مرزا علی صاحب و چند کس دیگر نعش مسیح الدوله را بکلکته بردند و بخاک سپردند شنیده شد که سلطان خیلے اہتمام فرمود و بست و پنج سوار و تمامے اہل دربار مامور بودند که ہمراه جنازه روند که این مرحوم بجاے پدر من بوده است و بگیہا متعدد را کرایه بکنند و مع ہذا آخر پنجشنبه غیر از سه کس یا چهار کس که شیخ علی اظہر صاحب و مرزا علی صاحب و حکیم مرزا مہدی صاحب باشند کسے بر سر نعش نبود حتیٰ که روشنی چراغ ہم مفقود و شیخ علی اظہر صاحب خوب فرمود که محبت سلاطین ہم ضرر میرساند تا بعداوت شان چه رسد بہر حال عصر پنجشنبه از دفن فراغت حاصل شد شب جمعه نواب صاحب با رفقاء در نماز جماعت حاضر و بعد فراغ از نماز در قرأت ادعیه دراز مثل دعائے کمیل ابن زیاد توجه اتفاق افتاد و در بین صلاتین نماز ہدیۂ میت برائے مسیح الدوله مرحوم خواندند

جمعه ۴ محرم ۱۲۷۶ھ صبحش چونکه تهیۂ نماز جمعه و خستگی بسبب مجالس متعدده که پنجشنبه رفته بودم حاصل شده بہیچ مجلس نرفتم و به تذکره روبہائے اسد الدوله گفتم۔ شعر۔

سیدا حال تو حیرانم چیست	آخر کار رسیدانم چیست
گاہ بر جرم خود افتد نظرم	گاہ بر رحمت ادمی نگرم
خستہ از رنج و ملالم گاہے	خوش ازین خواب خیالم گاہے

قریب دوپہر حسب الطلب نواب از مجلس بہرہ یاب شدم بعد انقضا خطبہ و نماز جمعہ ہمان جا ادا کردم و در وعظ ترجمہ خطبہ عاشورا کہ در مصباح کفعمی است خواندم و اوراق ترجمہ را در رق منشور درج کردم۔

یکشنبہ ۶۔ محرم سنہ ۱۲۷۶ھ چند شعر عربی بخاطر رسید ہ

دع الناس مهما تكن مستطيعا	وكن بالقليل الحلال قنوعا
لمن كان في عزلة وافتقار	شياطين جن تضل المطيعا
وللموسر المبتلى بالبرايا	شياطين جن وانس جميعا

ایضاً

لقد سبقت الى لخير الخيار	وبتنا لاتزور ولا نزار

در مجلس خانہ سید علی نقی رفتم و حکیم مرزا احمد صاحب با من متابعت کردہ مسئلہ چند پرسید جواب شافی شنید و درین مذاکرہ سخنے لطیف از مسیح الدولہ نقل کرد کہ گفت ابنائے زمان عقل ہیولانی ہم ندارند کہ صدیق را از عدو نشناسند با وجودیکہ حیوانات ہم می شناسند و از ینجاست کہ گوسفند از گرگ می گریزد اگر فرصت دست دہد این مضمون قابل نظم است۔ لکاتبہ

الاكم جاهل عار	من العقل الهيولانى
فهم لا يعرفون الود	من بغض وشنان
وان الشاة تخشى الذئب	لا تدنو كغفلان

امروز زبانی مرزا باقر برادر مرزا محمد جعفر مسموع شد که گفت هوگلی رفتم و از حاجی علی نقی شنیدم که هلال شام یکشنبه بچشم خود دیدم عصر بمجلس مرزا باقر صاحب حسب طلبش رفتم سید محمد علی عجمی و جوان دیگر از اعاجم در اینجا بودند سید محمد علی گفت که شما شب بکلکته بخیال اینکه روضه خوان در غنا می خواند نیامدید ایا غنا چه چیز است گفتم مدارش بر عرف است گفت پس اگر خرے آواز کند کسے آنرا غنا خواهد گفت گفتم اگر خر باشد بگوید باز در مناظره همین حرف را اعاده کرد گفتم اگر کسے خریت داشته باشد مے گوید خجالت کشید و بصد و اعتذار بر آمد آن جوان دیگر که رفیقش بود بنا بر رفع خجالت و تلافی مقالت ایشان عبارتی در باب اقامت و جمعه باین مضمون که هرگاه سابقه مشتبه شود هر دو را اعاده می کنند و اگر در سبق و اقتران اشتباه باشد ظهر مے خوانند بر خوانده و فرق در میان سابقه و سبق پرسید و عبارت را از معالج نقل کرد گفتم معالج از کیست گفت از محقق گفتم از محقق ابو القاسم گفت خیر بلکه از صاحب شرائع گفتم صاحب شرائع محقق ابو القاسم است و معالج را ندیده ایم شما عبارت را بنویسید تا تامل کنم و سید محمد علی را چون دیدم که کج بحثی میکند گفتم شما مجتهد هستید یا مقلد مظنه که مطلبم فهمید یعنی اگر مجتهد است خود اجتهاد کند و اگر مقلد است تقلید مجتهد خود نماید و بهر تقدیر سوال از من نمودن و با من پیچیدن معنے ندارد و جوابے نیافت مین نه مجتهد هستم و نه مقلد باز چون دید که این حرف منجر بفساد عباداتش میشود گفت یعنی در خصوص این مسئله فرزند ارجمند باد مخاطب شد و حرصه را ابراد گرفت گفت شما چه می خوانید گفت شرائع بعد از آن مرثیه شروع شد و بعد از انقضائے مجلس گفت که من عادت مناظره و مجادله ندارم میخواستم دریافت کنم که مدار غنا بر چه چیز است و سبب نیامدن شما در مجالس کلکته چیست گفتم ضعف مزاج و اسأل الله الغني ان يقيني - شر كل غبيّ و غويّ -

وحید آفاق مستغنی عن الاغراق ممدوح علماء عراق معین الدولہ انتظام الملک نواب سید
باقر علیخان بہادر ظفر جنگ اعلی اللہ درجاتہ وضاعف حسناتہ کہ بظاہر شایان اکلیل شاہی
بود و در باطن نمونہ قدرت الٰہی در املا سحر طراز و در انشا نکتہ پرداز در درست کرداری بحدیکہ
ہیچ کجکلاہان زلف شکن نمی شنود و در راست گفتاری بشانیہ کہ در حکایت اقوال نقل
بالمعنے راضی نبود و در سیر سفن ساہر و در شعر و سخن ساحر برہم زن کارنامہ شاعران نغز گفتار
رونق شکن بازار کاتبان تازہ کار متطبب حاذقے کہ بوعلی سینا در بارگاہش زانوے ادب تہ کند
متکلم محققیکہ بنان بیانش اشجار تشاجر از بیخ در یشہ کند جامعیت علوم عدیدہ بحدی رسیدہ
کہ زبان ناطقہ از بیانش لال است + و در علو ہمت و معرفت نکات حکمت بمقامی فائز
گردیدہ کہ تعریف و توصیفش محال حکمش نادری و اقبالش اسکندری علمش وہبی و کاوش
حق طلبی، شبے مطالعہ کتب بروز می آورد و باز ہم از سیر سیر نمی شد۔ ومیفرمود کہ کاش
یکشب برابر دو شب می بود مجمع البیان حکم ماہر لسان عجم چنانکہ ملک الشعراء ایران کلامش
را اخت کلام اہل زبان فہمیدہ و ہفت شوط گرد سرش گردیدہ، خلاصہ اگر چرخ ہزار دور
بکند گمان نمی برم کہ چنین علامہ را از کتم عدم سر زند آخر کار چشم زخم روزگار باین بزرگوار
رسید و از دست فلک نیلہ رنگ روز پنجشنبہ عصر تنگ بوجع الفواد مبتلا گردید و در یک ساعت
ہمان روز کہ روز یازدہم از جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۱ھ بود از دار فانی رخت سفر بربست و خار ہاے
در دل دولتخواہان شکست صاحبزادگان عالی تبار و فرزندان نامدار نرگس وار حیرت زدہ
گریبان چاک دلہا در دناک بارخ زرد و آہ سرد ہمراہ نعش اطہر سراسیمہ و حیران در مثل
ماہی بے آب طپان گاہی سرگرم نالہ و فغان و گاہی مثل غنچہ خموشان با جمع کثیر و حشام
شاہانہ تا غسلخانہ روانہ شدند و بعد از تغسیل و تکفین نماز جنازہ پشت سر مجتہد العصر والزمان

خواندند۔ ودر مقبرہ منورہ آسمان را بخاک سپردند و باز شور و فغان سر کردند قلم اینجا رسید و بشکست یکی از فضلاے عصر تاریخ سن عیسوی چنین موزون کردہ

چون معین الدولہ سید باقر علم یقین		رفت زین گلزار فانی بر در خلد برین	
از لب عیسی بتاریخ وے از روے ادب		میرسد آواز طبتم فادخلوھا خالدین سنہ ۱۲۹۱	

اس تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ نواب صاحب علم و کمال مین کیا پایہ رکھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ جناب مفتی صاحب قبلہ سے اُن کے روابط بہت زیادہ تھے اور انھین مفتی صاحب سے ارادت خاصہ تھی اور باہمی مکاتبت جاری رہتی تھی چونکہ زمانہ گذرا اور وہ حالات بتانے والا بھی کوئی نہین رہا اسلیئے پورے واقعات کسی طرح قلمبند نہین ہوسکتے تاہم جو کچھ پتہ ملا ہے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:۔

ماہ شعبان ۱۲۷۶ھ مین جناب مفتی صاحب قبلہ نے نواب صاحب کو یہ خط لکھنؤ سے لکھا:

شد مدتے کہ گفت و شنو با تو روندا د	
اے بے نصیب گوش وا بے نوا بہم	

ادام اللہ اقبالکم وضاعف جلالکم ومد ظلالکم وعمر اطفالکم

بعد عرض میرساند زمان بسیار گذشتہ کہ از خیریت مزاج برکت امتزاج خبری واز قلم و مہر وفا نامہ بری نرسید و درین عرض عریض مکرر عریض نگاشتہ ارسال خدمت عالی داشتہ ام حیرانم کہ ہرگاہ در انجام کار ترک عاطفت و ملاطفت یکبارہ پیش نظر داشتند آنہمہ در آغاز باکرام و اعزاز پرداختن وطوق گران بار احسانات فراوان برگردن این ناتوان انداختن ودل وارستہ را پابستہ محبت ہاے بیغایت ساختن چہ ضرور بود

بہر حال مضی ما مضیٰ اکنون غایت مدعا و نہایت تمنا آنکہ جیفۂ توقیعے مشتمل صحت و اعتدال مزاج مبارک زیب بخش تارک شود. گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف غزلے حسب حال بطریق ارتجال ثبت افتاد چونکہ دماغ آشفتہ کار ہا دار و لب بملامت نباید کشادہ

آنرا کہ در کمند ولا ابتلا کنی — گر سر دہی ز قید حیاتش رہا کنی
بہائے زخم جان دلم بستہ میشود — گر نافہ زخامہ مشکینہ وا کنی
گر بر سرم بیفگنی از مہر شقۂ — خوشتر از انکہ سایۂ بال ہما کنی
در عشق حسن سیرت خود مبتلا کنی — گر از سواد دیدۂ من توتیا کنی
روشن شود مرارت شام فراق تو — صبحے اگر زجون دلم ناشتا کنی
آئینہ ہیچ کار ندارد بجز قبول — محو توام وفا بکنی یا جفا کنی
بیجا است شکوہ ام کہ دلم ہست جائے تو — برے اگر جفا بکنی ہم بجا کنی
از وصلت دو روزہ ما میشوی ملول — فردا پس از فراق چہا یا دوا کنی
قانون طب ہست تو در من اضطراب — وقت است گر تو این خفقان را دوا کنی
تا چند سید اگلہ از کار و بار دوست — او ہرچہ کرد کرد تو باید دعا کنی

نوزدہم شہر شعبان سنہ ۷۳ھ — من اضعف الناس سیّد محمد عباس عفی عنہ

اس خط کا جواب دستیاب نہین ہوا سنہ ۷۴ ہجری مین غدر ہو گیا اور اُسکے سلسلہ مین نواب باقر علیخان صاحب پر بھی بغاوت کا الزام قائم ہوا اور وہ قید کر دیے گئے یہانتک کہ پھانسی کا حکم ہو گیا مفتی صاحب نہایت مضطرب تھے دعائے شبانگاہی و سحری مین مشغول رہتے تھے یہانتک کہ ذی قعدہ سنہ ۷۶ ہجری مین رہائی ہوئی۔ رہائی پاتے ہی فوراً نواب صاحب نے جناب مفتی صاحب کو اطلاع دی اور یہ خط روانہ فرمایا اور تشریف آوری کا نیوررکا

کمال شوق تحریر کیا۔

بعرض اشرف و الامیر سانَد   از ہبوب نسیم لطف باری عز اسمہ شگوفہ مامول سنین و غنچہ امید دیرین بشگفت اعنی اثر ادعیہ سحریہ شریف کہ عبارت از انفکاک سحیف باشد دوم شہر ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ گل کرد و الحمد للہ علی ذلک اما در حقیقت نجات از غموم فرقت ہمان ست کہ مواصلت صوری بند دلبر مایند کہ کے باین تمنا فائز میگردانند۔

مفتی صاحب قبلہ تو اس مژدۂ جانفزا کے گوش بر آواز تھے بے انتہا مسرور ہوئے اور جواب مین یہ مختصر تحریر روانہ کی

بعرض میرساند   بعد از وصول خبر تار برقی تار ہائے نشنودم در حیرتے گرفتار بودم کہ آیا سبب تاخیر چیست و باز خود را تسلی نمودم کہ دیر آید درست آید تا اینکہ توقیع رفیع باسطور مشکبار چون قافلہ تتار رسید و بنکہت وصال مصدق خبر تار گردید ؎

شادم بآن حدیث کہ اول ز تار بود	آخر دمید صبح شب ما کہ تار بود
آن تار برقی کہ مرا بیقرار کرد	برق تجلی رخ آن گلعذار بود
حرفے اگر خلاف ادب بر لبم گذشت	عذرش قبول باد کہ بے اختیار بود
سررشتہ ندارم از نہا جز انیقدر	کان تار خیط ابیض صبح بہار بود

ہر چند شبستان علائقے کہ دارم مدت دو سہ ہفتہ میخواہد کہ بسر آید ولکن می خواہم زود بمحفل مبارکباد رسیدہ از شکنج غم برہم و گوشے بصداے مطرب دہم کہ بصد تہنیت برآید و این غزل سراید ؎

رفت وے موسم بہار آمد	نخل امید ما ببار آمد
از سرشکے کہ صبح و شام چکید	تازہ آبے بروے کار آمد

ازگل عیش دامنے چیدیم ۔ کہ بچشم حسود خار آمد
گرجہانے رود زدست چہ غم ۔ شادم از مژدہ کہ یار آمد

زاد اللہ اجلالکم وعمر اطفالکم وسرّ عیالکم۔

چند روز کے بعد مفتی صاحب قبلہ کانپور تشریف لیگئے ملاقات ہوئی نوابصاحب نہایت مسرور وشکر گزار ہوے مفتی صاحب قبلہ بھی نوابصاحب سے ملکر بے حد خوش ہوے۔

اسکے بعد مفتی صاحب قبلہ کا قیام مستقل کانپور مین رہا ۱۲۲۶ھ مین جناب نواب صاحب مع متعلقین کربلاے معلے تشریف لیگئے مفتی صاحب قبلہ لکھنؤ تشریف لے آئے۔ خط کتابت اس عرصہ مین بھی جاری رہی جب نواب صاحب وہان سے واپس تشریف لائے تو پھر جناب مفتی صاحب قبلہ کو بلالیا۔ نواب صاحب بے انتہا اعزاز واحترام فرماتے تھے اور کوئی دقیقہ راحت رسانی وخدمتگزاری مین اُٹھا نہ رکھتے تھے وہ علمی صحبتین ہمیشہ کے لئے یادگار ہین جو مفتی صاحب قبلہ اور نوابصاحب ممدوح سے گرم رہتی تھین نواب صاحب کا اشعار آبدار نظم کرنا اور مفتی صاحب قبلہ سے اصلاح لینا اور مفتی صاحب قبلہ کے فوائد وتحقیقات سے روحانی حظ حاصل کرنا اور ایک ایک دقیقہ کو اُنکی صحبت کے مغتنم جاننا فراموش نہین ہوسکتا۔ نواب صاحب ممدوح جسوقت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے تو اس طرح آتے تھے جسطرح سلاطین کی خدمت مین حاضر ہوتے ہین نشست و برخاست وسکوت وتکلم مین ادب وآداب کا کامل لحاظ فرماتے تھے۔ جب مرخص ہوتے تھے توجہانتک مفتی صاحب قبلہ کا سامنا رہتا تھا اُسلئے قدم جاتے تھے۔ جب کبھی جناب مفتی صاحب قبلہ نواب صاحب کی ملاقات کیلئے تشریف لیجاتے تھے تو دور سے استقبال کرتے تھے اور مودبانہ بیٹھتے تھے۔

نواب سید جعفر علیخان صاحب جناب نواب صاحب ممدوح کے صاحبزادہ کا بیان ہے

کہ جناب مفتی صاحب قبلہ کی نشست کا مقام زنانے مکان سے متصل تھا جناب نوابصاحب ایک مرتبہ وہان حاضر ہوے اور چند شعر ایک غزل کے جو نظم فرمائے تھے سُنا رہے تھے کہ دفعتہً ساکت ہوئے اور رخصت ہو کر فوراً چلے آئے اور آنیکے بعد ذکر کیا کہ آج مجھے بے حد شرمندگی ہوئی کہ مین نے قبلہ وکعبہ کی زنانی ڈیوڑھی کے قریب غزل کے شعر پڑھے اِسکا بیحد تاسف کرتے رہے۔

ایک مرتبہ نواب صاحب بہادر کے (بخشی) نے اتنا کہا کہ مفتی صاحب قبلہ کی تنخواہ ابھی نہین گئی نواب صاحب نے جناب مفتی صاحب کے نام کے ساتھ لفظ تنخواہ کا جب سنا بیحد برہم ہو گئے اور بہت خفا ہوئے کہ مفتی صاحب کو تم کیا سمجھے ہو۔ میرے بھی یہ حقیقت ہے کہ مین مفتی صاحب کو تنخواہ دون جو کچھ مجھے ملتا ہے یہ بھی اُن کی بدولت اور انھین کی برکت ہے اِسکے بعد غالباً اُسے معطل کر دیا جناب مفتی صاحب نے سفارش کرکے پھر بحال کرایا مفتی صاحب قبلہ نماز جمعہ مسجد مقبرہ پر پڑھتے تھے اور شہر کے حضرات باوجودے کہ گوالٹولی شہر سے فاصلہ پر ہے یہین حاضر ہو جاتے تھے۔ اور نماز کے بعد مواعظ حسنہ سے جناب مفتی صاحب کے مستفید ہوتے تھے۔

جمعہ کے دن نوابصاحب گاڑی کیلئے حکم دیتے تھے اور جب گاڑی حاضر ہوتی تھی تو خود بھی اُسکے ساتھ آتے تھے اور اسطرح مفتی صاحب قبلہ کو اطلاع کراتے تھے جسطرح کوئی خدمتگار اِطلاع دے کر منتظر رہتا ہے مفتی صاحب باہر تشریف لائے اور نواب صاحب نے ہاتھ پکڑ کر اُنھین گاڑی کے صدر مین بٹھایا اور آپ مودب سامنے بیٹھے۔ اور عصا جناب کا اپنے پاس رکھ لیا جب گاڑی سے اُترتے تھے تو (جریب) یعنی عصا حاضر کرنے کے بعد ساتھ ساتھ مسجد مین پہونچتے تھے۔ ادھر قبلہ وکعبہ داخل مسجد ہوے اور ادھر نوابصاحب نے

عصا اور نعلین کو اپنے ہاتھ سے اُٹھایا اور ایک گوشہ مین جاکر رکھدیا۔ نوابصاحب نے جو قدر شناسی فرمائی خارج از حد بیان ہے۔

جناب مفتی صاحب قبلہ بھی نواب صاحب کی نہایت قدردانی فرماتے تھے اور اُن کے کمالات ذاتیہ کی بہت عزّت کرتے تھے اور اُن کے اشعار رنگین وعبارت خوش آئین سے نہایت محظوظ ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ نواب صاحب بغرض شکار تشریف لیگئے مفتی صاحب قبلہ کانپور مین مقیم رہے نوابصاحب نے وعدہ کیا تھا کہ ایک ہفتہ مین واپس آجاؤنگا اتفاقًا تاخیر ہوگئی مفتی صاحب قبلہ کو بہت پریشانی ہوئی اور نواب صاحب کے نام یہ خط تحریر فرمایا۔

مراسلہ بعرض میرساند۔ سابوع گذشت ومن این دشت احاطہ خاتمی است بے نگین وبنگلہ طارمی است بے پروین والحق کہ شرف المکان بالمکین حالا وقت است کہ از طلوع طلعت برکت ردنماید واز وقوع رجعت دولت افزاید کہ غیبت طول کشید و وقت بپایان رسید عصرے بگلگشت باغ رفتم وخطے بگرفتم **اشعار**

هر غنچه بفکر تو خاموش گشته است / هر بلبلے بذکر تو فریاد میکند
لبریز گشته از عرق انفعال نهر / از بسکه بحر فیض ترا یاد میکند
اے طائران قدس بشوق شکار تو / صیدے دگر چه شوق تو ایجاد میکند
تو در شکار صید دلم دارد از خود رم / آن وحشتی که صید ز صیاد می کند
معمور از تو دشت و من این دل خراب / غیر از تو این خرابه که آبادی کند
نخچیر تو شده است مگر مرغ نامه بر / ورنه چو هدهد دل من شاد میکند
بنویس شقه که زیک رشحه کلک تو / محو نگارخانه بهزاد میکند

یک ہفتہ بلکہ بیش ازان رفتہ رفتہ رفت باز آکہ آفتاب کنون صیدگاہ را	باز آے ورنہ ہجر تو بیداد میکند آتشکدہ چو کورہ حدادمی کند

زیادہ زیادہ ادام اللہ اقبالکم وضاعف اجلالکم وعمر اطفالکم دارا ناجمالکم

مراسلہ | بعرض میرساند فقیر در کشاکش افتادہ وطاقت از دست دادہ۔ ضعف معدہ چنان قوت گرفتہ کہ کار از کار رفتہ و معہذا وفور مسائل وورود رسائل۔ وضعف صوم وغلبہ نوم وتوار وقوم در ہر یوم وتہیہ وعظ وجماعت وتوطیہ وظائف طاعت مشوش حواس ومقلب انفاس است ؎

طاقتے چندان نداریم ومکرر کوہ را	چون پر کاہے بباید از زمین برداشتن

طالبان علوم دینیہ وجویندگان معارف یقینیہ گاہ بے گاہ رومی آرند و صاحبان لحاجت مارا نمی گزارند ؎

خشکید از ہجوم عزیزان دماغ ما	پروانہ بسکہ پرزدہ گل شد چراغ ما

استخارہ در سفر مساعدت نہ کرد لہذا صبر در مباعدت ورزیدم ودرین بارہ چارہ از اتباع استخارہ ندیدم من بعد دو صحیفہ شریفہ متضمن مضامین لطیفہ رسید ؎

وکم للہ من لطف خفی	یدق خفاہ عن فہم الزکی

وقوع تاخیر در جواب از اقل الطلاب روی خطاب بسوے بعض احباب بسبب شرم وحجاب آنجناب بودنہ از راہ تقدیم قدما بر عطا بلے بندہ عاصی رو بآسمان نمی کند وسر بر زمین می افگند منشی باقر علیصاحب رونق بے قدم رنجہ کردہ ونسخہ خوبے از جنتہ واقیہ آوردہ میگفت تحائف دیگر ہا برائے جناب عالی دارم ومی خواہم بجا دمی از خود وآدمی از تو بسیارم تا بآنجناب برساند گفتم خوبست بعد ازان صدا وندائے ازش برنخاست ؎

زین تیغ جفا چو نیم بسمل — در خویشتن اضطراب دیدم

بر زخم جگر کہ بود کاری — از خطِ تو مشک ناب دیدم

از تاب نہ دید ہیچ ماہے — من انچہ ز التہاب دیدم

یارب چہ بلا شرارہ بود — جسم و دل و جان کباب دیدم

بیہوش شدم خطے رقم کن — کاین رشحہ ز گلاب دیدم

زخش قلمم کہ باد پیماست — عاجز ز رہ جواب دیدم

من گرچہ رہ خطا گرفتم — عفوِ تو رہ صواب دیدم

در شر قسم و عجب کہ سید — خورشیدِ تو در حجاب دیدم

یکشنبہ ۱۲- محرم سنہ ۱۲۷۶ھ صبح اسد الدولہ را دیدم بعضے عوارض بر طرف۔ ولیکن کمودت براطراف کف۔ بودہ بعد استخارہ احتقان دادہ شد بعد مراجعت بسمع رسید کہ بعض محلات معلّٰی۔ در ہیضہ مبتلا۔ و مزاج اقدس و اعلیٰ۔ ازین رہگذر منغص و مکدر الحق کہ ہوا تغیرے دارد۔ و این بلد ہر روز رنگے تازہ بروئے کار آرد۔ در جائیکہ ہستم یک طرف دریائے عظیم پیش نظر۔ دیگجانب بر خط مستقیم رہگذر۔ واقع است اما کثافت۔ و نزول آفت۔ نشاط طبع را مانع و از حوادث اینجا ہیچ نہج کنارہ۔ و از خواب سنگین اہل کار چارہ نیست بغیر از تذکرہ الٰہی تسلی دل مشکل نظم سے

صبر کر اب بہار آتی ہے — نعمتِ کردگار آتی ہے

صبح کو جب بہار آتی ہے — بوئے گیسوئے یار آتی ہے

حال اس شہر کا نہ پوچھو کچھ — ذکر کرنے مین عار آتی ہے

ہے یہ وحشت کہ دلمین جب دطن — خوف سے بیقرار آتی ہے

بھاگ رقی ہے سامنے ہر دم — جزر و مد بار بار آتی ہے
صبح سے شام تک ہے مزدوری — دو پہر کو جوار آتی ہے

از مرزا محمد ذکی صاحب کہ جوان پاکیزہ خصلت و جویائے توکل و عزلت است و اشتیاق مکتوب او را در روز شنبہ چہاردہم ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ نوشتہ خطی منظوم رسید کہ نقلش اینجا ثبت است۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے رہبر منزل حقیقت — اے راہرو کامل حقیقت
آگاہ طریق باخدائی — واقف ز رموز حق نمائی
سرچشمۂ مہر و جاہ و اجلال — خورشید کمال و ماہ افضال
شب خیز عبادت الٰہی — یکتا گل باغ صبحگاہی
تابان رہے مہر دین ہمارا — جب تک رہے ماہ عالم آرا
من بعد ادائے شرط تسلیم — خدمت مین یہ عرض ہے بہ تکریم
وابستۂ دامن حضوری — سہتے ہین بہت ملال دوری
ہم شاکی بخت نارسا ہین — خدمت سے حضور کی جدا ہین
آباد ہے جب سے موچی کھولا — ہے باب ملال دل پہ کھولا
ہو گلشن لکھنؤ تو ویران — کلکتہ بسے خدا کی ہے شان
ہو کشور غیر مین تجلی — تاریک ہو بزم لطف اپنی
عازم بسفر حضور ہوئین — جو قرب مین تھے وہ دور ہوئین
نیرنگی چرخ کا گلہ کیا — سہتے ہین ملال دل پہ کیا کیا
ہین دست دعا بلند رکھتے — حسرت مین نیاز مند رکھتے

مقبول کرے خدائے عالم
ہون فیض قدم سے شاد و خورم

حاصل ہو زیارت حضوری
آنکھون سے ہو دور قرب دوری

یا حسب مراد ہو زیارت
ہو دیدۂ دل مین نورِ شفقت

ازبسکہ ہے جوششِ عنایت
تکلیف رسا ہون مین نہایت

اِک مین نے جو مثنوی کہی تھی
خدمت مین وہ پہلے بھیجدی تھی

اِک شب مین حقیر نے کہی ہے
باور ہو یہ امرِ واقعی ہے

بالفعل جو خطِ عزّت افزا
مضمون رسید مین ہی لکھا

آیا وہ سوئے وزیر صاحب
جوشِ اِشفاق تھا جو غالب

کیا اُنکی بیان کرون مین تعریف
خود لیکے یہان وہ لائے تشریف

نورِ الفاظ تھا دو چندان
تھا خط شعاع مہر تابان

ہر سطر تھی موج گیسوے حور
تھی صاف بیاض لوحِ پرنور

ہر حرف تھا شکل مہر انوّر
ہر نقطہ تھا خال روئے اختر

بے شبہہ تھی نور کی سیاہی
تھی دیدہ حور کی سیاہی

دیکھی جو وہ نور کی عبارت
روشن ہوا دیدۂ عقیدت

اوصاف جو کچھ ہوئے تھے تحریر
ذرہ کو دی مہر سے یہ توقیر

کیا دادِ سخن عطا ہوئی ہے
اب فکر بہت رسا ہوئی ہے

دل بحرِ ملال سے رہا ہے
درِ تحسین بڑا اصلا ہے

اشعار حضور کو جو بھائے
کیا کیا دُرِ آبرو مین پائے

رنگینی سے جو ہوا تعلق
یہ صحن چمن کا ہے تصدق

گلگشت بہت جو اُسمین کی ہے — شاداب ریاض مثنوی ہے
ورنہ مجھے یہ کہان لیاقت — رکھتا نہین ایسی مین طبیعت
من بعد وجوب استخارہ — بن آیا سوا نہ اسکے چارہ
خدمت مین اُسے کیا روانہ — حاصل انجام کار جانا
کی نظم تو مثنوی بعجلت — کی میر تقی نے یہ عنایت
لکھون کیا اُنکے حسن اوصاف — اک جلسہ مین اُسکو کردیا صاف
اُمید ہے ذاتِ باکرم سے — کچھ سعی ہو شاہِ ذیحشم سے
اول مین تو شرکتِ دُعا ہو — تا شکل حصول مدعا ہو
ممکن جب وقت و مصلحت ہو — اُس دم الطاف و مکرمت ہو
بیجا تقریر مین نے کی ہے — دل آپ کے لطف سے قوی ہے
غنچے مری فکر کے کھلین گے — اب گوہرِ مدعا ملین گے
اللہ ہے اپنا دینے والا — امید ہے اے جناب والا
دورانِ وطن کو شاد رکھیے — ہنگامِ دعا مین یاد رکھیے
دُنیائے دنی سے دل ہو بیزار — عقبیٰ کا سدا رہون طلبگار
منتِ کشِ خلق تو نکرنا — ضائع درِ آبرو نہ کرنا
اس دارِ فنا سے جب سفر ہو — نام اُس کا مری زبان پر ہو
تاریکیِ قبر کا نہو غم — ہو نورِ خدا کی مہر اُس دم
گلزارِ ارم کی بھی کرون سیر — اُس جا نہ مجھے سمجھیے کا غیر
ہمسایہ ہو آپ کا میسر — ہون خاک سے پاک نور ہنکر

تابان رہے نیّرِ ہدایت　　　　روشن رہے کشورِ ہدایت

عریضۂ راقم آثم و ناظم عاصی پر معاصی محمد ذکی خان عفی عنہ شب دوشنبہ مردمان
چند بحکم نواب صاحب برائے خواندن آیۂ امن یجیب المضطر نزد احقر آمدند
فقرائے چند بعد از یک تسبیح آیۂ مذکورہ بزبان راندم و باکمال حضور قلب در رقت
عیون خواندم و حاضران آمین گفتند و گمان بعض اشخاص بدی ست لیکن
از خدائے کریم اُمید وارم کہ اثر این دعائے شبینہ سحر ظاہر شود عجب از کلام مہ علام
آنکہ چون حالات ردیہ مریض روز شنبہ مشاہدہ کرد بمن آہستہ فرمود کہ دادن تربت
را در اہمال انداز ید تا مردم بد اعتقاد نشوند این گفت و برخواست و بمردم خطاب
کرد کہ من بسبب گرمی می روم و مفتی صاحب نشستہ است خاک پاک خواہد خورانید
انتہی اگر غرضش از اہمال صون اعتقاد رجال بود پس این کلام و اعلام مناسب
نمی نمود چہ ظاہر آنست کہ خود را بری سازد و بدنامی بر گردن من اندازد وهذا منه
عجیب وما توفیقی الا باللہ علیہ توکّلت و الیہ انیب،
بہر حال من خاک پاک را چنانکہ سابق مذکور شد بمریض خورانده ام و شفا بدست
خدا و کارِ ما دعا است و ہم امشب بعضی از محلّات معلّی کہ در ہمین مرض مبتلا و سلطان
را در بابِ او تلاش اسم اعظم و رجوع بہمان شخص علّم بود از سرائے فانی بعالم جاودانی رخت
کشید و در عنفوانِ جوانی و زمانِ کامرانی مانند برگِ خزانی خشکید انا للہ وانا الیہ راجعون
دوشنبہ ۲۲ محرم ۱۲۷۶ھ بعد از درسِ اخی السّید ہادی حسب الطلب سعد الدولہ رفتم
حالش بہ یافتم نبض عود کردہ و قوتے دست دادہ اظہارِ رجوع و بمن درین باب رجوع نمود
بعض از حاضران گفتند کہ این ہمہ اثرِ دعاءِ شبینہ شما است جناب حکیم مرزا احمد بیگ صاحب

احقان تجویز کردہ استخارہ نیز مساعدت نمودہ وایضاً حکیم صاحب چون بر نقل صون اعتقاد
کہ در حال شب نوشتہ ام مطلع شد این شعر برخواندہ

شخصی ہمہ شب بر سر بیمار گریست — چون روز شد آن بمرد و بیمار بزیست

تاریخ فوت نواب جعفری بیگم کہ شب فوت شدہ چنان بسرعت گفتم واز میر ولایت علی صاحب
نویسانیدہ برائے ملاحظہ شاہی رسانیدہ شد کہ ہنوز نعش او را نہ برداشتہ بودند وصورت
نظم ونثر این است عروس سلطنت کامرانی زینت فزائے حجلہ سلطانی با وقطعہ تاریخ کہ فوراً از
قلم ریختہ گذرانیدہ شدہ

زہرۂ اوجِ فلک برتری	کوکبِ مرتبۂ سروری
شمع شبستانِ محلّ علا	گوہر ناب صدف مہتری
بود نظر کردہ شاہ زمن	از نظر گلرخی و دلبری
در شب بست و دم از ماہ غم	گشت نہان از نظرش چون پری
آخر شب رفت و رقم زد قلم	سوئے جنان رفت گل جعفری

۱۲۷۸ھ برمی آید وتخرجہ دو سال در مصرعۂ اوّل باحسن وجوہ کردہ شد یکی از مؤمنین
کہ شب در دعائے وآمین شریک بود قدم رنجہ نمود وبعد از اطلاع سرعت اجابت دعا مضمونی
ادا فرمود کہ قابل التفات است وتفصیلش وتکمیلش درین ابیات نظم

دل کانپتا ہو دہشتِ روز حساب سے	پُرنم ہوا آنکھ خوف حساب وکتاب سے
پیش نظر ہو شرع رسالت پناہ کے	سینہ بھرا ہو حبّ ولایت مآب سے
اس حال میں دُعا جو باخلاص کیجئے	کسطرح سے وہ رد ہو خدا کی جناب سے

ف ذکر موت کہ ناگوار طبع شاہان است اجتنابی نمودہ کہ مناسب ملائم مزاج سلطان عالم بودہ باشد ۱۲

شب نماز جماعت شروع کرده بودم که نواب در رکعت آخر مع اصحاب ملحق شد و چون من سلام گفتم او هم بسلام اختتام کرد هر چند که اکثر اصحابش برخاسته دو رکعت باقی را ادا کردند لاجرم او را نیز از صورت مسئله آگاه ساختم و گفتم چون گاهے اتفاق الحاق برکعت آخر نشده باشد ازین مسئله غافل ماندید گفت بلی گاهے مرا غیر از رکعت اولی اتفاق لحوق نشده بود بعد از نماز خط وزیر صاحب طال عمره قدرے خواندم بسیار بسیار پسندیده ذکر کرد اینوقت تاریخیکه در باب وفات جعفری بیگم فرموده اید در انجا شنیدم خوانده می شد مدح میکردند والحق که بسیار خوب گفته و بر اصحاب اظهار کرد که من از مدتی آگاه مراتب علمیه ایشانم و در آن زمان ذکاء و ذهن بسید غنی نقی صاحب ایشان و تحریر ایشان منحصر بوده که هیچکاے بحضورشان از فضلاء زمان قلم برداشتن نمی توانست۔

سه شنبه ۲۳ محرم سنه ۱۲۷۶ھ صبح اسد الدوله را دیدم نواب در آن صحبت نیز مدح خط وزیر صاحب نمود چون برگشتم محمد باقر شاه و میر عباس شاه از کیفیت شب بینه شاه آگاه کردند که منشی صفدر تاریخ را خوانده و ستائش کرد و گفت که این چنین تاریخ و مخترع برائے فلانے است و او علاوه برین فن در علوم بمرتبهٔ قصوی و بدرجهٔ اجتهاد رسیده است بادشاه گفت آیا در یکعصر دو مجتهد میشوند گفت نه ایشان قوة اجتهادیه دارند و جناب علیین مآب و حضرات مجتهدین کربلا و نجف برایشان گواهی داده اند انتهی من بعد سید وزیر علی نامی از کلکته برائے ملاقاتم آمد گفت که شهره شما در کلکته بسیار است و منشی امیر علی ذکر شما بوجه احسن نموده درین بین کسی برائے عنایت الله و تعویذ تپ طلب کرد نوشتم فرزند علی مذکور چون دید تعویذ اسهال برائے بعضے نسوان که از اقارب خودش بود طلب کرد نوشتم و درین بین تسطیر مسالک او را پرسیدم معلوم شد که سنی است بکراهت او را تعویذ دادم۔

چهارشنبه ۲۴ محرم سنه ۱۲۷۶ھ امروز بجواب خط وزیر صاحب خط طولانی که بجائے خود رسالۀ ایست از اخوئے سید ہادی نویسانیده ارسال داشته ام انیوقت که ساعت نه از شب پنجشنبه است صدائے گریۀ وبکا از بعض محلات معلّی که بجورد محل مسمّٰی وبحسن افعال موصوف وبزیارت عتبات مشغوف بوده است برخواست آدمم بتحقیق حال شتافت دریافت که وفات یافت درہمین ساعت که بدنش ہنوز سرد نشده باشد وصدائے گریه رجال وشور نسوان واطفال سینه رامیخراشد قطعه تاریخ بخاطر گذشت وثبت روزنامچه گشت ؎

خرد

ازچه غمگین شده جان عالم
چه مصیبت شده برپا زجهان

فوت شد مؤمنه پاک نهاد
از محلّات شهنشاه زمان

گفتم از رشئ ادب تاریخش
محلِ خورد محل دار جنان
۱۲۷۶ھ

از یک دو ہفته عفونت این محلار را فرا گرفته آثار و باد ہیجان صفرا مشاہده میشود برخی از نسوان واطفال بقی واسہال درگذشتند بنابراین حال قدرے سرکه باستعمال آمد آخر شب دوار که مرض قدیم بود لاحق شد شاید خلل باعث خلل شده باشد۔

پنجشنبه ۲۵ محرم سنه ۱۲۷۶ھ صبح بسبب تغیر مزاج بر تلاوت سوره دہر در نماز فجر بے استخاره اقدام نکردم وبعد از نماز ماما ئے اچھی صاحبه آمده گفت که دست بسته عرض کرده اند که تشریف بیارید رفتم حالش خوب وغذائش مطلوب بود بعد از استخاره آب انار شیرین وعرق گاؤزبان داده شد بعده حسب التماس بیگم صاحبه پیش عنایت الدوله رفتم روز نوبه اش بود حب رضوی خوراندم ومسوّده خط دیروزه بنابر اشتیاقش قدرے خواندم خیلے محظوظ شد بعده آقا علی شریف را دیدم وبنگله نو ساخته را تماشا کرده برگشتم وامروز چند لعبت چینی که بنابت

رنگینی ساخته انداز کلکته رسیده برائے صبیه ها مناسب است یکے از آنها بشکل طفلے ست که تا در از کشیده است چشم او بند و چون بردارند آهسته آهسته چشمها می کشاید و چون دست بر شکمش زنند صدائے شبیه بگریه ازش بر می آید و دیگرے بشکل زنیست که چشمش بتحریک آله بند میگردد و وا می شود و چهار تالعبت کوچک بصورت دختر و پسر این همه لعبت ها مع یک ساعت که آن هم بازیچه ایست دیده درین فکر افتادم که به لکهنؤ بردم و از نواب صاحب مرخص شوم اگر ملاقات عیال دست داد فهو المراد و الّا لعبتها برائے اطفال باید فرستاد و در صورت اوّل خطاب وزیر صاحب باین اشعار مناسب است ؎

هدایائے کلکته زیبا نبود | و گر بود قیمت مهیا نبود
ولیکن پئے خاطر کودکان | گرفتیم بازیچه زان مکان
سبتے چند گر بینی آورده ام | دو تا لعبت چینی آورده ام
بیا صورتِ این حسینان ببین | تجلائے این نازنینان ببین
ببین چشم برهم زدن هائے شان | ولے نیست جان در بدنهائے شان
باین صورت آورده ام ارمغان | که از معنی اینجا ندیدم نشان
دلا نیست حرف تو گر دلپذیر | خموشی ازین لعبتان یاد گیر
بود گرچه آب و گل شان زچین | ولیکن ندارند چین بر جبین
ببین شکل و رنگ این وزمان | ولیکن چو تصویر حیران بمان
تعرّض بکار مقدّر مکن | شکایت ز کلک مصوّر مکن
نظر بسته از سعی و تدبیر باش | بهر حال ساکن چو تصویر باش
عمل گر باین شکل و صورت کنی | تماشائے حوران جنّت کنی

جمعه ۲۶ محرم ۱۳۷۶ھ صبح جائیکه ولدارمحل وجعفری بیگم را دفن کرده و خورد محل را سپرده اند بقصد خواندن یاسین، وآب دادن چشم عبرت بین، رفتم کنول ہائے شیشه روشن، وزہره جبینان آئینه رورا در زیر خاک مسکن، مشاہده کردم چادر ہائے حریر شوخ رنگ، بالائے گل وخاک وسنگ، فرش بود چون برگشتم قدرے در بنگله جدیده، مکث ورزیده، ہمپائے داروغه میر نجان، بسوئے مکان، برمی گشتم، ودرین راه بشیخ علی اظہر صاحب نگاه کردم، که پیش مرزا مظفر حسین نشسته است چون مرا دید، طلبید، چہار روپیه از قیمت من وسلوی فرستاده حاجی میر علی نقی صاحب بمن داد چون بمنزل رسیدم، فرزند ارجمندم، گفت من حیران بودم که کجا رفته اید چون ہمه جا ہا رفتم ونیافتم، خیلے مشوش ومتالم شدم، وگفتم مظنه که خدمت صاحب العصر رفته باشند سبحان الله چه نسبت خاک را با عالم پاک، امروز بحاجی محمد حسین علیخان صاحب گفتم که استخاره برائے ارسال روح القرآن بنجف اشرف وکاظمین علیهما السلام کنند خوب آمد پس این عبارت برآن نسخه باید نوشت

هذه نسخة من روح القران، فی آیات الفضائل الواردة فی امناء الرحمن، وهو من مؤلفات اضعف الناس، السیّد عباس، استنسخها مرزا محمد علیخان صین عن طوارق الزمان، لیقفها علی القبّة الغرویة الغراء، علےٰ صاحبها التحیة والثناء فینتفع بها العلماء، من سکان النجف والکربلاء، وقفا مؤبدا، وسبلها تسبیلا مخلدا، وجعل النظر فی هذا الامر موکولا، الی الماجد الفقیه، والکابر النبیه، العالم العابد والبارع الزاهد، الراکع الساجد، المجید المجید، والوحید العمید علم الهدی، وطود التقی، جناب الشیخ مرتضی، ایده الله

والواجب على من استعارها، وابصر منارها، ان یحفظها عن الآفات و العاهات، ویردها بعد الانتفاع فی سرع الازمنة والاوقات الی جناب الشیخ النعیم النفعی بها ولا یحبسها عنده والواسطة بینی و بین الشیخ فی ایصالها، هو اخی السعید الرشید السید محمد الکاظمینی الحائری فعلیه ان یوصلها، الی ذلک الجناب، والله الهادی الی الصواب وانا العبد الضعیف السید عباس بن علی حفظه الله عن کل عیب خفی و جلی، دو روپیه را با دزن صندلی و شانه و ماهی مقناطیسی خریدم،

یکشنبه ۲۰ محرم ۱۲۷۶ھ بعد از چاشت خوردن قیلوله نمودم آب دریا که اکثر احیان بتقبیل این آستان می آمد امروز بقول حاجی محمد حسین صاحب بسبب بان بلا گردان شد چنانچه گفته ام ؎

از درم گشت بهره ور دریا	که شد امروز جوش ور دریا
نیمروزے که بوده ایم بخواب	رو با کرد بیخبر دریا
آب دریا گرفت دور مرا	شد کشتی من مگر دریا
فرش خوابم میان بنگله بود	بنگله چون حباب بر دریا
مے شود این اثاث در یاوه	گر فزاید ازین قدر دریا

بعد از نماز ظهرین مرزا محمد باقر صاحب زائر آمد و پنجاه روپیه برائے مصارف سفر فرزند سعید تجویز کرده گفت پیش من موجود و لیکن موقوف بر اجازت نواب صاحب است حالا برائے استیجازت رفته است و میگفت که طلب عیال بمقتضائے حال لکھنؤ مناسب است و لیکن صرف هشتصد روپیه می باید این وقت فقیر را چند شعر عربی بخاطر رسید و ثبت گردید ؎

العسر يجوجنی الی الاسفاد　　والسیر ممتنع مع الاعساد

فالیسر موقوف علی سیری　　وسیرہ صار موقوفا علی الایساد

ھذا کما او صحت دورٌ واضح　　لزم الفتی فی ھذہ الادواد

وایضًا

لابد من سفر الی البلدان　　لتکسب الاقوات للصبیان

الارض واسعة ولکن المعیشة　　ضیقها یلھی عن الجولان

فلقد تعسر ما تیسر کسبہ　　بکراھة فی سالف الازمان

ما کان فی الدنیا جوع فحولها　　الا الی النسوان والخصیان

والیوم قد عم البلیة والاسی　　کلا من الذکران والنسوان

شب مرزا محمد باقر صاحب در نماز جماعت شریک شد وپنجاہ روپیہ عنایتی نواب صاحب برائے تدارک سفر فرزند ارجمند آوردہ بود باد سپرد فرزند را بسبب سُرورے کہ از قرب وصال اطفال من دست داد خواب نبرد ومن چون از خواب بیدار شدم شنیدم کہ آب دریا خیلے طغیان کردہ قریب بود کہ داخل صفہ شود می گویند شب ہما آمدہ بودٔ دوشنبہ ۲۹ محرم ۱۲۷۶ھ در نماز فجر سورہ دہر خواندم و در اثنائے تلاوت عجیب حالت رو نمود و رعشہ در پاہائے من اُفتاد قریب بود کہ بیفتم بعد از نماز ساعت ہفت فرزند را وداع کردیم۔ ؎

اے آہوئے خُتن کہ مرا نور دیدۂ　　از من چہ دیدۂ کہ بصحرا رسیدۂ

دُرِّ خوشاب لجۂ حسن عقیدتے　　لعلِ مذاب کانِ صفاتِ حمیدۂ

پیوستۂ بجان من وجان من بتو　　ناچار گشتۂ کہ تو از من بریدۂ

بودی بباغ وصل وفتادی بدشت هجر　　چون گل دمیدهٔ وچو بلبل پریدهٔ
آیا چه رفت برسر تو در فراق من　　داغم ز محنتی که تو بی من کشیده
رفتی بباغ وصل عزیزان دم سحر　　در بزم ما بیار گلی را که چیدهٔ
مائیم وشام غربت ویاد تو دمبدم　　تو مثل صبح در وطن ما دمیدهٔ
ای طفل اشک نور نظر زیب دامنم　　آیا چه دیدهٔ که بدنیستان دویدهٔ

در اینوقت نواب صاحب یک جلد ترجمه تورات ودیگرے ترجمه انجیل برائے مطالعه عبد ذلیل فرستاد وچون اوراقش کشودم بر سرش نوشته دیدم باب اول نسب نامه عیسی مسیح پسر داؤد و پسر ابراهیم الخ گفتم تومش میگویند که عیسی پسر خدا است واین عبارت مکذب آنهاست هرچند نزد اهل صواب نیز خطا است باز دیدم که جا بجا میفرماید پسر انسان وخود را مراد میگیرد این بود از انجیل متّی ودر انجیل مرقس مذکور است بتحقیق شتر را از سوراخ سوزن گذشتن آسان تر است از اینکه دولتمندی داخل ملکوت خدا گردد واین کلامی است که قرآن هم فی الجمله تصدیق آن مینماید ولیکن از آن بشارتے برائے دولتمندان این قوم برمی آید که دولت دنیوی نزدشان بر دولت اُخروی ترجیح دارد وهم دران است هر که خواهش دارد که درمیان شما بزرگ گردد خادم شما گردد زیرا که فرزند انسان نیز بجهت مخدوم گردیدن نیامده است بلکه بجهت خادم بودن د فقره اولی موافق حدیث نبوی است سید القوم خادمهم وفقره ثانیه مخالف قول ایشان است که عیسی را پسر خدا مے دانند وهم در آن در ذکر احوال قیامت گفته انگاه فرزند انسان را در ابر بقوت عظیم وجلال خواهند دید که می آید ودر انجیل یوحنا مندرج است من از پدر خواهم خواست واو تسلی دهنده دیگر بشما خواهد داد که تا ابد بشما خواهد ماند روح راستی که او را جهان نمیتواند پذیرفت زیرا که او را

نمی بیند و نمی شناسد اما شما او را می شناسید زیرا که نزد شما مے ماند و در شما خواهد بود و بعد از چند فقره
گفته من این سخنها را چونکه نزدیک شما بودم بشما گفته ام لیکن آن تسلی دهنده یعنی روح القدس
که پدر او را باسم من خواهد فرستاد همان شما را همه چیزها خواهد آموخت و هرچه من شما را گفتم بیاد شما
خواهد آورد و هم در آنست در باب شما نزد و هم لیکن بشما راست میگویم که شما را مفید است که من
بروم که اگر من نروم آن تسلّی دهنده بنزد شما نخواهد آمد اما اگر بروم او را نیز نزد شما خواهم فرستاد
و او چون بیاید جهانیان را بگناه و صدق و انصاف ملزم خواهد ساخت بگناه زیرا که بر من
ایمان نمی آرند بصدق زیرا که بنزد پدر خود میروم و شما مرا دیگر نمی بینید بانصاف زیرا که بر
رئیس این جهان حکم جاری شده است و دیگر چیزهائے بسیار دارم که بشما بگویم لیکن حالا نمیتوانید
متحمل شد اما چون او یعنی روح راستی بیاید او شما را بتمامی راستی ارشاد خواهد نمود زیرا که او
از پیش خود سخن نخواهد گفت بلکه هر آنچه می شنود خواهد گفت و شما را از آینده خبر خواهد داد و او
مرا جلال خواهد داد زیرا که او آنچه راز آن من است خواهد یافت و شما را خبر خواهد داد خلاصه
اینکه حقیر بر فرش خواب دراز کشیده ترجمه انجیل را پیش نظر داشتم و قلیان می کشیدم
که درین اثنا سلطان بر هوادار سوار و دور پش مصاحبان بسیار دم دروازه قریب بالین
من ایستاده تا دیر مرا دید و اشارتے کرد و من در مطالعه این همه بشارت غافل از آن اشارت
بودم چون خبر شدم عمامه بر سر گذاشته دیدم شاه قدرے در حریم بنگله تشریف داشته پیش
رویش رفتم و سلامی کردم تبسّمی نمود و رفت ظاهرا این بنگله پسندش آمد بنگله جدید طیاری
رسیده فقیر آنجا میرفتم و متکلم باین قطعه مے شوم ؎

درین بنگله دیشب آمد هما — شد امروز سلطان تجلی نما
همارا بسلطان عالم گذار — بروئے گدا اختیه منها

آخر ہمان روز در بنگلۂ جدیدہ آمدہ نشستم۔

جمعہ ۳ صفر ۱۲۶۶ھ بیگم صاحبہ استدعاء تصدق برائے شاہزادہ نمودہ کہ ہر قسم برآید لعمل آرم باخود گفتم کہ تصدق بطرز خاص کہ مرسوم است در کتب کجا بہتر آنست کہ بیش بگویم تا نذر کنند کہ بعد شفا سہ دختر از بنات سادات را تزویج نماید و بنات عم مکنون خاطر بودند لہذا بایشان پیام رساندم کہ بعد از نماز جمعہ آمدہ عمل خیرے را کہ استخارہ بر آن واجب آمدہ است بر شما عرض خواہم کرد و مہیائے نماز جماعت شدم و در آن روز مردم بسیار اجتماع کردند و حکیم صاحب یعنی مرزا مہدی صاحب ہم در میان قطار بود و داروغہ میر نجان صاحب فرمائش ذکر اصول اخبار نمود بعد از ادائے صلوٰۃ چند حدیث در احکام جماعت بنا بر عادت از استبصار خواندم و کلام را بجاے رساندم کہ از چند حدیث بر می آید کہ اگر امام نماز را بے طہارت بخواند بر ماموین اعادہ و بر او اخبار لازم نیست و یک حدیث باین مضمون کہ جناب امیر علیہ السلام بے طہارت نماز کرد و بعد از آن منادی ندا داد کہ ہر کہ پشت سر آنجناب نماز خواندہ اعادہ کند گفتم این حدیث مخالف احادیث سابقہ است و معمول بہ نیست چہ اگر آنحضرت نماز را بے طہارت کردہ ترک واجب بر او لازم می آید و الا پس سہو ہم بر معصوم روا نیست پس اخباریان در چنین مظان چہ مے کنند ضروری است۔ کہ بر احدی الحکمین عمل نمایند فاما اصولیان پس حدیث را مطابق قرآن و احادیث دیگر ہرگاہ نمی یابند عمل بر آن نمیکنند بعد از فراغ پیام لعجل رساندم کہ بیایم ظاہرا پیامبر مطلب را بخوبی ادا نکرد رفتن موقوف ماند و امروز احسن الدولہ پیام نواب صاحب باین مضمون آورد کہ بمبلغ صد روپیہ ماہواری خدمتگذاری میکنم قبول فرمایند اجابت نکردم و ہم امروز میر بندہ حسن کہ او را میر مٹھائی میگویند نقل کرد کہ من سابقا مدتے بہت خوابے دیدہ و تعبیرش از شما پرسیدہ بودم گفتم چہ طور گفت دیدم کہ از خواب بیدار شدہ ام و زہراب میریزم

وهمین قسم سه بار اتفاق افتاده شما گفتید زن گرفته گفتم بلی گفتید سه تا اولاد از تو بهم خواهد رسید وهمچنان شد سه دختر از من متولد گردیده الحال خواب دیگر دیده ام تعبیرش هم از شما می پرسم وخواب را بیان نمود گفتم که میرزکی می آید شب شنبه در جماعت کثرت بود

شنبه چهارم صفر ۱۳۰۶ھ در محل رفتم که کار ایامی را با تمام رسانم به بیگم صاحبه گفتم که جناب امیر المومنین علیه السّلام در بیماری حسنین علیهما السلام روزه سه روزه نذر کرده بود شما هم برائے شاهزادهٔ نذر می بکنید گفت من هم سه روزه نذر میکنم گفتم خانهٔ اهل بیت فقر وعسر بوده است شما را عمل خیر غیر از روزه مناسب تر است پس نذر کنید که سه تا دختر نا کتخدا را از بنات سادات تزویج نمایم گفت بر یکے اکتفا کنم گفتم جناب امیر سه روزه نگاه میداشت شما سه تا سید را شادی بدهید گفت حضور عالیه یعنی دختر بلند اختر خواب است شما صیغه نذر باد تعلیم کنید برگشتم وهم امروز میر نجان صاحب از طرف نواب صاحب پیام ماهواری باصرار رسانید ناچار قبول کردم شب یکشنبه در جماعت کثرت بود وامروز چهل وچهار روپیه بنابر خوراک یکماه عنایت شده وهم بروز شنبه مولوی آقا علی شریف ضیافتے برائے ما فرستاد برنج شیرین ونمکین وشیر برنج را برداشته خانه میر اولاد علی صاحب فرستادم۔

یکشنبه پنجم صفر ۱۳۰۶ھ چهل وچهار روپیه که دیروز از سرکار رسیده بود چهار روپیه از آن با مان علی طباخ داده شد تا چهار روز چیزے بپزد ودر بقیه نگاه داشت با ورچی لطور خود وطبخ طعام روبروے خود ملحوظ است امروز سانحه انتقال میر محمد رضا که در محفل نکو یان از جمله سخن گویان بود بزبانی آقا حسن بر من معلوم وتاریخ وفات آن حمیده صفات باین طرز مرقوم شد

بردن رفت چون از فضائے جهان محمد رضا حسب حکم قضا

نوشتم بتاریخش از روے درد   جنان بزمگاه محمد رضا

وامروز هم بنا بتکمیل امرایامی رفتم از نواب معلوم شد که حضور عالیه در اینجا نیست برگشتم در ظهرین ومغربین کثرت مردم بود وشب خطے از بنده زاده بتوسط سید علی نقی صاحب که مشتمل بر غزلے بود در جواب شیخ علی حزین وغزلے دیگر بتتبع کلامم که من حیث لاالشعر انشا کرده بود بورود بهجت آمود فرحت افزود تفصیلش اینکه فرزند ارجمند پیش ازین غزلے از شیخ علی حزین وغزلے از من در نامه خود نوشته بوزیر صاحب فرستاد ونسبت بخود داده بود وزیر صاحب جواب هردو غزل نوشته دبه نیست مطلع حزین ؎

بے تو چسان بسر برد جان اُمیدوار من   اے بت دلفریب من صبر من و قرار من

مطلع وزیر صاحب ؎

دلبر گلعذار من مونس جان زار من   طوطی من هزار من غنچهٔ نوبهار من

مطلع غزل دوم از حقیر ؎

شب طلعت تو بخواب دیدم   پیش از سحر آفتاب دیدم

مطلع غزل دوم از وزیر صاحب ؎

رخسار تو بحجاب دیدم   یک روز دو آفتاب دیدم

دوشنبه ۲ صفر ۱۲۷۶ھ صبح در جماعت کثرت بود وبعد از نماز ووظائف خانه سید علی نقی صاحب رفتم خطوطے از عیال علیین مآب آمده بمن نموده گریست ومرا هم رقتی دست داد گفتم اکنون مصیبت بکمال رسید وصبر فنا شد امید فرج است ومن بعد بر دروازه محل آمده بر شاه زاده دعا خواندم ونوبت باندرون رفتن نرسید ودلم بر حال عیال جناب علیین مآب واطفال عموی خودم سوخت وحال خودم هر چند خراب است

لیکن نظر برین خاندان جلیلے شکایت نیست ؎

سیدا زین نفت چه ابیدلی　　ز غمم دیگر نفتر اغافلی

شکر کاز درگرفت دو دنیا　　لطف خفی گشت برایت جلی

بهر تو در اه بعصر رشد　　هم عدد اسم شریف علی

و ز ظهر تا عصر بین جمعیت مردم بود.

سه شنبه ۲ صفر ۱۲۷۶ھ در نماز صبح کثرت مردم دامروز عبارت وقف بر نسخه روح القرآن

نویسانیده مرزا محمد علیخان بعبارت عربی نوشته شد لیکن پارسل روح القرآن و خط خودم

همی اخوے سید محمد حاذری را مرزا باقر صاحب نزار امروز بسبب بعض موانع نبردند

چهارشنبه ۳ صفر ۱۲۷۶ھ پارسل روح القرآن مع خط اخوے بتوجه مرزا باقر صاحب

بخیر و حاجی آغا مرزا صاحب نموده شد که بر جهاز ارسال نمایند در نماز پنجگانه جماعت

بدستور اتفاق افتاد امروز مرزا باقر صاحب گفتند که صرف تغذیه سه کس ماهی پنجده

فنهی بیست و پنج روپیه و دو خانه من تکفل مینمایند بنابران پانزده روپیه علی الحساب

بجناب ممدوح دادم و دیروز یا همین امروز خطے از مولوی حیدر علی صاحب مشتمل

برین اشعار رسید ؎

ایا ساکنی سکلکتہ ان اعینی　　عقیب التنائی لم تذق لذة الکری

و بلبال بالی لا یحد نهایة　　و عینی کعین او کفیت اذا هی

یؤیّه ترو عی کلّما دن ساجم　　و قلبی یصبو حین ما هبت الصبا

فو اسفا طالت لیالی بعاد کم　　و اصبحت فی شوق یذیب الجسم فی النوی

ایا من فوادی فی هواکم متیّم　　الم یکف ما قد ذقت من الم الجوی

بلی قد کفی تالك البلایا فانّنی   لقد ضعفت ذرعا من تقاقم مادها
افیضوا علینا من بحور فیوضکم   لکی ینطفی جمر تاجج فی الحشا
بذا لکم داویت دائی فلم یزل   ولم یسکن القلب لوجیب و ما سلا
وکیف فذکرکم یهیج لو عتی   وهل ینفع استعمال بذ من الدوا
عسی ربنا ان یجمع الشمل عاجلا   و یمنح من بعد التباعد باللقا
فربی رحیم لا یخیب راجیا   رؤف ولا الفضل یفعل ما یشا

دیشب نواب ذکر عهد وزارت خود برآورده فرمود که سه لک و سه هزار روپیه را اسپان عربی خریده بودم که مصعور در شبیه کشیدن آنها عاجز بوده از آنجمله اسپے بود که نامش تی وصفاتش چنان که کفلش چون سنجل مصقل صورت دران دیده می شد و تا اکنش بجدی که باشاره تازیانه خراشی بهم میرسید و اسپ دیگر شصت کرده راه رفته نفسش بحال ماند پنجشنبه ۶ صفر ۱۲۶۳ھ پیش سید علی نقی صاحب رفتم دیدم بسیار شادان و خندان است اجازت مراجعت به لکهنؤ از سلطان گرفته و نزدی برای زیارت یافته و شاه کلمات حسن عقیدت و کمالات محبت باو گفته فالحمد لله علی ذلك بعد از قیلوله چند شعرے در جواب نامه سید محمد علی صاحب انشا کرده ام

کتبت الینا ما نهاکی عن الوفا   من المهرق الناعی الصدق والصفا
فابدیکنی ادرالدجل صباعة   محبا فیشغبه وان کان مدنفا
احلتنی الدنیا بجون شجونها   فکاد فوادی ان یذوب تلهفا
تراود من نفسی ولست براغب   فتصنع لی صنع الزلیخا بیوسفا
شغوص عن الاوطان من غیر صاحب   من الاهل ممن کان ان یتعطفا

خرجت من الربع الرفیع وبت فی | حشیش و خوص صیرده مسقّفا
یضیع تعریف العناصر کلّها | فان احد منها یصادفه اتلفا
حنین و یسقینی الامیر زلاله | ولکن اوار الشوق منی ما انطفی
عمدت الی اتحاف شیٔ الیکم | فما لاح لی غیر الکتاب لیتحفا
فساعدنا رقی تکلم بعد ما | خفناه و اتبعناه اخرس اغلقا

شب جمعه بعد از تفرق صفوف جماعت صفدر حسین صاحب قدرے حرفہائے نمکین زده میگوید بعضے از تلامذه اذکیا مسیح الدوله نسخه عرقے مشتمل بر قرنفل و دار فلفل و دار چینی وغیر آن قریب سے دوا نوشته بخدمت آن مرحوم گذرانید فرمود که ادویه حاره را تعدیل باضافه ادویه بارده بکنید گفت کسر ریاح منظور است بار دیگر ازین قسم نسخه نوشته همان تلمیذ رشید بنظر مرحوم رسید رئے خطاب باحدی نکرده بانفس خود متکلم شد که فلانے را باجزائے حاره خیلے میلان میباشد و بعض اشخاص میگویند که چون آن بزرگوار بفالج گرفتار شده بود الحال بدوائے حار اعتقاد بہم رسانیده است والمرء یقیس علی نفسه دیگر تپه نسخه برائے زنے که مبتلائے حبس طمث بود نوشته عناب ور آن نسخه از نظر مرحوم گذشت یا آورنده نسخه فرمود که بکاتب نسخه بگوید که عناب برائے چیزیکه بخیال دارید مناسب نیست آمد و پرسید و گفت پیام شما را نفهمیدم فرمود که عناب مغلظ خون است وجائیکه احتباس طمث باشد تغلیظ خون نباید گفت عناب را مغلظ خون که نوشته است آن مرحوم کتابها را برآورد در مخزن و سدیدی نوشته یافتند امشب غذا از خانه مرزا باقر صاحب خاطر خواه در حساب پانزده روپیه رسید۔

وقت چاشت سید علی نقی صاحب برائے رخصت آمد شب آئنده می خواهد که برود

اسم اخوی میر باقر نوشته باد دادم که در وقت دیگر ببیند و بزیارتش بفرستد و بهر بر فرش
خواب چنان بخیال آمد که آیا فردای قیامت نجات می یابم و بهشت می روم یا نه بان
نیت قرآن را کشودم این آیات بر آمد یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم
تحزنون الذین امنوا بایاتنا وکانوا مسلمین ادخلوا الجنة انتم وازواجکم
تحبرون یطاف علیهم بصحاف من ذهب واکواب وفیها ما تشتهیه
الانفس وتلذ الاعین وانتم فیها خالدون وتلک الجنة التی اورثتموها بما کنتم
تعملون لکم فیها فاکهة کثیرة منها تاکلون صرف شش روپیه اخوی میر هادی از امانت
خود گرفتند و یک روپیه را ظروف چینی خریده شد و لباس نو توجه داروغه میر نجان صاحب
طیار شد چون وقت نماز رسید نواب و دیگر احباب و اصحاب و احباب گرد آمدند رضا حسین
خان صاحب خواهش کرد که چیزی از روح القرآن بخوانم و منظور بیان احکام جماعت
بود چون سخن باینجا رسید که در امام عدالت شرط است و پیغمبر خدا صلی الله علیه وآله جالسا امامت
قائمین نمود و دیگران را از چنین امامت منع فرمود گفتم که انیست آداب و شرائط نزد شیعه
واما سنیان عدالت را شرط نمیدانند و بنا بر چیزیکه خود روایت کرده اند پشت سر بر و فاجر
نماز میخوانند بعضی حکایت ولید پلید که با کنیز خود در حالت سکر مقاربت کرده در همان حال
اورا بامامت جماعت فرستاده و حال نماز ابو بکر که در مرض الموت پیغمبر خدا خوانده و آن
نماز غیر مقبول مطلب خلافت رسول بر کرسی نشانده و لطائف و ظرائف که با آن متعلق بود همه
از روی روح القرآن خواندم و حاضران را مسرور و محظوظ نمودم نواب صاحب و جمیع حضار
بخنده در آمدند و نواب صاحب بچهاپ این کتاب عزم محکم بست خدا توفیقش بدهد آخر
روز حاجی میر علی نقی که از تلامذه رشید است رسید خواستم که تدارک مهمانیش بهم خواهر

میرزا باقر که اهتمام طبخ میکند بسبب تنگی وقت عذر خواست بداروغه میرنجان صاحب گفتم
او هم جواب صاف نداد متردد شدم ولیکن رزاق بی انباز و کریم کارساز مرغ پلو از خانه
وزیر و چینک طعام از مطبخ سلطان و دیگر اطعمه لذیذه بر حسین قلیخان به سر خوان فرستاد
حاجی صاحب و میرزا محمد باقر چیچه والا را اصلا نبودم و همگی سیر شدیم ـ
یکشنبه ۱۱ صفر ۱۲۷۶ھ داروغه میرنجان صاحب پیش من نشسته بود که یک ناگاه
از حرم محترم لبی نواب کس بطلب او آمد رفت و سراسیمه برگشت که زود بیائید نواب
شما را میطلبند گفتم خیر است جواب درستی نداد و آب در دیده گردانید و متعاقب ما
یکی در عقب دیگری گریه کنان و دل دل زنان رسیدند که بشتابید و از هر که ماجرا را
میپرسم میگوید بیگم صاحب و میگرید رعشه در بدنم افتاد که مگر زن نواب صاحب جان
داد اغوی میگوید که سیاهی بهره از خوابم بیدار کرد پرسیدم حال چیست میگوید بیند بیند
گفتم مگر بیمار است خلاصه حقیر اندرون محل رفتم زنان را در اضطراب چون ماهی بی آب
یافتم یکی میگوید سحر کرده اند دیگری میگوید که زهرش داده اند همینکه چیز خورد
حالتش متغیر شده است چون به پیشش رسیدم حجابی در میان من و او افتاده بود مجرد اینکه
زبان من مطلع شد گفت جانم میرود اطفال را بنواب سپردم نواب بیچاره در گرداب حیرت
افتاده و سر رشته صبر و قرار از دست داده و او بسته میگوید پرده را چینید تا بیرون
بیایم از قلانی حجابی نیست که شفا من در دعا او است و بمن گفت که دختر ناکتخدا را
ترویج میکنم ولیکن شاید پاس خاطر جناب اقدس الهی دعا برای من بکنید که شفا یابم حقیر
پرده را قائم گرفته پیشش بیم سر دیافتم گفتم خفقان است و هیچ صره را بر آوردم و بدست
آقا علی شریف دادم که انا انزلناه بخوانید و بگشائید ایشان در آن اضطراب قبل از آنکه

دعا خوانده شود صره را کشودند و اثرش ربودند صره دیگر طلبیدم و بعد از دعا خاک پای را
بجو رونش دادم فی الفور آن شور و فریاد و داد و بیداد موقوف شد عصر نواب صاحب
نماز ظهرین منفردا خوانده بعد از صلوٰة گردن کج کرده بتضرع و خضوع دعا خواست و شب
در نماز جماعت حاضر شد بعد از نماز گفتم امشب چیزے از قسم طلا برائے تصدق عزل کنید
که طلا محبوب قلب است و لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون قبول کرد و گفت
هزار روپیه نذر کرده ام که بمومنین حسب رائے تو تقسیم نمایم فقیر صیغه نذر تلقین کردم
یکشنبه ۱ صفر ۱۲۷۶ھ برائے استخبار مزاج خاتون معظمه رفتم حالش خوب بود سرگذشت
دیروز را بیان میفرمود گفتم الحال کیفیت مزاج چیست گفت اندکی ضعف باقی است
آیا و سگهڑه می توان باخت گفتم و سگهڑه چه چیز است گفت بازیچه ایست که در خانه زنان
میسازند و می بازند گفتم داخل لهو لعب است و آن جائز نیست و ازین مقوله هائے
چند را نام برد و اذن خواست مانع شدم گفت پس تفریح طبع چه طور دست دهد گفتم
قصص انبیاء بشنوید و حکایات ظرافت انگیز لطافت آمیز از لسان نواب که مقرون
بصدق و صواب باشد هم مضائقه ندارد و اظهار مضمر بطور حساب احیانا بنا بر تفریح و
رفع کلال و ملال معیوب نیست و پاره با نواب نشستم و برخاستم میر نجات حسین صاحب
پنج دانه اشرفی آورد که بنا بر تصدق شب بالین بیگم صاحب گذاشته بود الحال بجناب
داده اند که بمستحقان در لکهنؤ یا اینجا هر کرا مناسب دانند مرحمت فرمایند
دوشنبه ۱۱ صفر ۱۲۷۶ھ بعد از نماز فجر و تلاوت باستخبار خاتون معظمه رفتم جنب اندر حجره
مقابل نشسته متوجه حرف و حکایت شد و نواب صاحب هم خواهان بود که چیزے
برائے تفریح او نقل کنم قصه صبر و توکل و مصائب و نوائب خود که در ایام غدر گذشته

و دیگر حکایات که دلالت بر لطف و عنایت خداوند عالم و خالق قرآن مجید و حفظ الٰهی نسبت
بحقیر و حکیم محمود علی بسبب آیات حفظ همه را ذکر کردم بسیار محظوظ شد و گفت از چهره فلانے
نورے مشاهده میکنم که هر چند میخواهم از چشم من جدا باشد ممکن نیست که جدا شود و خواهش
کرد که درسے از فقیر گرفته باشد نواب صاحب تعیین تاریخ قتل ثانی نمود چون برخاستم
مرزا باقر قریب رفته سفارشے در باب من و مومنین دیگر نمود و بحمد الله کار رنگی گشود و نواب جناب
فرمود که محبت نامه انگریزی را هم جواب بنویسید و فقط بجماعت و امامت اقتصار نفرمائید
چون برگشتم مرزا باقر برائے من نقل کرد که روزے نواب برخاست که مارے را که پیدا شده
بود بکشد و بیگم صاحب چون دید مضطرب و بیقرار شد و نذر کرد که اگر نواب از دست این
مار صحیح و سالم برگردد صد روپیه در راه خدا بدهم چون نواب مار را کشت بیگم صاحب
نذر خود را بعمل آورد حق آنست که این خاتون را با شوهر خود عظیم محبتی است که در بیان
راست نمی آید و آنچه از قسم بد وضعی و آوارگی در لکھنؤ نسبت باین ضعیفه می شنیدیم همه
غلط می نماید قریب نصف نهار خطی چون باد بهار از شهر و دیار رسید که از آن مضمون جدید شکل
صبح عید رخ پرور جلوه گردید یعنی ولد سعید به لکھنؤ رسید و اطفال و عیال قصد روانگی جمادم
این ماه باین صوب دارند از این راه اطلاع نواب صاحب بنا بر تدارک راه و منزل واجب افتاد
ناچار آگاهش کردم تسکینے فرمود شب بعد از مغربین مولوی کبیر الدین که نواب صاحب
اشتیاقش نسبت بمن نقل کرده بود بملاقات من آمد و دو کتاب بطور هدیه پیش کرد یکے
دیوان حماسه که چهاپ است و دیگر غرر و درر مشتمل بر کلمات جناب امیر المومنین علیه السلام
هر چند آن عزیز بے تمیز نامش عزیز الحکم گفته ولیکن عزیز مصنف غرر است نواب صاحب
پیش از آمدن او فرموده بود که قاضی القضاة این بلد چون شنید که مجتهد هندوستان

وارد این شہر گردیدہ مشتاق دیدن شما است بہر حال ازین دو نسخہ مسرور شدم۔

سہ شنبہ ۱۴ صفر ۱۲۷۶ھ حکیم مرزا حسین صاحب قاری مشہدی بزیارت من آمد و یکجلد صوم از شرح حدیقہ تصنیف جناب غفرانمآب ہدیۃً بمن لطف کرد و تاریخ ورود خط طولانی نوشتۂ من کہ وزیر صاحب گفتہ بود پیشش خواندم ؎

شود تاریخ ظاہر بے کم و کاست　　　ز لبہائے وزیر و جان عباس

گفت لب کنایہ از واو و جان کنایہ از قلب است و باز بحیرت افتاد کہ شش عدد واو را باد و تا عدد با ہر گاہ جمع کنیم ہشت تا می شود سنہ از آن بر نمی آید گفتم لب ہا جمع است واو وزا ہر دو مراد است و جان کنایہ از با و باد و حرف است۔ ب۔ ا و چون اعداد اربعہ را بترتیب می نویسند این صورت بہم میرسد ۱۲۷۶ و ہمین است سنہ تحریر خط مذکور چون این را شنید گفت خوب گفتہ است و خوب فہمیدید خیلی پسندید تحفۃ الزائر بہفت روپیہ ازش خریدم و یک اشرفی از آن پنجدانہ کہ پریروز آمدہ بود باسم صبیۃ اش دادم

نقل خط بنام وزیر صاحب۔ برخوردار سعادت آثار خجستہ کردار نور العیون و الابصار صانہ اللہ عن الشرار بعد دعائے حصول آمال و ترقی اقبال واضح آنکہ مزاج باعتدال است و طبع بحال و بقا لقاء عیال و اطفال متوسل از حضرت ذوالجلال دیروز عصرے خبر ورود پسران مرزا علی رضا خوشنویس مع چند آثار تنباکوی نفیس شنیدم شب آنرا طلبیدم و چند نفس کشیدم چون بعد از مدتے اتفاق افتاد عجب فرحتے دست داد ؎ آگئی شب کو گل شبو کی بو پا یا مہکتی تھی کسی گیسو کی بو پا لکھنؤ سے تحفہ یہ آیا ہی کیا جسمین ہی اس دلبر خوشخو کی بو بس دماغ و دل معطر ہو گیا عطر کی بو ہی کہ تنباکو کی بو یک سجع برائے مہر شما تجویز کردہ ام۔ مصرع

محمد صاحب مہر نبوت زیادہ زیادہ

دوشنبه ۲۷ صفر سنه ۱۲۷۶ھ شب کیفیت حمی داشتم ولیکن نسبت دیروز فی الجمله
خفت بود امروز ولیعهد بهادر وارد شده و نواب صاحب انجم الدوله بهادر و دیانت الدوله
بهادر و دیگران باستقبالش رفتند از همین بنگله که مسکن ما است کیفیت سواری و آمد آمد
او را مشاهده کردم و مصرعه بر زبان من جاری شد. باخوی گفتم که ببین تاریخ ازین
مصراع بر می آید چون حساب کرد پنج عدد کم بود گفتم های کاف را که در کتابت
می باشد هم حساب بکنید گفت این تاریخ درست است چون ولی عهد بهادر ز سفر باز آمد
گویا رجعت خورشید باین کشور گشت سال تاریخ در دوش شده فی الفور رقم باد مژده که
ولیعهد ز لندن برگشت سنه ۱۲۷۶ هجری

پنجشنبه سلخ صفر سنه ۱۲۷۶ یا غره ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ فرائضی که سه چهار روز
پیش ازین از هوگلی آمده بود بتکمیل رسید و امروز نواب صاحب بعد وجوب استخاره کونین
آبکی بدست خود حقیر را نوشانیدند و غذا باوجود ممانعت بعض اطبا بوقت چاشت خوردم
و تپ بسبب اکثار قرأت سوره الحمد نیامد هر چند روز نوبه بود۔

جمعه دوم یا غره ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ در وعظ نهی شدید از غیبت بطرز جدید
از روئے انوار نعمانیه خواندم و حاضران را ترسانیدم چنانچه در قلوب اکثرے اثرے بخشید

چهارشنبه هفتم یا ششم ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ اشرفی امانت که گم شده بود برائے
تحقیقش خطے نزد فرزند ارجمند بلکهنو فرستاده بودم و مظنه سرقه بجیدر داشتم و در تفحص آن
از صندوقچه و خانه هایش دقیقه فرونگذاشتم امروز بعد بسمله در همان صندوقچه فیض آبادی
جستم فی الفور یافتم لله الحمد علی ذلک۔

پنجشنبه هشتم یا نهم ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ بخدمت نواب صاحب عرض کردم که

امروز روز مبارک است آغاز در طبع روح القرآن نمود شود اجازت دادند میر نجان صاحب حاجی محمد حسین را طلبیده اقرار نامه نویسانیده قطعه را در صندوقچه فیض آبادی گذاشته ام۔

جمعه نهم یا دهم ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ حال خلیفه ثانی از ورق ۱۱- انوار النعمانیه و ورق روح القرآن خوانده شد و امروز چاشت و شام باهتمام مرزا علی صاحب پخته شده و از خانه مرزا باقر صاحب موقوف شد۔

شنبه نهم در سرکار شاهی و بحساب نواب صاحب دهم ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ

نواب مرزا صاحب از چند روز قریب یا بیش هر روزه برائے شکار ماهی تعب میکشید دیروز یا پریروز نذر کرد که اگر ماهی بگیرم بیاید برائے فلانی هدیه نمایم اتفاقاً امروز دو ماهی را شکار کرد و امروز چاشت و شام بتوجه قاری مرزا حسن صاحب مشهدی درست شد و از مرزا علی حسین صاحب انتزاع بعمل آمد شب یکشنبه خبر تار برقی مشتمل بر روانگی عیال هفتم این ماه رسید و سرور عظیم بخاطر فاتر بخشید فالله خیر حافظا و هو ارحم الراحمین حسبنا الله و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر الله خلیفتی علی بیتی و عیالی اللهم اوصلهم الی سالمین انک انت ارحم الراحمین

دوشنبه ۱۱ شهر ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ پنج روپیه بمرزا حسین صاحب قاری دیگر علی الحساب داده شد و امروز میر نجان صاحب داروغه در شکار مرغ و ماهی سوال کرد گفتم اگر برائے قوت خود و عیال باشد روا است و الا داخل لهو و لعب ہے

چه خواهی از شکار مرغ و ماهی مجو ذکر آلهی در ملاهی

هفت و هشت روز مے شود که میر بنده حسن صاحب طلب دعائے مجرب برائے وسعت رزق از حقیر نمود گفتم تسبیح جناب فاطمه زهرا و ده بار آیه و ما من دابة فی الارض

الا علی الله سانـ قهـا خوانده باشید دیروز آمد و ماجرا پرسیدم گفت که اثر زبان شما
ظاهر شد تسبیح و آیه را می خواندم بادشاه در جشن عروسی خود خدمت اهتمام روشنی بمن
مفوض فرمود و بعد از ملاحظه خیلے مسرور گردیده خلاصه سید مزاو رچون باین خدمت مأمور شد
در اطراف مکان رفیع البنیان سلطان چراغان کرده فروغے درا قران همسر ساینده است
و زر حسب خواهش بدستش مے آید فالحمد لله علی ذلک وامابادشاه پس پر شب
در رقص و سرود بود و امشب چیزے در عالم رویا باد در نمود و از خواب پریشان سراسیمه
و حیران برخاست و فریاد و فغان آغاز کرد پریشب شیطان و دیشب خفقان این است
حال سلطان امروز حسب فرمایش نواب صاحب خطی بجناب سلطان العلماء نوشتم که
سوادش اینست[له]۔

سه شنبه ۱۳ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ میرنجان صاحب داروغه بشارت آورد که
نواب صاحب را دربرے بادشاه محرک شدم اجازت طبع روح القرآن طلبید و یافت
و امروز خط فرزند ارجمند میرنجان و وزیر صاحب مشتمل بر وصول دو صد روپیه چهارم
ربیع الاول و قصد سفر در هفته عشره رسید نواب صاحب حاضر الوقت بود هر دو خط را باو دادم
خط میرنجان را خواند و فرمود مورخه کدام تاریخ است دیدم تاریخ مرقوم نبود نواب صاحب
که لطیف ظرافت حکایت کرد که یکے از هندوان و متصدیان خطے در دیوان برائے ملاحظه
یکے از اعیان که نوشته کسی اسمی آن امیر بود می برد در راه از دستش افتاد چون خبردار شد
جست و نیافت کاغذے ساده از پنساری گرفته در کاغذ ساده دیگر پیچیده آورده و بآن امیر
داد او گفت که برنامه چیزے نه نوشته است عرض کرد بسبب جلدی اندرون هم چیزے
نوشته نیست نواب صاحب فرمود همین است حال این خطوط که تاریخ را در هیچ یک

[له] خط مذکور چونکہ طولانی تھا لہذا درج نہیں کیا گیا ۱۲۔

نوشته است۔

شب چهارشنبه ۱۴ ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ محمد عابد خان از لکهنو آمده در نماز شریک واذان بآواز حزین گفت و محمد عابد خان دیگر از ملازمان شاهی بعد از نماز حال خود بیان کرد که به همنشین الدوله لقب و بعطاے کلاه عالم پسند معزز گشته۔

چهارشنبه ۱۴ ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ بعد از نماز صبح باز محمد عابد ذکر کلاه و خطاب نمود حقیر فی البدیه دو شعر موزون کردم و گفتم این اشعار را به بادشاه بده ؎

ز سلطان عالم کلاه و خطاب　　عطا گشت و نام و نشانم رسید
از این سرفرازی عالم پسند　　کله گوشه بر آسمانم رسید

خیلے مسرور شد گفت که بدست خود خطاب مرا بنویسید که اول ابتدا و آغاز کتابتش از دست شما باشد۔

پنجشنبه ۱۵ ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ از حاجی محمد حسین قرار یافت که صد جلد کتاب روح القرآن بخط خوش شل نسخه طلاے بصرف کاغذ خوب و دو سه صد روپیه کما بیش طیار کند پنج عدد اشرفی بحساب فی اشرفی یازده روپیه هشت آنه عوض بازار که مجموعش هفتاد و هفت روپیه هشت آنه میشود من جمله شش عدد اشرفی که داروغه میرجان از پیشگاه نواب آورده نزد من سپرده بود داده شد و یک اشرفی در صندوقچه شکسته امانت گذاشته است زود باید بیاورد بعد از آن اشرفی صندوقچه را بمیرنجان داروغه براے طیاری بیت الخلا بطور قرض دادم پنجشنبه ۱۵ ربیع الاول خطے مورخه ۱۰ از وزیر صاحب رسید متضمن اینکه استخاره بر نوزدهم این ماه بابت روانگی واجب آمد هرچند که روز دوشنبه است بعد از تصدیق حسب فرموده سلطان العلماء روانه میشوم خط را بنواب صاحب نمودم فرمودند پس خبر

تا برقی چہ طور بود گفتم ذکرش در ہیچ خط نیست اینوقت عصا بردار سلطانی از طرف سلطانعالم یک فرد از جفت نعلین شاہی آورد کہ حضرت پوشیدن این را پرسیدہ اند کہ جائز است یا نہ دیدم بطلا و نقرہ مزین است گفتم احتیاط در ترک است احسن الدولہ و عطا حسین خان صاحب و حسین مرزا صاحب حاضر بودند احسن الدولہ گفت کہ بارے حضرت متوجہ مسائل شدہ از سر آغاز کردہ اند باز گفت این از برکت قدم شما است گفتم این مضامین بیشتر با اتفاق افتادہ اند مقتضائے انقلاب ہمان است کہ گفتید۔

جمعہ ۱۶ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ مسائل باقیہ از مواضع مجوزہ غیبت و زواجر آن از منہج الیقین و انوار نعمانیہ خواندہ شد اثرش در سامعین علی الخصوص نواب صاحب مصلح السلطان بمشاہدہ در آمد فالحمد للہ علی ذلک مصلح السلطان بعد از انقضائے صحبت در خلوت مرا طلبیدہ خواہش کرد کہ اگر اجازت باشد چیزے بپرسم گفتم بلی گفت کہ ہرکارہائے اخبار نگاہداشتن و اخبار مسلمین را تجسس نمودہ بمعرض سلطانی در آوردن صحیح است یا نہ گفتم صحیح نیست الا در جائیکہ از مواضع مجوزہ بودہ باشد مثل اینکہ کافر یا فاسق متجاہر باشد یا غرض از اظہار آن نصح مستشیر و مستخبر بودہ باشد و نواب صاحب ہم در تخلیہ پرسید اگر کسے در بند اضرار آن کس باشد آیا استیصال او باین طریق بنماید کہ عیوب او را بیان کند گفتم دفع ضرر از خود باید کرد و غیبت او ہرگاہ مومن باشد بغیر سببے از اسباب مسوّغہ درست نیست گفت اگر دفع موقوف بر غیبت موذی باشد چہ کند گفتم پس نام آن موذی را نگیرد و بزید و عمرو تعبیر کند گفت اگر تشخیص بغیر ذکر نام حاصل نشود و دفع ضرر موقوف بر تشخیص باشد چہ باید کرد گفتم بعد از تامل عرض خواہم کرد۔

شنبہ ۱۷ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ قریب دم صبح کہ ہنوز یقین صبح نشدہ بود یکے

از اہل سخنے بانگ اذان قبل از میرن صاحب گفت که سبب دل شکنی ایشان شد گفتم ؎

از مخالف پیش دستی بر موافق مے شود   صبح کاذب پیشتر از صبح صادق مے شود

سا سعان علی الخصوص نواب صاحب و میر احسان علی صاحب خیلے پسندیدند امروز اولاً خانه مرزا فدا حسین خان منجم که مجلس فضائل جناب رسالتمآب منعقد ساخته بود رفتم و حظے وافر گرفتم دم صبح بود حسن الدوله را در آنجا دیدم گفتم شما از من هم پیشتر آمدید گفت من آن ستاره صبحم که در طریق ادب همیشه پیش رو آفتاب میباشم ثانیاً بخانه احسان حسین خان رفتم یک دو جلد کتاب که در معرض بیع بود مین نمودیک جلد تهذیب الاحکام و یکجلد تفسیر هادی که بعض علماء الجبار بین تالیف کرده اند گفت چهل روپیه میدهم مالک راضی نیست و یک نسخه در احادیثیکه در وصف اسپ وارد شده گفتم این را برائے بنده زاده بگیرید ثالثاً بعیادت و تهنیت نواب صاحب رفتم و صحبت طول کشید چند بار برخاستم و نگذاشت رابعاً بعد از نماز ظهر زیارت جناب رسالتمآب بجماعت که نواب از انجمله بود تلقین کرده شد و صورت قبر را از گل نواب بدست خود ساخته وامروز بحکم نواب شروع در مقدمات طبع روح القرآن بوقوع آمد شب یکشنبه محبوب خواجه سرا شمع و کنول همراه گرفته آمد که بیگم صاحب میگویند شما برائے ملاقات عید بیا آمدید رفتم چون اندرون محل رسیدم دیدم نواب نشسته است در بعض امور دختر خودش که زوجه سلطان است کاغذے از سلطان آمده بود استشاره در بعض الفاظ آن نمود و تغیر و تبدل کرده شد۔

یکشنبه ۲۸ ربیع الاول سنه [illegible]ھ بعد از نماز صبح همان مشوره شبانه را بتکمیل رساندم و تا دیر پیش نواب ماندم زواجر غیبت نواب صاحب چنان تاثیر کرده است که یک مرتبه یکے از مصاحبان ایشان کسے را بصفت اعور یاد کرد منع فرمودند گفت که این از اسباب مجوزه است فرمود حاجت باین صفت نبود که بگوے من از اول او را فهمیده بودم و عضو لی تو

از آن قبیل است که شخصے در عروسے خود دوشاله عاریت گرفت چون خانه عروس با رفقا رفت خوابش ربود دوشاله را بر خود انداخته خوابید مالک دوشاله قریب نشست و محافظت دوشاله میکرد اگر پائے داماد بان پیچیده میشد جدا میکرد که پاره نشود هر که می آید می پرسد داماد کجاست این مرد میگوید که این است که دوشاله مرا بر سر و جسم انداخته است داماد باو گفت که رفیق این چه خبر است چرا مرا منفعل میکنی میدانم دوشاله مال تست اما اظهارش چه ضرور گفت خوب است حالا نمی گویم درین بین مردم دیگر رسیدند و از داماد پرسیدند که کجا است گفت اینک که دراز کشیده است و دوشاله هم مال اوست داماد باز باو گفت که ذکر دوشاله چه ضرور است گفت خوب حالا ترک ذکر کردم درین بین اشخاص دیگر آمدند و این مرتبه هر که میپرسد داماد کجا است می گوید دراز کشیده است و دوشاله را ذکر نکردم نیست دوشنبه ۱۹ ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ دو قطعه خط یکے بکانپور دیگے بهوگلی فرستاده شد و این قطعه بخاطر رسیده

یکے گرفت بتدبیر مال دنیا را	یکے رساند بانجام کار عقبی را
فغان ز بخت سیاه و سیاهکاری ما	که نیست از دو جهان هیچ بهره مارا

امروز مظنه که عیال از لکهنو روانه شده باشند فالله خیر حافظا و هو ارحم الراحمین شنبه بستم شهر ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ جواب دو مسله عظیم آباد که یکے درباب حک و اصلاح حدیقه سلطانیه و دیگرے در استفسار معنی مصرعی از کلام مرزا دبیر بود نوشته شد چهارشنبه بست و یکم شهر ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ سوره قاف در نماز صبح که اول وقت فضیلت اتفاق افتاد خوانده شد و بعد از نماز در وقت صحبت نواب که از هر درے سخن پیوسته شخصے از رفقای شان نشسته حکایات جبن خود بیان میکرد که گاہے حقنه

لطیفه

وفصد را مشاهده نمیکنم نواب فرمود حال شان اینست که شبے با زن خود همخواب بودند واز بالائے بام آوازے محسوس شد ضعیفه گفت که دریافت کنید که چیست ودر بالائے بام کیست ازایشان گفتند خود بروبیبن آیا مراجان خود عزیز نیست درین ایام که ازمنه سرماست واہل لکھنؤ مظنه که لحاف ودو شاله دوش میگیرند اینجا گرم است چنانچه گفته ام ؎

نشانی ز راحت درین شهر نیست | همه مور و مار است و پا زهر نیست
بخارات دریا تتق بسته است | حصارے بر اوج وافق بسته است
که نے دود دل ها برون میرود | نه برف از برون اندرون میرود
بکرما به از دهر گیتی فروز | فرو شسته شد نقش برد عجوز
که گفتت که در شهر کلکته باش | کنون کامدے چندے البته باش
چرا افتاده بودت هوایش بسر | زآب و هوایش چه نالی دگر
مکن سعی بهر صفا در کنشت | مجو در جهنم هوائے بهشت

امروز میر فضل احمد که چیز فهم بنظر مے آید خواهش تعلم علم ادب کرد گفتم دیوان حماسه یاد دارد و عزر بخوان دروغرر را اختیار کرد و گفت که فردا شروع خواهم کرد گفتم اول نسخه ازان بهم برسان و چندے صبر کن که مرزا حسین صاحب قاری صحیح هر رساله خود را برمن عرض میکند فارغ بشود و امروز زبانی داروغه میر نجان صاحب مسموع شد که چیزے در نقل روح القرآن برائے طبع شروع شده است۔

جمعه بست و سوم شهر ربیع الاول ۱۲۷۶ھ قصه ط تا ح از ورق ۱۲۶ از مجلد سوم از مجلدات وعظیه در وعظ بعد ذکر شجاعت ابے بکر از ورق ۲۰۳ من روح القرآن خوانده شد و حاضران علی الخصوص مصلح السلطان و عطا حسین خانصاحب محظوظ شدند۔

شنبه ۲۴ ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ تغیرے در مزاج نواب صاحب عارض گشته
در ظهرین نیامدند شب یکشنبه چند شعر بخاطر رسید ؎

دلا از جلائے وطن غم مخو | ز شام غریبی مکدر مباش
ز گرد بیابان کلاهی بساز | دگر در سر تاج و افسر مباش
ببین دشت و صحرا بکن کسب نور | شب از کرم شب تاب کمتر مباش

یکشنبه ۲۵ ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ از مرزا باقر صاحب بست روپیه قرض گرفته شد و قرضه
سابق چهل روپیه بابت طعام وغیره صبحی بعد از اصلاح رساله مرزا حسین صاحب قاری مشهدی بمعیت
میر بنده حسن باتفاق او رفتم و چون برگشتم اندرون محل عیادت نواب صاحب نمودم که از دیروز
ناخوش شده است بیگم صاحب گفت که حالا عیال شما می آیند از من خوش شدید گفتم بلی من
شما را از وصل شوهر شما مسرور کردم شما هم مرا از وصلت عیال خوشحال ساختید بعد که برخاستم
نواب بنابر مشایعت تا خارج باب قدم رنجه کرد آن وقت باو گفتم که درین روزها شما را مشوش دیدم
چیزے نگفتم الحال ایفائے عهد مناسب است که چون ناخوشی مزاج و تغیرے در طبع شما می بینم
یکّه می خورم گفت منتظر وصول زر بودم عنقریب میرسد مرزا حسین صاحب را چیزے میدهم گفتم
چه قدر گفت تحدید نمی کنم چونکه مرزا حسین طالب تحدید بود این قدر استفسار نمودم و زیاده ازین
مناسب نبود امروز طبخ لحم وغیره باز حواله مرزا باقر صاحب نموده شد ؎

بکیت بفصل بالوداعة ضائعو | لبرد غد و ثمّ حر الظهائر
ولکن اهل الکهنو شتائهم | شهیّ حری فی الضحیّٰ بالمجامر
فانی لا اشکو حرارة بلدتی | و مجمر صدری ههنا ذو النوائر

چهار شنبه ۲۸ ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ از چند روز خطے از وزیر صاحب نیامده امروز

ازروے خط مرزا کاظم علی و مرزا علیجان صاحب معلوم شد که عیال از لکھنو ۲ شہر حال روانه شدید

واز اخوے سید ہادی طفلی متولد شد و امروز حاج مرزا علی نقی بہوگلی رفتند۔

جمعه غره ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ در وعظ ذکر صدق و کذب و خلف وعد و فحش را از منہج الیقین

و محاسن کلام و قصّه نوشیروان تا حکایت بخیل یا فقیر سائل از جلد چہارم وعظ خوانده شد

شنبه ۲ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ خطے در سفارش مرزا آقا علی صاحب از حیدر آباد آمد۔

یکشنبه ۳ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ جواب خط دیروز نوشتم و چند شعری بخاطر رسیده

کامل چو بنقص گشت مائل
چون شکل ہلال آمد از بدر

ہر شخص که دید طعنه زن شد
انگشت نماے مرد و زن شد

گوش کن سید درنا پاکی این
از علامات ہاے کذاب است این

کاذب ہا میدہد از حرب و ضرب
واز زمین و آسمان شرق و غرب

لیک واقف از ره الله نیست
از حلال و از حرام آگاه نیست

و امروز حاج احسن الدوله احسن الله الیه که بسفر عتبات میروند یک نسخه طعن الرماح چاپ و یک کتاب

ریاض الشہادة چاپ و یک عصا و دو انگشتر بطور ہدیه با حقر دادند که یادگار باشد یک انگشتر با خوے

سید ہادی داده شد و عصا که سرش از نقره مجوف است در استعمالش تامل دارم۔

دوشنبه ۴ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ آخر شب احتلام عارض شد و حرقتے عظیم محسوس گردید

بسبب عدم حمام و تغیر مزاج بر اغتسال در غدیر جسارت نکردم و مستعد به تیمم بودم آقا مرزا صاحب

مطہره مسمی طلبید و حیدر آب گرم کرد غسلے بر آوردم و در نماز بجاے سورۀ ہل اتی غاشیه را

خواندم روزانه بعد از قیلوله خط وزیر صاحب در عین نگرانی و پریشانی و انتظار پانزده روز بلکه بیشتر

رسید معلوم شد که در بنارس افتاده اند و استخاره بر ہیچ سواری بر دیگر مساعدت نمیکند و آمدن شان

مقصور برڈاک و رسیدن مبلغ دوصد و پنجاه روپیه بلکه زاید است خط را بنواب صاحب نمودم
تشفی فرمود ولکن اقرار بر دادن زر اینقدر نکردند تشویش زیاده تر شد و قلب حرقتے پیدا کرد میر باقر
صاحب زائر را گفتم که دست خود بر دلم بگذار گفت من این قابلیت ندارم گفتم چرا الحق که بعد
از وضع یدسکونے بهم رسید شب نواب صاحب صد روپیه را قبول کرد و یکصد و شصت روپیه از
میر باقر شاه صاحب دہانیده ام ؎

یا موجعا حشاه من الهم ممتلی ۔۔۔ دع غیر تتبلّ بماء و صندل
امور علی فوادک یمنی محقّر ۔۔۔ مست بیاه تربة نور الهدی علی

آخر شب سه شنبه درین محله که تمام خانه از کاه و حشایش ساخته اند آتش زدگی عظیم شد بچه
ہا را گفتم کتاب ہا را ببندند و خود شعله ہا را دیدم که مشتعل است آیه قلنا یا نار کونی الخ
خواندن آغاز کردم خانه نواب رفتم زنهار اسراسیمه و نواب را مستقل و بنفس خود بر جبر ثقیل
مستعد یافتم خود نیز مساعدتے نمودم یکدو روز پیشتر ازین در خواب دیده که آتش زدگی شده است
و خودش یا نار کونی بردا می خواند عجب رویائے بود
سه شنبه ۵ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ ملاحظه کاپی روح القرآن آغاز شد و کار اطفال و عیال
به حسن انجام رسید مرزا باقر صاحب زائر او وصله الله الی الحاشر صد روپیه از نواب صاحب
عطاءً و صد و شصت و پنج روپیه از میر باقر شاه صاحب حسب حواله حقیر گرفته بکلکته پیش مرزا احمد
صاحب رفته خطے بنا بر برات بطور رجسٹری فرستاده زر را با و سپرد که در بنارس بر آقا محمود
نمازی برات کنند که او مبلغ دو صد و شصت و پنج روپیه بعد وضع ہنڈاون بوزیر صاحب بدهد
والله علی ما نقول وکیل و منه الوصول الی المامول بالتعجیل فقط
جمعه ۸ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ در وعظ بنا بر استخاره قدرے از ذکر غنا و پاره از روح القرآن

درباب رکوب جناب ولایتؐ بروش نبوی خوانده شد شب شنبه جلیس الدوله کاغذے از طرف سلطان آورده متضمن اینکه فلان کس زن خود را طلاق بدہد و اقرار نماید ایقاع آنرا روبروئے خود بسبب فقدان شرائط مصلحت ندیدم ہرچند ہمین امرا خواہان بود و نام مرا گرفته بود اما گفتم که شرائط طلاق چنین وچنان است می باید که آنرا با شرائط واقع کنند و نزد من اقرار نماید تا مہر ثبت کنم۔

شنبه ۹ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ خط مرزا احمد صاحب به آقا محمود صاحب نمازی در بنارس رسیده و آقائے موصوف دو صد و شصت و پنجروپیه حسب حواله مرزا احمد صاحب بوزیر صاحب دادند و رسید گرفتند۔

چهارشنبه ۱۲ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ خط آقا محمود صاحب بنام مرزا باقر صاحب کمان افسر مع رسید دستخطی و مہری وزیر صاحب از بنارس در ینجا رسید معلوم شد که دہم این ماه وزیر صاحب از بنارس روانه شده باشند و زرا ہم نہم این ماه گرفتند فالله خیر حافظا وهو ارحم الراحمین۔

پنجشنبه ۱۴ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ از خط وزیر صاحب معلوم شد که نہم این ماه سوار میخواہند بشوند و مظنه که سوار شده باشند عسی الله ان یاتینی بهم جمیعًا اللهم احفظهم عن ایمانهم و شمائلهم ومن فوقهم ومن تحتهم واوصلهم الی سالمین غانمین بمحمدؐ واله الاکرمین وبرحمتك یا ارحم الراحمین

جمعه ۱۵ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ به مولوی محمد علی حسین صاحب گفتم که استخاره بکنند که امروز بکوٹھی باقر علیخان صاحب و اماد نواب صاحب که بما رحمت شده است بردیم و سر و سامان را برائے اطفال وعیال تدارک نمائیم تا ایشان بوقت ورود معطل نشوند استخاره واجبی آمد ولیکن

بسبب نماز جمعه وتعب وعظ وغیره اتفاق رفتن بکوٹھی نیفتاد شام در نماز مغرب باجماعت
مشغول بودم که اطفال بعون ایزد متعال وارد گشته وزیر صاحب ومهدی شاه صاحب
وبرخوردار میرنجان داخل صفوف مامومین گردیدند بعد از نماز و نوافل مطلع شدم ومعانقه
کردم وشکر الٰهی بجا آوردم عیال را در کوٹھی پائین آوردند وبسبب بے سامانی فی الجمله زحمتے
باینها رو داد مصلحت استخاره ظاهر شد مرزا باقر صاحب زائر را تکلیف دادم چهار مرتبه بکوٹھی آمدند
ورفتند وآب ونان وچراغ مهیا کردند شب من هم بعد از دیر بملاقات ودیدار آنها کامیاب شدم

فالحمد لله الذی اذهب عنا الحزن وازال عنا المحن

دوشنبه ۲۵ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ خواستم که تنخواه از سرکار بادشاه استحصال نمایم چون
مسموع شده بود که حکم سلطانی آنست که هر شخص بنفس خود بغیر توکیل وکیل آمده بگیرد چنانچه
مصلح السلطان باوجود عظم شان خود رفت آورد متردد بودم که خود بروم یا وزیر صاحب بفرستم آخر وزیر صاحب
را گفتم شما بروید خود در بنگله رفتم ومیرنجان طال عمره را پیش منشی صفدر رکر فرستادم ملاقات
نشد یکے از رفقائے منشی از انطرف گذشت خواستم باو بگویم مرزا باقر صاحب باشاره منع کرد
وزمانے نگذشته بود که چپراسی سرکاری تنخواه آورد وزیر صاحب که شام با من ملاقات کرد
گفت که سه مرتبه استخاره کردم که بردم خوب نیامد ناچار بخانه ماندم سبحان الله استخاره
وحی است شب جمعه ۲۹ برودنافض وحمی بحقیر عارض شد وتمام شب در تململ گذشت
شب یکشنبه برودنافض شدت کرد وحمی بدستور استخاره برائے استعلاج از حکیم مرزا مهدی
صاحب نمودم خوب نیامد تجویز خود تبریدے خوردم واستشفا نموده شد بسوره حمد که میر مهدی شاه
صاحب هفت بار خواند وگفت من لم یبرأه الحمد لم یبرأه شئی.

۳۰ شهر جمادی الاولی ۱۲۷۶ھ روز جمعه بعد از نماز در وعظ فنائے دنیا را ذکر کردم ودو

ضعیفه از اهل بنگاله برضاے خود ها بردست حقیر اسلام آوردند واین چهار بیت در این روز بخاطر رسید ؎

وصل الحبیب ولو فی السجن والاسر | احب من صحبة الاعداء فی القصر
والموت فی مجمع الاحباب اطیب من | طعم الحیوة اذا کانت مع الهجر
فکیف اذ غابت الخلان عنک | وانت ساکن فی بلاد الفسق والکفر
وهذه حال عباس فلیس له | غیر الرضاء بالقضاء والصبر والاجر

مسئله جناب مرزا دبیر صاحب قبله دریک بند مرثیه خود تعریف تیز رفتاری اسپ مبارک بیاین فرموده اند بدین نمط که اسپ مبارک بسبب سرعت رفتار خود صاحب سن نگشته چنانچه خلق شده بود هنوز هم چنین است بعد این مضمون مصرع ٹیپ در آن بند چنان فرموده اند که ؎

اِس رخش کے موئنھ پر کوئی دن چڑھ نہیں سکتا | سرعت کا یہ عالم ہے کہ سن بڑھ نہیں سکتا

معنی این بیت درین شهر هیچکس از نکته رسان و معنی سنجان و ذوی علمان را بفهم در نمی آید بلکه اکثرے میگویند که مهمل است چه امتداد زمان مقدار حرکت فلک را میگویند و سن تعلق از امتداد زمان دارد اگر مقصود قائل این باشد که در برابر سرعت رفتار اسپ فلک از حیرت و یا از راه رشک ساکن گشته درین صورت امتداد زمان یافت نمی شود و هرگاه امتداد زمان یافت نشد وجود اسپ چه بلکه وجود هیچ چیز هم یافت نمی شود و درینحالت وجود رفتار از کجا پیدا شود و اگر مقصود قائل این بود که بمقابل سرعت رفتار اسپ حرکت فلک گویا بمنزله عدم است پس درین صورت فلک هر قدر که حرکت کرد خواه اندک خواه بسیار امتداد زمان حاصل مے شود هرگاه امتداد زمان حاصل شد صاحب سن گشتن اسپ نیز ثابت مے شود و اگر قائل بران رفته که درین شعر غلو است که بحسب عقل و عادت هر دو محال باشد دران صورت هم ثبوت ادعا

وہی مسئلہ ہے جسکی طرف ۲۰ ربیع الاول ۱۲۶۹ھ کے ۱۱ ع شعین اشارہ کیا ۱۲

یعنی ثبوت برنفی سن بیاید چنانکه نظامی فرموده ؎

زسم ستوران دران پهن دشت زمین شش شد و آسمان گشت هشت

درین بیت در مصراع اولی ثابت است یعنی زسم ستوران دران پهن دشت و در بیت مرزا صاحب قبله بلکه در تمامی بند هیچ ثبوت براد عاے مقصود نیست چون آنجناب جامع هر علوم اند و در فن شاعرے استاد کامل لهذا استدعا اینکه اگراین شعر درحقیقت مهمل باشد همچنان ارقام فرمایند تا عبث بتلاش معنی وے فکر نکرده شود و این بسیار از مرزا صاحب بعید بنماید که مهمل فرمایند خیر و اگراین شعر با معنی باشد و در ینجا کسے بدان باریکی نمیرسد آنجناب معنی آن را بشرح و مفصل بدلائل ارقام فرمایند خواه بر کاغذ دیگر خواه بر ظهر این فرد تا از لذت معنی به طفیل آنجناب کامیاب شویم و منکران را قائل و معقول گردانیم و این خیال بعد از تشریف فرما شدن جناب مرزا صاحب قبله ازین شهر مردمان را بدل آمده ورنه از مرزا صاحب خود استفسار نموده میشد این کاغذ در نهایت عجلت نوشته شد عجب چه بلکه بیقین که بسیار جا غلطی ها شده باشد ملامت نخواهند فرمود زیاده حد ادب جواب شعرا ازین مقوله بسیار گفته اند الم تر انهم فی کل واد یهیمون و ادعاے امر محال شائع و ذائع است سعدی گوید ؎

بیست و دو تاے فلک راست شد از خرمی تا چو تو فرزند زاد مادر ایام را

عرفی گوید ؎

آن سبکسیر که چون گرم عنانش سازی از ازل سوے ابد و ز ابد آید بازل
قطره اکش دم رفتن چکد از پیشانی شبنم آسا ش نشیند گه رجعت بکفل
گر بخورشید دهد سرعت او در یکدم آید از ثور بترتیب منازل بحمل

ایضاً

بروی ازمنه گرآستین برافشاند گرصحه زند بجوالی ستایمش	وله	شود بسعی تموج زمان حال قدیم درنقطه رود کنمش نام طی الارض
وناصرعلی گوید		
درملک فنا هم ننمودیم اقامت وناسخ گوید ـ		از بسکه علی تیز جهانیم فرس را
ہے یہ اپنے ضعف کا روز جدائی مین اثر		شام ہے اور دھوپ چڑھ سکتی نہین دیوار پر

پس اگر بیان مضامین شعریه بر قوانین حکمیه و براهین فلسفیه گذاشته شود در صحت امثال این اشعار سخنے میرود چه فلک متدیر است دعوی راست شدنش غیر مستقیم وهم چنین تحرک حادث یومی از ازل با بد و بالعکس فی نفسه ممکن نیست وانگهی باین سرعت که زمان وصول عرق جبین تا زمین اقل بوده باشد وهمین نهج حرکت شمس از ثور بحمل دریکدم وهمین سیاق انقلاب حال بقدیم یا قدیم بحال محال وحرکت تدریجیه است بر نقطه اصلا ممکن نیست علی الخصوص حیوان سریعه که طی الارض نامید شود والباقی علی هذا القیاس خلاصه مقصود قائل که فرس خاصه فرزند صاحب براق را می ستاید ظاهرا ادعائی یعنی است که آن اسپ با وجود بقا صاحب سن نمی شود و از عیب سن دن مبرا است ووجه ثبوت این امر محال سرعت را قرار داده یعنی سرعتش بحدیست که هیچ چیز براو سبقت نمیگیرد حتی که سن لفظ بڑھنا در هندی بدو معنی می آید یکی افزودن و دیگرے پیشی گرفتن وگذشتن از چیزے بحرکت پس این لفظ صنعتے شبیه بایهام بکار برده یعنی که بواسطه نفی سبقت بسبب اشتراک لفظ نفی ازدیاد را ثابت کرده چنانچه شیخ علی حزین گفته

مصلحت استخاره درین ایام روزے برائے اکل طعام بحسب عادت بروقت معین استخاره
کردم بد آمد اهرچند که هر روزه درانوقت خوب می‌آمد در روزے درحوالی معده لاحق شد چند
روز طول کشید و اسهال هم بهم رسید که از پیشتر این گمان نبود و اگر غذا بروقت معهود خوردمی شد
مظنه که هلاک میکرد **ایضاً مصلحت استخاره** در ایام غربت که کتب ضروریه همراه نداشتم
بیشتر حاجت بقاموس می‌افتاد و نسخه که دارم غلط و بدخط و بے اعراب بے نقطه است آنرا هم
در وطن گذاشته بودم و درینجا نسخه چهاپ بقیمت ده بلکه هشت روپیه بدست آمد اما بسبب عدم
مساعدت استخاره پس دادم و در حیرت افتادم با وجود حاجت و ارزانی قیمت در عدم اشترایش
مصلحت چیست بعد از چند ماه یکے از احباب نسخه مصححه با اعراب که درین زمان کمیاب بود آورده بهبه کرد
ایضاً مصلحت استخاره کتاب خطاب فاضل در اوائل جمادی الآخر بتوسط بعض احباب موافق
استخاره نزد سلطان العلماء فرستادم و بجهات الشان نوشتم که بمجرد وصول از رسیدش مطلع
فرمایند پانزده روز کمابیش گذشت که رسید نیامد تشویش بهم رسید چراکه نسخه دیگر از آن نداشتم
و تلف شدنش موجب تلف از صفحه عالم بود و یکے از دوستان ملامت کرد که با وجود اهتمام در
حفظ آن چرا رجسٹری نکردید امروز صبح درین تفکر بودم که خدایا بعد استخاره فرستاده ام چگونه
تلف میشود و اگر تلف نشده میبایست که در هشت روز آنجا برسد و در پنج روز رسیدش از آنجا
بیاید با خود گفتم که استخاره برائے نفس ارسال خوب آمده بود نه رجسٹری نکردن تفریطات
از طرف تو در حسن استخاره کلام را مجال نیست بر ترک رجسٹری که استخاره نکرده بودی خلاصه
صبحی بدعا مصروف شدم که خدایا تو میدانی که این کتاب را در بیماری بصد دشواری تالیف و
تبییض نمودم ضائع مکن و همین امروز مرا از وصولش مسرور کن این واقعه ۲۱ شهر
جمادی الثانی سنه ۱۲۷۷ هـ است و از جمله غرائب اینکه عادت آدم پوست این است

جناب‌ایشان آب ما از برق جواب دندان‌شکن خرمن دل معترضان سوخته‌اند و متقب و لب کاملهٔ
نظائره واضحه لب حوصله بیهوده گویان دوخته‌اند الحق ذات جامع الکمالات جناب ممدوح
بحر ذخار علوم و فنون است مخزن فضائل گوناگون عقدهٔ هر علم بانشاء ناخن بیانش
مفتوح و معنی هر نکته باستعاره فیض زبانش موضح با اینهمه فضل و کمال حفظ الغیب چقدر ملحوظ که در پس
صیانت جناب ممدوح هر یک از سنان طعن حاسدان محفوظ راقم آثم بدرجهٔ اتم شاکر گذار لطف و عنایت
جناب ممدوح صوف گردیدم و در بارهٔ اعتراض معروض نخجهٔ در دل داشتم صد چند زیاده از آن در تحریر
مفخم الیه دیدم آن شفیق از جانب راقم آثم شکریه‌اش وافر نمایند و تقدیم نوازش گذاری نمایند چون
اعمال و افعال جناب معظم الیه خالصةً لوجه‌الله است در اظهارش نیز احتیاط و انتباه بنا بر علیه
راقم آثم شکریه‌اش بجناب ممدوح تحریر نساخت و باظهارش نپرداخت مگر در اوقات مخصوصه
بدعا مصروف گردیده و دل عقیدت منزل مالوف و در خصوص تحریر خطوط آن شفیق نوشته‌اند که
موجب ترقیم شما در تحریر خط قاصر ام مشفقا راقم بنا بر تحریر خطوط مانع نگردیده بنظر زیاری سامی انحرف
بزبان رانده که بر خطوط مرسوله من ضرورت رجسٹری نیست بیرنگ فرستاده باشند که تلف نشوند
مینویسیم که بلاتکلف خطوط بنام راقم تحریر فرموده باشند که مشتاق خیریت مزاج سامی و اخبار آنجا میباشم زیاده
والسلام سلامت علی۔

عرضداشت بحضرت سلطان عالم مالک رقاب امم اعاد الله ملکه

دولتخواه از سه ماه بیمار است و در قیام اسقام گرفتار و آنجا طبیب حاذق است و نه آب و هوا موافق و نه
ادویه و علاج مناسب مزاج نظر باین حال امیدوار از فضل و افضال آنکه از بارگاه حشمت و اقبال رخصت
دو سال مرحمت شود تا بنا بر تکمیل قوی و تحصیل و تبدیل هوا بوطن برود و از سر حشمت نقل عیال و
اطفال درین جا میگذارد و چشم نوازش پرورش دارد زیاده حد ادب -

مصلحت استخاره درین ایام روزے برائے اکل طعام بحسب عادت بروقت معین استخاره
کردم بد آمد هر چند که هر روزه در آنوقت خوب مے آمد من بعد دردے در حوالی معده لاحق شد و چند
روز طول کشید و اسهال هم بهم رسیده که از بیشتر این گمان نبود واگر غذا بروقت معهود خورده میشد مظنه که هلاک
میکرد **ایضاً مصلحت استخاره** در ایام غربت که کتب ضروریه همراه نداشتم بیشتر حاجت بقاموس
می افتاد و نسخه که دارم غلط و بدخط و بے اعراب و بے نقط است و آنرا هم در وطن گذاشته بودم
و در اینجا نسخه چهاپ بقیمت ده بلکه هشت روپیه بدست آمده ام بسبب عدم مساعدت استخاره
پس دادم و در حیرت افتادم که باوجود حاجت و ارزانی قیمت در عدم اشترائش مصلحت
چیست بعد از چند ماه یکے از احباب نسخه مصححه با اعراب که درین زمان کمیاب بود آورد و هبه کرد

نقل خط ضعیف الناس سید عباس اسمی جناب سید تقی صاحب عالیجناب

تقدس ایاب وارث الائمة الاطیاب ممتاز العلماء فخر المدرسین دام فضله وزاد نبله بعد اهداے
تحیات وافیه و اثنیه صافیه مشهود خاطر تورع ذخائر آنکه صحیفه شریفه بست و سوم صفر عز ورود بخشید و سابق
ازان هیچ خطے بحقیر نرسیده والا در جواب اهمال مقصود نبود بهر حال از مضامین مندرجه خیلے متالم
شدم و صحیفه سامع دو عرضی و عرضداشت بجه ورود دیش نواب صاحب دام اقباله در تخلیه دادم و بذل
جهود بطریق ادخل فی المقصود بجا آوردم و از ان روز تا اوان تحریر که چهارم ربیع الاول است همواره
ذکر اذکار و سعی و تحریک بسیار در عشی و ابکار و لیل و نهار نمودم و طالب جواب با صواب بودم
تا اینکه امروز بدست آورده ملفوف ساخته ام از نظر مبارک خواهد گذشت روزے درین
از بعض منامات که اشاره بان فرموده اند بنا بر اذکار بخدمت شان تنبیهاً اشعار نمودم گفتم که
این بشارتیست و بارها دیده شد که خواب جناب ایشان تخلف نمیکند فرمودند چرا نباشد زیرا که بعد
آنجناب معلوم است بجناب شان بنویسید که واقعه خواب را مفصل قلمی فرمایند انتهی مولوی

آقا علی شریف صاحب خط محمد شاه صاحب را که اسمی ایشان و متضمن استدعائی تاکید در باب
جناب نسبت باین هیچمدان بود بمن نمودند گفتم در پاسخ بنویسید که فلانے را حاجت بتاکید نیست
البته من سعی و کوشش را درباره آن عالی درجات وسیلهٔ نجات و ذریعهٔ انجاح حاجات و عنوان
صحیفهٔ حسنات می دانم لیکن حالات انجا ابتر و مفاسدے که واقع شده بهت نا گفته بهتر و ناشنیدنی شمهٔ که
در صحیفهٔ شریفه تلویحی بآن رفته چنان در طبع شاهی جا گرفته اند که تخلیه از ایشان متعسر بلکه متعذر
و نواب صاحب را عرض مطلبے بغیر اطلاع شان غیر متیسر است و جناب ایشان از صحبت سلطان کاره و
مبتلای مکاره اند و قد وقع فی البین من الکدورة الرین ما لا یحل عقاله ولا یرجی
زواله ولعل الله یحدث بعد ذلک امرا ان مع العسر یسرا از عطیهٔ بهیه
هدیهٔ رضیه یعنی ارشاد المبتدین خیلی مسرور شدم انعم الله علیکم الخیر فرموده اند بنظر
اصلاح دیده شود بے بنظر اصلاح حال خود خواهم دید و از بشارت کتاب الدعوات
الفاخره و تکمیل خلعت آخره سرور و حبور دست داد میخواهم شهادت نامه مختوم بخاتم جناب و دیگر مخادیم
و اخبار نوشته شود و رسالهٔ تحفة المتقین هنوز نیامده بوقت وصول در خدمت نواب صاحب گذرانیده خواهد شد
و اعتذار از عدم ترکین انشاء الله بعمل خواهد آمد دیگر اینکه بعض اشخاص از اهل عظیم آباد مستفسرین
معنی شده اند که آن عالیجناب در حدیقه اسقاط اوراق و اجزاے فرموده اند آیا در آن اوراق در
قدح بعض ادیان باطله بوده است یا چیزے دیگر حقیر تفصیل این را بذریعهٔ صحیفهٔ الوداد از
جناب خواسته بودم هنوز از جواب کامیاب نشدم مترقب که زود بقلم آورده تا بعظیم آباد فرستاده
شود والسلام علیکم و علی من انتمی الیکم در این بین حمای احتصاد فیه عارض شده بود دو روز
نوبه کرد الحال زائل و ضعف و کسلی حاصل گشته ازین سبب شطرے از خط را سیدی نوشته
والعفو مرجی و تلتمس کم الدعاء علی احسن الله لک العزاء فی ابن اخیک السید

او حسن حسنهم اصلح الله السادة

المصطفین والسلام علیکم و علی من انتمی الیکم کتبہ اضعف الناس
السید محمد عباس ضحی یوم الاثنین لاربع خلون من ربیع
الاول سنۃ ۱۲۷۶ ہجریۃ النبی المرسل سلام اللہ علیہ و آلہ

نقل خط جناب مفتی صاحب دام ظلہ العالی کہ بمیرزا محمد زکی خان تحریر فرمودہ

اند۔ سلالۃ الاطیاب نخبۃ الاحباب سعادت و شرافت ایاب سلمہ اللہ رب الارباب بعد ادائے سلام کہ طغرائے
دیباچہ کلام و طوبائے دار السلام اسلام است واضح رائے منیر تو و ضمیر انکہ صحیفہ شریفہ در وقتیکہ
کہ مستعد ندامت و مستحق ملامت بودم رسید دیدم کہ باوجود دل افسردہ پائے صبر بر جادۂ استقامت
افشردہ بجائے شکوہ شکایت شکر و سپاس بجا آوردہ اند صریر خامۂ مشکین شمامۂ دل غافل را
ہشیار و نفس سرکش را ہموار کردو رقتی دست داد کہ ہرگاہ جوانان را در شبہائے شباب نسیم لطف
رب الارباب چنین بیداری میسر شود پیران را ہنگام دمیدن صبح چگونہ خواب غفلت روا بود

اے ہر سخن تو عارفانہ	خط تو بہشت جاودانہ
نوک قلم تو یک قلم برد	از لوح دلم غم زمانہ
ہر نقطہ از آن ز دیدہ ام ریخت	سلک گہرش ہزار دانہ
ہر سطر از ان چو کاکل حور	بر توسن نفس تازیانہ
کار تو بود توکل و صبر	دیگر ہمہ قصہ و فسانہ
ہمسائگی تو جنتے بود	اما عجب است کش بقایا

نسخہ بنیاد اعتقاد کہ از پا و اقل العباد رفتہ مانند حق بمرکز قرار گرفتہ فللحمد للہ علی ذالک
بخدمت والد ماجد سلام باکرام و ہمچنین بوالدہ معظمہ و خواہران و اہل خانہ و نور چشم مرزا محمد کاظم خان
دیدہ بوسی و دعا بعد از صبح برائے طول عمر خواندہ باشند مرقومہ ۳ ربیع الاول ۱۲۷۶ ہجری

جب تک کلکتہ مین قیام رہا نواب علی نقی خان صاحب نہایت احترام سے پیش
آتے رہے خواجہ سرایان سلطانی مین احسن الدولہ و بشیر الدولہ و دیانت الدولہ نہایت
ادب کرتے تھے محلات شاہی سے بہت بڑے بڑے مرحمت کے اسباب پیش آتے تھے لیکن
مفتی صاحب قبلہ وہان سخت علیل ہو گئے - تبدیل آب و ہوا و اصلاح مزاج کیلئے لکھنؤ
تشریف لے آئے - وزیر صاحب مع اپنی والدہ اور عیال کے کلکتہ مین رہے حکیم نبا صاحب
کے علاج سے صحت ہوئی - اسی زمانہ مین نواب باقر علیخان صاحب معین الدولہ و جناب
آغا میر قید نظر بندی سے رہا ہوے اور بلوہ و غدر سے صفائی ہوئی، خود محل صاحب نے
کربلاے معلی مین قضا کی - اولاد کی تنخواہون مین وسعت ہو گئی کل تنخواہ سابق و حال سرکار انگلشیہ
سے بحال ہو گئی نواب صاحب نے جناب مفتی صاحب قبلہ کو باشتیاق تمام زحمت دی اور
کانپور بلا کر حق خدمت ادا کیا اسی سال مفتی صاحب قبلہ نے حاجی آغا عباس علی صاحب
کی صاحبزادی سے عقد کیا اسکے بعد نواب علی نقی خانصاحب کی معرفت سلطان عالم کو
استعفا بھیجدیا اور وزیر صاحب اور انکی والدہ وغیرہ کو بلا لیا - کلکتہ کا تعلق ترک ہو گیا اور
کانپور مین نواب باقر علیخان صاحب کے یہان مستقل قیام شروع ہو گیا - نواب صاحب
ممدوح نے کوئی دقیقہ تعظیم و احترام و خدمتگزاری و راحت رسانی کا اٹھا نہین رکھا
سنہ ۱۲۷۰ھ مین نواب صاحب بغرض تحصیل شرف زیارت کربلاے معلی تشریف لیگئے اور
مفتی صاحب لکھنؤ چلے آئے - بعد مراجعت پھر جناب مفتی صاحب کو کانپور کے قیام کی
زحمت دی سنہ ۱۲۹۰ھ مین نواب ممدوح کا انتقال ہوا جناب نواب سید علی خان
صاحب اور نواب سید جعفر علی خان صاحب صاحبزادگان جناب نواب صاحب نے
جناب ممدوح کی خدمتگزاری مثل اپنے والد بزرگوار کے اپنا فریضہ لازمہ سمجھا سنہ ۱۲۹۷ھ تک

وہان قیام رہا مفصل حالات و واقعات اُس عنوان خاص مین مرقوم ہین جو مفتی صاحب قبلہ اور نواب باقر علی خانصاحب) کے نام سے جُداگانہ لکھا گیا ہے۔ اُس زمانہ مین لکھنؤ کانپور کی آمد و رفت برابر رہتی تھی جب تک دل چاہتا تھا کانپور تشریف رکھتے تھے اور جب مناسب معلوم ہوتا تھا لکھنؤ تشریف لاتے تھے۔ کانپور کے قیام مین بھی تحصیل علم کے مشتاق حاضر ہوتے تھے۔ جناب حکیم مولوی سید محمد جواد صاحب بھیکپوری جناب مولوی سید علی رضا صاحب بھیکپوری اور اسیطرح اور حضرات مستفید ہوتے تھے۔ مولوی سید اولاد حسین صاحب مرحوم اور مولوی سید اعجاز حسین صاحب مرحوم بھی گوال ٹولی کی سرا مین مقیم تھے اور درس و استفادہ مین فیضیاب ہوتے تھے مولانا مولوی سید تفضل حسین صاحب سنبھلی بھی اکثر حاضر خدمت ہوتے تھے مقبرہ کی مسجد پر نماز جمعہ ہوتی تھی، نواب صاحب کے بنگلہ پر اگرچہ رئیسانہ پہراچوکی تھا مگر مفتی صاحب کے سبب سے انتظام موقوف ہوجاتا تھا اور حاضر خدمت ہونے والے حضرات برابر آتے رہتے تھے، خلاصہ جس قدر علمی کارنامے پیش آتے رہے اگر تفصیلاً بیان ہون تو ایک مستقل دفتر درکار ہے افسوس ہے کہ کسی جگہ وہ حالات قلمبند نہین ہوئے متفرق طور پر کچھ اُمور معلوم ہوئے جو ابواب متفرقہ مین درج ہوگئے ہین۔

۱۲۹۰ھ مین دوبارہ کلکتہ سے طلبی ہوئی جناب مولوی مرزا محمد علیصاحب قبلہ قائم الدین کا مٹیابرج مین انتقال ہوا اور دوسرے عالم کے بلانے کی تجویز ہوئی صاحب عالم جہان قدر بہادر نے متعدد عریضہ تحریر کیئے اور بے حد اصرار کیا ادھر کانپور مین کچھ تغیرات ایسے پیش آئے کہ آپ دل برداشتہ ہوگئے آخرکار دوبارہ سفر کلکتہ منظور فرما لیا۔

ماہ صیام کی پچیسوین تاریخ ۱۲۹۰ھ کو وارد مٹیابرج ہوئے صاحب عالم بہادر بیحد

مسرور ہوے مومنین مین ایک عید گویا عید فطر سے پہلے ہوگئی۔ بادشاہ کو بھی خبر ہوئی تاج العلما افتخار الفضلا خطاب دیا گیا۔ مہر خطابی عطا ہوئی۔ قیام مرزا جہان قدر کی کوٹھی مین ہوا مہتاب الدولہ درخشان نے یہ قطعۂ تاریخ تہنیت وردو مین نظم کرکے پیش کیا۔ ؎

وصف خالق نہ بیان مین کسی عنوان آیا — دیدۂ مور مین کب ملک سلیمان آیا
کرئی دم دست وزبان سے نہوا شکر کریم — وہ مگر آٹھ پہر بر سر احسان آیا
کیا ہی فی الحال ہوا ہے کرم رب قدیم — قلزم رحمت وہاب مین طوفان آیا
ایک یہ غرۂ شوال سے پہلے ہوئی عید — آیۂ رحمت رب خاصۂ سبحان آیا
بست و نہم ہے یہ ماہ رمضان کی تاریخ — صائم الدہر گل گلشن ایمان آیا
حبذا ساعت محمود و زمان مسعود — وارث علم نبی حجت یزدان آیا
مفتی دین متین سید عباس جلیل — اسد شیر خدا فارس میدان آیا
آج تاج العلما شاہ نے بخشا ہے خطاب — بر سر مہر و فا اختر سلطان آیا
طور سینا ہو تجلی مین نہ کیون ٹیا برج — جان زہرا شرف موسی عمران آیا
افقہ و مجتہد و ہادی و عابد زاہد — کیا ہی عالم طرف عالم امکان آیا
شان و شوکت کی صدائین یہ یقیناً ہین — طرفہ انام و نشان شہ مردان آیا
زہد و تقوے کا مقولہ ہے یہی بس گویا — آج ہم مرتبہ بوذر و سلمان آیا
خاکساری کے ہی پردے مین عیان شان وقار — ہمنشین فقرا مرجع شاہان آیا
بخت تابندہ ہوئے ہمسے سیہ کارون کے — سوئے ظلمات مگر مہر درخشان آیا
مصحف رخ کی زیارت ہے عبادت حق کی — قبلہ اہل یقین کعبۂ ایمان آیا
سرمۂ چشم بصیرت ہو نہ کیون خاک قدم — صفات حق بین و نظر کردہ ایمان آیا

ہوکے ہشیار کرو معرفتِ حق حاصل
غافلو میکشِ خمخانۂ عرفان آیا

آرزوے دلِ بیمار برائی صد شکر
دور لے دردِ جگر عیسئِ دوران آیا

قامتِ پاک سے کیا طبعِ روان دے تشبیہ
دو قدم بڑھ کے نہ اک سروِ گلستان آیا

بسکہ وصفِ گلِ گلزارِ نبی ہین منظوم
ہین الفاظ برنگِ گل و ریحان آیا

شمع کہتے ہین کسے پھول کہان رہتے ہین
رونقِ انجمن و زیبِ گلستان آیا

کم نہین ملک کی تسخیر سے تسخیرِ قلوب
جس کو ہاتھ آئی یہ خاتم وہ سلیمان آیا

کسطرح مدح و ثنا اُسکی بیان مین آئے
جس کے باعث سے یہ ممتاز فقیہان آیا

زینتِ صدرِ جہان قدر بہا در جمجاہ
چرخ سے سوئے زمین نیّرِ تابان آیا

سیرِ گلزارِ جہان کی ہے بہت مثلِ نسیم
بس نظر ایک یہی تو گلِ خندان آیا

شوقِ دیدار فلک جاہ ہوا جب دلمین
کچھ خیالِ تعبِ راہ نہ اُس آن آیا

دیکھکر منزلِ عالی مین ورودِ اطہر
پیرِ کنعان کہون قربِ مہ کنعان آیا

میزبان کے لئے ہین نعمتِ الوانِ جہان
جس کے لب پر من و سلویٰ ہو وہ مہمان آیا

تین سو کے ہین الی الآن کتابین تصنیف
تاجِ فرقِ فصحا غیرتِ سحبان آیا

مدحتِ آلِ عبا ورد ہے ہر شام و پگاہ
کاشی و محتشم و مقبلِ دوران آیا

اشکِ غم دیدۂ حق بین سے روان آٹھ پہر
جس گھڑی تذکرۂ شاہِ شہیدان آیا

منجلی سب پہ ہوتا نور ورود انور
لیکے یہ قطعۂ تاریخ درخشان آیا

کم حقیقت ہے بہت گو کہ یہ نظمِ اضعف
ہدیۂ مور مگر پیشِ سلیمان آیا

ہے دلارام یہ مصراعِ سنین سمبت
سروِ گلزارِ قدس واعظِ دوران آیا

ہے یہ مصرع بھی درج سنین سمبت
سچ ہے تاج العلماء اعظمِ دوران آیا

١٩٣٨

مصرع سال مسیحی سے ملا لطفِ حیات
عیسوی سال ہوا اس مصرع تر سے بھی عیان
طبع رنگین سے ہوا وصل سنین فصلی
عاطلہ حرفون سے روشن ہین سنین بنگلہ
معجمہ حرفون سے روشن ہین سنین بنگلہ
دیکھنا شوکتِ مصراعِ سنین ہجری
سال ہجری کا نہ پنہان ہو دگر بار ظہور

دیکھو تاج العلماء نجم درخشان آیا
۱۸۸۱ء
ذی شرف طالب رب سیدِ دوران آیا
۱۸۸۱ء
اکرم و اکمل و علام و سخندان آیا
۱۲۸۸
ور دریائے شرف سرورِ دوران آیا
بلبل باغ یقین ناصرِ سبحان آیا
۱۲۸۸
واہ تاج العلماء افسر شاہان آیا
۱۲۹۸
پیرو مہدے و ہمرتبۂ قرآن آیا
۱۲۹۸

یہ قطعۂ تاریخ بھی انھین کا ہی جب ۱۳۰۰ھ مین لکھنؤ آکر مفتی صاحب پھر کلکتہ تشریف لیگئے،

کلکتہ ز مقدمت شد آباد
تاریخ رقم زدہ درخشان
اے صدر نشین بزم ہستی
یکتا و وحید عصر ہستی
۱۳۰۰ھ

مفتی صاحب قبلہ کے ورود سے صاحب عالم بہادر کو جو سرور وفور حاصل ہوا بیان نہین ہو سکتا ہر طرح راحت رسانی اور خدمتگذاری مین بدل وجان آمادہ رہتے تھے اور بیحد شکرگذار تھے۔ مومنین برابر فیوض و افادات سے فیضیاب ہوتے تھے بادشاہ کی توجہ خاص طور لگی تھی بھاگارتی کا کنارہ شاہی پشتہ پر بعد از نماز قبل طلوع آفتاب مفتی صاحب کا کشتی کرنا اور سورہ ہائے قرآنی اور اشعار مناجات پڑھنا عجب سمان ہوتا تھا بیشتر خدمت مین جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب حاضر رہتے تھے اور تحریر مسائل و خطوط مین مددگار رہتے تھے اور کچھ درس بھی لیتے تھے۔ سید احسان حسین صاحب (خویش جناب مفتی صاحب) اور مولوی سید حسین صاحب

صاحبزادہ جناب مفتی صاحب حاضر رہتے تھے عجب دلچسپ صحبت تھی مگر انہمہ سامان دلچسپی لکھنؤ کی مفارقت بہت شاق تھی۔ کلکتہ مین کسیطرح دل نہ لگتا تھا نہ وہان کے حضرات سے خوش رہتے تھے بلکہ وہان کے اوضاع واطوار سے سخت نالان اور متنفر رہتے تھے آب ہوا بھی موافق نہوتی تھی۔ علماے کرام کے مرتبہ شناس حضرات وہان مفقود اور ایذارسانی اور عیب جوئی اور حسد وعداوت کا بازار گرم چنانچہ اسی پریشانی مین یہ اشعار نظم فرمائے تھے"

نوحہ علی اہل الزمن

بلد عصت اصحابہ وتمتعوا … تلھو متی ما اصبحت وترتع

فالشمس تستحیی لیست تطلع … الا علیھا من سحائب بر قع

تبکی علیھم رقۃ وتفجع … والبرق یضحک منھم اذ یلمع

لا یسمعون حدیث وعظ ینفع … اما الی لھو الحدیث فتسمع

قطعوا الرجاء لکل من یتوقع … واذا اتاھم سارق لا یقطع

بخلوا فما فیھم لعاف مطمع … واللہ یعطی من یشاء ویمنع

کلکتہ کی شکایت مین عربی اور فارسی اشعار بکثرت نظم فرمائے ہین اور اس قدر مذمت کی ہے کہ اگر یکجا جمع کیے جائین تو ایک کتاب ہوجائے چند اشعار اور بھی نقل کیے جاتے ہین

قصیدہ

کلکتہ فریبندۂ دنیا طلبان است … سودیکہ ز سود اش بیابند زیان است

ہر برگ گلی در چمنش نشتر خار است … ہر زمزمۂ مرغ سحر شور و فغان است

کو طاقت پرواز کہ عنقاست درین شہر … کوکو زنی فاختہ بے سرو زان است

قو باد و زحیر و جرب و حکہ و اسہال … در نتیجہ این خمسہ چہ پیر و چہ جوان است

محفوظ اگر ماند کسی زین همه تخویف
از واهمه و خوف اسیر خفقان است

شغلی به زنا هست پیاپی سفها را
با آنکه در اعصاب نه تاب و نه توان است

در آتش عشق و غم این گلشن فانی
نه دهشت نیران و نه شوق جنان است

هر سفله و نادیده و بیدین و شقی را
شام و سحر الوان نعم بر سر خوان است

اشراف ندارند امید طرب عید
هر ماه برین طائفه ماه رمضان است

ابر سیه و برق که همواره درینجاست
زان گریه و زین خنده بران بیخبران است

دین باخته در بازی اسپند بغفلت
این ابلق ایام که گرم جولان است

هر ماه نو اینجا بکشد تیغ هلالی
هر روزه ز خورشید خلش های سنان است

از غم شده چون پیر جوان نیز خمیده
قد یکه بود راست ترا ز تیر کمان است

خاصیت این آب و هوا ضعف و کسل نیست
ترسان بود از روبه اگر شیر ژیان است

آوازهٔ علم و هنر و فضل در این جا
آهنگ حجازیست که در بزم گران است

از گردش افلاک درین برج و برین خاک
حال دل غمناک چه گویم که چسان است

این گوهر شهوار درخشنده که علم است
در سینهٔ بی کینه چو گنجینه نهان است

جنسی است گرانمایه ولی قدر ندارد
بر طبع من ارزانی آن سخت گران است

بی غصه درین شهر بقا نیست بالیم
خون جگر از بهر من آب حیوان است

گیرم که ز ترک وطن و رغبت غربت
افزایش مال است ولی کاهش جان است

آرام و سکون در وطن و منزل مقصود
از چرخ چه خواهم که خودش در دوران است

یاد آور سیل اجل و کشتی عمر است
هر وقت جهازی که درین بحر روان است

غنی که بود عالم آن جاهل این شهر
عباس ندانست اگرچه همدان است

با این همه هر جا که بساطی ز نشاطی ست — گسترده و پابوس سلیمان زمان است
شهزادهٔ آفاق جهان قدر بهادر — کان نیر برج شرف و عزت و شان است
شکر است که زین نیر و آن اختر تابان — مهر است برین ذره که چون مهر عیان است

ایک مقام پر یہ عبارت تحریر کی ہے فی کلکتہ واصحابھا، وکثرۃ امطارھا وسحابھا، فان السماء فیھا مغیمۃ غالبا، وسحابھا یکون خلبا لاھا ھضا، ان زرت موسرھم راجیا، رجعت خائبا، وان حضرت احدھم مادحا غاب غائبا، واللہ علی ھدایتھم قدیر، فان العسیر علیہ یسیر،

سنہ ۹۹ھ میں رفعت اللہ مرحوم نے انتقال کیا۔ مفتی صاحب کے ساتھ انھیں بحد خلوص تھا اور نہایت عقیدت سے حاضر خدمت ہوا کرتے تھے خود بھی بالیاقت تھے۔ جناب نے اُنکے انتقال کی تاریخ نظم فرمائی ؎

رفعتہ امیر اعظم — منشی حضرت سلطان امم
صاحب علم و ہنر تجربہ کار — سر و سر کردہ ارباب قلم
مبتلا شد بہ تپ صفراوی — رخت بربست سوئے مُلک عدم
بود مارا ز محبان قدیم — دل درین حادثہ پر شد ز الم
سال تاریخ وفاتش فی الفور — دخل الخلد قلم کرد رقم
۱۲۹۹

ایک عبارت میں اہل مٹیابرج کی پریشانی کی تصویر کھینچکر دکھائی ہی جو بادشاہ کی وفات کے بعد نظر آئی تھی۔

"وابستگان ذکر الٰہی و پابستگان مہر شاہی و دلخستگان زہر بدخواہی و کشتی شکستگان بحر تباہی پژمردہ و افسردہ دندان بجگر فشردہ و نومید از حصول مطلب رباستخوان وجان برلب دستہ دستہ در برروی خلق بستہ در کنج خانہا نشستہ اند"

اُسی زمانہ مین صاحب عالم بہادر نے شرف تلمذ حاصل کیا اور ادب وغیرہ پڑھنا شروع کیا عربی عبارت لکھکر اصلاح بھی لیتے تھے جناب کی فیض توجہ سے اتنا ہو گیا کہ کتاب نحو میر کی تعریب کی اور صاف و واضح عربی عبارت مین ترجمہ کرکے اصلاح لی۔ یہ کتاب مفتی صاحب قبلہ کی وفات کے بعد چھپکر شائع بھی ہوئی علمائے فریقین کی اُسپر تقریظین ہین مثل جناب مولانا السید ابو الحسن صاحب عرف بچھن صاحب طاب ثراہ جناب میر آغا صاحب جناب تاج العلما جناب سید ابو صاحب جناب خواجہ عزیز الدین صاحب جناب مولوی محمد اکرم صاحب جناب مولوی عبد المجید صاحب وغیرہ

کبھی کبھی بادشاہ جمجاہ سے بھی ملاقات ہوتی تھی بادشاہ نہایت احترام کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ کیطرف سے ایک مستقل مجلسرا مرحمت ہوئی جناب نے اپنے متعلقین کو بھی طلب فرمالیا اور مجلسرا مین مستقل قیام کیا۔ یہ مجلسرا آہنی پھاٹک کیطرف واقع تھی۔ بالفعل وہ سب مکانات کھُدگئے ہیئت بالکل بدلگئی جناب کے بیت الشرف پر مومنین کا ہجوم رہتا تھا ایک طرف مساکین و ارباب حاجت اور ایک طرف مخلصین و اصحاب ارادت کلکتہ کے اہل عجم نہایت خلوص عقیدت سے حاضر ہوتے تھے شاہزادہ فرخ شاہ ٹالی گنج سے اور متولی صاحب ہوگلی سے اور دیگر معززین مختلف مقامات سے برابر آتے تھے مثل نواب احمد علیخان وغیرہ کے جناب نے اپنے صاحبزادے مولوی سید حسین صاحب صابر کی بادشاہ کیخدمت مین سفارش کی اور ایک قصیدہ نظم فرماکر انکی طرف سے بادشاہ کیخدمت مین بھیجدیا اسکے عوض مین دربار شاہی سے مناسب شہریہ مقرر ہو گیا کبھی کبھی کلکتہ بھی تشریف لیجاتے تھے اور آغا حاج سید صادق شوستری وغیرہ تجار سے ملاقات کرتے تھے اُسی زمانہ مین ایک مشہور تاجر عجمی جناب کے مہمان ہوئے اور اپنے مصائب و آلام بیان کیے معلوم ہوا کہ وہ چھ ہزار تومان کے مقروض ہوگئے اور ادائے قرض کی فکر مین آئے ہین مفتی صاحب نے انکی خاطر سے چند شعر نظم فرمائے اور تجار عجم کے پاس خود سوار ہو کے تشریف لیگئے اور اپنے مہمان کیلئے سائل ہوئے ایک مناسب مقدار حاصل کر کے آغائے مذکور کو دی اُنھون نے دیکھتے ہی اسقدر رونا شروع کیا کہ سب آدمی پریشان ہوگئے جو حقیقت دریافت کیا

کوئی جو تیان برابر ٹوٹتے جاتے تھے۔ آخرکار یہ معلوم ہوا کہ وہ اس امید پر آئے تھے کہ مفتی صاحب قبلہ چھ ہزار تومان جو قریب پچیس ہزار روپیہ کے ہوتے ہین۔ واجد علی شاہ سے دلوا کر انکی حالت درست کرا دینگے۔ یہ رقم دیکھکر اُنکا دل اُلٹ گیا۔ بہرحال یہ دوسری بات تھی مگر جناب مفتی صاحب نے اُنکی خاطر سے یہ اشعار نظم کئے اور لوگون سے اُنکے لیئے سائل ہوئے اور ہر طرح اُنکی تسکین اور دلداری مین اہتمام کرتے رہے ؎

میہمانے دارم از اہل عجم	مبتلاے فقر و قرض و رنج و غم
فکریم در غربت و در کربتش	دست من خالی و دل پر از الم
دست حاجت پیش تو کردم دراز	ہان مکن کوتاہی از جود و کرم
ہمتت بادا بلند و خصم پست	مال تو بسیار و افکار تو کم

ایضاً

اے داد از دہر کس در شے	برمے آرد آہے سرد سے
ہان با قصد امیکن کرمے	وا مے کلمے قلمے قدمے

اُسی زمانہ مین مولوی غضنفر علی صاحب جے پوری بھی مع اپنے لڑکون کے جناب کے ہان مقیم رہے جناب نے اُنھین مختصر اجازہ پیشنمازی بھی دیا تھا،

اتفاقاً جب کلکتہ مین آب و ہوا زیادہ ناموافق ہوتی تھی اور مزاج مین بے لُطفی پیدا ہو جاتی تھی تو اجازت لیکر کچھ عرصہ کیلیئے لکھنؤ تشریف لے آتے تھے جب وہان سے طلب ہوتی تھی یا مزاج بحال ہو جاتا تھا تو تشریف لیجاتے تھے۔ آمد رفت مین اکثر پٹنہ مین جناب سید محمد صاحب معروف بمولوی وزیر صاحب دلپنے فرزند اکبر کے پاس قیام فرماتے تھے جو نواب امام باندی بیگم صاحبہ کے یہان امام مسجد تھے اور محلہ گلزار باغ

مین مقیم تھے اہل پٹنہ کو وہ چند یوم نعمت غیر مترقبہ ہو جاتے تھے مومنین کا ہجوم رہتا تھا۔
عجیب لطف کی صحبتین ہوتی تھین۔ نواب سید لطف علیخان صاحب اور نواب
ولایت علیخان صاحب اور دیگر اُمرائے پٹنہ حاضر رہتے تھے۔ ہر صحبت ایک خاص
مجلس ہدایت ہوتی تھی نواب سید عباس صاحب عرف نواب ابو صاحب کو جناب
کی خدمت مین عجیب خلوص حاصل تھا اور جناب بھی اُن سے محبت فرماتے تھے

پٹنہ مین ایک مدرسہ کا معائنہ | قریب گلزار باغ ایک انگریزی مدرسہ تھا بعض اہل اسلام نے
اسمین ایک درجہ کا اضافہ کیا تھا جسمین قرآن صحت الفاظ اور تفہیم معانی کے ساتھ
پڑھایا جاتا تھا اور صرفی و نحوی قواعد بھی متعلق آیات بتائے جاتے تھے اس درجہ کی
تعلیم مولوی سید زین العابدین صاحب کے متعلق تھی جو جناب کے پوتے اور جناب
وزیر صاحب کے فرزند اور علم و فضل مین ہر طرح لائق تھے جس زمانہ مین جناب مفتی
صاحب پٹنہ مین وارد ہوئے بکمال التجا جناب سے استدعا کیگئی کہ مدرسۂ مذکورہ کا معائنہ
فرمائیے۔ بلحاظ اصرار مذکور اور بپاس خاطر مولوی سید زین العابدین صاحب وعدہ
فرمالیا اور وقت موعود پر تشریف لیگئے۔ نہایت احترام سے مدرسہ مین استقبال ہوا
معائنہ فرمایا کچھ امتحان لیا اور تشریف لے آئے اسکے بعد خواہش کیگئی کہ اپنا معائنہ
تحریر فرما دیجئے جناب نے یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ سبحانہ فی کتابہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

حم تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت ایاتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون فی قولہ سبحانہ
قرانا عربیا لقوم یعلمون اشارۃ الی مقصدین اداؤھما لازم کاداء الدین
احدھما ان القرآن فی لسان عربی مبین وعلیہ بناء الشرع المتین فلا محیص

للعجم من المعرفة بلسان العرب العرباء والاخذ من السنة الادباء حتى يعرفوا
نكات هذا الكتاب العتيق فان ظاهره انيق وباطنه عميق وسره دقيق وهكذا الحديث
فان بناءه على العرف القديم لا الحديث وثانيهما ان التنزيل لقوم يعلمون فلا بد
للناس من ابتغاء العلم والكمال والاجمال فى طلب المال فان الانسان لا فارق
بينه وبين الحيوان الا بانه ناطق وبما فى الضمير ناطق فشد والطلبه المناطق
ناعبدوا الله مخلصين واطلبوا العلم ولو بالصين واستشعروه فنعم الشعار
والجهل عليكم عار ولا خير فيمن تحلى بلباس النضار وهو عن لباس العلم عار
طوبى للذين سلكوا هذا المنهج وخاضوا الاستحصاله فى اللجج وبذلوا فى تحصيله المهج

اما الان فقد نضب ماءه وذهب رواءه

اهل الكمال قد كسدت سوق علمهم … اما العهد لهم غير رائج
عهد به مقدمة العلم والتقى … تلقى الى الشريف اخس النتائج
لم يبق من معارف الا اهتمامهم … ان يعرفوا لسان نصارى بكالج
لا ضير فى اللسان ولكن اخذه … مستتبع لترك اغر المناهج
قد ادرجت عقائدهم فى لسانهم … لا طهر فى الشراب بماء ممازج
حاكت يراعتى حللا عبقرية … لم يجر مثل ذلك منوال ناسج

لكن احمد اليكم على ان وفقكم بتجديد المبانى المندرسة واقامة بناء
المدرسة لتصير ابنية الاسلام موسسه وقد سرنى ما قصد تم فى
هذه الدرجة من حسن التربية والتعليم ولطف التلقين والتفهيم
وفق الله بانية لترويج الدين واكرام العلماء البارعين وعليه ان يزيد

ویهتم فی العلوم العربیة والفنون الادبیة ومایتعلق بالحدیث والکتاب
فان ذلک انفع للطلاب وارجی فی یوم الحساب ۵

جناب کے تلامذۂ مخصوصین مین سے جناب مولوی سید اصغر حسین صاحب پاروی نواب لطف علیخان صاحب کے یہان پیش نماز تھے اور جناب مولوی سید مہدی شاہ صاحب کشمیری نواب ولایت علیخان صاحب کے یہان بعہدۂ پیشنمازی معین تھے اور اہل پٹنہ مین بکثرت ایسے سخن فہم حضرات تھے جو جناب مفتی صاحب کے کلام بلاغت انضمام سے عشق رکھتے تھے اور اُنکی خدمت مین حاضری اور اُنکے فیوض سے استفادہ کو اپنا فخر جانتے تھے

بادشاہ کے یہان سے سات بٹوے چاندیان بتقریب محرم مساکین کی تقسیم کے لیئے آئے جناب نے تقسیم فرمائے اور یہ اشعار بھی نظم فرمائے۔

سلطان چو فرستاد بمن هفت خریطه	خوشرنگ تراز قاقم و زربفت خریطه
زیبنده و درخشنده و مرغوب تمامی	پاکیزه و زرتار و خوش اسلوب تمامی
از فوفل و از هیل نبوده است دران هیچ	جز قهوه نبوده است دران همیان هیچ
گفتم بکنش دور که بمن یاد نماند	زین طرح که انداخته بنیاد نماند
باید که پر از هیل چو دردانه بماند	تا یاد ده کیسهٔ شاهانه بماند
دادیم بسادات که شد شاد دل شان	شد تازه و ترجان و دل مضمحل شان

شاگردون مین ایک شخص بعض اراکین دولت کے کسی لڑکے کو تعلیم دیتے تھے اتفاقاً عید فطر کا زمانہ آیا حاضر خدمت ہو کر ایک عیدی کی التجا کی آپ نے عیدی نظم فرما کر اونھین دیدی اُنھون نے حسب قاعدہ لکھکر اُس لڑکے کو دیدی۔ اتفاقاً وہ لڑکا کاغذ لیئے ہوئے بادشاہ کے پاس پہونچگیا بادشاہ نے ملاحظہ فرمانے کے بعد دریافت کیا کہ یہ عیدی کس کی ہے

اُسنے عرض کیا کہ میرے اُستاد کی ہے بادشاہ نے اُنھین طلب فرمایا اُنکو پہونچنے مین کچھ تاخیر ہوئی اِدھر جوش عطا بھی کچھ کم ہوگیا با اینہمہ ایک ہزار روپیہ کا حکم دیدیا۔ اُس لڑکے کے والد نے صرف پچیس روپیہ معلم کو دیئے اور باقی خود لے لئے معلم بیچارے اپنے افلاس کے سبب سے اسکو غنیمت سمجھے اور جناب کیخدمت مین حاضر ہوئے کہ یہ سب جناب کے برکات ہین۔ وہ قطعہ عیدی یہ ہے ؎

عید است و پیش از صبحدم باد ہمایون دم رسید	از مقدمش بر خاطر افکار ما مرہم رسید
گشتہ چمن شاداب و تر ہر غنچہ دارد مشت زر	گویا کہ بر گلشن نظر از قبلہ عالم رسید

سنہ ۱۳۰۰ھ مین سلطان عالم کی ایک شاہزادی کا عقد ہوا اور بڑے دھوم سے شادی ہوئی جناب مفتی صاحب وہین موجود تھے۔ شاہزادی کا نام گوہر آرا نیکبخت بیگم تھا قطعہ تاریخ نظم فرما کر بادشاہ کے پاس بھیجدیا جسکا لطف خارج از بیان ہے۔

نظر با وزن کن فاعلن فاعلن	حرف زن بے سخن خامشی تا بکے
برد رنگ چمن از گل و نسترن	ساقیا دہ بمن لعل گون جام مے
بلبلان در چمن ہمچو گل خندہ زن	جوش زد بہمن و گشت طے فرش دے
قرص مہ گشت دف زد بر آن زہرہ کف	خاست از ہر طرف نغمہ چنگ و نے
شد بزم زنان نوعروس این زمان	دختر اختر آن شاہ فرخندہ پے
خسرو نیک خو مہربان ماہ رو	جام جم پیش او کاسۂ ہش نے
سال تاریخ ہم خامہ ام زد رقم	عقد بنت ملک شد مبارک بوے

ولیکن این وزن کہ غیر مانوس است اگر ناپسند باشد عوضش ہمین مادہ را باین طور اختصار مے توان کرد۔

شبے کہ بستہ شدہ عقد دختر سلطان	زماہ وانجم وافلاک نقل وصحنک شد
بہ نظم سال چو خواہند گوہر آرائے	بگو بہ بنت ملک عقد وے مبارک شد
	۱۳۰۰ھ

ایک مرتبہ محلسرائے شاہی کی مرمت ہو رہی تھی جناب انیس الدولہ کے مکان مین مع عیال تشریف فرما ہوئے وہ مکان بہت پست تھا۔ درچھوٹے چھوٹے صحن تنگ اُٹھنے بیٹھنے مین اکثر سر مین چوٹ لگتی تھی فرمانے لگے کہ سر جھکا کے چلنا اچھی بات ہی یہ مکان تو تواضع کی تعلیم دیتا ہے۔

سنہ ۱۳۰۱ھ مین ایک خط کربلائے معلّٰی سے سید باقر بن المرحوم العلامہ السید محمد مہدی موسوی طباطبائی قزوینی کا آیا جسمین کمال اشتیاق کتاب مستطاب وایح القرآن کا تحریر تھا جسکی نقل حسب ذیل ہے۔

خدمت ذی رفعت جناب مستطاب فخر العلماء العالمین وعمدۃ الفقہاء الراشدین رئیس الملۃ والدین وکنز الفقراء والمساکین حامی الاسلام والمسلمین وسید الملۃ والدین و مروّج مذہب جدہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین التقی النقی الزکی الالمعی جناب مولوی مفتی میر عبّاس ادام اللہ ظلہ العالی علی مفارق جمیع النّاس وبعد عرض اصلی صحتُ استقامت مزاج مبارک آن مقتدی الانام میباشد وتلو آن عرض میشود کہ اگر از راہ لطفؔ مرحمت ومخلص نوازی جویان حال ومتفقد احوال این داعی واقعی خود باشند۔ الحمد للہ تا حال تحریر کہ سادس شہر ذو القعدہ میباشد در کربلا یعنی در جوار خامس آل عبا وبرادرش حضرت ابی الفضل العباس بدعاگوئی ونائب الزیارت ان مقتدی الانام مشغول بودہ میباشم اگرچہ بحسب ظاہر شرفیابِ حضور مبارک نشدم والی الان از جانب سرکار اتفاقی باین داعی نشدہ لکن چونکہ داعی کہ مشہور بحاجی آقا میر و مسمی بحاجی سید محمد باقر میباشم

که عمویم که برادر مرحوم والدم باشد حجة الاسلام آقا سید ابراهیم قزوینی صاحب ضوابط الاصول
ونتائج الأصول و دلائل الفقه وخالویم مرحوم حجة الاسلام الحاج میرزا علی نقی طباطبائی
اعلی الله مقامه وخالوی دیگرم حجة الاسلام خالی الحاج میرزا ابو القاسم طباطبائی دام
ظله العالی از جمله مشتغلین محصلین میباشم و در حوضه سرکار فخر المحققین وعمدة المتکلمین المحقق
بلا ثانی شیخنا الاستاذ فاضل اردکانی ادام الله ایام افادته نیز بعض اوقات حاضر میشوم
در حوضه ایشان بودم و مباحثه در فهم آیه از آیات قرآنیه مینمودم ناگاه جناب فاضل ابراز
کتابی نمودند که الی الان کتابی بخوبی وخوش نظمی وخوش بیانی آن کافی وشافی بودن آن
ندیده بودم نه من بلکه سائرین جمیع تصدیق بران داشتند بسیار بسیار عاشق آن کتاب
شدم واز سرکار فاضل جویا شدم که این کتاب را از کوجا تحصیل فرموده اید متوقع آنکه دلالتم
بر نسخه دیگری نمایند چون داعی نیز از اهل منبر میباشم ومعلوم است که این کتاب سرکار مطلوب
مرغوب هر عالم ومحدث میباشد بلکه الی الآن کتابی بجامعیت ان الی الآن نوشته نشدم
وبخیال کسی نیامده که باین نظم وترتیب کتاب بنویسد الحاصل داعی مقصودم از مزاحم
شدان وتصدیع دادن آنکه بسیار بسیار باین کتاب عاشق شدم و هر چه تفحص نمودم
که نسخه دیگری از و پیدا کنم انچه تجسس نمودم وتفحص کردم ندیدم تا آنکه باشاره بعض از
اعلام واساتید ذوی الاحترام مبادرت بنوشتن این عریضه شدم در جا از الطاف
سرکارے آنکه نسخه ازین کتاب را یعنی کتاب روائح القرآن برائے داعی ارسال فرمایند
که سبب انتفاع داعی وجمع کثیرے میباشد ویقین است که عمده زحمت سرکار در جمع
این کتاب وتالیف آن انتفاع مردم است بآن اگرچه کتب تفسیر درین ولایت بسیار
میباشد خواصه در نزد این داعی از کتب تفسیر چند کتاب میباشد لکن هر چه تامل کردم

عوض نمودم بخوبی ولطافت وجامعیت این کتاب ندیدم بارے متوقع آنکہ رجاے داعی
قبول فرمایند ومثل ہمین کتاب کہ برائے فاضل اردو کافی التفات نمودہ اید یک جلد نیز برائے
داعی التفات فرمایند ویقین است کہ علاوہ بر انتفاع داعی وجمعی ازان باعث اجر از اجداد
طاہرین نیز خواہد بود زیادہ جسارت ست ادام اللہ ایام افاداتکم علی روس الانام المخلص
الداعی الکلم الحاج سید محمد باقر بن المرحوم العلامہ السید محمد مہدی الموسوی الطباطبائی القزوینی عفی عنہما۔ فقط

غالباً جناب نے اس اشتیاق شدید کو ملاحظہ فرماکر کتاب روائح القرآن ضرور روانہ
فرمادی ہوگی اگرچہ اس خط کے ساتھ روانگی کتاب کا ذکر لکھا ہوا نہین ملا۔

سنہ ۱۳۳۱ھ مین جناب مولانا مولوی سید حیدر علی صاحب قبلہ مرحوم ومغفور کی
خبر رحلت جناب کو معلوم ہوئی چونکہ ارشد تلامذہ اور علوم عقلیہ اور علوم ادبیہ مین دستگاہ
کامل رکھتے تھے جناب کو بہت صدمہ ہوا اور یہ خط جناب مولوی حکیم سید باقر علی صاحب
کو تعزیت مین لکھا جو کہ مولوی صاحب مرحوم کے بھائی ہین۔

الحبیب النبیب الطبیب الاریب اللوذعی الالمعی الفطن الرکن اللقن صانک اللہ عن صنوف
المحن ان یوم اخیک یوم یتلو یوم عاشوراء وان ہذہ الرزیۃ داہیۃ فقماء احسن اللہ
لک فیہ العزاء وجزاک احسن الجزاء فاصبر صبرا جمیلا ورتل القرآن ترتیلا وبشر الصابرین الآیۃ
ارخت جسما امرتنی فی غایۃ الاستعجال وتوزع البال وانا من الضعف والاضمحلال وکثرۃ
الاشغال بمثابۃ لا اکاد امیز بین الیمین والشمال والحمد للہ علی کل حال۔

ہذہ ایام غم نا صب	قام للسادات فیہا ماتم
جد لوافیہا ابن بنت المصطفی	وہو عطشان شج لا یرحم
زاد نا غم الی غم لنا	قد دا اینا الذین فیہا یثلم

مات یوماً ثامناً یوم الثلثا لعاشور اجر عیلم

عابد ذو قوة علمیة — زاهد فرد وحید معظم
جده مولی الموالی حیدر — من علی مثانه مستعظم
کنت ارجوان یبقی سالما — لا اقتدر انه لایسلم
کان من انفع تلامیذی فلا — غروانی من حیاتی اسئم
قلت یا عباس تاریخا له — اه واحزناه رزء اعظم

اسی زمانہ مین ایک مسئلہ متعلق بحلق لحیہ مرشد آباد سے آیا تھا بغرض استفادہ ناظرین سوال مع جواب نقل کیا جاتا ہی جناب مفتی صاحب قبلہ چہ میفرمایند درین مسئلہ۔

کہ لحیہ گذاشتن سنت موکدہ است یا واجب اگر واجب نیست و سنت موکدہ است پس از حلق لحیے انسان مغضوب و گنہگار خواہد شد یا نہ۔ بینوا و توجروا۔

آسمانقدر اسد علی مرزا المعروف بہ صوبہ صاحب ساکن مرشد آباد قلعہ نظامت۔ ۱۸ صفر ۱۳۰۴ھ

الجواب اعفاء و توفیر لحیہ سنت موکدہ و سیرت علماء و فقہاء و صلحاء است و از جملہ تاکید ات اینکہ دران مخالفت مشرکین ہم ہست و آن لازم است کما ھو ظاھر الاصول الوارد فیما روی عن النبی فی خصوص اللحیۃ خالفوا المشرکین ووفروا اللحی و حلق لحیہ از جملہ معاصی منصوص علیہا است چنانچہ فاضل قاسانی در مفاتیح نوشتہ کہ منہا ای من المعاصی المنصوصۃ لمن اذکذا و حلق اللحیۃ لانہ خلاف السنۃ التی ھی اعفاوھا ولمسخ طائفۃ بسببہ و از ینجا واضح میشود کہ انسان از حلق لحیہ مغضوب علیہ و گنہگار میشود و ترک سنت ھم است

سلہ بعض اشخاص ہمزہ را مطلقا در تاریخ نمی شمارند و دلیل قطعی ندارند اگر بنا برین قول ہم در ینجا گذاشتہ شود چونکہ از سال حال ہمیں روز بیش گذشتہ بود ایراد ی پیش نمی رود۔

ازینکه در ضمن حرام باشد یا در ضمن مکروه وغیره ولا دلالة علی الخاص فی العام علی ان ترک التوتیر لا ینحصر فی الحلق والملخص انه لا تضاد فی الحقیقة بین التوتیر والحلق ولا بین السنة والمکروه لارتفاع الاولین فی التقصیر والاخرین فی الحرام و الله العالم بالاحکام

بادشاه جمجاه کے اختصاصات اس مقام پر اسلئے نہین لکھے گئے کہ اسکے واسطے ایک خاص باب جدا لکھا گیا ہے اُسکے ملاحظہ سے ناظرین مفصل طور پر مطلع ہو سکتے ہین۔

آقا شیخ محمد آل کاشف الغطا کی ملاقات اور جناب نواب لائق علیخان صاحب سالار جنگ کی تشریف آوری کا حال ابواب کتاب مین مختلف عنوانات مین لکھا گیا ہے وہین ملاحظہ کیا جاوے۔

ایک مرتبہ صاحب عالم بہادر بجد اصرار سے سکرٹری وبسرائے بہادر سے ملاقات کرانے لیگئے منظور فرمایا بعد مراجعت صاحب عالم کی خاطر سے یہ اشعار نظم فرمائے

صاحب عالم و شہزادہ دارا دربان	بردہمپائے خودم پیش امیر الامرا
دیدم آن منزل عالم عظیم الشانی	کہ ثنائش گذرانند زشعرے شعرا
آن سکتر کہ بود رکن رکین دولت	بر سر کرسی اعزاز نشانید مرا
پرسش حال من از لطف وکرم فرمودہ	کو زبانے وبیانے کہ شوم مدح سرا
کشت امید ہر آنکس کہ بود خشک نہ سبز	فیضہ اصبح یسقیہ واجوی نہرا

ایک مرتبہ صاحب عالم بہادر جناب کو اپنے ہمراہ لفٹنٹ گورنر بنگال یعنی سر اسٹورڈ بیلی صاحب کی ملاقات کے لئے لیگئے لارڈ صاحب اسطرح ملے کہ قبلہ وکعبہ وہان سے مسرور وخوشنود واپس آئے اور چند شعر اسکے متعلق بھی نظم فرمائے ۵

شکر بست کز فصاحت فیضے رسید مارا	ویل لحاسدینا فلیهلکوا دمارا

دعوائے صادق من برعالمی است روشن ‏ باشد اگر گوارا حاضر کنم گوارا
گردیم ما ارادہ ہمپائے شاہزادہ ‏ جائیکہ جاندادہ گردون امیرہا را
فرماندہ زمانہ دردا ورے یگانہ ‏ سراسٹورڈ بیلی لفٹنٹ ملک آرا
از پیشتر نکردم او را خبر ز مقدم ‏ آگہ چو شد ہماندم دادہ بمن صلا را
آمد گرفت دستم بر کرسی نشستم ‏ گرچہ ز خاک پستم بالا شدم ز دارا
آید بزیر فرمان یک عالمے ز انسان ‏ از حسن خلق سلطان وز رافت و مدارا

ملکۂ معظمہ وکٹوریہ انجہانی کی پنجاہ سالہ جوبلی کے موقع پر جو خطابات گورنمنٹ نے عطا فرمائے تھے اُنمین جناب مفتی صاحب کو بھی شمس العلماء کا خطاب ملا تھا اور سب نامون مین مقدم اُنھین کا نام تھا خطاب یافتہ حضرات نے بہت کچھ فخر کیا کہ اُنھین یہ دن نصیب ہوا لیکن مفتی صاحب کے لیئے ایک جانکاہ مصیبت پیش آگئی کسی عقیدت کیش شخص نے ازراہ اخلاص تہنیت لکھ بھیجے جناب کو سخت ملال ہوا اور بہت رنجیدہ و ملول ہوئے اور فارسی۔عربی۔اُردو تینون زبانون مین یہ مصیبت نظم فرمائی۔چنانچہ باب سیرت مین اسکا مفصل ذکر درج ہوا ہے۔

قیام مٹیابرج کے زمانہ مین جناب کا مشغلہ علاوہ تدریس و عبادت و مناجات کے تصنیف و تالیف تھا شریعت غرا تصنیف ہوتی تھی نواب لطف علیخان صاحب نے اپنی قدردانی کی تھی کہ انتظام تالیف و طبع کے بار کے متکفل ہو گیے تھے۔
جواب مسائل لکھوانا رسائل پر اصلاح دینا۔ یہ سب امور جناب کے برکات انفاس کے نتائج تھے۔
نماز جمعہ کے لیئے امام باڑہ سبطین آباد مین تشریف لے جاتے تھے آخر مین وعظ و نماز جمعہ کے لیئے ضعف و کبرسن کے سبب سے جانا شاق ہو گیا تھا اسلیئے جناب مولانا سید

نجم الحسن صاحب کو مامور کر دیا تھا۔ ٹالی گنج سے بھی بعض حضرات آکر شریک ہوا کرتے تھے جنمین مولوی سید محمد حیدر صاحب ولد مولوی سید ہنر علی صاحب مرحوم بھی شریک تھے بلکہ سب سے زیادہ ملتزم تھے۔

سنہ ۱۳۰۴ھ کے آخر مین بادشاہ سخت علیل ہو گئے۔ باوجود علاج و معالجہ مرض بدستور رہا حسب تجویز منصرم الدولہ وغیرہ حکیم محمد عبد العلی صاحب لکھنؤ سے طلب کیے گئے اسکے بعد جناب حکیم شیخ علی محمد صاحب بھی لکھنؤ سے بلائے گئے۔ بادشاہ عالیجاہ نے حکیم شیخ علی محمد صاحب سے ارشاد کیا کہ آپ داخلی علاج کرین اور آپ (حکیم محمد عبد العلی صاحب کیطرف اشارہ کرکے) خارجی علاج کرین۔ مگر کوئی نفع علاج سے ظاہر نہوا یہانتک کہ ۳ محرم سنہ ۱۳۰۵ھ کو انتقال کیا ایک سال تک کلکتہ مین پھر قیام رہا۔ تا اینکہ جو شہریہ بادشاہ کے یہان سے معین تھا وہ بطور پنشن جاری ہو گیا گورنمنٹ انگلشیہ نے منظور فرمالیا۔ ماہ محرم سنہ ۱۳۰۶ھ مین لکھنؤ تشریف لے آئے جبتک مٹیابرج مین تشریف فرما رہے صاحبعالم مرزا جہانقدر ہر طرح حق عقیدتمندی و اخلاص و ارادت ادا کرتے رہے۔ اسمین شک نہین کہ صاحب عالم ممدوح نے کوئی دقیقہ تعظیم و احترام مین اٹھا نہین رکھا۔ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ لوگون نے جناب کو گواہی کی زحمت دی اور بسبب ضعف و پیری کے نہایت تکلیف ہوئی صاحب عالم نے کوشش کرکے جناب کو حاضری عدالت سے مستثنے کرا دیا۔ اعلی حکام سے ملاقات کرائی۔ اگرچہ جناب مفتی صاحب کارہ تھے۔ مگر وہ اپنے حسن عقیدت سے کسی نہ کسی طرح دو ایک مقام پر لیگئے جسطرح بیان ہو چکا غرض کہ کلکتہ سے روانہ ہو کر جناب مفتی صاحب قبلہ جب لکھنؤ پہونچے تو طبیعت نادرست تھی ہر چند علاج ہوا لیکن بیماری کو طول ہوتا گیا۔ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۶ھ کو جناب نے

اسپنے مکان مین محفل میلاد مقرر کی اور اپنا نظم کیا ہوا قصیدہ محمدیہ بشرح مضامین خود پڑھا اور غزل نعتیہ فارسی پڑھی جسکے بعض اشعار یہ ہین ؎

اے سر برآستان تو عرش عظیم را	وزپائے تو سراغ رہِ مستقیم را
خرق فلک کہ در شب معراج کردۂ	در ہم شکست سفسطہائے حکیم را
تقسیم مے کنند ز مہر و ز قہر تو	روز ِ امید و بیم نعیم و جحیم را
در پہلوئے شفاعت تو روز باز پرس	بر طاعت است ناز گناہ عظیم را
در شرح وصف قامت و زلف و دہان تو	آورد جبرئیل الف لام میم را

یہ بیان جناب کا آخری بیان تھا۔ پھر نوبت نہ آئی اور آخر کار ۲۵۔ رجب ۱۳۰۶ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

باب

جامعیّتِ عُلوم

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جامعیت ہے تو ایک مختصر لفظ مگر اسمین بیشمار دریائے ناپیدا کنار مخفی ہین جو جواہرات و درہائے شاہوار سے چھلک رہے ہین کم ہین وہ سینے جنمین ایسے دریا موجزن ہون ایسے افراد تو بہت پیش نظر ہین جو کسی ایک علم مین علم شہرت بلند کرین اور باتفاق جمہور مسلم الثبوت ہون مگر ایسی مثالین جو مجسمہ کمالات ہون شبستان کمال مین اگر چراغ لیکر ڈھونڈھو گے تو دقت سے دستیاب ہون گے آؤ ہم تمھین علامۂ شوستری کی تصویر دکھائین جسکی رگ رگ مین

خون کی جگہ علوم وفنون کی نہرین جاری ہین سینہ جواہر گوناگون کا معدن دماغ گنجینہ اسرار دل تجلی زار معرفت ہے۔

مفتی صاحب کی جامعیت علوم متفق علیہ ومفروغ عنہ واقعہ ہی اخیر زمانہ مین جسطرح وہ اُستاذ الاساتذہ اور استاد الکل کے لقب سے معروف اور اُسکے حقیقی مصداق تھے اسیطرح اُنکی جامعیت علوم وفنون بھی بے اختلاف قابل تسلیم ہی جس علم پر نظر کیجائے مفتی صاحب اُسکے بحر مواج تھے اور جس کمال پر غور کیا جائے اُسکے آفتاب عالمتاب علما وفضلا وعامۃ الناس ہر ایک کے دل وزبان پر اُنکا سکہ بیٹھا ہوا تھا علوم متعارفہ مین کوئی علم کوئی فن جو انسانی وجود کے لیئے عقلاً باعث عزوشرف اور موجب کمال وجلالت سمجھا جاتا ہی ایسا نہ تھا جسمین انکو کافی دستگاہ حاصل نہو ہر فن مین اُنکی تحقیقات انیقہ کا اتنا ذخیرہ دستیاب ہوتا ہی کہ خاص اس فن کے اکثر مشاق اپنے تمام زندگی صرف کر کے بھی اتنا سرمایہ فراہم نہین کر سکتے۔ علوم وفنون کے ساتھ اُنکی طبع سیال مین وہ روانی تھی کہ برجستہ اُن کے قلم سے وہ مضامین نکلتے تھے جو غور وفکر کے بعد بھی دشوار ہین۔ اُنکے دریائے کمال کی موج خیزی سے جو نہرین نکلی ہین اُنکی ہر نہر بجائے خود ایک بحر ذخار ہے۔

ہر علم وفن کے متعلق اگر تفصیلی حالات وواقعات درج کیئے جائین تو کتاب کو بہت طول ہوگا۔ لہذا محض تائید بیان کیلئے اجمالاً لکھا جاتا ہے۔

تفسیر مفتی صاحب کی تفسیر دانی کے متعلق اجمالاً اسقدر کافی ہی کہ وہ مسلم الاجتہاد اور جامع الشرائط مجتہد تھے اور اجتہاد کے لیئے لازم ہی کہ تفسیر قرآن پر حاوی ہو بالخصوص اُن آیات قرآنیہ کی تفسیر پر جو احکام شرعیہ فرعیہ سے متعلق ہین لیکن اُنکا کمال اس جزو پر اکتفا نہین کرتا علم تفسیر مین متعدد کتابین اُنکی تصنیف سے موجود ہین۔

(۱) ایقاف تفسیر سورۂ قاف (۲) تفسیر آیۂ سیجنبها الاتقی (۳) تفسیر سورۂ رحمٰن (۴) حسناء عالیہ المهر فی تفسیر سورۃ الدہر (۵) ایک حمائل جو اکثر پیش نظر رہتی تھی اُس پر اول سے آخر تک حواشی تحریر کیئے ہین مختلف مقامات پر آیات قرآنیہ کے بعض لطائف عجیبہ او ر نکات غریبہ ایسے لکھے ہین جن سے ثابت ہوتا ہی کہ ایسے کلام معجز کی نکتہ رسی اور دقیقہ شناسی ایسے ہی لوگونکا حق ہی (۶) روائح القرآن فی فضائل امناء الرحمٰن - اس کتاب مین ایک سو اکتیس[۱۳۱] آیتونکی تفسیر لکھی ہی اور نصرت اہلبیت کا حق ادا کیا ہی - اس مقام پر اُسکی لطائف کا تذکرہ بے محل ہی جن لوگون کے دیدۂ دل اُس سے روشن ہو چکے ہین وہ اُس کے پایہ شناش ہین (۷) نصر المومنین - اس کتاب مین قرآن مجید کے وجوہ اعجاز لکھے ہین -

حدیث | علم حدیث مین مفتی صاحب کی وسعت نظر حیرت انگیز نہین اسلیئے کہ یہ علم اُنکا موروثی اور خاندانی کمال ہی - جناب سید نعمت اللہ جزائری سے اس فن شریف کا تبحر اُنھین میراث مین پہونچا تھا جو محدثین اُنکے خاندان مین گذرے وہ اخباری مسلک نہ تھے بلکہ اُنکا طریقہ بین بین تھا - سید نعمت اللہ جزائری نے اُصول حدیث کی کتابونکی بسیط شرحین حسب ذیل لکھین -

(۱) شرح تہذیب الاحکام آٹھ جلد مین (۲) شرح استبصار ۳ جلد (۳) شرح غوالی اللئالی ۲ جلد (۴) شرح روضہ کافی (۵) شرح عیون اخبار (۶) شرح توحید صدوق علیہ الرحمہ

علامۂ شوستری کے کمال کا نمونہ اس فن مین (۱) النقاط اللئالی من الامالی - (۲) جوامع الکلم (۳) کتاب روح الایمان ہی آخر الذکر کتاب مین چالیس حدیثونکی لطیف شرح ہی جو مضامین عالیہ پر مشتمل ہے -

تجوید | فن تجوید مین مفتی صاحب کو کافی دستگاہ تھی اور اُس عہد کے ماہرین سے اِس

فن کو حاصل کیا تھا قرأت کے متعلق ایک رسالہ بھی تحریر کیا ہو جو تصنیفات کی فہرست مین شامل ہی اُنکا موثر لہجہ اور انداز قرات اسقدر موثر تھا کہ لوگونکے دلونپر خاص اثر کرتا تھا وہ لوگ فراموش نہین کر سکتے جنھون نے صبح صادق کے اوقات اور تاریکی شب کے سناٹے مین تلاوت سورہ ہائے قرآن سماعت کی ہوگی۔

علم کلام | اس علم مین مفتی صاحب کا پایہ بہت بلند تھا بڑے بڑے افسانے اور رائق تحریر کارنامے ہین لیکن شاید اس اجمال کی مزید تفصیل کتاب کی عام دلاویزی مین خلل انداز ہو اسلیئے بالاختصار ذکر کیا جاتا ہی اُنکے مصنفات نے اس فن کی لطافت کو بڑھا دیا خاص خیالیس کی مرارت کے ساتھ خوبی کلام اور لطف بیان کے ساتھ استعارات کی حلاوت جس سے متکلمین اور مناظر آئینہ حیرت بنجاتے ہین اُنکا خاص حصہ ہے۔

جواہر عبقریہ اور خطاب فاصل کے دیکھنے کے بعد اسکی ضرورت نہین کہ اُن کی مدح سرائی کیجائے جس طرح روائع القرآن اپنے رنگ مین بے نظیر ہی جسے ائمہ کرام کا معجزہ یا مفتی صاحب کی کرامت کہنا مبالغہ نہین ہو سکتا اسیطرح یہ دونون کتابین منتخب ہین اس علم کے افادات دوسرے فنون کے مصنفات مین بھی استطراداً اکثر مواقع پر درج ہوگئے ہین ان کے علاوہ چھ جلدین منتہی الکلام کے جواب کی تمہید مین لکھی ہین جو محض مسودہ ہین تکمیل کا موقع نہین ملا سیف مسلول۔ دلیل قوی۔ شعلہ جوالہ۔ آتشپارہ وغیرہ بھی اسی فن کے مصنفات ہین ایک رسالہ مطرقہ تصوف کے خلاف اور تائید الاسلام رد نصاریٰ مین لکھا ہی طریقہ رد و استدلال بیحد زبردست۔ اُسپر لطافت بیان اور انشا پردازی جو اُنکی طبیعت کا خاص جوہر تہا ان دونون باتون نے اُن کے مصنفات کو اسقدر دلچسپ بنا دیا ہی کہ کیسا ہی سخت مضمون ہو مگر دیکھنے والے برداشتہ خاطر نہین ہوتے اس علم کے

مصنفات کی جلالت کے لیئے جناب علیین مکان کی وہ تقریظ جو اُنھون نے کتاب جواہر عبقریہ پر تحریر کی ہی کافی ضمانت ہے جسمین یہ بھی لکھا ہی کہ مین نے اس کتاب کے بعض بعض مضامین اپنی کتاب حدیقۂ سُلطانیہ مین بھی داخل کیئے ہین وہ تقریظ حسب ذیل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للّٰہ الذی جعل فی کل خلف من شیعۃ الحق من یهدی الی الدین القویم ویذب القاسطین والمارقین عن الصراط المستقیم والصلوۃ علی من بعثہ للارشاد والهدایۃ وازاحۃ الضلالۃ والغوایۃ موتیہ ابا الفرقان وعلی عترتہ الاطائب دعاۃ الحق وحماۃ البدع والطغیان صلوات اللہ علیهم اجمعین مادارت السماوات حول الارضین

اما بعد برالواح عقول نکتہ سنجان ودقائق محاسن کلام وصفحات قلوب حقائق آگاہان ذوی الاحلام مرتسم ومنطبع باد کہ این کتاب مستطاب وصحیفۂ بهیہ مسمی بجواہر عبقریہ در رد بعضے از ہفوات مولف تحفہ اثنا عشریہ از رشحات یراع دربار ونتائج افکار انجم انوار فاضل عالی مقدار عالم تقوی شعار نور رطور جلالت ومناعت صدر نشین اندیہ نبالت وبراعت بحر مواج فنون ادبیہ سراج وہاج علوم عقلیہ حاوی فروع واُصول جامع معقول ومنقول ذوالطبع الوقاد والذهن النقاد نقاوہ الاطیاب لسادہ الجامع بین السیادہ والسعادہ صفوۃ الناس السید محمد عباس زاد اللہ فضلہ وقدرہ وانار فی سماء الکمال بدرہ سلکی است از لالی شاہوار وحدیقہ ایست سراپا گلزار ہر بابش برجے است پر از بدائع ومعانی وافکار حسان وہر درجے است مشحون از جواہر زواہر غالیہ الاثمان رقت مضامین آن با رقت الفاظ حلیف ووثاقت معانی آن با رشاقت مبانی الیف واز ینجاست کہ بعضے از مضامین لطیفہ وتقریرات طریفہ آنرا در کتاب حدیقۂ سلطانیہ

بعباراتها المليحه بطريق استطراف نقل نموده ام لله در مصنفه كثر الله بين العلماء امثاله ووفقه لاتماله واكماله واعانه فى جميع احواله۔ دوسری تقریظ جناب سلطان العلماطاب ثراہ کی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله المنان والصلوٰة والسلام على رسوله سيد الانس والجان ووصيه قاسم الجنان والنيران

امابعد پس این کتاب لطیف وخطاب شریف از تصانیف عالیجناب + ملائک آداب + عمدة المحققین + واسوة المتکلمین + معین الملة والدین + مالک الملکات الملکیه + وصاحب القوة القدسیه + شمس سماء العلوم العقلیه والنقلیه + وقطب فلک لعنوان الادبیه + ناظوره المعقول والمنقول + عرق الفروع والاصول + ملجاء العلماء العظام + ومفخر الفضلاء الفخام + السحاب الماطر بالجود والسماحه + والبحر الزاخر للبلاغة والفصاحه + ناثر اللئال + وجامع الکمال العالم النحریر + والفاضل الخبیر + الکاشف عن دقائق العلوم بحسن رقمه + والقامع لاهل العدوان بسیف قلمه + ابلغ البلغاء + وافصح الفصحاء + الماهر الاعلم الاعظم الافخم + والکامل الاکمل الاجل الاکرم + وحید عصره + وفرید دهر + المتفرد فی علماء زمانه + والمتوحد فی فضلاء اوانه + صفوة العباد + زبدة الزهاد + الحسیب اللبیب + الکاتب الادیب + المفلق الاریب + الفائق فی البیان والبدیع والمعانی + علی السکاکی والزمخشری والجرجانی + مولانا ومولی الناس جناب السید محمد عباس الموسوی الجزائری الشوشتری + لازالت شموس افاداته طالعه + وبدور افاضاته لامعه + که مسمی است بجواهر عبقریه در رد تحفۂ اثناعشریه + که تصنیف عبنی غوی + عبد العزیز دهلوی است + باجوابهائے شائسته + ونکات بائسته + بطرز جدید + وطریق سدید + که هر سطرش سیفے است قاطع + وبرقیست لامع + ونکاتش سنانے است دل دوز +

ومضامینش آتشی است عدو سوز + موائد فوائدش قوت روح وروان شیعیان +
ونمک زخم دل وجان سنیان + جواہر اسرار را معدنی است وکنوز رموز را مخزنی
حدیقہ ایست از جوئبار فصاحت آب خوردہ + وباغچہ از گلزار بلاغت آب و
رنگ بردہ + ہر صفحہ اش صحن چمنے است وہر نقطہ مشک ختنی + ہر لفظش قمرے است
بر سر جوئبار سلاست نشستہ + وہر حرفش نشتری است در دل شرار اہل بدعت
شکستہ + درین زمان سعادت توامان + وادان بہجت اقتران + بیمن توفیقات الہیہ
وتسدیدات سماویہ + حسب الارشاد + فیض بنیاد + نواب مستطاب گردون
قباب + فلک کاب + برجیس علم عطارد رقم + خلاصہ السادۃ الکرام + نقادہ الامرا
العظام + غرہ ناصیہ جاہ وحشمت + قرہ باصرہ عز ورفعت + زینت اورنگ حکمرانی
متکی ازکیہ والامکانی + قدردان فیض رسان + جناب معین الدولہ انتظام الملک
نواب باقرعلیخان بہادر ظفر جنگ دام اقبالہ وضاعف اجلالہ + حلیہ طبع پوشید +
تا ازین قطوف دانیہ کا نباختہ عالیہ ہر یکے از صاحبان طریقہ حقہ اثنا عشریہ ثمر سرور
وحبور برد + وہر یکے از ناکسان فرقہ باغیہ فایدہ خسر الدنیا والآخرہ بدست آورد +
وثواب بیحساب عائد روزگار فرخندہ آثار بانی این مبانی شود + واللہ ولی التوفیق +
من المستمد بربہ الصمد۔ السید محمد عفی عنہ۔

| فقہ و اُصول فقہ | ان علوم مین مفتی صاحب کی دقت نظر اور وسعت تحقیق فقہا اور

اُصولیین مین مسلم ہی اُنھون نے جس ملکہ راسخہ اور قوت قدسیہ سے کام لیا ہی اُسمین
بہت کم لوگ سہیم وشریک ہین منصب افتاء کا تعلق اُنکے اس کمال کا ثبوت ہی
اُنکے مضامین سے استفادہ کرنیوالے جانتے ہین کہ اُنکا طریقہ استنباط کسقدر متین

اور طرز بیان کسقدر لطیف تھا اور پھر احتیاط کا پہلو کسی موقع پر نظر انداز نہین ہوتا تھا اس علم کے مصنفات مین بھی اُنھون نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دئیے ہین یہ خصوصیت اُنکی تمام کتابو نمین طرۂ امتیاز ہی فقہ و اُصول فقہ کے بعض مصنفات کا نام حسب ذیل ہے۔

(۱) معراج المومنین۔

(۲) بناء الاسلام۔

(۳) شریعت غرا۔ اس کتاب سے اُن کے جلالت علم ثابت ہوتی ہی جسمین مباحث فقہیہ و اُصولیہ مین زبردست استدلال پیش کیے ہین علاوہ اُن مطالب کے یہ کتاب علم ادب کا کافی سرمایہ ہی۔ ایک مسئلہ بھی اِس انداز پر لکھنا دشوار ہے۔

(۴) صفحۃ الماس فی غسل الارتماس یہ ایک مستقل رسالہ غسل ارتماسی کے آنی الحصول یا تدریجی الحصول ہونے کے باب مین تحریر کیا ہی اس رسالہ کی جزالت و متانت قابل دید ہے۔

(۵) روض الریض فی منجزات المریض۔

(۶) تعلیقہ انیقہ۔ اس رسالہ مین شرح لمعہ کے مقامات مشکلہ کا حل کیا ہے۔

(۷) رشحۃ الافکار فی تحدید الاکرار۔

(۸) رسالہ استقبال تحقیق مباحث قبلہ مین۔

(۹) اسادۂ عسجدیہ علی مبحث الفوریہ اُصول فقہ مین امر کے للفور ہونیکے مبحث مین۔

(۱۰) جلجلۃ السحاب فی حجیۃ ظواہر الکتاب۔ ظواہر القرآن کی حجیت مین بےمثل کتاب ہی۔

(۱۱) السماء المدرار فی مباحث الاصول والاخبار۔ ایک بسیط و لطیف کتاب ہی۔

(۱۲) نور الابصار۔

(۱۳) طریق جعفری۔ اس رسالہ مین مسائل فقہیہ بیان کیے ہین۔

(۱۴) عشرۂ کاملہ۔

(۱۵) مجلدات مسائل دستخطی۔ یہ ذخیرہ فوائد جلیلہ پر مشتمل ہے۔

علم منطق وفلسفہ

آپ نے یہ علوم علمائے اہلسنت سے حاصل کیے اور خدا داد جودت وطباعی نے وہ بات پیدا کی کہ خود بھی اس فن کے کاملین مین محسوب ہوئے اور ان علوم مین بھی تمام معاصرین مین ممتاز رہے اُنکی مجالس درس اور تصنیفات آئینہ دار کمال ہین حسب ذیل کتابین اس علم مین موجود ہین۔

(۱) حاشیہ مُلّا جلال۔ (۲) حاشیہ مُلّا حسن۔ (۳) حاشیہ حمد اللہ (۴) رسالہ درجواب شبہہ ابن کمونہ (۵) رسالہ در علم منطق بزبان فارسی (۶) رسالہ درجواب انتقاض انعکاس خاصتین۔ اس مسئلہ مین اور علمانے بھی جودت طبع دکھلائی تھی مفتی سعد اللہ صاحب نے جو مشاہیر علمائے معقول مین سے تھے مفتی صاحب کا رسالہ دیکھکر یہ شعر لکھا ؎

لکل زمان واحد بعد واحد وانت لہذا الدھر واللہ اوحد

(۷) ترجمہ شرح ہدایۃ الحکمۃ مُلّا صدرا (۸) حاشیہ بر مثناۃ بالتکریر۔

ان کتابوں سے انکی اکملیت کا اندازہ مبصرین کر سکتے ہین۔ ایک معتبر شخص نے ایک لطیفہ حکایت مفتی صاحب کے متعلق بیان کی جس کا ذکر اس مقام پر بیجا نہوگا۔ مفتی صاحب سفر مین تھے کسی اسٹیشن پر توقف ہوا ملازم نے فرش بچھا دیا آپ بیٹھ گئے۔ افاضل اہلسنت مین سے ایک بزرگ وہان ٹہل رہے تھے انکو اہل علم کے لباس مین دیکھکر بعد تعارف سلام آکر بیٹھ گئے اور علوم عقلیہ کے متعلق اپنے کمالات کا

ذکر نہایت شد و مد سے شروع کیا کہ مینے فلان مطلب یون حل کیا اور فلان اشکال کا جواب
اسطرح دیا یہانتک کہ ریل کا وقت آگیا وہ بھی اُسی گاڑی مین بیٹھ گئے جسمین مفتی صاحب
تھے، یہان بیٹھکر بھی وہی سلسلۂ بیان رہا اور بعض مقامات کا بالتخصیص ذکر کرکے اپنی تحقیقات
کا دفتر کھولدیا اور اظہار کمالات مین بیحد مبالغہ کیا مفتی صاحب ساکت رہے یہانتک نوبت
پہونچی کہ اُن کے انداز بیان سے یہ محسوس ہونے لگا کہ مخاطب کو ان فنون مین مدخلیت ہی
نہین اُسوقت آپ نے کہا کہ یہ تمام مضامین و تحقیقات قابل نظر ہین سنتے ہی گھبرا گئے
اور مقامات نظر کے استفسار مین مبالغہ کیا اُنکے اصرار پر تفصیلاً جسقدر ایرادات تھے ترتیب وار
اوّل سے آخر تک بیان کیئے اُنھون نے تقریر سُنکر کہا کہ آپ مفتی میر عباس صاحب تو نہین ہین"
افسوس وہ مطالب و ایرادات محفوظ نہین رہے۔

علم طب اس علم مین بھی مفتی صاحب درجۂ کمال پر فائز تھے اور طبیب الملوک مرزا علیخان
صاحب و مرزا علی حسن خان صاحب مسیح الدولہ ایسے مشہور آفاق سے درسیات طب
پڑھکر مدت تک معالجات مین مصروف رہے اور امراض مہلکہ کے علاج مین کامیابی حاصل
کی جسکا ذکر سابقاً آچکا ہے اس فن مین مفتی صاحب نے نفیسی اور شرح اسباب پر تحشی کی اور
ایک مستقل رسالہ تحفۃ الطبیب تصنیف کیا اس مقام پر ایک تقریظ جو مفتی صاحب نے
ایک رسالہ طبیہ پر جسکو مصنف نے بغرض اصلاح پیش کیا تھا اصلاح دیکر تحریر فرمائی ہے اور
فوائد طبیہ پر مشتمل ہے تذکرۃً للناظرین درج کیجاتی ہے۔

یا من اسمه دواء و ذکره شفاء سبحانك انت الذی انی فی سواد اللیل ببیاض القمر
فمزج العنبر الاشهب والمسك الاذفر بقرص الکافور و جعل ظلمة اللیالی لمن
احیاها بحمده الجالی و ذکره العالی مثل کحل الجواهر المفید للنور و شفاهم من

من زلال رحمته وكاس محبته + الشراب الطهور + صل على حبيبك محمد سيد البشر +
وآله الذين ولا ئهم الترياق الاكبر + وبغضهم سمّ ناقع + منذر بعذاب واقع + ليس
له دافع **اما بعد** فيا ايها المتطبّب المنجب الخاضع المتواضع + احسنت احسنت فيما
ضمنت فى هذا المختصر المسمّى بالترياق النافع + وها انا ذا أضيفك بموائد + واضيف
الى فوائده سبع عوائد **اولها** ان لله آيه + وعن النبى روايه + كل منهما قد اشتملت
على رؤس ما يجب من علم الطب اما الآيه فقوله تع كلوا واشربوا ولا تسرفوا واما الرواية
فقوله المعدة بيت الادواء والحمية راس الدواء **وثانيتها** ما روى عن مولانا
الصادق ع قال قال موسى يا رب من اين الداء قال منى قال فالشفاء قال منى
قال فما يصنع عبادك بالمعالج قال يطيب انفسهم فيومئذ سمى المعالج بالطبيب اقول
المشهور يطيب بالياء التحتية بعد الطاء واشتقاق الطبيب من الطيب ليس بامر غريب
اذ للاشتقاق اقسام منها المشاكلة فى الحروف والتركيب ولكن قال المحدث البحرانى
لعلّ قوله يطيب انفسهم انما هو بالبائين لا بالياء فان الطب كما يكون للبدن يكون
للنفس ايضا كما فى القاموس فالاشتقاق منجه وما فى النسخ من الكتابة بالياء المثناة
فالظاهر انه غلط من النسّاخ انتهى **وثالثتها** ما سنح بخاطرى الفاتر + وسمح بها الفكر
القاصر + من ان مهامّ الطب ثلثة امور احدها معرفة جزئيه العلمى والعملى
وثانيها اهم ما فيهما وهو معرفة المزاج واقسامه تسعة احدها معتدل وباقيها غير
معتدل وثالثها اهم ما يتعلق بالمزاج وهو امران ابقاء الصحة وازالة العلة وفى لفظ
الطب اشارة الى عدد هذه المهام بالتمام فان فى اللفظ حرفين وهو عدد المهم
الاول واولهما الطاء وعددها تسعة وهى عدد المهم الثانى وثانيهما الباء وعددها

اثنان وهو عدد المهمل الثالث + فاتقن هذه المباحث + ورابعتها ان ارسطاطاليس
مات مسلولاً و بقراط مسرسماً وجالينوس مبطوناً وحكيم الملوك وهو من حذاق
المعاصرين باحتباس البول وكان كل من هؤلاء آسياً نطاسياً سيما في علاج المرض
الذي ابتلى به + ومات بسببه + فانظر ايها الحكيم وذلك تقدير العزيز العليم و
خامستها العلم ينفع والجهل يضر فاسمع ما اقول من الحق والحق مرّ + كالدواء
البشع ينفع الابدان + ويعافه الانسان + وذلك ان معرفة النبض قد بالغ فيه جالينوس +
ومع ذلك فربما يردّ عليه الشيخ الرئيس + فلا تبادر الى العلاج قبل تشخيص المزاج +
ولا تعجل الى التنبيض + ولا تسرع الى التليين والقبض + واذا اشكلت في التشخيص فامسك +
واذا مُدِحت فلا تعجب بنفسك + واسمع حال السقيم محسناً او مسيئاً + ولا تبلع
مال اليتيم هنيئاً مريئاً + كلاّ بل لا تكن كلاًّ على مولاك + ولا تاكل الا ما اولاك +
وكِل كُلّ امرٍ الى الله + ولا تستعن الا اياه + فانه تعالى مليّن المعسور + وقابض الامور +
فكن به واثقاً + وهل تجد غيره رازقاً + وليكن على ذكر منك ما حدّث به المعصوم مخبراً
صادقاً + ان الطبيب ضامن ولو كان حاذقاً + و سادستها ان اسماء ما يستعمل من
الدواء كالبرود والسنون والوجور والذرور والنطول + على فعول بالفتح واسماء الامراض
كالصداع والخناق والسعال والكباد والفواق والطحال + على فعال بالضم والصواب
السلوك على هذا النمط + فالطحال بالكسر اسم العضو وبمعنى الورم غلط + وفي الطب الفاظ
تدور على السنة الاطباء وكثيراً ما يغلطون فيها + وان كان بعضهم نبّه على بعضها
تنبيهاً + فمن تلك الالفاظ ريوند قال في القاموس الروند الصيني كسجل دواء معروف
والاطباء يزيدونها الفا فلا تتبع زلّة السلف + فما هي حجة للخلف + ولا توافق

المريض على رايه + الا بد ليل + فقد قيل راى العليل عليل + اما النهى فقد حكى
عن بعض المغفلين انه كان به رمد فقيل له يلطخ صدغيه بالنوره ففعل فحصل له
خفة فقال ادخلها في عيني لتبرء فمنع فقال كيف ذلك اذا كان وضعها على الصدغ
ينفعني فهذا انفع بالاولوية فقيل له ان كان ولا بد فافعل ذلك باحدى عينيك
فان انتفعت بها فداويها الاخرى ففعل فعميت او ضعف بصرها واما الاستثناء
فقد مرض بعض الفضلاء من الاصدقاء + فحضره واحد من الاطباء + فقال المريض
هذه الحمى وقصد الفصد فصدّه الطبيب عن هذا الفصد وخالفه واستجهله + و
نسبه الى عدم الوقوف على المسئلة واغتابه اغتيابا + واعجب بنفسه اعجابا + زعما منه
ان هذه الحمى نادرة + ولم ينظر بعينه الناظرة الى علاماتها الحاضرة + فاهلكه
بالاخرة + ثم ندم ندامة الكسعى + وجرى هذا بمسمعي + ولا طائل تحت الندم + ولا ائل
الى الدنيا بعد العدم + وكم عثرة لا تقال + ورب حسرة لا تزال + واذا كان راى الطبيب
عليلا + فهو اضل سبيلا + ولقد قصدت لقاء بعض الاطباء فمشيت + وهو داخل البيت +
ورايت ولده وهو غلام يافع + لم يؤت شيئا من العقل والعلم النافع + جالس على
باب الدار فقام اليه رجل محموم من الحضار + فاستفسر عن حاله ولد الطبيب +
ولم يسئله عن اول يوم اصيب + بل سأل القوم + ما هذا اليوم + ثم كتب على نسخة الادوية
ما اجيب + فقلت في نفسي ان هذا شئ عجيب + وعلمت انه كان يرى والده يسأل
المريض عن اول يوم المرض + وهذا المسكين لم يعرف الوجه في ذلك ولا الغرض +
ولم يسئل عنه اباه + فوقع في الاشتباه + وسأل عن يوم اتاه + فنبهته على ذلك
فلم يحصل له الانتباه + بل كانه انكره واباه + وبالجملة فانصرفت من عند الغلام +

ثم اتیته بعد ایام + وسالت عن المریض فتبین انه قُتِل + لما اَشْرَبَه المسهل + فی یوم من ایام بحارین + وذلك هو الخسران المبین + اِذا الموؤدة سُئِلت بِاَیِّ ذنب قُتِلت + وسابعتها انشدنیه بعض الاساتذة من حذاق الاطباء + وقلما فترع صماخ الالباء + من شعر اذکره تنشیطا للاحباء ؎

متوارث الامراض عد حروفها بنساجمد + وحروف جبرق جحوج تلک التی تعدی الجسد

فالمراد فی الشطر الاول من البیت بالباء البرص وبالنون النقرس وبالسین السل وبالالف ابیلمیا وهو قسم من الصرع وبالجیم الجذام وبالمیم المالیخولیا وبالدال الدق - وفی الشطر الثانی بالجیم الجرب وبالباء البخر وبالراء الرمد وبالقاف القروح المتعفنه - وبالحاء الحصبة - وبالجیم الجدری - وبالواو الوباء وبالجیم الجذام فاتقن هذا البیت وصلِّ علی اهل بیت الرساله + واختم ما القیت علیك فی هذه العجاله + واستعذ بالله الکریم + من شراب الحمیم + واعتصم بآل یٰسین والقرآن الحکیم فقط

ایک رقعہ اصطلاحات طبیہ کی رعایت سے کسی کے نام لکھا ہے جو یہاں درج کیا جاتا ہے

رئیس زمان ارسطاطالیس دوران جالینوس اوان سقراط عصر حرسه الله عن عوارض الدهر

بعد تقدم تحفظ مراتب مهمات واتحاف عطریات تحیات ومشمومات تسلیمات معروض سدہ رفیعه وذروه منیعه آنکه اسباب بادیه مباعدت ومهاجرت باعث انحراف مزاج از اعتدال وصدمات کاویه مفارقت از تمازحال بحدی است که اگر امعاء واحشا را اخراشد وسبب تفرق اتصال جسم وجان باشد توانبود اعضاے کالبد جسمانی بتحلیل رفته وانتظام قواے نفسانی اختلال پذیرفته اما بهترین مسکنات وخوشترین مفرحات که کهربائے یرقان کروب واز معاجین مفرح القلوب است از آن طبیب لبیب

دلخستگان و شوق آن دار الشفاء لب بستگان است که عبارت از آستان رفیع البنیان می باشد بکران قلم در وصفش چون شریان محموم سریع الحرکت و نیران الم از ممن آن چون بحران محمود دلیل صحت تفسره حالات فیض دلالات از و ارد و صادر مینماید و از فرط اشتیاق و حدّت نار فراق مانند سیماب مضطرب و بیتاب می باشد درین انقلاب که حال اصحّا مثل مرضی خراب و زار است و لاف زنان بیجا بر سر عرصه روزگار طبائع چند بمیزان الطب ناسنجیده بمقناطیس مکر زر را الحدید قلوب اہل کفر بسوے خود کشیده دامن شان پر گہر است و کار شان سکه زر است **رباعی**۔

دردا که گرفت شهر را بیماری — عیسی شده مشت خمے از عیاری

گشتند طبیب مطبخی و نجّار — شد نبض مریض وردی و منشاری

بیماری و ناداری وبائے است عام ولیس هذا اول قاروره کسرت فی الاسلام صورت استقامت کار بغیر از توجه آن نادرهٔ روزگار متصور نیست که قانون شفائے دردمندان مبتلا بدست آنجناب و الا است ادنی توجه عالی برائے رفع علت طب اکبر است و گوشه نگاه متعالی بجہت جلب منافع کبریت احمر دریائے سخا بحر الجواہر است و کان عطا مخزن ظاہر ذکر حاتم طائی نسبت بجود و نوال آن بی ہمال زیره بکرمان بردن است و حصر مراتب افضال آن خاصهٔ ذو الجلال بمنزله قطرات باران باناملِ شمردن چون در نظر صاحبان افکار سدیده و انظار نفیسه کلام موجز مقبول است بر دعا اقتصار میرود تا حشاش و عقاقیر بحکم رب قدیر صاحب تاثیر است شاخسار تمنّا پر برگ و بار و نخلستان مدعا مملو از اثمار باد بالنون و الصّاد ۵ زلکه برص مفلسے نگهدارد+
خدا جمیع محبّان تو خصوص مرا+ — الملیته بالتماس بعض الاحباء فارسله الی بعض الاطباء

اُصول و اخبار - یہ مبحث اگرچہ علم اُصول فقہ مین داخل ہی لیکن خصوصیت سے جداگانہ اسلیئے ذکر کیا جاتا ہی کہ اُنکے زمانہ مین اس بحث کا چرچا زیادہ تھا اور مفتی صاحب سے اسکے متعلق کارہائے نمایان ظہور مین آئے ہین۔ اخباری حضرات سے برابر چھیڑ چھاڑ رہتی تھی اور مفتی صاحب کی زبان و قلم دونون سے جو فوائد ظہور مین آئے انکے بیان کیلئے دفتر درکار ہے۔ ایک غزل کے دو شعرونمین اسی مطلب کو ادا کیا ہی ؎

بظنون است مدار عمل اخباری | باز بر مجتہدان طعنہ زنی یعنی چہ
چون ضرورت بفروع است بکن در اُصول | بر سر شاخی و بیخش بکنی یعنی چہ

اسکے متعلق جو کتابین آپ نے تحریر فرمائی ہین انمین ایک مثنوی فارسی موسوم بہ رد دعوے۔ مثنوی زہد و تقوی کے جواب مین ہی۔ ایک رسالہ استفسار ہی اور ایک بسیط کتاب نور الابصار ہی جسکے مضامین عالیہ نے زبانین کند کردین اور قلم شکستہ کر دیئے۔ مثنوی من و سلوی مین نہایت لطیف اور خوشنما طریقہ سے اخبارین کے ایرادات کا جواب دیا ہے ؎

بے مراعات مبادی چنین | میزنند اخباریان لاف یقین
خبط در ادراک مطلب می کنند | مدحت جہل مرکب مے کنند
گوئیا ایشان سہیم عترت اند | محرم اسرار رب العزت اند
طرفہ تر زین آنکہ چون املا کنند | بر طریق اجتہاد افت اکنند
در کلام شان ز سرتا سر ببین | ہست مظنونم چنین اظہر چنین

اسی سلسلہ مین ارشاد فرمایا ہے ؎

مردے از اخباریان گفت این کلام | سر تراشی نیست جائز در صیام

بے اثر حکمے ترا شیدانے عجب ‏ ‏ ‏ بے سر موئے بیان بکشودہ لب

خلق اصلا در خبر مذکور نیست ‏ ‏ ‏ وانچہ مذکور راست ہم مخطور نیست

جرأتش بین در بیان حکم دین ‏ ‏ ‏ افترا بر شرع پیغمبر ببین

گرچہ این را با عوام است اختصاص ‏ ‏ ‏ لیک مے افتد وبالش بر خواص

اضمحل الشرع من احکامهم ‏ ‏ ‏ ویح دین اللہ من اوهامهم

پھر فرماتے ہین ؎

شاخ و برگ دین ایجادی شان ‏ ‏ ‏ سبز شد از استر آبادی شان

الی غیر ذلک من الاشعار الجیدہ

منابر الاسلام کی جلد اول منبر ثانی مین ایک حکایت لکھی ہو کہ ایک شخص بخارا مین سے جو مدعی علم وکمال تھے میری ملاقات کیلیئے آئے مین نے اس حدیث کا مطلب جو دیلمی نے ارشاد القلوب مین روایت کی ہو دریافت کیا کذب من زعم انہ یصلی باللیل ویجوع بالنہار جواب دیا کہ اسکا مطلب یہ ہو کہ ضعف کے سبب سے دن کی بھوک نماز شب سے مانع ہو جاتی ہو۔ مین نے کہا کہ ہم مین ایسے حضرات بھی ہین جو دن کو روزہ رکھتے ہین اور پھر نماز شب بھی پڑھتے ہین کہنے لگے کہ روزہ اور چیز ہو اور بھوک اور چیز ہو مین نے کہا کہ دونون مین تضاد بھی تو نہین ہو اور جب معانی متضادہ سے نہین ہین تو ایک مادہ مین دونون کا اجتماع ممکن ہو اور نقض کے لیئے ایک مقام بھی کافی ہے کہنے لگے کہ اچھا مجھے کچھ مہلت دیجیئے کہ مین غور کر لون بہت دیر غور کرنے کے بعد آئے اور کہا کہ میری سمجھ مین تو وہی آتا ہو جو مین بیان کر چکا ہون مین نے کہا کہ میرا اعتراض بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہو اور اس حدیث کے درست معنی تو یہ ہین کہ نماز شب اسباب رزق

مین ہو اکثر حدیثون مین موجود ہی کہ نماز شب کے پڑھنے والے کو رزق ضرور پہونچتا ہی یا یہ کہ
خداوند عالم ضامن ہو گیا ہی کہ تہجد گذار کو رزق ضرور پہونچائیگا پس جو گمان کرے کہ
کوئی نماز شب پڑھے اور پھر رزق سے محروم رہے تو وہ اپنے قول مین جھوٹا ہی اخباری صاحب
کہنے لگے کہ بیشک یہی مطلب ہی مین نے کہا کہ پھر آپکا قول تو باطل ہو گیا حالانکہ آپ کا
دعوی یہ ہی کہ احادیث کا مطلب ہمین یقینی طور پر معلوم ہو جاتا ہی اور یقین ایسی چیز
نہین ہوتا ہی کہ وہ زائل ہو سکے - اسی کتاب مین دوسرے مقام پر چودھوین منبر
مین تحریر فرمایا ہی کہ ایک مرتبہ بحالت سفر ایک اخباری بزرگوار سے ملاقات ہوئی اتفاقاً
کسی نے یہ آیت اُن کے سامنے پڑھی ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین
کہنے لگے یہ آیت قرآنی ہرگز نہین ہی اور اسپر یہ استدلال کیا کہ مجلسی علیہ الرحمہ نے
بحار مین آیات مکر و استہزا وغیرہ ایک باب مین جمع کئے ہین اُنہین یہ آیت مذکور نہین
اگر یہ آیت ہوتی تو ضرور یہ بھی وہان مذکور ہوتی درحقیقت آیت اسطرح ہی ویمکرون
ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین فرماتے ہین کہ یہ دلیل کسیطرح مفید ظن بھی نہین ہو سکتی
چہ جائے کہ اس سے یقین حاصل ہو اسلیئے کہ مجلسی نے آیات کا حصر کیا ہی اور نہ ایسا
ارادہ ظاہر کیا ہی پھر یہ کسیطرح لازم نہین آتا کہ جو آیت بحار مین درج نہوئی ہو وہ قرآن
مین بھی بالضرور موجود نہو حالانکہ پہلی آیت سورہ آل عمران مین موجود ہی غرض
کہ یہ گفتگو ایسے وقت ہوئی تھی کہ مین دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہا تھا - مین نے بھی
اخباری صاحب کو متنبہ کیا اور اُن کے والد نے بھی - لیکن کسی طرح اُنھون نے
تسلیم نہ کیا یہانتک کہ کھانے سے فراغت ہوئی اور قرآن مجید منگا کر آیۂ مذکورہ اُنھین
دکھائی گئی - شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے ایسیطرح کے حکایات بکثرت ہین جنمین اخباریت

مفتی صاحب کے مقابلہ مین شرمندہ اور لاجواب ہوگئے ہین زیادہ تفصیل اس کتاب کے طرز و انداز سے خارج ہوجاتی اسلیئے ترک کیگئی۔

علم تاریخ اس علم کی طرف بھی مفتی صاحب کی توجہ کبھی کبھی مبذول ہوتی تھی چنانچہ اوراق الذہب مین جناب سید العلماء طاب ثراہ کے حالات نہایت حسن و خوبی و لطافت و متانت سے قلم بند کیئے ہین یہ کتاب علاوہ تاریخی حیثیت کے جواہر ادب سے لبریز ہے تاریخ تیموری اور تاریخ یمینی کے دیکھنے والے اِس کتاب کی جلالت قدر اچھی طرح جان سکتے ہین۔ ایک رسالہ بزبان فارسی اپنے اُستاد کے تذکرہ مین موسوم بہ اخلاق حسینیہ تحریر کیا ہے اور علاوہ اسکے اپنے حالات مین بطور روزنامچہ بہت کچھ لکھا ہے جس سے اِس کتاب کی تالیف مین بھی مدد ملی ہے۔

علوم ادبیہ کلام کو عیوب سے پاک رکھنا اور محاسن سے مالامال کرنا اسکو ادبیت کہتے ہین اور چونکہ وہ کئی علم ہین اسلیئے اُسکے مجموعہ کو علوم ادبیہ اور اُسکے جاننے والے کو ادیب کہتے ہین۔ صرف و نحو معانی بیان۔ بدیع لغت۔ عروض ادب کے عناصر ہین جس سے اُسکا پیکر ہر صفت ہوتا ہے ایک ادیب کیلیئے ان سب علوم کا ماہر ہونا ضروریات مین سے ہے اگر انمین سے کسی ایک علم مین بھی نقص ہوا تو ادبیت کا ایک عنصر کم ہوجائیگا۔

مفتی صاحب کا ان علوم پر حاوی ہونا اہل بصیرت پر پوشیدہ نہین آئندہ انکے کلام سے اسکا ثبوت پیش کیا جائیگا فصاحت و بلاغت کے خزانون پر اُنکا تسلط تھا صنائع بدیعیہ اُن کے کلام سے توام تھے روزمرہ کی گفتگو مین بھی کم کوئی فقرہ ایسا ہوتا تھا جو کسی نہ کسی صنعت پر مشتمل نہو بہت سے کلام ایسے ہین جنمین متعدد صنائع موجود ہین علم لغت پر اسقدر عبور تھا کہ عربی زبان کے لغات ایک لاکھ سے زیادہ اُنکے خزانہ

حافظ مین ذخیرہ تھی۔ علم صرف مین ایک رسالہ موسوم بہ توصیف التصریف اور ایک رسالہ فوح العبیر فی مسئلۃ التقید واختیر تحریر کیا ہی اور ایک رسالہ وجوہ الاستعمال فی صلۃ الافعال ہی جسمین تعدیہ کے طریقے بیان کیے ہین اسیطرح علم معانی وبیان مین بھی ایک رسالہ لکھا ہے افسوس ہی کہ اُنکے مصنفات پر اس کتاب مین کوئی تبصرہ وتنقید کی گنجائش نہین ورنہ معلوم ہوتا کہ تالیف وتصنیف مین اُنھون نے کیا کارنمایان کیا ہے۔

ذیل کے چند اشعار مین بعض لطائف نحویہ کا ذکر ہے۔

ایجوز عندک ایہا النحوی فصل المرتضی بالا بعدین عن النبی

واذا اشفعت بتابع متبوعہ — فالفصل غیر مجوز بالاجنبی

اولیس مولی الناس حیدرۃ بآ — ل تابع للمصطفی والاقرب

تبنی الکلام علی اصول حقہ — ھلا نحوتم نحوھا فی المذھب

ومن لطائفہ الصرفیہ

ومنصرف عنی بغیر ملال — وممتنع عن منطق بمقال

ولام عذار عند نون حواجب — موکدۃ انجاز وعد وصال

اسیطرح علم عروض مین بھی اُنکا مرتبہ خاص طور پر ممتاز تھا اُنکے عہد مین جتنے حضرات اس فن کے ماہر تھے وہ سب استادِ مسلم الثبوت تسلیم کرتے تھے جب کبھی اس علم مین مشکلات پیش آتے تھے انھین کیطرف رجوع ہوتی تھی باینہمہ اسقدر احتیاط تھی کہ اپنے اکثر منظومات کی تقطیع خود بھی کر لیا کرتے تھے شعرائے معاصرین نے اس علم مین جس قدر اجازات اُن سے حاصل کیئے اُنکا ذکر خالی از طوالت نہین۔

بحورِ متعارفہ کا ذکر نہین مشکل سے مشکل بحرین بھی ایسی نہین جنمین مفتی صاحب

کے اشعار موجود نہون۔

الفیہ ابن مالک پر چند اشعار تحریر کیئے جو خالی از لطافت نہین ہ

ارکان وزن الشعر فی الالفیہ	ست نحذها لا نکن منسیہ
مفتعلن مفاعلن مفعولن	مستفعلن فعلاتن فعولن
وانہا جاءت علی التناوب	ومن دری تقطیعها لم یصعب
ووزنها مسدس من الرجز	ومن اضاع وزنها فقد عجز

شیخ احمد یمنی شیروانی نے کتاب منہج البیان الوافی فی علمی العروض والقوافی مین بحر وافر کا ذکر کرتے ہوے لکھا ہے۔

"تتمیم استعمل المولدون مجزوٴ الوافر المقطوف العروض والضرب وشاهده قول بعضهم۔ سقی طللا بحزوی + هزیم الرعد واحوائے + عهدنا فیه اروائے + زمانا ثم اقوی + واروی لا کنود + ولا فیها صدود + لها طرف صیود + ومبتسم برود + وفیه من الزحافات العصب وهو حسن ویجوز ان یکون مضارع فتامل اِس عبارت پر مفتی صاحب نے اپنی رائے لکھی ہے

اقول تاملت کما امر + فوجدته مخالفا لما سیذکر + فی الدیوان الثانی عشر + فانه لا یجوز ان یکون مضارعا + الا اذا اسقطت من مفاعیلن الیاء والنون معا + وهذا غیر صحیح + وکلامه ثمه فی عدم الجواز صحیح × نعم یجوز ان یکون من المجتث المجزو والمشکول + فانه یوازن لشاهده المنقول ۔ اولئک خیر قوم × اذا ذکر الخیار × وکیفما کان فمشاجرة المولدین لغیرهم هی الدعوة تکون قلیلة الجدوی × وخلافا بلا ثمر × لا ان حرکات حروف البیت وسکناته علی الوزنین لا تتغیر + فعرض الشعر علی هذا النمط مما لا ینکر × الا ان یقال ادخال الشکل فیه قبیح فلذلک لا یعتبر

ہندسہ وہیئت مفتی صاحب ان علوم مین بھی کافی مدخلیت رکھتے تھے چنانچہ اقلیدس کے مقالہ اول پر جو حواشی تحریر کیئے ہین اور اختلاف وقوع اشکال کتاب کا جس متانت سے لکھا ہی شاہد صدق موجود ہی۔ رسالہ استقبال سے اور رسالہ لسان الصباح سے علم ہیئت کی معرفت اچھی طرح واضح ہی خود فرماتے تھے کہ ایک شخص فاضل علم ہندسہ مین مشہور تھے جب مین سفر کلکتہ کے اثنا مین بنارس گیا تو اُن سے ملاقات ہوئی اُنھون نے ایک شکل کے متعلق مجھ سے سوال کیا مین نے زمین پر شکل بناکر مطلب حل کردیا اُنھون نے کہا کہ ہمنے بھی اسیطرح حل کیا تھا پھر کہا کہ اسپر کوئی اعتراض بھی ہوتا ہی مین نے اعتراض بھی بیان کیا کہنے لگے کہ ہمنے بھی یہی خیال کیا تھا اچھا پھر جواب بھی اسکا کوئی ہو سکتا ہی مین نے اُسکا جواب بھی بیان کردیا کہنے لگے کہ ہمنے بھی یہی سوچا تھا۔ اسکے بعد یہی عنوان ایک اور شخص کے ساتھ پیش ہوا لیکن اُنھون نے پہلے ہی دریافت کیا کہ آپکو اسکا جواب معلوم ہی یا نہین وہ مرد فاضل ساکت ہوگئے اور مین نے دلمین کہا کہ جائے اُستاد خالی کاش مین بھی اول یہ استفسار کرلیتا۔

علم ادب مفتی صاحب کی ادبیت اُنکے تمام علوم مین ممتاز اور زبان زد خاص وعام تھی ہندوستان کا بچہ بچہ اُنکے اس کمال سے واقف تھا۔ یہ علم کسی زبان مین کیون نہو تمام علوم کی روح و جان اور اہل علم کی عزت و شان ہی۔ ادیب مطالب کو دلکش پیرایہ مین ادا کرتا ہی۔ مقاصد کو دلنشین جاگزین کرتا ہی۔ اختصار و ایجاز پر قدرت کاملہ رکھتا ہی۔ عبارت کا خلاصہ حسن سے بیان کر سکتا ہی۔ ہر کلام کی تہ تک اُسکا ذہن بجلی کیطرح دوڑتا ہی۔ مضامین کو مقبولیت کا خلعت پہناتا ہی۔ انبساط و انقباض تخییل و محاکات کی تصویر جسطرح الفاظ مین کھینچتا ہی کسی فقیہ یا منطقی سے محال ہی

محفل نشاط مین خوشی کا صور پھونکتا ہی مجلس ماتم مین شمع کشتہ کا دھوان بنتا ہی جسطرح چاہتا ہی اپنا سکہ دلون پر بٹھاتا ہی سلاطین سرکش کا جبروت اگر دیتا ہی تو ادبا و شعرا کی زبانون سے یہی گروہ تخت و تاج کی زینت سمجھا گیا شعر تو درکنار ادبا کی نثرون کے کارنامے ہین متاخرین ایران مین قائم مقام کی انشا اسقدر دلکش ہوتی تھی کہ بادشاہ کو ایک ایسے مجرم کی طرف سے جس کو دار کا حکم ہوچکا ہی وہ عرضی لکھتا ہی انداز عبارت دیکھکر بادشاہ آبدیدہ ہوتا ہی اور اُسکی خطا سے درگذر کرتا ہی اس علم کے ماہرین کی عزت ہر طبقہ مین ہی مگر صرف درسیات ادب پڑھ لینے سے یہ ملکہ نہین حاصل ہوتا جب تک ذوق سلیم اور طبع خداداد بھی نرکھتا ہو۔

اسلام نے سب سے زیادہ اپنے ادیبونکی عزت کی اسلیئے کہ آسمانی کتاب عربی مین نازل ہوئی اور اُسکی ادبیت اس پایہ پر پہونچی جو انسانی طاقت سے بڑھکر معجزہ ہوگئی۔ عرب مین کوئی کمال اسکے مقابل مین طرۂ امتیاز نہ تھا اُنکے ادیبون نے سلطنت کی قوت سے کام لیا محمد و آل محمد علیہم السلام کی فصاحت کو جنکا کلام فوق کلام المخلوق اور تحت کلام الخالق ہی۔ دشمنون نے بھی تسلیم کیا دیکھو دربار یزید مین سید سجاد کے خطبہ کا شوق یا بازار نیشاپور مین امام رضا کے کلمات کا اشتیاق یہی مقدس گروہ یعنی بنی ہاشم کا خاندان مخزن شریعت اور دریائے فصاحت ہی جن کی حدیثون پر ملت بیضا کی بنیاد ہی ہمارے علمائے اسلام جبتک ادبیت مین کمال حاصل نکرین قرآن و حدیث فہمی اُنکی قابل اعتماد نہین ہوسکتی۔ اور نہ اُنکا استنباط و اجتہاد محل وثوق ہوسکتا ہے۔

سلطان الادب مفتی میر عباس صاحب نے اس علم کو اسطرح معراج کمال پر

پہونچایا کہ اپنے عہد کے نامور علما اور فضلا و کملا کے مرجع و ماوا ہوئے حضرات اہلسنت نے بھی اِس علم مین زانوے ادب اُن کے سامنے تہ کیا۔ تقریبًا فرقہ امامیہ کے تمام مجتہدین عظام اس علم شریف مین اُن کی عیال ہین اس علم کے متعلق مفتی صاحب کے افادات حد حصر سے مافوق ہین اگرچہ ممدوح حضرت سید العلما کے گروہ تلامذہ مین داخل تھے اور اُسپر اُنکو فخر بھی تھا لیکن یہ کہنا سوءِ ادب نہوگا کہ اِس علم مین وہ بھی مفتی صاحب کے حاجتمند تھے اور جو مشکلات و مراحل علوم ادبیہ کے متعلق پیش آجاتے تھے اُنمین علمائے کبار کا مرجع اسی ادیب فقید المثال کی ذات ہوتی تھی چنانچہ کسی ایسے ہی[1] موقع پر سلطان العلماء سے علامہ بے نظیر نے ایک خط مفتی صاحب کو لکھا جسکی ابتدا اس مصرع سے تھی **مصرع**

یا حضرت عباس علی وقت مدد ہے

جناب سُلطان العلما[1] کا لفظ ازدیا کی صحت مین شک کرنا یا لفظ فاق کے

[1] جناب سلطان العلماء کو باوجود علمی جلالت قدر کے ایک مرتبہ شک ہوا کہ لفظ ازدیار صحیح نہین ہے اور بعد مطالع کرنے کے بھی شک رہا اور سبب اسکا یہ تھا کہ لفظ مذکور قاموس مین نہ ملا حالانکہ صحاح جوہری اور اساس زمخشری اور دیوان متنبی اور تبیان عکبری مین موجود تھا اور قاموس مین موجود نہونا عدم کی دلیل نہین ہو سکتا لہذا لفظ مذکور کو اسناد مفتی صاحب قبلہ نے ایک جگہ جمع کرکے یہ عبارت تحریر فرمائی۔

العجب کل العجب من سلطان العلماء ذلك العالم النبیہ انہ انکر لفظ الازدیار ثم شك فیہ بعد التنبیہ حیث لم یجدہ فی القاموس وھو موجود فی صحاح الجوھری واساس الزمخشری ودیوان المتنبی وتبیان العکبری فاما الصحاح فلفظہ وازدار افتعل من الزیارۃ قال ابو کبیر وازدرت مزدار الکریم المفضل + واما الاساس ففیہ واستزرتہ فزارنی فازدارنی واما المتنبی ففی مطلع دیوانہ امن ازدیارك فی الدجی الرقباء + قال العکبری شارح الدیوان الازدیار افتعال من الزیارۃ واما الفیروز آبادی فلم ینکر اللفظ ولم یشك فیہ ومن القرائن القویہ والامارات الجلیہ علی صحتہ انہ لو کان یشك فیہ و یمتری وقد ذکرہ الجوھری لاخذہ علیہ لکونہ حریصًا علی نسبۃ الوھم الیہ ومن تتبع مواخذاتہ فی القاموس کاد

متعدی به علی ہونیکی سند کا استشہاد کرنا جناب ممتاز العلماء[له] کا بعض اشعار مشکلہ مین

بقیہ صفحہ ۲۱۹ — ان یجدها احد شطریه واما سکوته عن البیان فعذره واضح عیان وهل یقدر الانسان ان یحیط باللسان والفیروزابادی لم یذکر القیاسیات الا ماشذ وترک کثیرا من السماعیات ایضا والظاهر انه لم یرد استیعاب الابواب ولذلك لم یذکر الاسترزاق وهو لفظ صحیح فصیح ففی جملة دعاء علی علی ما اورده فی نهج البلاغه اللهم صن وجهی بالیسار ولا تبذل جاهی بالاقتار فاسترزق طالبی رزقك بل الفیروزابادی لم یذکر نصف البسملة الرحمن الرحیم وفوق کل ذی علم علیم

جناب سلطان العلماء نے ایک اجازہ مین لفظ فاق کا تعدیہ علی سے لکھا تھا ایک شخص مدعی عربیت نے انکار کیا اور اعتراض کردیا جناب ممدوح نے مفتی صاحب کو لکھا اور آنکے بعض صاحبزادون نے اسکی سند مفتی صاحب سے طلب کی کہ اپنا کلام تحریر فرمائین جناب نے جواب مین تحریر کیا۔

مینے چند شعر لکھے تھے اُنمین ایک شعر یہ بھی تھا ؎

ویوما قائظا فیه سموم ✤ یفوق علی جهنم فی ضرام ✤ وقد انکر بعض القاصرین من المعاصرین تعدیة فاق بعلی وهو کالشهادة علی النفی غیر مسموع ✤ علی انه لا معنی للانکار بعد الوقوع ✤ فمن ذلك ما اورده ابن الخطیب فی المستطرف مما قیل فی البطیخ الاصفر ؎ انما اناغلام فاق حسنا علی الوری ✤ ببطیخه صفراء فی لون عاشق ✤ ومنه ما نقله السید المدنی فی اواخر کتاب انوار البدیع عن الفیروزابادی صاحب القاموس من قوله مقرظا علی بدیعیته عبد الرحمن بن ابراهیم الشافعی ؎ هذا القصید حوی البدائع کلها ✤ وسما علی نظم الامام وفاقا ✤ حتی اقر الحاسدون لحسنه ✤ فاپان من اهل الخلاف وفاقا ✤ وهو وان احتمل الوجهین لکن المظ انه عداه بعلی علی نظم قوله علی نظم۔ ومن ذلك ما انشده السید لنفسه فی نوع التفریق من الکتاب المذکور ؎ وکلهم قد کاد یحکیه مشبها ✤ ولکن من اهوی علی الکل فائق ✤ ومنه قول الشیخ برهان الدین القیراطی فی الطاس ؎ تامل فانی طاسة صح نقشها ✤ وفاق علی نقش الغوانی التی تسبی ✤ وهذا البیت مذکور فی حلبة الکمیت الی غیر ذلك مما وقع قدیما وحدیثا فی النظم والنثر ولا یدخل شواهده فی الحد والحصر وما سمعنا احدا ینکره من ابناء العصر وهذا احمد الشیروانی وهو من اهل اللسان وفصحاء الزمان یقول فی اوائل المناقب من المطایا الهندیه ما تفوق علی النجائب العربیه فی اواسطها و یرم من البلور الفائق علی الدر نضرة وصفاء فما للجاهل یطلب الشاهد اما کفاه وقوعه فی کلام السید السند الاجل[؟]

[له] جناب ممتاز العلماء نے جن اشعار کا مطلب دریافت کیا تھا وہ یہ ہین :۔

انی شربت وکنت غیر شروب ✤ وتقرب الاحلام غیر قریب
ما تمنعی یقظی وقد تاتینه ✤ فی النوم غیر مصرد محسوب

مفتی صاحب کی طرف رجوع کرنا جناب سید العلماء کا فنون ادبیہ مین مفتی صاحب پر اعتماد و استناد بیان مذکور کی دلیل واضح ہے۔

اس علم کے برکات پر نظر تامل سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب سید العلما کے تلامذہ اگرچہ بہت تھے لیکن کسی کی تلمذ نے استاد کے کمالات کے اظہار مین حصہ نہ لیا بلکہ اپنی حیات تک فہرست تلامذہ مین نام لکھوا کر اس شرف کو اپنے ساتھ لیگئے لیکن مفتی صاحب کی ذات سے استاد کے کمالات مشرق و غرب مین پھیلی اور اس انداز سے کہ محکی عنہ سے حکایت لذیذ تر ہو گئی۔ اس کا سبب مفتی صاحب کی ادبیت تھی کہ اُستاد کے ہر فعل اور ہر قول اور ہر عمل مین اپنی طباعی سے ایک نکتہ لطیفہ پیدا کر کے دلکش عبارت مین قلمبند کر دیا اور ہمیشہ کے لئے ان کے فضائل و معارف مین حیات جاودانی کی روح پھونک دی۔

زمانہ اخلاقی حیثیت سے اسقدر تنزل کر رہا ہے کہ اگر عہد سابق کے حالات کا مقابلہ دور حاضرہ سے کیا جائے تو سخت حیرت ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب نے محفل کو نئے طریقہ پر سجا شمعون کی جگہ برقی روشنی آئی بساط کے بدلے میز اور کرسیان صفائے ظاہری سے نرم اسقدر نظر فریب ہو گی کہ اگلی روشین اسکے مقابل مین کسی کی نظر مین نہین سماتین مگر افسوس ہے جسقدر روشنی تیز ہوتی گئی اخلاقی نور گھٹتا تھا باطن کی تیرگی بڑھتی گئی نہ استادون مین شفقت پدری رہی نہ شاگردون مین وہ عقیدت و خلوص۔ خدا غریق رحمت کرے ایسے بزرگان صفا مشرب کو جنھون نے باطنی آرائش کو مقدم سمجھا اور ہمیشہ ائمہ کرام کی تاسی کی یقیناً ان کے خصائل و کردار آئندہ نسلون کے لئے سبق ہین۔ تلامذہ کو اپنے اساتذہ کے ساتھ کیا اخلاق برتنا چاہیئے۔ مفتی صاحب نے اپنے طرز عمل سے اس کی ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

اوراق الذہب سی نادر الوجود کتاب اس کی شاہد ہے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مفتی صاحب کے جادو نگار قلم نے خاندان اجتہاد کی عظمت کا چراغ صبح قیامت تک روشن رکھا۔

جامعیت کے عنوان مین بالاجمال علوم کا ذکر کیا گیا تا تفصیل عام دلچسپی مین خلل انداز نہ ہو لیکن علم ادب کی ضمن مین کسی قدر تفصیل کتاب کی دلچسپی مین اضافہ کریگی اس لئے ان کے دریائے علم کے چند رشحات پیش کئے جاتے ہین جو فوائد عظیمہ اور نکات کثیرہ اپنے دامن مین لئے ہین۔

واقعہ حکیم مولوی سید محمد جواد صاحب بھیکپوری کا بیان ہے کہ سید محمد صاحب اکبر آبادی مصنف تنزیہ الفرقان ایک مرتبہ مولوی سید علی نقی صاحب کو اپنے ہمراہ لیکر لکھنؤ سے کانپور جناب مفتی صاحب مرحوم کیخدمت مین آئے اور وجہ حضوری یہ بیان کی کہ پادری عماد الدین نے جو پہلے مسلمان فاضل تھا اور بطمع دنیا عیسائی ہوگیا ایک کتاب فصاحت وبلاغت قرآن کی رد مین لکھکر شائع کی ہے اسمین کئی سو لفظی ومعنوی غلطیان قرآن کی ثابت کی ہین مینے اُس کا جواب لکھا ہے پادری نے یہ شرط کی ہے کہ جواب خالص شعرائے جاہلیت کے کلام سے ہونا چاہیے ورنہ قابل تسلیم نہوگا اور شعرائے جاہلیت کا کلام سوائے اشعار حماسہ وعقد ثمین وسبعہ معلقہ کہین مدون نہین ملتا اگر لغات کی طرف رجوع کرون تو کہین ایک شعر کہین ایک ایک مصرع نقل کیا گیا ہے جس سے پورا مطلب بھی حل نہین ہوتا دوسری خرابی غلطی کتابت کی ہے اسوقت کئی سو شعر ایسے ہین جنکے معنی ومطلب حل نہین ہوئے مین نے خود بھی فکر کی پھر لکھنؤ آکر مولوی سید علی نقی صاحب سے حل کرایا جو اشعار ان سے رہ گئے جناب مولانا سید حامد حسین صاحب کی خدمت مین حاضر ہوکر پیش کئے اور حل کرائے پھر بھی بہت سے رہگئے جو ابھی تک حل نہین ہوئے جنکی

نسبت جناب مولانا سید حامد حسین صاحب نے فرمایا کہ ہملوگ حضور کیخدمت مین حاضر ہوکر حل کرائین۔ اسی غرض سے حاضر ہوئے ہین مفتی صاحب نے فرمایا کہ پڑھیے۔ مولوی سید محمد صاحب اکبرآبادی ایک ایک شعر پڑھتے جاتے تھے اور مفتی صاحب کم وبیش تامل کے بعد بغیر اسکے کہ کسی کتاب کی طرف رجوع کرین حل کرتے جاتے تھے۔

یہان مفتی صاحب کی عربی و فارسی و اردو کی ادبیت پر کسیقدر تفصیلی تبصرہ لکھا جائیگا پہلے عربی زبان کی نثر اور اُسکے اقسام اُسکے بعد نظم اور اُسکے اصناف کے نمونہ دکھائے جاتے ہین۔

کلام کی دو قسمین ہین نثر نظم و نثر سخن ناموزون ہے۔ قدما نے باعتبار الفاظ اسکی تین قسمین کی ہین۔ (۱) مرجز (۲) مسجع (۳) عاری بعض ادبا نے مقفی اور مسجع مین بھی تفریق کردی ہے جسکا طولانی ذکر یہان بے محل ہے معنی کے اعتبار سے سلیس اور دقیق دو قسمین ہین دقیق کو بھی سادہ اور رنگین دو قسمون پر منقسم کیا ہے۔

اِن مین سے کوئی نثر ایسی نہین جسمین مفتی صاحب کے سحر نگار قلم نے اپنی روانی نہ دکھائی ہو اِس کتاب کی تالیف کے وقت یہ امر جسقدر ضروری تھا اسیقدر ایک کثیر الاشغال مولف کیلیئے دشوار بھی تھا کہ اُنکی تمام مصنفات پر بسیط نظر ڈالی جاتی کیونکہ کئی سو کتابونکا بالاستیعاب دیکھنا آسان کام نہین مین کیا کوئی فارغ البال بھی دقت سے اِس مرحلہ کو طے کرسکتا ہے۔ ناحق سپاسی ہے اگر حضرت استاذ الاساتذہ جناب نجم العلما مدظلہ العالی کا منت پذیر نہون کہ اُنھون نے اکثر مصنفات کو ملاحظہ فرمایا اور کچھ نمونہ اُنکے کلام کے دیئے۔ دیباچہ مین اسکا تفصیلی شکریہ ادا کرچکا ہون لیکن پھر بھی اِس احسان کا مکرر ذکر کرنا میرے مذاق مین نہایت لذیذ ہے۔ باوجود اسکے بھی

اکثر اصناف کے نمونہ اسوقت پیش نہین ہو سکے اسکا سبب انکے مصنفات پر میری قلت نظر ہی ورنہ نثر و نظم کی کوئی قسم ایسی نہین جو اونکے یہان نہ ملے۔ طبع ثانی مین امید ہے کہ یہ کمی پوری ہو سکے۔

بڑے بڑے مشکل اور شوار مضامین مسجع عبارت مین اس خوبی سے ادا کیے ہین کہ ادبا متحیر ہین یہان تک کہ فقہی مسائل جنمین میدان تحریر تنگ ہے سب مسجع ہین کتاب شریعت غرّا از اول تا آخر مسجع عبارت مین لکھی ہی۔ فقہی کتاب مین التزام سجع پر بعض حضرات معترض بھی ہوئے۔ چنانچہ کتاب روض اریض مین مفتی صاحب نے اُن معترضین کا جواب بھی لکھا ہے۔

ولکن من الناس من شیمته الملام × ورغبته الی المذام × کانی ممن یالف هذا الفن × یستقبح طرازی الحسن × فیقول یا للعجب × هذا کتاب الشریعة او الادب × ویبالغ فی التشنیع × بانه اتی بامر بدیع وحذا فی الفقه حذو بدیع × ولو انصف فقد عمد البحرانی وغیره الی التسجیع ما هذا النمط ببدیع × ولا تنافی بین الشرع والسجع × وامسك عن عتابه لکفاه ان یتدبر ان الشارع فی الحقیقة هو الله × والخطاب خطابه × والکتاب کتابه × وهو مع مافیه من ایات الاحکام وهی المسائل × مشتمل علی الفواصل ومما قلت

بینت نکات بکلام حلو	فی حال مرارة وحین الشکوی
لا غرو ان استطرفه ذو دین	المؤمن حلو ویحب الحلوی

آب نثر مسجع کے مختلف نمونے ارباب ادب کی ضیافت طبع کے لیے پیش کیے جاتے ہین۔

قلت فی المدح والثناء علی الفصاحة والسخاء علی اسلوب بدیع فیه جناس و

لہ ان اشعار پر ایک حاشیہ بھی لکھا ہی جو فائدہ سے خالی نہین۔

هذا من اوزان الرباعی المختص بالعجم وان تکلف بعض العرب فقال شعرا بهذا الاسلوب ولا حاکم فی هذا الفن الا الطبع السلیم کما قاله ابو یعقوب والرباعی مختص بهذا الوزن وشبهه والوزن غیر مختص به فافهم وانتبه

اس عبارت سے ایک عربی رُباعی بھی دستیاب ہو گئی جسکے وہ خود مبدع ہوئے حاشیہ کی عبارت بتا رہی ہے ۱۲۔

اقتباس وترصيع وجمع وتقسيم + يتلقاها الطبع السليم + بالتسليم + لخلوه
من الغرابة ودنوه الى الانسجام + من الافتتاح الى الاختتام +

واها لكاتيب اديب + لولا مراعاة الادب + لقال فى وصف خرائد قلمه + انا انشاناهن انشاءً
فجعلناهن ابكاراً + وسقيا لواهب عجيب + تناهى فى افاضة الفضة والذهب + حتى اكبره
المستفيضون بسحائب كرمه + فقلت استغفروا ربكم انه كان غفارا يرسل السماء عليكم مدرارا
مقوال مُغلق مُغلق + لمن اباه واحتذى مثاله + لا يتزنّ مع مقاله درّة + مثقال ذرّة +
فلله درّه + ومفضال مُنفق مُرفق + لمن اتاه واجتدى افضاله + لا يلحق بعد نوال عسرة
بل يدوم له عشرة اىّ عشرة + فلا تسل عشره + يمينا بالله ان له يمينا + تفيض فى الحالين درّا
ثمينا + فلا ادرى يقع تبره انفع للطالبين + ام نثره اوقع للكاتبين + ولكن اقول ان وجوده
اوفر واعلى + من فصحاء اليمن + وجوده اوفر واغلى + من معادن الارض فى الثمن + اذا سعر شعره
بيع الجمان بالمجّان + واذا نثر نثره قيل كانهنّ الياقوت والمرجان + واسأل الله ان ينضّر
وجوه اوليائه + وينصرهم على اعدائه + وها انا تحت ظلاله قائل + وفى الدعاء له قائل + اللهمّ
بشّره بما يسرّ قلوب احبائه + ويسّر له ولاموانه واحيائه + بمحمد وآله خير آل + سلام الله
عليهم ما برق برق ولمع آل + فعش سالما يا خاتم فصّ الكتابة والفصاحة + وخاتم اهل السخاوة
والسماحة + انك اذا تعطى تُنسى فى الصنيع حاتما ومعناً + واذا تنشى لا يترك نثرك من
البديع لفظا ولا معنىً + اوصلك الله الى المشاهد المقدسة معناً + اسكت يا عباس + فان
المدح لا يعجبه وان كان كلامك مشتملا على جناس + موافقا المزاج ناس + على ان اصله طاهر +
وفضله ظاهر + فاظهاره لغو + كالاخبار بالنهار فى يوم صحو + عند الضحو + وظهور الضياء وهو
فى شجاعته ليث + وفى سخاوته غيث + لا يمازجه ريب ولا عيب + فثناء عبث كالنقش

على الماء + ولكني تحيرت وتحيّرت في مقام العجب + وتحيرت مما خار لي الرب +

لكاتبه
عجبت من فضله كالشمس بازغة ‏ ويذ له كسحاب حين يتسع
لا الشمس يسترها غيم احاط بها ‏ ولا السحاب بنور الشمس ينقشع
والشمس في الغيم كالمهدي مختفيا ‏ ونحن بالنور والامطار ننتفع

ومن كلامه لا تلق الدنيا بالحرص والشره + واسئل بارئك ان يقيك شرها وشره + فان مادة الحرص احق + من ان يبرأ معها احد + اما ان الدنيا دار + لا يخلد فيها ديار + ولا ينظر الى بستانها ناظره + الا ويزجره ناظوره + ولا ياكل من نخيلها ثمره + الا ويشرب بامور كا +

ومن كلامه لا تخف الحق + ولا تخف الا الحق + وتخفف تلحق + بصالح من سبق + الا من رهب هرب + ومن فرق ارق + ومن تصدر من غير اصل + سقط كهمز الوصل +

ومن كلامه فيمن كبرت سنه وانقلعت سنّه ما بال شيخ فان + مضى من سنه صنفان الصبي والشباب + وانقطع الاسباب + ايتمنى بعد ذلك سنًا اخرى + يعد فيها الاخرته ذخرا + المريان ان يأتي لذنبه + وقد افدان يفد على ربه + ايرجو ان يعود شبابه + فيصنع حلوا او مالحا + ام يقول رب ارجعون لعلي اعمل صالحا + فهل هي منية هو نائلها + كلا انها كلمة هو قائلها + ومن ورائهم برزخ الى يوم يبعثون + فانا لله وانا اليه راجعون +

من لطائفه لبعض الموسوسين - لا تزال تشك حتى يأتيك اليقين +

ومن كلامه من افرط اختيارا + فرط اضطرارا + ومن فرط احتياطا + فسيفرط افراطا +

ومن كلامه يا من غلبه الاوهام + فما اصبح الا واغتم اوهام + وخيل اليه وقع السيف على جماجم اوهام ان كنت تخاف الامر الموهوم + فاولى بك ان تخاف الاجل المحتوم + وما لك لا تخشى الله + والله احق ان تخشاه +

ومن كلامه قد غلقت الدكاكين + فويل للمساكين + جياع ضياع + ياتون الابواب +

ضامرة البطون رثّة الاثواب + يقرعون + فيفزعون + هذا سخي شجي لفقد المال +
يعطي و يريد ان يزيد لمن شكر + ولكن قُدِّر عليه فما قدر + وهذا باخل ناحل للخوف من
السؤال + يحذر ما نذر + فلا يوفي الامانة + كلا لا وزر الى ربك يومئذ المستقر +
ومن كلامه لا تعجب بنفسك + وعن تزكيتها امسك + فانّ لله ملائكة + مقربين
يعبدون ويذكرون وهم لا يفترون + وكم من ملك في كل فلك + بين ركع وسجّد +
لا يرفعون رؤسهم الى ابد ولا يدعون نفوسهم الى امد + لو نظرت اليهم وعثرت
عليهم + صغرت عبادتك في عينك وبصرت نفسك بشانك وشينك مالك كلما
وجدت يومك خيرا من امسك + اعجبت بنفسك اما سمعت قوله تعالى فلا تزكوا انفسكم هو
اعلم بمن اتقى وناهيك ناهيا عن سوء عادتك + قول النبي ما عبدناك حق عبادتك

في ذمّ العلم بغير عمل يا حسرة على من يعمل عمل الاشقياء + وقد ورث علم الانبياء + فهو
منح غير ناج + كالاعمى بيده سراج + فقصاراه نجس + او ملئ مفلس + مثله كمثل الطبيب اذا اخذته
او الملاح على الغرق اشرف + او يحجل ارائه ما اراك + وليس له ادراك + تراه على
تبحره معدودا في الظماء + كالرمل اليابس المحيط بشط الماء + لمولانا علي عليه السلام

وكذا الفقيه هو الفقيه بحاله   ليس الفقيه بنطقه ومقاله

عظة ايها المؤمن المفتون بالدرهم والدينار + اما تستنكف من حب الدنيا وهي خادم الفجار
وانت من الابرار + وان امة من اماء الكفار + اردت ان تمن على المؤمنين
الاحرار + لمنعهم من قبول احسانها العار +

میل دنیا چون بجز کفار نیست   پس چرا زو مومنان را عار نیست
دست ناکس چون رسد بر پای زن   کس چرا دارد سر سودای زن

تسلية اصفح عمن ظلمك + ولا تحرم من حرمك + واحسن الى من اساء اليك + وقدّر ذلك نعمة منه عليك + فانه سيموت ويخرج عن رمسه + مريحًا لك متعبًا لنفسه +

من كلامه ايها الموسر تطيل أمالك + ولا تصلح بما في يدك مالك + فوا اسفي على حالك الحالك + اذا سالك عن مالك المالك + وايها المعسر ما بالك + تسرّ الحرص وتسرّ بان توصف بالقناعه + والله يعلم السرّ والدهر يكشف عن الخير والشرّ قناعة + فعليك بالصبر عند البوس والباس + والياس عمّا في ايدى الناس +

من كلامه من فكّر في لذّة العاصى والطائع في العاجل + وفيما تؤول اليه حالهما في الاجل + الم وعلم + ان كلاهما كالمحتلم + ولكن الاول كمن اذا استيقظ من منامه + وجد نطفه قذرة + والثانى كمن اذا قام من احتلامه + لم يجد اثره +

التكلم بلسان العرب فى تربية ما طار ودبّ
اجابة لبعض من احبّ ان يتدرّب فى الادب

در ذكر كبوتر يا غلام اطلق الحمام + قبل ان ادخل الحمام + واكثر لها من الحبوب + واطعمها السمين فانه غذاءها المرغوب + ولا تطعمها الارز والقمح + فانه وان خلا من القبيح + لكنه يهزلها ولا يسمنها + ولا تقصصها ابدا + فانه يغمها ويحزنها + يا بنىّ استمع اليها كيف تغرد + ولا تنظر اليها حين تسفد + ولا تطرها فان ذلك محظور + وان كان يوجب السرور + على انها ربما تصاد + فيحصل الفساد + والله رؤف بالعباد +

در ذكر خروس ومرغ يا فضة يا جارية + كم ارالكِ على عادتك الجارية + تفرقين بين الازواج ولا تطلقين الديك مع الدجاج + وما لكِ اذا باضت تسرقين بيضها + كالمرأة اذا حاضت تخفى حيضها + اما تعلمين يا وصيفة انّى احب صفرة البيض فانها غذاء لطيف

صالح الکیموس + تستلذ به النفوس + لذیذ فی الفم مولد للدم + لکنی اکل الیسیر من کثیر +
لانها تضر بالبواسیر + وهو داء برءه عسیر + فانه للرجال کالحیض للنساء + وان الله
یفعل ما یشاء + فاذا اکثرت البیض فلتحزن + انی ارید ان تحضن + حتی نری کل زوج
بهیج + ونأکل الفراریج + فاذا حصل الفرخ وتم الفرج فاطعمه اللحوم + لتصیر کثیر الشحوم +
قال الشیخ الرئیس وقوله کثیرا ما یصح + خیر الدجاج ما لم تبض وخیر الدیک ما لم یصح +

در ذکر طاؤس یا بُنَیَّ شُغف الطواویس + کیف ترقص وتمیس + لعمر الله السبوح القدوس +
باریٔ النفوس + انی لمولع بالطاؤس + یدرج فرحا + ویزول مرحا + وانی اطیل النظر الی
ذنبه وجناحه + حین ینشره فی غدوه ورواحه + یقال انه لا یسفد ولیس کما زعم +
فانه صاحب الشبق کالجمل المغتلم + الا انه لا یساکن باللیل الانثی + فکانه خنثی + ولعله
یغلب علیه السوداء + فلذلک یرغب الی البیداء + ویهرب الی الصحراء + فاعرف قدره +
ولا تامن غدره + وایاک ایاک + ان تذبحه وتدخله فی حشاک + وتجعله غداءک او
عشاءک + لتکثر به جشاءک + فان لحمه حرام + عند الفقهاء العظام + علی انه حسن الشکل +
لا یصلح للاکل + بری من التشویه + فکیف تشویه + ینبغی للانسان ان ینظر صنع الله فیه +
ویجعله فی مسرح النظارة + لا ان یدخله فی قبیه + الیس ما احله الله یکفیه + فلا یتعدی الا السفیه +

در ذکر اسپ یا سائس اسرج المهر + لارکب وارجع قبل الظهر + فانی ارید ان اتفرج و
لا یکون علیه الحرج + فلا تبخسه حقه من العلف + فانی اخاف علیه التلف + ولا
تذره ینز کثیرا علی الرمکه + فانه یضعف بذلک عن الحرکه + یا ولدی + وفلذة کبدی +
یا قرة عینی + لا فرق الله بینک وبینی + اذا امرتک بشیء فقل بالعین والراس + الق
الی السمع ولا تعر الافراس للاعراس + فانهم یجیعونها ویضیعونها وهذه عادة الناس +

الا الاتقیاء منهم والاکیاس روحی فداهم وقلیل ماهم

در ذکر شتر یا جمّال لا نتعب الجمال فان کلا منها للرجال جمال وللرّحال حمال اما تری ما لها من القناعة والصبر علی المجاعة وحسن التذلل الی الاطاعة فانها ذلل ولکل فی البحر سفن و فی البر

در ذکر گاو یا غلام یا کثیر العثار یا خلیع العذار یا بردعة الحمار تجمع بین الثیرة فی بیت او حظیرة دع عنک هذه الوتیرة فانها ان تباعدت تصالحت وان تقاربت تناطحت اما تری یا فلیح یسیل من جلدة القیح مالک تراجعنی ولا تطاوعنی اسکت تسلم وارحم ترحم۔

در ذکر گوسفند و بز یا اسود احلب النعجة البیضاء او الشاة السوداء واحفظ الحلیب اشربه البکرة الیبس الصبح بقریب یا ایها الراعی رعاک الله عند المصاب جعلک ممن تکلم فاصاب اراک مدما مشتقلا بالثیاب جریئا فی الحضور جبانا فی الغیاب فکیف تسعی الی الشیاه حین تصاب بالذیاب والی الداعی حیث یرید ان یجاب ان هذا الشئ عجاب امهلها سائمة ولا تترکها هائمة والله الوکیل علی ما نقول وعلیک بالخبر المنقول

مکتوب بنام شیخ عباس خلف شیخ احمد شیروانی صاحب نفحة الیمین

الی الادیب الاریب + الحسیب النسیب + الفائز من الفضل بالمعلی والرقیب + والشبیه بابیه النبیه + والفصیح البیان + الطلق اللسان + البلیغ البالغ الی مدارج الکلام + الراغب الی فن الکلام + ناطورة الادباء + سلالة العرب العرباء + الکریم الانفاس + المنیع الاساس البری عن الادناس + المعروف بین الناس + بادب لا یقاس + مولانا الشیخ عباس

اما بعد فقد وصل الیّ منک کتاب مزیل للشجن + تفوح منه نفحة الیمن + عباراته

اسلس من الرحراح + كانها حديقة للافراح + فيا له من كتاب + مفصح عن عجب عجاب

بديع النظام معلل الاوام مثير الغرام كالحاظ خود +

عزيز المثال لطيف المقال كعذب الزلال اوان الورود +

كلام رقيق و لفظ انيق ومعنى دقيق كمسك وعود +

يراع عجيب كغصن رطيب و خط خضيب بلون الورود +

ففيه مزايا وفيه خبايا وفيه هدايا لبيض وسود

كتبه على جناح الاستعجال وانا في هجوم الهموم ووفور الاشغال بحيث لا ادري يمينا عن شمال — من اضعف الناس السيد محمد عباس

مکتوب بنام نواب سید باقر علی خان صاحب

سیبلغ مکتوبی بایمن ساعة ... الی ساحة علیاء ایة ساحة

یصافح من قبلی کتابی یمینکم ... ویالیت طرسی کان من جلد راحتی

طوبى لطرس يضاهي بياضه بياض النحور + ويباهي سواده سواد عيون الحور + لحلوله في الصفحة السامكة ونزوله في البقعة المباركة من واديك المقدس بمحل اجل من طوى ومن ناديك الاقدس بمكان سوى لانك في ظل ممدود ومقام محمود بلغت اليه بعد بذل المجهود + وقاسيت المحن واخليت الوطن وجبت الاغوار والانجاد واتعبت الاولاد وتركت العيش الناعم والذ المطاعم وارفع الاماكن وافسح المساكن + والطف البساتين + واطيب الرياحين + وما قطعت الساهرة بعين ساهرة ورضيت بسفينة قذرة مع نفس طاهرة حتى وصلت الى الطاهرين الغرة وكذلك الحر يكابد البرد والحر وقد ثبت عند اولي النهى + ان

افضل الاعمال احمزها فلیهنِك البلوغ الی تلك الارض التی تزدری السماء + وتحتوی علی الشهداء + وتنتمی الی الشفا + لله قوم صبروا علی حرّ الهواجر فی الفلوات + وترکوا ماء الثلج والقنوات + متعطشین الی ماء الفرات + تعطّش ذی القرنین الی عین الحیاة فحطوا نفوسهم عن الحضر + وحضروا کالخضر بعد السفر + عند زلال اعذب من کوثر فقرّ وابذلك عینا + وبذلوا عینا وجبینا + ونالوا ما لم ینل منه اسکندر اثرا ولا عینا + عینا یشرب بها عباد الله یفجرونها تفجیرا + یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرّه مستطیرا ویطعمون الطعام علی حبّه مسکینا ویتیما واسیرا. مرحبا بالحبر الماهر + المتبتّل الساهر + المتوکل الصابر + الشهم الکابر + النجم السائر + الدرّ الفاخر + علی سائر اولی المفاخر + الزائر للحائر + الحائر فی مدحه العقل العاشر + لله درّه من درّی دری + فاز من الغری بدر النجف + من صفی صافی الولاء طاف بالطف + الا الطف + وبلغ الی شرف الشرف + وطرف الترف +

معین دولت و دین ایه امجاد … که بر عراق نظر بست و دست جود گشاد
زسیل حادثه بگذشت با دل دریا … زابر و باد نشد خائف و براه افتاد
چو بر سفینهٔ آل نبی گرفت قرار … گشود راه نجات و وزید با مراد
قلم نوشت بتاریخش از سر الهام … زیارت نجف و کربلا مبارکباد

هذا ونلتمسکم الدعاء + تحت القبة الغراء + ونخصکم بما هو الاشرف من هدیة السلام والتحیة ونشرك فیها الذین معکم فی تلك البقعة المبارکة + والهدایا مشترکة +

فن شعر

ادبا مین ایسے افراد کم نظر آئین گے جو نثر و نظم پر مساوی قدرت رکھتے ہون - میزان ادب کے یہ دونون پلّے بہت کم ہموزن ہوتے ہین نظم سے جنکی طبیعت مانوس ہوتی ہے انکو نثر سے بہت مشکل سے دلچسپی ہوتی ہے موتیونکو لڑی مین پرونیوالا کبھی غیر منتظم اور بکھرے موتیونکو پسند نہین کرتا - عرب و عجم کے ائمۂ فن پر نظر ڈالو تو بہت کم کوئی نظیر ایسی ملے گی جسنے نظم و نثر کو ایک نگاہ سے دیکھا ہو، مگر یہ امتیاز بھی علامۃ الادب مفتی سید محمد عباس صاحب کے لئے مخصوص تھا - ان دونو چمنونکی گلگشت وہ ایک دل اور ایک انداز سے کرتے تھے -

عربی شاعری پر تنقید - فن شعر سے اُنکی طبیعت کو خداداد مناسبت تھی میرے خیال مین تو وہ شاعر ہی پیدا ہوئے تھے دوسرے علوم اکتسابی تھے مگر یہ خلقی و فطری - عربی فارسی اُردو تینون زبانونمین اُنکا مذاق بہت سلیم تھا جس کا ذکر اپنے اپنے محل پر ہوگا - یہان صرف عربی شاعریکا کمال دکھا کر مختلف اصناف نظم کے نمونہ پیش کیے جاتے ہین جس سے شاعرانہ نکات پر روشنی پڑے

بیت فی الوعظ مع الجناس فی اللفظ

الی مَ علی الدُنی منکم تراکم ۔۔ وعین اللّٰہ ناظرۃ تراکم

فی ذکر الحمّی وفیہ صنعۃ الترادف

قد شبت من طول النوی واللیل شب ۔۔ کما اشتکی تبّتْ ید الحمّی وتب

فرد

سکت عن غیظی فحل بی الردی ۔۔ ولا برء للمسکوت اذ کان مزیدا

بیتان وھو قول جامع لاصول الشرائع

مقاصد الشرع خمس شذ سادسھا ۔۔ وحفظھن مدار النھی والطلب

رعاية الدين وهو المستهل لها   والعقل والنفس ثم المال والنسب

بيتان قد كتبهما على اوراق الذهب

اثنان فاقا على الآفاق افلاقا   صاغا من التبر اطباقا واطواقا

فحيث لم يتركا طوقا ولا طبقا   سويت من ذهب قد راق اوراقا

مربع قال للحافظ السيد جعفر على

الا يا حافظا خير الكلام   ويا من جده خير الانام

اتعلم ما بقلبي من غرام

فجسمي ذابل والحب نام

اتى ريح الصبا فاستنشقوها   وعن اهل الحمى فاستنطقوها

اذا قالت حذام فصدقوها

فان القول ما قالت حذام

قرأت مصاحف الرؤف   وراعيت الحروف مع الوقوف

واني قد قنعت من الحروف

بجرفي الفة سين ولام

حفظت الوحي من رب السماء   كتابا فيه آيات الشفاء

ولم تكتب الى اهل الوفاء

كتابا فيه برء للسقام

مخمس على النسق المعلوم في كراهية التوغل في الطب والنجوم

بذلت الجهد في علم النجوم   وعلم الشرع شمس في العلوم

تُصدِّق كُلَّ مدحور ملوم — لتعرف حال سعد او مشوم

وربك قاهر فوق العباد

اتقفوا اثر بقراط المشوم — لتحقيق الحشائش والسموم

اعزرائيل من بعد القدوم — يدافع بالنطول وبالشموم

فدعها واكتسب زاد المعاد

مسدس

لله قوم عبروا — ان احسنوا يستبشروا

واذا اساءوا استغفروا — وعلى العطايا شكروا

وعلى البلايا صبروا

ولذي الخطايا غفروا

مسدس

ترى رحلة الاحباب مثل قوافلا — وتبصر اعلى الناس يصبح سافلا

فحتام تمشي في الملابس رافلا — وحتام تمسي في المفارش غافلا

هو الموت مرصاد عظيم الشدائد

مبيد البرايا واحداً بعد واحد

مسبّع

الا في الاعتزال عن الانام — وفي كف اللسان عن الكلام

واخلاء البطون عن الحرام — واتعاب الطبائع بالصيام

واسهار الليالي بالقيام — لحوق بالنبيين الكرام

وفوز بالنعيم المستدام

مثمن بتضمين شعر مصلح الدين سعدى الشيرازى

المليك مولانا على قد انتمى	الى صهره قدما و فى حجره نما
فعلمه ما كان فى الارض والسما	واودعه الاسرار طرًّا وفهّما
وكان كغصن البان فى لينه وما	خلا كابى بكر متى شاخ اسلما

وعند هبوب الناشرات على الحمى
تميل غصون البان لا الحجر الصلد

متسّع

اعندك ما الدنيا من وداد	تذوق به المنايا فى البعاد
جفانى البعد عن تلك البوادى	حماها الله عن شرّ الاعادى
يحل بمقلتى ملح السهاد	ويحرم ناظرى حلو الرقاد
الا من رقعة تسلو فوادى	فان وصالكم اقصى مرادى

كماء بارد عذب لصادى

معشّر

لقد كنت فى عهد اماما ومقتدى	واودعت فى الاوراق الوية الهدى
واصناف اسياف تُسلّ على العدى	نصرت بها خير البرية احمدا
وكنت بفضل من الهى مؤيّدا	وكان يراعى عندليبا مُغرّدا
اذا قلت شعرا اصبح الدهر منشدا	انا الصائح المحكى والاخر الصدى

وما كنت ادرى اليوم ما يعترى غدا
كذلك حتى قد بدا فيه ما بدا

تقوّس قدّي بالمشيب المدمدم	ويرشق اهل الارض قلبي باسهم
فان رمت برء الجرح بالفلك العمي	يضع فوقه الزنجار موضع مرهم
تضيمني الدنيا اضامة معدم	ويا ليت فيها منصفا اتظلّم
متىما اصابتني برزء ومولم	يقول لي اسكت عنه لا تتكلّم

سكتّ على غيظي فحلّ بي الرّدى
ولا برء للمسكوت اذ كان مُزْبدا

مشبّس

يامن يصون عن اللمم [illegible]

خالقي ومدبّر الاكوان
بن كرك يستلذ لساني
ايطرء بجناني
صنعة سوّاني
مثّاني
[illegible]

مهما ضللت هداني
او مرضت شفاني
ويما يضني جناني
نجّاني
[illegible]

تضمین

قال مضمناً لشعر ابن ابی الحدید فی مولانا علی صلوات الله علیه

اصبحت عند الله فی اعلی محل — ووضعت اقداما علی کتف اجل
وسواک خرّ علی الجبین لذی هبل — عجباً القوم اخروک وکعبک
العالی وخدّ سواک اضرع واسفل

قطعه بدیعیه

اری دهری عدوّا للامانی — فیجعلها منایا وهو جان
وقد اعددت آمالا وقد عدن — الاما بتقلیب الزمان
فما عسل بغیر اللسع آت — ولا نادم من الاخدان دان
وروح صار حورا بعد کور — وتبر اضحی تربا وهو فان
وکم فرح الی حزن یؤدی — وکم عسر علی عرس دهانی
رضیت بذاک لو ان قیل هذا — من النیران ناج وهو جان

ترجیع

فی التشوق الی زیارة النبی

انّ الهوی قد حلّ بی — والهمّ صار مصاحبی
والدهر یبعد مطلبی — من لی بریح الطیب
تزری بریّا الزرنب — تجتاز ارض الیثرب

طوبی لمن زار النبی
طوبی لمن زار النبی

يا حادى عن وانشد — قد نلت غاية مقصدى
ماذا ترى يا قائدى — قد حان لقيا سيدى
هذا ضريح محمد — مسته يا بشرى يدى

طوبى لمن زار النبى
طوبى لمن زار النبى

مثنوى

مفتى صاحب كى مثنويان بكثرت هين جسكا تفصيلى ذكر فارسى شاعرى كے تحت مين آئيگا انمين ايک مثنوى اجناس الجناس ملقب به مرصع اول سے آخر تک صنعت تجنيس مين نمونۂ كمال ہے يه مثنوى اپنے رنگ مين بے نظير ہے۔

فى اصناف الكلام المنظوم

فى النسيب والصبابة

اخال اخالى امارانى كوكبا — به الشفقة الحمراء منقوطة كبا
فان اخطات فى وصف ذاك براعتى — فكم من جواد عند مشيته كبا

وله

وغادة تمرتبى — تروغ روغ ثعلب — لما اتتنى ليلة — معما بها من طرب
وصدغها لوجهها — كالليل غاشى الكوكب — رغبت فى نكاحها — فاعرضت كالمغضب
فقلت هذى سنة — فذا الاتى السبب — قالت اليس القمر — الان ترى فى العقرب
يا حسنها من لفظة — حالية كالرطب — حلوى ولكن مرة — معنى فيا للعجب

وله

انی لاعجب من خل ومن خادی	ذا غیر شاک وذا جاف فما رحما
طال النوی والهوی ما صار منتقصا	فالعین ناظرة والجسم قد عدما
کیف الحشا قد نجا ان کنت مرضه	ام کیف یشکو الجوی ان کان قد سلما
یا جیرة کان فی عینی منزلهم	انی لیحزننی ان تذهبوا بهما

وله

انی شادن اهوی اللحاظ کحیل	فارهف جفنا من رآه قتیل
ویا عجبا من طرفه عالج الحشا	طبیب یداوی الناس وهو علیل

فی التفاخر والتصلف

یا من له الذوق بالاشعار والخطب	عباس فی الهند کالحسان فی العرب
فی نظمه حکم لم یبدها قلم	فی نثره کلم احلی من الضرب
دیوانه رطب اغصانه ادب	اوراقه ذهب تفضی الی العجب
الوجد من شعره والشعر من فکره	کالسکر من خمرة والخمر من عنب
یا رب لفظ جری من غیر فکرته	کالریح فی الروض تستغنی عن الطلب
الدهر یوحشنی والشعر یونسنی	والله یحرسنی من شر کل غبی

وقریب منه

اعباس کم تشدو قریضا وتکتب	قصائد منها یستبین التعرب
اما ان اهل الهند لا یعقلونها	فما نفعهم من ذاک الا التعجب
ویفهمها اهل اللسان وانهم	لیمنعهم عن مدح ذاک التعصب

نعم بعد هذا العهد عهد ومن مضى … مضى عنه حقد الناس واسا فارقب
على ان صدرى ظرف شعر وبحره … وكل اناء بالذى فيه يسكب

ايضا

ان الذى هو منساق بلا تعب … مرّ ولو كان بالتحقيق كالرطب
فمن ينقّص اشعارى يقال له … قل مثلها ثم عب والآن لا تعب
سهل وممتنع من ان تباريه … مضمونه عجمى لفظه عربى
يا من تصدى لقرض الشعر ان له … عرقا من الوزن والتخييل والادب
وبعد ذلك مهما قلت من ملح … فانظر اليها بعين السخط والغضب
واحذر تكلفه ما لم تجد بك ما … يغير الحال من وجد ومن طرب
فكل شعر مليح لا يقارن ذا … فكالعجوز تحلى دملج الذهب
وحيث ما كملت هذى الشروط لها … فادع الاله يقيها شر كل غبى
ولا تميز نفس لا مذاق لها … ماء من البحر من ماء من العنب

فى الذمّ والهجاء

فظ شرس دبّ اليه الناس … يختال اذا صدّقه الجلاّس
مالى وله لست ادارى ملقا … ان كان عبوسا فانا العباس

فى المدح والثناء

فى مدح بعض السلاطين من لسان بعض الاخوان فى الدين

اذا سطا فعن الغاب غاب صاحبها … كما يغيب غبار الفلاة بالاعصار
قد استظل به الكائنات لائذة … ببابه ولته كالطيور للاوكار

نواله كنسيم غبارها غرب ... وجوده كرياض نضيرهن نضار

تخور عند دهاه الملوك خاسرة ... كما تغور نجوم السماء بالاسحار

عطائه كطبيب يداور المرضى ... فلا يخاف اسى فى دياره ديار

كلامه كخيوط تزينها درّ ... وفيضه كبحور وكفه تيار

اذا توجه نحو النضار اخجله ... ومن هناك قد احمر وجنة الدينار

يجار لبى فيه فخان ان يدعى ... ويستجاب بجاه الائمة الاطهار

فى مدح امير المؤمنين

قل فى مديح امام سيد العرب ... فالقول فى مدحه احلى من الضرب

اعيى علاه الكرام الكاتبين بما ... فى حصر طاعاته من شدة التعب

نور من الله الّا انّه بشر ... نفس النبى ولكن لا يقال نبى

زوج البتول وما ادناه من سبب ... صنو الرسول وما اعلاه من نسب

ان الخلافة ما زالت تراوده ... حتى اتته بلا سعى ولا طلب

وكان يعرض عنها وهى تعشقه ... لما تشاهد ما فيه من الرتب

نص جلى وانف شامخ شمما ... وحلمه قد احاطت سر كل خبى

وهيبة فى الوغى تعنو الاسود لها ... ورعيه فى الندى تسمو على السحب

وحطة النفس فى عليا مراتبها ... وخشية الله فى الطاعات والقرب

والزهد والورع فى حكم وسلطنة ... والذكر والشكر فى فقر وفى سغب

والجهر بالحق فيما لاح من فتن ... والكظم والحلم فيما ثار من غضب

النصح للناس مع علم بباطنهم ... والرفق بالخلق مع صبر على التعب

سلامة الرای مع فقد المشیر له | وقوة الجسم فی قوت من الجشب
صلابة القلب فی لین ومرحمة | طلاقة الوجه فی الالام والکرب
ما نال ذو فطنة بالفکر فی مدد | ما قال مرتجلا فی الوعظ والخطب

فی الرثا

اقتل الحسین السبط یوم الشوری | فصبیحه الشوری هی العاشورا

عدة اشعار مما قال فی الرثا حین جری حکم القضا علی
دار سید العلما بعد ارتحاله عن دار الفنا

ودارا غدت قبلة للافاضل | قدیما وکانت عصمة للارامل
وحفت بذکر الله جل جلاله | غدوا واصالا ودرس المسائل
ابکیت علیها حین هدت وعطلت | فبات کذکر فی البریة خامل
وکم حل فیها من محلی وعاطل | وکم جاس فیها من معل وناهل
انا الیوم فیها کالفواخت صارخ | عیونی علیها مثل سحب هواطل
الا فابك هذی الدار لا المربع الذی | لسلمی ولیلی والقرون الاوائل
سلام علی ما فات من برکاتها | سلام علی رسم من العلم زائل
وان کانت الدنیا کذلك حالها | فدار ثواب الله خیر المنازل

قال عند وفاة شیخ الاسلام صاحب جواهر الکلام

تبکی العیون تحسرا وهیاما | لعظیم رزء یثلم الاسلاما
قامت قیامتنا الرحلة قیم | للشرع حل بمرقد واقاما
قد حاز امر جواهر بکلامه | والیوم امسی لا یحیر کلاما

قدکان یتحفنا بطیب سلامه	فلیقرء وامنی علیه سلاما
ارخت مصراعا لعام وفاته	بانت جواهر علمه ایتاما
	سنہ ۱۲۶۶ھ

مادۂ تاریخ چند وجوہ لطیفہ پر مشتمل ہی اول جناب شیخ طاب ثراہ کے صاحب تصانیف ہونے کیطرف اشارہ دوسرے اونکی تصنیف عظیم الشان یعنی کتاب جواہر الکلام کیطرف خاص ایماء مع مدح کتاب و مدح مصنف تیسرے اس طرف اشارہ کہ وہ درجۂ اجتہاد پر فائز تھے اور درجۂ عالیہ رکھتے تھے اور جواہر علوم کے لیے بمنزلۂ والد تھے۔ چوتھے وفات کیطرف اشارہ لطیفہ اسلیے کہ یتیم وہ ہے جسکا باپ مرجاے اور جواہر علم کا یتیم ہوجانا خبر دیتا ہے کہ اونکا علمی باپ فوت ہوگیا۔ پانچوین سلاست و انسجام اور جوہر یتیم مین صنعت ابہام اور جواہر و ایتام مین تناسب اور پورے مصرع کا بغیر تعمیہ و تخرجہ کے تاریخ ہونا۔

جناب مفتی صاحب کا بیان ہی کہ مجھکو جناب سید العلماء نے حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن نجفی کی تاریخ وفات لکھنے پر مامور کیا تھا اسلیئے مین نے ایک مختصر خط لکھا اور پانچ شعر اسمین تحریر کیئے جو مرحوم کے مرثیہ اور مادۂ تاریخ پر مشتمل ہین یہ اشعار بطریق استعجال نظم ہوئے ہین کسی قسم کا اہتمام نہین کیا گیا ہی لیکن اس پر بھی بعض لطائف شعریہ سے خالی نہین ہین مثلاً شعر اول مین حدیث نبوی سے اقتباس کیا گیا ہی اور صنعت تضاد اور ایہام اور جناس غیر تام ہی اور چوتھے مین تجبیر و حسرت اور عجز بیت کو ضرب کیطرف رد کیا گیا ہی الحاصل جب میرا خط نجف اشرف مین جناب شیخ عبد الحسین خلف حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن نجفی اعلی اللہ مقامہ کیخدمت مین پہونچا اور مطمح انظار ہوا تو شیخ حسن نجفی اور اُن کے صاحبزادہ شیخ ابراہیم نجفی نے اس تاریخ کی تشطیر و تکمیل و تخمیس پر قلم اُٹھایا اور ہر ایک نے اپنی اپنی نظم سے اسکی زینت کو بڑھایا مولانا شیخ عبد الحسین نجفی نے یہ قصد کیا کہ یہ تاریخ کاشی اینٹون پر

کندہ کرکے مرحوم کے قبہ پر لگائی جائے۔ چنانچہ اپنے اس ارادہ سے جناب سید العلماء کو اطلاع بھی دی جناب شیخ عبد الحسین نجفی تحریر فرماتے ہین "جو تاریخ میرے والد مرحوم کے مرثیہ مین جناب نے ارسال فرمائی ہی اُسکی تشطیر علامۂ مؤتمن شیخ حسن قفطان نجفی نے کی ہی۔ مین نے اصل تاریخ کے مصرعون پر خطی نشان لگا دیا ہی تاکہ اصل اور تشطیر مین امتیاز ہو جائے۔

تبکی العیون تحسرا وهیاما	وتوجعا وتفجعا وسقاما
والمسلمون کأنهم فی سکرة	لعظیم رزء یثلم الاسلاما
قامت قیامتنا لرحلة قیم	عنا وکان لنا حمی وقواما
من بعد ما حیی شوارع منهج	للشرع حل بمرقد واقاما
قد حاز اسر جواهرا بکلامه	تزری بمنظوم الجمان نظاما
وخطابة شهد الندی بهاله	والیوم امسی لا یحیر کلاما
کم کان یتحفنا بطیب سلامه	مسکا تضوع مبدءً وختاما
شح الزمان به علی نفاسة	فلیقرء وامنا علیه سلاما
ارخت مصرعا لعام وفاته	عام غدات ایامه اعواما
فقد الانام به الامام فارخوا	بانت جواهر علمه ایتاما ۱۲ هـ ۶۶

شیخ حسن قفطان کے فرزند شیخ ابراہیم قفطان نے مادۂ مذکورہ کو دوسرے لفظون مین بدل کر تاریخ کہی اور اصل کا ایک مصرعہ لیکر اس طرح دوسرا مصرعہ جسمین مادہ تاریخ ہے بڑھایا۔

ارخت مصرعا لعام وفاته	هو هادم اعلی الفخار مقاما ۱۲ هـ ۶۶

یہ ارادہ ہی کہ ان دونون تاریخون کو جناب مرحوم کے قبہ شریف کی کاشی اینٹون پر کندہ کرادون۔ نسئل اللہ التوفیق۔"

شیخ ابراہیم قفطان نجفی نے اس تاریخ کی تخمیس کی ہی جو در اصل مجموعہ ہی تشطیر اور تکمیل اور اصل کا۔

الکون یرجف واستشاط ظلاما — والدین یذرف لوعة وضراما
ان رحت نسئل ما البکا وعلاما — تبکی العیون تحسرا وهیاما
وتفجعا وتوجعا وسقاما

اجری الاسی فی الخد سافح عبرة — نفسا تصعدها لواعج زبرة
والناس من رهج الجوی فی غمرة — والمسلمون کأنهم فی سکرة
لعظیم رزء یثلم الاسلاما۔

اوری الجوی فی کل وحی محکم — وذکاء قد برزت بشیمة ایم
فکان وقد حشر الوری فی ماتم — قامت فیا متنا الرحلة قیّم
عنا وکان لنا حجی وقواما

ما بعده فی الدین من متحرج — کلا ولا للدجی الشداد مفرج
یا ظاعنا ترك الحشا یتاجج — من بعد ما احیی شوارع منهج
للشرع حل بمرقد واقاما

مولی اقام الدین فی احکامه — یهدی الانام لحله وحرامه
اقوی المسامع من فرید نظامه — قد حاز امر جواهر بکلامه
اتزری بمنظوم الجمان نظاما

فیها اماط عن الهدی اشکاله　　واناط فی فصل الخطاب مقاله

ابدی بیانا ما رایت مثاله　　وخطابة شهد الندی بهاله

والیوم امسی لا یحیر کلاما

قدکان ربع العلم فی ایّامه　　لتسمو النجوم الزهر زهر سلامه

مازال یولینا ندی انعامه　　کم کان یتحفنا بطیب سلامه

مسکا تضوع مبدءً وختاما

فیه افتخرت علی سوای حماسة　　فی المکرمات مناقبا وریاسة

یا جوهر المال فیه حراسة　　شح الزمان به علی نفاسة

فلیقرء وامنّی علیه سلاما

عرش العلی قدثلّ من جنباته　　لمهذبات العلی بمماته

ومذاجتباه الله فی غرفاته　　ارخت مصراعا لعام وفاته

هو هادم اعلی الفخار مقاما

وتری المعالی فیه ثکلی تصرخ　　والحزن عقد لازم لا یفسخ

لله عام حزنه لا ینسخ　　فقد الانام به الامام فارخوا

بانت جواهر علمه ایتاما

جب یہ شعر پہونچے تو مفتی صاحب نے شکریہ میں یہ شعر نظم کیے۔

لك الحمد یا ربی علی ما حبوتنی　　من العلم فی ریعان سن رهاق

ونوهت باسمی کابرا فی اماکن　　فانشد ما انشدته بعراق

وشطرها اهل اللسان لما راوا　　من الحسن فیها والتذاذ مذاق

ومن بديع شعره
في معنى لطيف

جب في جباية كنز العلم أفاقا ... فمن تعلم نال العز ان فاقا

المال يسرق و الانفاق ينقصه ... والعلم يُثرق لو انفقت انفاقا

ومن عجيب شعره

حلّت خياماً بليل ثم قد رجعت ... بيضاء طاردةٌ للنوم من مُقلى

الشمس قد طلعت من بعدما غربت ... هل كان فيهما امير المؤمنين علی

مثنوی آب زلال کی پشت پر یہ شعر تحریر فرمائیے۔

کلامم دیدہ مرد نکتہ یابے ... بدنیسان کرد سوئے من خطابے

ایا من شعرہ من وسلوٰے ... لقد صیّرت مرّالحق حلوا

بر پشت بعض کتب نوشتہ

نحن العنادل والكتاب حديقة ... نتبد ولنا ازهارها فنصيح

حتى اذا ما صادنا اقدارنا ... غدرًا فمنّا ساكت وذبيح

ثلاثی مجرد کے اوزان کو عجیب خوبی سے نظم فرمادیا ہے۔

اوزان ثلاثی ہے عشرۃ ابنیۃ قفل صرد

عنق عنب ابل ... فلس فرس كتف عضد

قصيدۂ وعظيه المعروفة بالبائية الفنائية

الا كيف نشكو فقد ما نتطلب ... وفي نعم من ربنا نتقلب

فليس لابعاد الامان غاية ... سوى الموت فهو المنتهى وهي سبب

يهيم الفتى فيها وينسى حمامه   ويا ليته ينسى الفتى حين يتعب
وما هذه الدنيا وعيشتها سوى   سرور وحزن عنه نرضى ونرغب
اهلتها بيض واضواء شمسها   اسنة سمر في الكلاكل تثقب
اتتنا منايانا على حين غفلة   وقد طالما كنا نخوض ونلعب
فقيل لنا قوموا سراعا وسافروا   فسرنا وما غير الجنائز مركب
فساروا بنا سيرا الى دار وحشة   وظلماء ما فيها سراج وكوكب
على سطحها بول الكلاب وخرئها   وفي جوفها نمل ودود وعقرب
وكم ذات خصر ضامر تحت صخرة   لها اعين سود وكف مخضب
وكم من طري الجسم اصبح جيفة   وقد كان في شم الرياحين يرغب
وناح الورى من خلفه وهو سالك   وقد كان من لغط النوائح يغضب
يجيب الفتى في دار دنياه داعيا   فيخرج منها خائفا يترقب
فمن مات في ضوء النهار فماله   سمير يناجيه بليل ويطرب
ومن مات ليلا لم ير الفجر طالعا   الى ان تلوح الشمس من حيث تغرب
ولو مات كهلا فهو كالطفل وربما   يكون له في الولد من هو اشيب
نقلت من الاصلاب للعلم والتقى   وهاجرت اوطانا فكيف التغرب
تنادي شبابا قد مضى وهو باعد   وتبعد عن دار البلى وهي تقرب
رضيت بجسم منك كالورد ناعم   ولكن به شوك المنية تنشب
فلما دهاك الموت بنت عن الورى   فمن شامت يلهو وآخر يندب
وولدك ايتام وزوجك زوجت   وذكرك منسي وارثاث ينهب

وتحشر عريانا وقد كنت رافلا … رداء فخار بالتكبر تسحب
وان دفن الاصوات حولك ضجة … فكل له شغل بما هو يصحب
سواسية الاحوال ما زعزعتهم … رياح وامطار ومزن وخلب
احباء ولكن لا تزاور بينهم … شهود ولكن في الحقيقة غيب
ولو زار ارباب المقابر زائر … يجيئ اليهم ساعة ثم يذهب
ولو كشف الاجداث عمن تضمنت … فمن زارهم ولى فرارا ويرعب
ولو لم يكن الا المنايا كفى بها … فكيف وما بعد المنية اصعب
حساب موازين صراط نطائر … سلاسل اغلال الجحيم تلهب
أعباس هذا كله متحقق … فما لك لا تخشى ولا تتاهب
فهذا كلام بالغ في عذوبة الـ … ـمباني ولكن الزمان معذب
فكم ناقص قد زاد مني بماله … كما زاد اعدادا من الاسد ثعلب
ولفظ غليظ يرتقي فوق شعري الـ … ـرقيق كما يطفو على الماء طحلب
فلا بأس يا عباس فالمال زائل … وان ثواب الله ابقى واطيب
وقل رب عاملني بما انت اهله … ولا تجزني عدلا بما انا اكسب
فانك مولنا وانت ولينا … عليك توكلنا واياك نرهب

وصل على شمس الضحى سيد الورى
وعترته ما لاح بالليل كوكب

فی الصنائع البدیعیة

صنعت غیر منقوط	ورھط أمرؤدّھم سعادٌ		الی ما اصله الوسواس عادوا

علاوہ صنعت مذکورہ کے عروض وضرب مین تجنیس مرفو بھی ہے

صنعت منقوط	فشف تشبیب ذی خزی غبیٍّ		شقیٍّ یبتغی شقیٍّ بغیٍّ

اسمین علاوہ صنعت مذکورہ کے ضرب عروض مین تجنیس قلب ہے اور شقیّ اور شقیّ مین تجنیس خطی ہے اور کلمہ فشف مین عکس مستوی ہے اور نیز تلمیح ہے شعر امرأ القیس کیطرف

سوال جواب

صنعت قلب بطور سوال جواب	بیع فعیب ام عیب فبیع عیب فبیع

سوال بطرز دیگر

عیب فبیع ام بیع فعیب		بیع فعیب

رد الصدر علی الضرب	انام الموت ما ولدالانام لیوقظهم فما لی کم انام

علاوہ اسکے اس بیت مین انام اور انام مین تجنیس نام ہی اور نامة اور ایقاظ مین صنعت طباق ہے۔

صنعت ترجمہ	ومن یستعمل الافیون هانا		یقول البرد عن غسل نهانا

بے نظیر عنوان	فساد ولا اصلاح للحال بعده تعال الینا نحك عن سوء ما بیا

عجیب و غریب صنعت تجنیس	وان الانس جامعلنا انیس وما فی الانس جامعلنا انیس

ایضاً	نزد با وصف سختی لاف خارا مگر گل طینت حسنا کی ندارد		یری اللعل طبعا لا فخارا کہ با لعل شکر خا کینہ ندارد

مدح امیر المؤمنین میں یہ شعر مشہور ہے۔

از حنا بش لا سفتے آمد پدید	وز سہنا لنش ہل آتی آمد پدید

جناب مفتی صاحب نے جب سنا تو ایک عبارت انشا کی جو صنائع متعددہ پر مشتمل ہے اور اسمین علی الاتصال چند کلمات متحد الصورۃ مختلف المعانی عجب خوبی سے جمع ہوئے ہین قد حبر حبر حبر حبر حبر حبر حبر به الامیر قلب مسکین فقیر و اخرا ثر علی نفسه الشریفة و دفع الی اسیر و صدره بذکر حوبه عجبها الملك فنادی فی جو الفلك و هذا شعره الذی علا شعره

وله فی الجناس المرفو المجمع علی ضرب من الانشاء و الخبر

گفت موسی گذر افتاد پس از فاقه مرا	لکریم حسن الوجه یحاکی القمرا
زد صلایم ز سر لطف و کرم کای موسی	کل معی اغذیة صالحة کیموسا
گفتمش گرچه تو در محفل و مجمع بودی	لم یکن منقطعا عن احد معبود
مونسی نیست اگر غیر خدای داور	همه جا در تعب و رنج از و یاد آور

اجازه

قال بعض فی مدح امیر المؤمنین

له الخوارزمی

هو البکاء فی المحراب خوفا	هو الضحاك فی یوم الضراب

واجاز

فکان له اضطراب فی المصلی	و ربط الجاش عند الاضطراب

قال بعضهم

او قدت قد ما مجرات فضائلی	من نور طلعته و نار ذکائه
فاذا نطقت نطقت من الفاظه	و اذا وهبت وهبت من نعمائه

Checked 1987

فاجاز

من فیضه هذا المدیح وانما		قابلت بعض عطائه بعطائه
لکنه مع ذالک لیشکر ما صنعه	....	ـــ وان هذا من جزیل جزائه

فی الوعظ والتصیحة

لاتحسدن الناس فی لذاتهم		واذکر کثیرا هادم اللذات
هم میتون وانت ایضا میّت		ومن العجیب تنافس الاموات

حل اشعار مشکله در اشعار

قال بعضهم ان هندُ الملیحةُ الحسناءَ

قلت	ان امر مؤکّد بالنون		من الوأی مثل عد معنًی
	هند مدعوة بیا حذفت		وهو انکان مفردًا یبنی
	والذی بعدها فمنصوب		وهو مفعول قوله إنّا
	ولک النصب فیه اغراءً		او علی النعت فاروه عنّا
قال آخر	اذا ما جاء شهر الصوم فافطر		علی مشویّه وکل النهارُ
	فان کنا اثام البرایا		اذا قرنت برحمته صغار
قلت	اردت به القطاة او الحبارے		فکلهما یقال له النهارُ
	وذلک ان اتے فی شهر صوم		فکل مشویّه ما فیه عار
قال بعضهم	یا رازق الذرة الحمراء وابنتها		علی سماطک ملحًا غیر مطحون
قلت	یا راز فی الاصل یا رازی رحمه		والفعل ینصب ملحًا غیر مطحون
	فالاصل قد ذرت الحمراء وابنتها		فابدل الدال ذالا غیر مطحون

مراد قطاة ذکر اعصار ہے ۞ نقال لہ دیر فہم شد انہار

واللام تكتب تغليظا وليس لها	وجه يصححها عند الاساطين
ولو قنعت بتغليظ مذاكرة	كفى الغموضة فى لفظ ومضمون

ترجیع بند

مالی وللجسم الذی	هو عنقريب بال
اذ كنت رهن حفيرة	فقراء تحت رمال
قد فارقتنی رفقتی	وتغيرت احوالی
وتفرقت اعضائی	وتقطعت اوصالی
فی صورة لو ان رأی	بعض العدی لرثی لی
هبنی صبرت علی البلی	لو ان تركت بحالی
لكن لی من بعدها	اهوال يوم نكالی
من لی ومن يرحمنی	فی النار والاغلال
ام كيف رضوان الذی	اغضبته بفعالی
اذ لا محل لتوبة	وتدارك الاعمال

يا رب امن روعتی
بمحمد والآل

يا غفلتی عن مبعثی	متغير الاحوال
فردا ذليلا حائرا	متحمل الاثقال
متحيرا بتطاير	لصحائف الاعمال

متى قفا بمواقف	فيها عظيم سوال
متوحشا متخوفا	من شدة الاهوال
بسلاسل ومقامع	ومواضع لنكال
وجهنم نيرانها	سود كقطع ليال
وشدائد ليست يقوم	لهن شم جبال
كلا وصيرت السما	مهلا بلا امهال
وكذا الجبال تدكدكت	كالعهن بالزلزال

يا رب امن روعتى
بمحمد والآل

وارحم الهى شيبتى	ونحافتى وهزالى
بمصائب ونوائب	ياتيننى كنبال
فالجسم منى ذائب	قد صار مثل هلال
والقلب مجروح لها	والصدر كالغربال
لا شهر الا شاهرا	فوقى بسيف هلال
فالنقص فى عمرى به	والزيد فى بلبالى
والنفس تقعد همتى	بالطول فى الآمال
والدهر يضعف قوتى	لعظائم الاشغال
والشيب صبح مسفر	يحدو على الترحال
والشعر ابيض مهلك	صبرا بغير قتال

يا رب أمِن روعتي
بمحمدٍ والآلِ

قد حان حين ترحلي — واوان شد رحالي
لكن نفسي دائما — في غفلة ومطالِ
حتى اذا اضعفت عن الا — عداد للترحالِ
والموت خرب دارها — كالسيل باستعجالِ
فاستيقظت عن نومها — في حسرة وملالِ
وارت مخاوف لم تكن — في فكره وخيالِ
سالت دمعي سائل — والقلب ليس بسالِ

يا رب أمِن روعتي
بمحمدٍ والآلِ

فارسی سے مناسبت ازلی

عرب جاہلیت کی زبان کے ماہرین جریر اور فرزدق کی نواسنجیون کے لذت آشنا متبنی ابونواس اصمعی ابودلامہ ثعلب ودعبل کے مرتبہ شناس مفتی صاحب کی عربیت کا اندازہ کرچکے گو اُنکی اصل خاک شوستر ہے مگر مولد ہندوستان ہے علوم عربیہ بھی اُنھون نے یہین حاصل کیئے ہین اس اعتبار سے انکی مادری زبان اُردو ہے اور لکھنؤ اُنکی علمی نشوونما کا گہوارہ لیکن زبان عربی پر وہ اہل زبان کیطرح حاوی ہین اس راز کو عربی ادب کے جاننے والے جانتے ہین۔ کسی خاص زبان کے شاعر کو دوسری زبان مین کمال پیدا کرلینا

آسان بات نہین اسمین علاوہ فہم وذکا اور محنت وجانفشانی کے ذوق سلیم بھی مدد دیتا ہی سعدی شیرازی نے نظامیہ بغداد مین بڑے بڑے علماء سے عربی زبان حاصل کی مگر جابجا اُنکی نثر مین جو فقرات عربیہ یا نظم مین بعض بعض مصرع عربی آگئے اُنکی بے حجازی نمود سے نہین ملتی یہی حال حافظ کے عربی اشعار کا ہی باوجودیکہ ان لوگونکو عربی زبان دانی بہ نسبت اہل ہند کے نہایت آسان تھی۔

جسطرح یہ کمال قابل ذکر تھا اسیطرح فارسی زبان سے اُنکی ازلی مناسبت بھی قابل مدح ہی وہ علماء جن کو شب و روز عربی زبان کا شغل رہتا ہی اُنکی فارسی اور اُردو مین خالص زبان کا لطف بہت کم ملتا ہی نہ فارسی مین اُسکی اصلی حلاوت باقی رہتی ہے نہ اُردو مین وہ سلاست نثر کا ہر فقرہ اور نظم کا ایک ایک مصرع عربیت کے رنگ مین ڈوب دیا ہوتا ہی خالص اُردو یا فارسی کی کوئی عبارت لکھنا یا بولنا وہ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہین اور اسمین اسقدر تصنع پیدا کرتے ہین کہ بے اختیار ہنسی آجاتی ہی ایک بزرگ اپنے ملازم سے دودھ منگاتے ہین اور یہ جملہ اُس سے اُنکی زبان سے نکلتا ہی لبن سائغ خالص بلا انضمام شے آخر لانا۔

عربی کے ایک مشہور اور زبردست ادیب کے چند شعر ایک فارسی قصیدہ کے لکھتا ہون جس سے اندازہ ہوسکے گا کہ اہل عربیت کی فارسی کیسی ہوتی ہے ؎

شمشیر او حتف العدی نخچیر او لیث الشری — تصویر او شمس الضحی تنویر او بدر الدجی
علم لدنی در برش سر دو عالم در سرش — جبرئیل دربان درش طود النہی کہف الوری
برجاہ او ارض و سما آمد گواہ و رہنما — شد از زبان مصطفی فضلش علی غبر السری
قتال کفار عرب ضد تو دائم در تعب — قرن تو داع بالحرب فی النار فی دار البقا

یا منیجاً متوانیاً چون آمدم متدانیاً واھالمن فی قریۃ بیند ہمہ روے بہی	اعطیتمونی ثانیاً ما نلت منکم اولا فاحت روائح تربۃ کالمسک ما ھب الصبا
از کوے تو باغ جنان از خوے تو شد قدسیان	از روئے تو روشن جہان از موئے تو زھر الجمی

اسیطرح اِس قصیدہ کے تمام اشعار مین عربی زبان کا کیا کہنا مگر قند فارسی کی حلاوت اِس خوان ادب مین نہین۔

فردوسی کے شاہنامہ کا یہ کمال کم نہین کہ ایک لفظ بھی وہ عربی کی نہین لائے۔
شیخ بہاء الدین عاملی علیہ الرحمۃ کی فارسی اشعار دیکھو کسقدر شیرین اور فصیح ہوتے ہین۔ مثنوی نان وحلوا دیکھیئے جسکے شعر فصاحت مین ضرب المثل ہین۔

کاکل مشکین بدوش انداختہ یک دمک بنشست بربالین من	وازنگاہے کار عالم ساختہ رفت وباخود برد عقل و دین من

یہی حلاوت مفتی صاحب کے فارسی اشعار مین تھی باوجود اسکے کہ وہ دن رات عربی زبان مین غرق رہتے تھے مگر جب فارسی یا اُردو کی نظم و نثر پر قلم اُٹھاتے تھے تو اُسکے اصلی مذاق کو نظر انداز نہین کرتے تھے۔ ذیل کے مختلف نمونون سے اسکا اندازہ ہوسکتا ہے۔

فارسی نثر کے مختلف نمونے

عبارت در نثر عاری — در کتاب اربعین از عبد اللہ بن خالد مرویست کہ گفت ہمراہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب بودم وآنحضرت از کوفہ برآمدہ عبور بر قریہ کہ آنرا نخیلہ گویند افگند پس از انجا بنجاہ یہودی برآمدند و گفتند کہ تو اگر وصی پیغمبر آخر الزمانی

ومعجزهٔ محمد داری در کتابهای قدیم خوانده ایم که درین سرزمین سنگی است که بران نامهای جلیل نوشته است وکسیکه آنرا برمی آرد هم جلیل است وبرنمی آرد آنرا از تراب مگر او برآ پس اگر باین صفات موصوف هستی ما را نشان بده که آن سنگ کجا است حضرت فرمود که همراه من بیائید پس جنود یهود و مسلمین قدم بقدم آنحضرت رفتند تا اینکه در صحرا رسید پس پشتهای ریگ دید و فرمود که فرود آئید پس پائین آمدند و دران مقام گودالی پر از آب بود پس آنحضرت وضو کرد و نماز خواند و شب در دعا بسر کرد هنوز دعاهای او تمام نشده بود که دم صبح هوائی بر ریگستان وزید چنانچه در راه مکه میوزد و یکی از پشتهای ریگ را از سطح زمین برداشت پس حضرت به یهودیان فرمود که درین مقام بکنید بعد از کندن سنگ عظیمی ظاهر شد اما نقش وکتابت بران نبود پس حضرت فرمود کتابت بان روئی سنگ است که بزمین ملصق است پس چهل کس آمدند تا آنرا برگردانند نتوانستند آنوقت حضرت پیش آمد و آنرا برداشت و نقوش ظاهر شد که بخط عبری مرقوم بود پس دانائی یهودیان حاضر آمد و آن نقوش را خواند و بران اسماء انبیاء صاحب شریعت یعنی آدم و ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد مکتوب بود پس یهودیان بردست حق پرست آنحضرت ایمان آوردند و در وقت اسلام عرض کردند که ذکر تو پیش ما هست و تو بغریب کشته شوی و مدفن تو همین زمین باشد حضرت فرمود وکان ذلك فی الکتاب مسطورا

عبارت دیگر | مجلس سوم از کتاب حسناء غالیه المهر فی تفسیر سوره الدهر در حجیه دوم مسالک بظواهر قرآن باید دانست که آیات کلام الٰهی هر دو قسم است یکی محکمات و دیگر متشابهات ومحکم عبارت از آیتی است که معنی آن واضح باشد و متشابه خلاف آن باز محکم هر دو قسم است اول نص دوم ظاهر و نص آیتی را گویند که بغیر معنی واحد دیگر نداشته باشد و ظاهر آنرا

خوانند که دو معنی داشته باشد گر یکے راجح و دیگر مرجوح راجح را ظاہر گویند و مرجوح را ماول و مجمل که معینش تفصیل نداشته باشد در متشابه داخل است مثال نص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آمد چه بغیر از یکتائے معنی دیگر بر نمی آید مثال ظاہر اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ معنی ظاہرش ہمین است که مالک و اولی بتصرف شما خدا و رسول اوست و مردمانی مومن هستند که نماز را برپا میدارند و زکوٰة را در حالت رکوع بجاے آرند و انچه سنیان میگویند که ولی بمعنی دوست و مددگار است و مراد از راکعون اینست که عادت شان در نماز رکوع کردن است نه اینکه زکوٰة را در خصوص وقت رکوع میدهند پس اینهمه ماول است۔

خط بے نقط عالم مراسم عدل و داد سالک مسالک صلاح و سداد مالک ممالک ولا و وداد محرم اسرار کردگار مرہم دل سوگوار سردار اہل کرم سر کردہ اولو الہمم ملا محمد اسلم سلمہ اللہ الاکرم۔ اہم مرام و اول کلام حصول مہام امور و وصول حال سرور۔ دگر محرر سطور ارادہ مکہ مکرمہ و حرم رسول اللہ و محال مطہرہ امام دلدل سوار و آل اطہار دارد ما عدم مال و درم سد راہ مامول که اعطاء ماهوار دو سه ماه را حکم محکم حواله کلک گوہر سالک گردد که در اہم معدودہ در رسد و کام دل روا گردد دو سه سطر کلام عاطل را ارد ما للاصلاح ارسال کردہ

سرم را که سود عطا کرده
همه سال و مدارم آه و الم
سر آمد دلا راه مهر و ولا
مده طول راه مهر و کرم

همه درد سر ادوا کرده
که هر سال و مه کارها کرده
که طول امل را رها کرده
اگر وعده وصل ما کرده

سحر دور گرد هوا و هوس
مرا کار گردد گره در گره
دهد لعل هم کام ما هم الم
عمر کم مدد و وعده کم مرد

مگر در سحر ها دعا کرده
گره ها که در طره ها کرده
که اهل هوس را صلا کرده
والسلام والاکرام۔

رقعه سلیس بنثر عاری مهربان من سلامت۔ مدتیست که رقیمه بهجت شیمه نرسیده ازین
جهت خیالات و توهمات بخاطر خطور میکند موانع بخیر باد احوال اینصوب قدرے مینویسم
بیماری یعنی تپهائی صفراوی بسبب امتزاج الفصلین دائر و سائر در هر خانه یکے دو تا بستر
افتاده لیکن از فضل الٰهی زود شفا حاصل می شود۔ دیگر آنکه چند روز پیش باران بشدت
آمده خانه هائے خام و پخته را خراب کرد غربا بدرد خانه خرابی مبتلا شدند خدا بفریاد شان
برسد و عدم معیشت بحد افراط صورت فلاح و بوے خیرے از کسی بنظر نمی آید اینها همه
نتیجه افعال ذمیمه و اعمال قبیحه خلق است چاره بجز توبه و انابت نیست فرمایش آن
مهربان انچه بهم رسیده بصحابت آدم معتبر بخدمت فرستاده عنقریب خواهد رسید
آمدن کشتی هائے مال درین موسم بارش و طغیانی آب دشوار اقمشه مطلوبه در حیز تاخیر
افتاده و طاقه هائے سنوات گذشته آب و رنگ ندارند یکماه بعد خاطر خواه بدست خواهند
آمد خاطر شریف جمع داشته باشند کاغذ استفتا بدستخط و مهر مجتهد العصر والزمان مزین شده
دو ورق خط هذا بنظر شریف میرسد بسبب دیری و درنگی منشی کواغذ گذاشته فراموش
کرده بود امروز یافته درست شد دیگر تازه که قابل تحریر باشد نیست زیاده والسلام۔

رقعه بطرز اہل ایران اخوی زاد لطفکم دیروز عجب نقلے گذشت بخانه نشسته بودم
که کسی حلقه در زد رفتم آقا محمد اصفهانی بود نشاندم و نشستم خوش آمد بیدنیم را صدا
کردم که قلیان چاغ بکن بیار آورد میکشید که آقا حسن آمد گفتیم بیائید بفرمائید باهم
نشسته بودیم حرف میزدیم آقا حسن گفت دلاک شما کلکته سفر کرد گفتیم کے گفت دو ماه شد
شنیده ام اونجا تجارت میکند چند دسته کاغذ چینی خرید کرده است این بود که می
بینم دلاک مذکور می آید امد گفتیم ناخنم بچین نچید گفتم از دسته کاغذ چینی برخود می چینی

ناخنم نمی چینی حضرات لب خنده کردند و گفت او نزد ار ناخن چیدن نیاورده ام درین
بین دو مرد جلنبیری دیگر آمدند و پائے انداز ما نشستند اظهار کردند که با می خواهم حرف شما
را یاد بگیریم گفتم خوب است دهقانی اُستاده بود آقا حسن بشوخی با و گفت چیز خورده او که نمی فهمید
من گفتیم بلے صورت کلاه خورده است آقا را خنده گرفت این دو مرد که دیدند که از لفظ کلاه
خورده آقا حسن خندید گفتند الحمد لله حظے از صحبت جناب برداشتیم و حرفے یاد گرفتیم گفتم کدام
حرف گفت صورت کلاه خورده خیر درین اثنا آقا حسین علی شیرازی که مرد صاحب شعو
هست آمد و نشست کج خلق و مغموم بود اینها خواستند که او را بخندانند همون قسم که من
آقا حسن را خندانیده بودم گفتند شما صورت کلاه خورده برآمدید او پاشد و آستین ها
بالا زد و فحش هائے عرضی داد و خواست که یک کشیده بزند بمن کرد گفت که این هر دو
فلان شده کیستند تو می شناسی گفتم خیر به بخشید اینها حرف نمی فهمند نقل را حاے کردم بدش
آمد و گفت اگر اینها حرف نمی فهمند پس معلوم شد تو اینها را یاد داده هر چند معذرت کردم
نشنید و رفت من خانه اش را بلد نیستم والا که می آمدم شما اگر سُراغ دارید به خدمتگار من
نشان بدهید زیاده - والسلام -

رقعه در تعزیت سوفتر علم و عمل خاصه خداوند عزوجل واقف رموز قرآنی مخزن
اسرار ایمانی کاشف معضلات اخیار سالک مسالک ائمه اطهار وارث علم پیمبرے
مروج منهاج اثنا عشری دریائے انوار تحقیق معدن جواهر تدقیق سقاه الله المتعال
رحیق النوال - ثمره نخل ماتم یعنی قلم محنت رقم بعد از وسمه کشی ابروے قرطاس ماتمی
لباس بمرکب تحیت و سلام و تفخیم و اکرام مشهود رائے خدام میدارد که غره شهر صفر که
در حقیقت سلخ عمر احبائے باخبر بود خبر فوت افضل الفضلا اکمل الکملا صاحب مناقب جلیله

جامع ضرائب جمیله شاه خاور داناائی نیّر اکبر کبریائی حکمران شهرستان دینداری پیشرو
پیشروان پرهیزگاری نبض شناس بیمارستان حقیقت اشارات فهم قانون حکمت اوحد العصر
والزمان اعلم العلماء الاعیان شائسته افسر پیشوائی مرحوم سید مهدی طباطبائی درین نواح
رسیده لیکه از شنیدن این واقعه هوش ربا و حادثه جان گزا افاضل ایدیار و هم این
خاکسار بیمقدار را لاحق حال گردیده نه چنانست که پاره ازان بقدر گویائے قلم و گنجائش
حوصله رقم بوده باشد عالم لیل و نهار در نظر تیره و تار و گلشن روزگار سر بسر خارزار می نماید
والحق رخنه عظیمی در بنائے اسلام و مصیبت جسیمی بر دین خیر الانام افتاد بلے عادت چرخ
سفله نواز و زمانه شعبده باز از طلوع صبح ازل بدینسان بوده و تا منتهائے مسائے ابد همچنان
خواهد بود که اهل کمال را ساغر ناگوار آجال می چشاند و جهان را روز و شب در محفل عیش و
طرب می نشاند اما در حقیقت این از قضایائے شعریه و کلمات خطابیه است که در عالم احزان
بر زبان قلم شکسته زبان رفته والا تعلق امور غیبت و حضور و سر رشته حیات و ممات بدست
حضرت فاطر السماوات است و بمصداق كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ و فحوائے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت
هر که لباس حیات پوشیده کفن وفات خواهد پوشید و آنکه غسل زندگانی خورده زهر مرگ
خواهد چشید جهان گذران را ثبات و قرارے نیست و عمر بے وفا را استمرارے نه غزل ؎

خوش است عمر چه حاصل که جاودانی نیست — پس اعتماد برین چند روز فانی نیست
درخت قد صنوبر خرام انسان را — مدام رونق نوباوهٔ جوانی نیست
گلیست خرم و خندان و تازه و خوشبو — ولی امید ثباتش چنانکه دانی نیست
مدام پرورش اندر کنار مادر دهر — طمع مکن که درو بوئے مهربانی نیست

بهر حال چون دامن آن ولی ذو الجلال از دست رفته باری گوشه جامه صبر را

از دست نباید داد و سر از راه تسلیم و رضا نشاید کشید چون بفضل الله از خفایای علوم آگاه می باشند اظهار اجر و ثواب بحساب که در اختیار صبر و شکیبائی و ترک جزع و اضطراب مندرج است چون چراغ پیش آفتاب افروختن و متاع بطالت اندوختن است البته در اعقاب صلوات و اوقات خلوات دعائے مغفرت آن مغفور و مبرور را المرافقت ملاء اعلی باعث مزید سعادت دنیا و اخرے وانند و تا توانند وظائف حق معلوم باخلاف اشراف آن مرحوم رسانند ما نیز از خداوند عزیز طلبگار امرز بش آن فاضل حمید و توفیق و تائید آن سید سعید می باشیم بعید نیست که بفتوح روح ممدوح او حجاب غفلت از پیش دیده بصیرت ما بر اندازند و چشم عبرت درین دار محنت مفتوح سازند ؎

چشم بگشا سبک از خواب گران کن خود را	بر هوا پای بنه تخت روان کن خود را
میکند کار لبنان لب افسوس اینجائو	لب بگز فارغ از اندیشه نان کن خود را

انچه از تصانیف آن سید جلیل و عالم بے عدیل بجلوه گاه ظهور و منصه حضور رسیده باشد بارسال آن بر دل و جان این هیچمدان منت گذارند که در بیهوشی فراق آن گل گلشن دین بمنزله گلاب مایه افاقه و تسکین شود به تواتر مسموع شد که از بس طریقه مرضیه احتیاط مسلک آن خدا بیامرز بوده است به تصنیف و تالیف کمتر التفات داشت و بیشتر انچه می نوشت بآب میداد و بر صفحه دهر نمیگذاشت باز هم چون فیض جبلی دریا منشا نست البته رشحه در اکواس و اقداح و نقطه بر قرطاس و الواح مانده باشد قلم اینجا رسید و سر بشکست۔

رقعه در تعریف فیل | فیل آسمان در جلو نواب عظیم الشان رفیع المکان بلکجا اقبال روان باد۔ فیلیکه از راه احسان و امتنان باین گرفتار زنجیر احزان مرحمت شده سواد

مرکب از توصیفش پے نیل مقصود خشکیده تعالی الله ما اعظم شانه از عظمتش چه نویسد که فضائے
دنیا برو تنگ است اگر خالق او را مخلوق میکرد زمین بر روئے آب قرار نمی گرفت و کره نار تا مقعر
فلک تو ار میرفت کشتی جهاز النگر نیست و عالم آب را معبرے اگر گوئی زمین بجائے آسمان
است بجا ست و اگر آسمان را با او سنجی خطا دلیل آنکه پله او هنوز بر زمین است و پله
آسمان بالا چرخ برین کوه پیش او لکه ابرے مینماید و پشته زمین پشه بے پرے فیل مگو طغیانی
نیل است نکته سنج خیال وسعت آباد حبش را خال سیاهش می سنجد و عکس چهره شکوهش
در آئینه تخته زنگبار می گنجد سواد شام از خط پیشانیش پیدا است . و صد هزار چین در
چین جبینش هویدا شیر از صولتش چون روباه زهره گداخته و گوزن از هیبتش زهره باخته
دمیکه خرطوم علم سازد گردن را بر بدن لرزه اندازد پنداری بلائے سیاه هیبت
معظم یا شب یلدائے مجسم خرطوم مگو عصائے موسیٰ است یا صور اسرافیل کمند رسائے
خرطومش چه کم بوده که دو نیزه خاره اشکاف از دندان افزوده از جنبش دمش کوه سرمه
سا و از صدائے نعره اش گنبد سپهر پر صدا اگر از خشم خرطوم بهوا اندازد کره هوا انقلاب یابد
و اگر از غضب پا بر خاک گذارد آب از شکم زمین بر آرد از صدمه پایش زلزله در شهر افتد
و از غلغله صدایش کوه را اضطرار روداده چشمش تنگ تر از حلقه جوشن فولاد و گوش
گشاده تر از بادزن عنصر باد گوش مگو بادبان کشتی نوح علیه الصلوٰة است یا دامن پرده
ظلمات سر و کله اش کوهے زیر و کوهے بالا است یا نه طبق آسمان یکجا کجاک در دست
فیلبان نیمه هلالیست از ابر سیاه نمایان لموله ـ

مگو فیل قهر اله است این	سرنامه هائے آتشهاست این
اگر سوخت از قهر تو شهر کفرها	بجا مانده خال سیاه هست این

چو هندوش ببیند مسلمان شود	که بر قدرت حق گواهست این
نیاید دو دندان او در نظر	دو مخروط نور نگاه است این

می خواستم دفترے در وصف سواد تنش سیاه کنم لیکن کمیت قلم مشکین از تصور آن سیه مست غرور رم خورده مطلق العنان کرده شد روے دوستان سفید تر از عاج و بخت دشمنان سیاه تر ازین شب دلج باد۔

رقعه در مذمت اسپ فارس عرصه سخن سازی پیشتاز فارس تازی ابد الله ظله العالی

بعد از طی مراحل اشواق و قطع ذکر بوادے فراق که سمند خامه در بیانش سکندر یها میخورد و ابلق لیل و نهار بمنزلش پے نمی برد واضح رائے آن یکه تاز جولانگه سخندانی آنکه نواب هلال رکاب شاهزاده کام بخش رخش سست گام برائے حقیر فرستاده که عرصه وصفش بر بیک خیال تنگ افتاده سبحان الله عجب اسپ است ناتوان که چون سایه از زمین بر نمی خیزد و یکقدم نارفته عرق میریزد شیحه اش از آواز مور آهسته تر و بنیه اش از تار عنکبوت گسسته تر از بار زین کمرش خم است و از وزن کاه ثقلش کم د بنسیم سحر چون کاغذ باد بپرد و از لکد مگس جان سلامت نمی برد از نفس کشیدن لرزه بر اندامش می افتد و از تازیانه زدن جگرش میترکد گویا هیولائیست بے صورت یا دعوائے است بے حقیقت اگر پشه پری باو زند فیلش فهمیده رم کند چون نهرے پیش رویش آید از خوفش آب شود و اگر آفتاب بالایش تابد از گرمیش کباب گردد دمش پریشان تر از حال درویشان و پشتش مجروح تر از دلهائے سینه ریشان طلعتش کالشیطان الرجیم و گردنش کالعرجون القدیم مرتع جلدش از داس رکاب بدرد رسیده و بنیه زار استخوانش بصدمه فتور رسیده بیه اش خیالیست

. . . .

موہوم وپایش ستونی مہدوم اگر شیر قالین را باو نمایند جانش برآید واگر بر سطح دیوار چسپانند
تصویر نماید اگر او را با پوست آہو کشند سبک باشد واگر بپوست خرزہ بجز ند گران تا
راکبش چون طفل نے سوار او را بخود کشیده است استاده است وہمینکه عنانش از دست
داده دم برو افتاده مثنوی

زمین گیر از ہجوم ناتوانی
برنگ اسپ شطرنج استخوانی

نمی جنبد بصد دشواری از جا
که از آماس دارد کنده بر پا

زفکر رنگ او اندیشه ناکام
ندارد ہیچ دقت یکمو بر اندام

نگردد چون رہ خوابیده بیدار
باین معنی توانش گفت رہوار

چو در یک وقت وساعت ان سگ پی
بروزی مے کند دہ گام رہ طے

غرض کز صبح تا شام این معطل
تردد مے کند در گام اول

بیفشانی چو حکم ریسمانش
زہم چون سبحه ریزد استخوانش

چو مرغے کز قفس جنبش ہویدا است
دلش از رخنه پہلوش پیدا است

خلاصه اینکه اقل العبادان مرکب سست بنیاد شاہزادہ جواد پیش داد دم
واگرنه برائے ملاحظه ان عالی نژاد در قیمه او دابچیده می فرستادم زیاده گردش ایام
بکام و توسن چرخ نیلفام رام باد۔

رقعه در حال دزدی عسس کشور باطنی و محتسب قلمرو معنی شعله جان سوز رہزنان دین
و شحنه خانه برانداز اہل بدعت و کین ابده الله رب العالمین بالعز و التمکین بعد از تزئین
حانوت مودت بامتعه تحیت و عرض کالائے نیاز و اخلاص بر منظر انور تقدس اختصاص
ملتمس آنکه جارچی اتحاد و پاسبان وداد یعنی نامه تودد آما و مکتوب اشفاق انتما مصحوب قاصد

همایون قدم مسیحی دم که مردم چشم خیر مقدم کویش و مشام روحانی مست بوییش بود رسید تحریر او تقریر ا استفسار اسباب معیشت و زندگانی و تفقد حال این انس گرفته بے سرو سامانی کرده اند مصرع عجب عجب که ترا یاد دوستان آمد مخلص نواز اتر کمان روزگانا هنجار غارت کن اثاث کاروان حیات است و بد و یان ماه و خورشید قطاع لطریق قافله عمر بے ثبات هر چه از آسمان بعاریت یافته ایم مال دیگران است و خانه ویران که آنرا مسکن ساخته ایم سرائے گذران للکاتبه

سر و سامان من چه می پرسی ... که از نهام را کناره بود
انچه در کار هست با ما نیست ... انچه با ماست هیچ کاره بود
جامه صبر را که می پوشیم ... کهنه ناگشته پاره پاره بود
مال غیر یکه شب شمار کنیم ... دانه هائے درستاره بود
چند شعر است در بضاعت ما ... مایه آتش نیز استعاره بود

از ماهتاب و آفتاب و قرص نان نمایانست انهم بر خوان آسمان و از قسم تخت و افسر خاکی زیر پاد کردی بر سران نیز در کوے جانان بیت

لنگے زیر و لنگے بالا ... نه غم دزد نه غم کالا

سواری در دست طفل خورد سالے بود آنرا هم دزد بد مآلے ربوده بقسمیکه عقل ارسطو نشانش نداند و فکر بو علی حیران بماند بحاشش اینکه چون طفل پیرایه خواب پوشید مهمانی از معاریف رسید و در بغلش کشید ظاهر او ست بر نجن از دست بیرون کرد که بچه فریاد بر آورد و اقربایش چون گلدسته در دوش نشسته و او مانند صبا که بوے گل رامی برد کار خود کرده چون دستش خالی یافتند تلاشی نمودند غیر از پوست جسمش و پرده

چشمش هر ستره او را کشوده ند نمیدانم که ان زیور را بر پر عنقا بسته پرانده یا بکوه قاف ش رسانده یا باب دهن آمیخته در فم معده آتش ریخته رمال خاک بسر کرده و گرد ش نرسید و عامل افسون کرده بجز درد سر هیچ ندید پاره در تعریف ان عیاره درین قطعه اشاره کرده میشود و اندکے از حال آن شعبده باز بزبان قلم سحر طراز میرود لمولفه ۔

دزد نیست که رنگ از رخ گلزار بدزدد	از پیک صبا سرعت رفتار بدزدد
معنی برد از سینه و آواز ز حلقوم	حرف از قلم و وزن ز اشعار بدزدد
نان برد ز کشکول گدایان و عجب نیست	تبسم نمک خنده دلدار بدزدد
گر دست بیابند بر اهل عدالت	از قاضی شان جبه و دستار بدزدد
از زلف صنم نافه تاتار رباید	تنگ شکر از کنج لب یار بدزدد
از عاشق بیچاره رباید گهر اشک	داغ از جگرش در سر دینار بدزدد
بیرون بکشد دولت قارون ته خاک	از چرخ در ثابت و سیار بدزدد
گر تیغ برد از کف مستان عجبی نیست	تیر مژه از دیده بیدار بدزدد

و درین زمین دیگرے گفته و گهر ران بها سفته ۔

دزد نیست که زهر از دهن مار بدزدد	خال رخ زنگی شب تار بدزدد
گر بهر طوافے برود سوی مزارے	از مرده کفن و ز کفن آهار بدزدد

هر چند قطعه حقیر مضمونے دلپذیر نداشت اما برائے وزن شعر بر نگاشت زیاده ساز و برگ کامرانی در دست نتیجه ان حبیب روحانی جاودانی باد و مهربان حفظ الهی دار الامان صحت جسمانی ان مهربان را پاسبانی کناد بالفیض القدسی و آیة الکرسی لراقمه ۔

نیست نثاریکه بود دسترس ＊ تحفه ما نقد سلام است و بس (نوشته هفدهم جمادی الاولی سنه ۱۲۵۲هـ)

رقعه در تعریف خیاط منبع نوازشهائے دلدوز و مخزن مرحمت هائے خاطر افروز سلامت
هر چند رشته نا استوار حیات هنوز از مقراض اجل محفوظ است اما بیت۔

در لباس زندگی راحت نمی دانم که چیست		این قبائے تنگ را عمریست میپوشم بزور

از انجا که تشریف غربا نوازی بر بالائے شریف راست است و مسند عزت و علا
چون فلک اطلس بے کم و کاست التماس می شود قبل از انکه خیط ابیض بر بساط فلکی
سر زند خیاط قبائے زرتار آورد و پنداری تکمه اش از آفتاب زده ظاهرا سوزن حضرت
عیسی علیه السلام بدستش افتاده یا خود درین فن ید بیضا در آستین دارد چشم توقع بر
آن دوخته که او را در سلک ملازمان منسلک گردانند و از قطع و برید حوادث روزگار
وارهانند تا پیوند ایام و لیالی باقیست باقی باشند۔

رقعه در تعریف خط معشوق بلبل چمن خوش گوئی عقیق یمن پاکیزه خوئی شمع انجمن آرائی
محبت ساقی صهبائے مودت نضر الله ریاحین آماله باقطار امطار افضاله بعد از اهدائے
هدیه رضیه سلام که سنت سنیه اسلام و تحیه بهیه دار السلام است منطبع سنجنجل دل صفا
محل آنکه گلدسته خجسته بهارستان وداد و غنچه شگفته چمنستان مراد یعنی مکتوب بدیع اسلوب
و تعلیقه محبوب مرغوب از نزول فیض مشمول کماء النهر اذا جرے وطیف الحبیب
اذا سرے دماغ آشفته را تازه تر و دیده غمدیده را منور گردانیده روائح روح
افزائش آتش شوق را باد زن و دسومت عبارت هائش چراغ عشق را روغن گشته
فلمیدانم این خط گلزار آن رنگین سخن است یا حسن سبزه رنگان دکن یا سبزه زمردین
چمن یا بخت سبز من خط گو رائحه کاکل یار آمده است یا نسیم سحر از شهر تتار آمده است
یا این بیاض بین السطور است در سواد خط ریحان یا سرچشمه آب حیات در ظلمات

نمایان ہے یار روے آفتاب روے در میان زلفین تابان یا تابش صبح بر افق آسمان لکاتبه ۔

اے گل روے ترا جنت ماوا از رسد	طوبی و سدره بآن قامت رعنا رسد
چون رسد از تو نسیمے گذر صبح چنان	که بدامانش سر دست تمنا رسد
حبذا نامه جان بخش که از دوست رسید	وه چه خطے که بآن معجز عیسے نرسد
رشک گلزار ارم غیرت ریحان خطے	که به پیچ و شکنش سنبل سودا نرسد
وے سر شام چه خطها که ازان خط بردم	همچو رندے که سر صبح بمیخانه رسد
نه همین معنی او جلوه گه طور بود	که به ما بین سطورش ید بیضا نرسد

بالجمله از جلوه ظهور آن نگار معنی که در لباس صورت بر آمده بود از خود رفتم و بیهوش گشتم و بعد ازان که به مخلخله راحت پرورده و شیشه ماء الورد بحال آمدم پرتو شمع طور در وادی روشنش دیدم و صداے فاخلع نعلیک از طرف ایمنش شنیدم آنگاه زبان بے زبانی چون شمع آتش بیانی سر کرده قلم به ثناخوانی آن نگارخانه مانی گل مقصود بدست آورد از انچه بیاد مانده در دامن بیان نشانده و هو هذا ۔ لراقمه

شمع کافور است این یا بیت معمور است این	ساق بلور است این یا ساعد حور است این
نیست این بین السطور نامه نامے یار	آیه نور است این یا شجره طور است این
شربت قند و نبات است این و یا آب حیات	یا عبارات شما یا آب انگور است این
مست و مدهوشم چه کیفے بود در اشعار تو	نفخه صور است یا صهبائے پر زور است این
تار موئے شما یا تار گیسوئے شما	جاده کوئے شما یا سطر مسطور است این
سطر نے سلک گهر یا رشته جان جهان	گردن میناے مے یا تار طنبور است این
این من و سلوی است یا حلوا است یا لطف ادا است	جنگ صلح آمیز تو یا شهر زنبور است این

چیست این آئینه یا سینهٔ بی کینهٔ	یا صفائے جوئبار رق منشور است این
نقطهٔ مشکین است یا هندوی است یا خال رخ	یا سویدا یا سواد دیدهٔ حور است این
این الف یا سرو موزون یا قد رعنائے تو	یا نهال مقصد عباس مهجور است این

از استماع بارآوری و وجه مطلوب و اهتزاز نفحهٔ مقصود مرغوب معجون مفرح القلوب بدست آمده چون دست اشتیاق از اول تخیه گیر این مشتاق بود و شریعت وفاق از ابتدائے فراق ترغیب طوف حریم تلاق میفرمود الحال لمعهٔ ایمائے مسرت انتمائے آن انسان العین مستحب را واجب و فرض عین نموده خداوند یگانه پیوسته و جاودانه با این مراسم دوستانه باشنائے آشنائی و یگانگی بیگانه وارا د بمحمد و آله الامجاد (مرقوم هیجدهم جمادی الاول)

رقعه در تهنیت تولد فرزند تا جبین خونین خورشید از مشیمهٔ صباح نمودار و در شکم امهات سفلی از قطرات فیوض آبائے علوی باردار باشد گهوارهٔ حیات و زندگانی و دبستان سرور و شادمانی از جبین نور آگین وجود فائض الجود ان سلالهٔ فرزندان آدم و حوا پُر نور و معمور باد بعد از سلام سنت الاسلام که غیرت غنچه هائے دار السلام است مشهود خاطر تو دود فاتر آنکه دیروز هنگامیکه طفل اشک زیب کنار و جول دیوانه از دست ابنائے روزگار سنگسار بود برید همایون قدم و نسیم مسیحادم رسید مژدهٔ میلاد مرشد زاده زاد الله بقاءه و سناه رسانید مشام روح و فؤاد و مذاق محبت و وداد از رسیدن این خبر فرحت اثر تر و تازه و لبریز لذت بی اندازه گردید زبانی قاصد مبارک پی مسموع شد که قبل از تولد فرزند ارجمند حریم حرم خاص و مخدرهٔ عفت اساس را کمال الم و وجع در هنگام وضع عارض شده بود و چنان می نمود که رشتهٔ امید زندگی منقطع می شود و خرمن آرزوئے والدین بباد فنا میرود و علاوه بر در ره غثیان و قے و تهوع پیاپے از اکل و شرب آب و طعام و حصول شمهٔ از راحت و آرام ممانعت میکرد و قوابل پشت دست حسرت میگزیدند و طبیب و عامل چو نرگسستان و سجاجل از حیرت صورت همدیگر میدیدند قافله و قوع در سلک و طرق خضوع و خشوع متعاقب و بیت و صفحات چو از ظلمات اندوه رنگ آسمان کبود پیرهن و صورت سوسن میگرفت

دوار از اثر نشان نبود دعا را باجابت اقتران نه که بیک ناگاه مرضعه تقدیر آلهیه
بر سر التفات دمادر ایام ولیال از راه مهر و کرم آمد خلاق زمین و آسمان و فرمان فرمائے
عالم امکان دانائے مافی الارحام و ملجائے حاجات انام بر دل افکاران غمدیده
و سوگواران محنت رسیده رحمت فرموده عقده سربسته مشکلات را دریک طرفة العین
بے ناخن تدبیر کشود و نوباده اقبال لایزال به ثمره شیرین بار آورده دیدهٔ دولت و حشمت
بنور مولود منور شد نوائے زمزمهٔ عشرت برخاست و محفل طرب رونق عجب یافت
پیر فلک از کمال خرمی دم از جوانی زد و مغنیه زهره نغمهٔ دلفریب سرود و عجیب برکشید
نقارهٔ جاه و جلال چنان غلغل انداخت که کران عالم را شنوا ساخت و انجمن خرمی
بدانسان زیب و زینت بهم رسانید که وارستگان مجرد را محو تماشا گردانید خداوند عالم
مقدم میمنت توام آن غرّهٔ ناصیه ابهت و قرهٔ باصره مملکت را نور افزائے اختر سعادات
گرداناد و این نوباده گلشن امانی و آمال را در زیر سایه بلند پایه آن عالیجاه تا دیرگاه
محفوظ و مصئون داراد بالمجد و آله الامجاد۔

رقعه بعض احباب | بعرض میرساند عصرے که فی الجمله طبیعت درست بود دیدم پس
سواری شکسته و ازین راه زیارت درگاه بسته است قطعه که بخاطر گذشته بخط
شکست نوشته شد ؎

بے تو اے دوست محفلم بشکست
نه سوارے است نه پیاده روے

دلم از شدت الم بشکست
پالکی نیز چون دلم بشکست

بالجمله از حضور معذورم زیاده زیاده ادام الله اقبالکم و ضاعف اجلالکم۔

جواب باصواب | بعرض میرساند برائے وصف رباعی تازه اجتماع حواس خمسه لازم

و دل و دماغ بشش و پنج آشوب عالم گرفتار حقا که رباعی خوبی در سلک نظم کشیده اند بمضمون شکست پالکی طرف حصول زیارت بسته بودم ۵ آخر رقعه ات دلم بشکست

جواب دیگر بعرض میرساند ۵

بارک الله رباعی که از و	رنگ بر چهره الم بشکست
دلم از بستن امید وصال	کمر کوه مشکلم بشکست
لیکه از علم عذر ای کل فضل	خار در پرده دلم بشکست

زیاده زیاده۔

جواب بجواب بعرض میرساند سبحان الله عجب قطعه برجسته در عزت افزای چهار مصرع شکسته بسته این دلخسته زیب رقم گشته۔ ۵

وصف این قطعه کرد قطع سخن	چه نویسم اگر قلم بشکست

جواب بجواب دیگر بعرض میرساند ۵

طره بشکست و دل باو بستم	من اسیر و سلاسلم بشکست
تا چه سان بگذرم ز لجه غم	زورق از لطمه الم بشکست
چون رسم تا بکعبهٔ مقصود	ناقه افتاد و محملم بشکست
رزق پا هم نماند کز سختی	خار این راه و منزلم بشکست
روی اخلاص هم نمایان نیست	بسکه آئینه دلم بشکست
نیست روشن سواد نامه من	کاندرین کشمکش قلم بشکست
چه نویسم که از شکسته دلی	وزن اشعار یک قلم بشکست
سید ابنگر از نظارهٔ دوست	چشم تا بسته شد دلم بشکست

زیاده زیاده

رسید کے خطوط

میر عابد علیصاحب محمود آبادی نے ایک مرتبہ آم بھیجے تھے اُسکی رسید تحریر کی۔

انبتکم اللہ نباتاً حسناً ۔ وزادکم بہاءً وسناً

(۱) قریب پانصد دانہ انبہ کہ قسمے ازان ہمرنگ سبزان دکن وصنفے حیرت بخش نرگس چمن۔ برخی در لباس سندس خضر بالائے بالائے حور عین وبعضی گر صفراً فاقع لونہا تسر الناظرین مع صحیفہ شریفہ ونمیقہ انیقہ کہ از حلاوت عبارات وطلاوت اشارات شربت نبات وآب حیات را غرق عرق انفعال مے کرد شاہد شیرین کار فقرات خوشگوارش آئینہ انبہ را پیش رونمی آورد رسید مذاق محبت را لذت گیرد مشام مودت را متنفس عنبر وعبیر ساخت ولکن الم ناسازی مزاج قدس امتزاج فاضل اوحد سید محمد خان چنان طبع را بہمزہ ساختہ کہ میلے ورغبتے بفواکہ ومیوہ جات بودہ باشد شفاہ اللہ بفضلہ ونوالہ بحق محمد وآلہ ہذا ماجری علی لسان المزبر کجری الصرصر ضعف الناس عباس

(۲) نواب نوازش علیخان صاحب نے ایک مرتبہ پچاس روپیہ بھیجے اُسکی رسید تحریر کی۔ "مبلغے کہ ابتدائے نوازش ومنتہائے احسان بود رسید"

(۳) احسان حسین خان نے ساٹھ روپیہ بھیجے اُسکی رسید تحریر کی "مبلغے کہ عین احسان بود رسید"

(۴) ایک مرتبہ جناب شیخ فدا علی صاحب عرف اچھے صاحب متخلص بہ عیش نے اٹھارہ ورق سبز رنگ پیشکش کئے تھے فوراً یہ اشعار فی البدیہہ نظم کئے۔

اے بخت تو سبز باد چون گشت امید ۔ وز عیش رخ تو سرخ روے تو سفید
ہجدہ ورق زمردین رنگ من ۔ چون دستہ اوراق گل تازہ رسید

(۵) ایک مرتبہ نواب سید علی خان صاحب نے ایک سبد حاضر کیا جسمین چند گاجرین بھی تھین جنکا قطر ایک بالشت کا ہوگا اسکی رسید مین پہلا قطعہ تحریر فرمایا دوسرے روز انھون نے دو تربوز بھیجے جسکی رسید مین دوسرا قطعہ نظم فرمایا - اور یہ واقعہ ۲۹ - مارچ سنہ ۱۸۹۸ء کا ہے ـــ

سبدے آمدہ شام از سرکار	مثل فتح و ظفر از اوج فلک
شد عیان در نظام اوج شفق	شامگاہے زمیان زردک
دہ چہ زردک کہ عزیز دلہا است	ہمہ چون نیمہ اول بے شک

قطعہ دوم

دام اقبالکم و اینع اثمار کرم تحت ظلالکم

میوہ سرد و موسم گرما	ہر دو تا کار آن یگانہ بود
شاہد حکمت است مسلم را	صنعت او کہ ہندوانہ بود

ایضاً

بر زمین زیر گنبد خضرا	حقہ سبز ہند دانہ ببین
پوست سبز است و مغز و تخمش سرخ	ہر دو نیرنگ یکدو دانہ ببین
روے ہم وصل گشتہ است دوام	شربت قند در میانہ ببین
سبز بختی او چہ مے پرسی	دل خونین عارفانہ ببین

ایضاً

سبزیِ ہند دانہ شیرین	گوئیا طوطیِ شکر شکن است
این زمرد بیاد آن لب لعل	خون دل خوردہ آب دہن ست

یا شہیدے کہ در بر از رحمت — حلہ خلد بہتر از کفن است

(۶) **مکتوب در رسید کباب سیخ** — حرسکم اللہ تعالی۔ دیروز سر شامے کباب سیخ کہ بوے محبت ہا ازان بمشام جان مے رسید چون رومال را از سر کباب از رحمہ کشودم وقدرے صرف نمودم چنان از نمکینی و ملاحت خوش مزگی و لطافتش خاطر کوفتہ را آسائشے رو نمود و دل بریان را تسکینے ہم رسید کہ اگر فلفل در باب تناول تندے و تیزے نمیکرد دست از تعلیکی برنمی داشتم خداوند عالم علی الدوام از خوان انعام متمتع و منتفع داراد بمحمد و آلہ الامجاد۔

(۷) **مکتوب در رسید کباب و حلوا** — شبانگاہیکہ عاصی برخوان احسان نشستہ یکمرتبہ دو قسم کباب رسید لذت بخش دلہاے خستہ و حلواے کدو کہ ذکر حلاوتش لبہا را بہم بستہ سبحان اللہ زہے کباب در کان ملاحت شور افگن و خہے حلوا بالبہاے شکر لبان ہم سخن کباب نگو ملیحہ ایست نمکین گفتار کہ بر حسب مصالح خموشیدہ و حلواے صبیحہ ایست شیرین کار کہ چادر نقرہ باف خسروانی پوشیدہ اگر سیخ قلم در اظہار ملاحت آن سرگرمی کند بین السطور نامہ پر خندہ نمکین خوبان خندہ زند و اگر طوطی خامہ شکر شکن از وصف حلاوت این سخن گوید۔ در سبزہ زار صفحہ نبات روید ؎

کبابے خستہ گر مغز قلم بود — کدو چون شیرہ جان در دلم بود
کبابے چون کلام نکتہ سنجان — کدو چون خصلت اہل کرم بود
سخن کوتہ ملاحت با حلاوت — دو نعمت چون لب خندان ہم بود

(۸) **رسید تنباکو** — عطر بیز مشام الفت و مجلس آراے مقام محبت سلامت بعد از مجمرہ گردانی سینہ دخانی در بزم خلت و محفل مودت ملتمس آنکہ دود شعلہ

طور جمال پرتو یعنی صحیفهٔ نامی و نمیقهٔ سامی رسیده مرقوم قلم مشکین رقم بود غلام سیاه رو
بخدمت می رسد ای آقا سواد جبش قربان این بنده خوش رود و سرمهٔ اصفهان بلاگردان
خمیره او است وفائیش را نازم که با آتش محبت می سوزد و می سازد و محنتش را چه
برطرازم که عمود آه می فروزد و می فرازد و آتش بر سرش میگذارند و از خود دورش نگاه
می دارند و لکن او از قرب و حضور دم میزند و در دمسازی قصور نمی کند در صحت
و تندرستی همدم است و درد دردکا سر پیچ شکم ہ

دود او اندر هوا پیچیده سنبل می شود	تحفه تر برگی که بعد از سوختن گل می شود

بنائے عیش از وجود او آباد است و بنیاد راحت در عدم او برباد زینت انجمن
احباب کار او است و مشک سای عالی دماغان شعار او و نیچه بهمراهی او نیشکر
و نیشکر در جدائی او از نی بیمغز تر ہ

ساقیا از پرتو رخسار تو	آتش قلیان برنگ گل شود
همنوا شو مطربا با نائی نی	تا یکی از قلقلش غلغل شود
لب گهربار است از دمسازیش	ابر نیسان دود او بالکل شود
رونق بزم است تا دارد نفس	شمع سان چون سوخت یکسر گل شود

راه غم از دود وش مسدود و خانه نشاط بجد و دش محدود و دهر خنید خود و بیجان است
اما قوت روح روان است و قوت جان ناتوان و چون خمیره صندل دافع خفقان
فریادرس ایام تنهائی و غمزدای شبهای جدائی طبله عطار ست یا حقه دهن یار
اگر فارسیش بعربی کرم است صحبت یاران از صورتش کرم و چون هندیش بفارسی
شیر است کام دوستان از مصاحبتش لذت گیر خلاصه نی کلک در ستائش عاجز بود

وحبیر بیان از گنجائش مدحش تنگی نمود برین قطعه قطع کلام شد

مردم چشم صنم یا دیدہ آہوست این	نافۂ مشک ختن یا عنبر خوشبوست این
این دواء المسک یا معجون فرحت آورست	قہوۂ عشرت فزا یا نسخۂ جادوست این
ہندوے خال لبے یا زلف کافر مشربے	نکہت باد صبا یا دود تنباکوست این
طیب نشر این دخان مانند یاد گلرخان	وقت شب گل میکند گویا گل شبوست این

بزم نشاط از روائح انبساط بذکر بہشت برین و دماغ اہل وفاق بشمیم اخلاق طراوت آگین باد۔ اِلیٰ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۔ ۱۰ جمادی الاولے۔

(۹) ایک شخص نے عینک ہدیہ دی ۔ جواب میں تحریر کیا۔

لطف فرمودۂ بما عینک	نَوَّرَ اللہُ رَبُّنَا عَیْنَکَ

(۱۰) رسید خربزہ فرستادہ جناب نواب جعفر علیخان صاحب۔ ادام اللہ اقبالکم وضاعف اجلالکم۔

اے کہ ز لطف تو رسیدہ بما	خربزہ خوش مزہ لکھنؤ
آب حیاتست ز شادابیش	شیرہ جان مے چکد از قاش او
خصّک مولائے و مولے الورے	من نعم الدہر بما یہنؤ

(۱۱) رسید طعام از پیشگاہ سلطانی عالم پناہا زادہ اللہ ملکاً و مالاً و جاہاً۔ خوان ہائے الوان نعمت از پیشگاہ سلطانی مثل مائدۂ آسمانی بتفصیل ذیل رسیدہ حسب حکم خاقانی فقیر مستحقین را طلبیدہ ام و بپیش نگاہ خود ہمہ را خورانیدہ طبق طبق دعوات بر سموات رسانیدہ با فراغ بال مشغول دعائے سلطنت و اقبال مے شوند۔

(۱۲) رسید انبہ فرستادہ حکیم مرزا نبدہ مہدی صاحب انبتک اللہ نباتاً حسناً توزدہ دانہ انبہ با رقعہ کہ عبارتش شیرین تر از قند و نبات بود رسیدہ باعث شرح فؤاد

گرویدگویا کہ بودہ از نوبادۂ جنان است یا ثمر محبت آن قدر دان شیر و شکر یاد از شیر و شکر
شیخ بہائے مے دہد و قیمتش بہ بے بہائے مے رسد حلوائے بے دود ھ یاد آورنان و حلوا[ل] سنت
و مذکر من و سلوئے مصری قند۔ رنگ طلا دارد و نکہت مصر و لامے آرد یاقوت آیا قوت جان
است یا قوت جسم ناتوان نحیف ہم شوق ملاقات دارم و از صبح تا ساعت دہ مے نشینم
تشریف بیارید خانہ خانۂ شما است و اگر سواری بفرستند خود حاضر شوم۔ والسلام۔

نظم فارسی

شاعری کیا چیز ہی؟ شاعر کو کیسا ہونا چاہیئے؟ مفتی صاحب کا پایہ شاعرانہ حیثیت سے کیسا تھا؟ شاعری پر قدما نے بھی کچھ لکھا ہی لیکن یورپ کے نکتہ سنجون نے اس باب مین نہایت دقیق مضامین لکھے ہین اور بڑی بڑی باریکیان پیدا کی ہین۔

متقدمین و متاخرین کے تمام اقوال و خیالات اگر لکھے جائین تو ایک مستقل تالیف ہو جائے جسکی گنجائش اس کتاب مین نہین۔

۱۔ کتب قدیمہ مین شعر کی تعریف صرف اسقدر کیگئی ہی "کلام موزون جو متکلم نے بارادہ موزون کیا ہو"

۲۔ شاعری ایک تخئیل کا نام ہے۔

۳۔ نظامی عروضی سمرقندی نے چہار مقالہ مین شاعری کی نسبت لکھا ہی "شاعری صناعتے است کہ شاعر بدان صنعت اتساق مقدمات موہومہ کند و التیام قیاس نتیجہ بر آن وجہ کہ معنی خرد را بزرگ کند و بزرگ را خرد و نیکو را در لباس زشت و زشت را

ل حسب ذیل آٹھ حکیم صاحب نے بھیجے تھے جنکے تام عبارت مین کس خوبی سے صرف کیے ہین سفیدہ، مصری، قند، حلوا، دودھ، شہد، گھی، شیر و شکر، یاقوت

در حلیہ نیکو جلوہ دہد و با ایہام قوت غضبانی و شہوانی برانگیزد تا بدان ایہام طبائع را انبساطے و انقباضے بود و اُمور عظام را در نظام عالم سبب گردد"

۴۔ شاعری وہ ہی جس سے جذبات انسانی برانگیختہ ہون۔

۵۔ جذبات و احساسات عائرہ کا ایک خاص طریقہ سے استدلال و استنباط شاعری ہے۔

۶۔ شاعری ایک مصوّری یا ایک نقالی ہے۔

۷۔ محبت اور غضب لفت اور کراہت کی قوتونکا طریقہ موزون استعمال مین لانا شاعری ہے۔

۸۔ شاعری ایک صداقت اور راستی ہے۔

۹۔ شاعری ایک وجدانی و ذوقی چیز ہے۔

۱۰۔ جو جذبات الفاظ کے ذریعے سے ادا ہون وہ شعر ہین۔

۱۱۔ ہر چیز جو مسبب استعجاب یا حسرت یا جوش یا اور کوئی اثر پیدا کرے شعر ہے۔

۱۲۔ شاعری وہ ہی جسمین صرف اپنے جذبات ادا کئے جائین۔

۱۳۔ شاعری مطالعہ نفس کا نتیجہ ہے۔

۱۴۔ شاعری ایک قدرتی جذبہ ہے۔

۱۵۔ شاعری احساسات اندرونی یا بیرونی کا ایک نقشہ ہے۔

محققین نے شعر کے مفہوم کو نہایت وسیع ثابت کیا ہی وہ اسکا علاقہ صرف تخئیل سے بتاتے ہین اسی سے موزونیت و ناموزونیت کی قید کو بھی اُٹھا دیا ہی اور یہین سے شاعر کا فطری اور شعر کا غیر اکتسابی ہونا ثابت ہوتا ہی اس مقام پر

اپنی ایک نظم درج کرتا ہون اِس سے شعر کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہی عصر موجودہ کے مختلف جرائد و اخبارات نے اسکی بہت کچھ داد دی ہے۔

شاعری کیا ہی؟ فقط اک جذبۂ طوفان خروش
قوت تخئیل مین اک ولولہ انگیز جوش

شاعری کیا ہی؟ فقط تصویر جذبات نہان
قوت تخئیل کے ہمراہ تاثیر زبان

ساغر جذبات باطن مین جب آ جائے اُبال
دل کے سرچشمہ مین جب پیدا ہو جوش انفعال

دلپہ ہو جسوقت قدرت کے مناظر کا اثر
منہ سے کچھ باتین نکل جائین اثر مین ڈوب کر

صورتین اسنے مجسم کین اُمید و یاس کی
اسکی خاکستر مین ہین چنگاریان احساس کی

جب زبان شعلہ پاتی ہین وہی چنگاریان
گلشن تخئیل مین دکھلاتے ہین گلکاریان

واردات قلب کی تفسیر طولانی ہی یہ
اک مجسم ہستیِ اغراض نفسانی ہے یہ

روح تازہ اسنے پھونکی پیکر جذبات مین
مہر تابان کر دیئے خاکستر جذبات مین

نغمہ خوابیدہ کو اسنے جگایا خواب سے
ساز ہستی اسنے چھیڑا ناخن مضراب سے

اسکے نالون سے ہوئین آباد لاکھون بستیان
جاگ اُٹھین آنکھونکو ملکر سونیوالی ہستیان

اِک نگاہِ شوخ سے دل درد کا برما دیا
جلوۂ رنگین دکھا کر روح کو گرما دیا

اِک خلاصہ تھا وہ اسکے درد کی تفصیل کا
جب کہا تھا مرثیہ قابیل نے ہابیل کا

اِک سخن اسکا ہی جو کچھ کہ دہر کی محفل مین ہی
متن قدرت کی مفصل شرح اُسکے دل مین ہی

ہین جو اربابِ صفا اُنکو تو کافی ہے یہی
روح موجودات کی تفسیر صافی ہے یہی

دل ہی یہ اور عالم ارواح اسکا سینہ ہی
شاعری تصویر روحانی کا اِک آئینہ ہے

روح خوابیدہ مین دوڑاے ہی بیداریکی لہر
دل کے خوابستان مین جاری کی ہی ہشیاریکی نہر

رزم کی یہ روح ہی اور بزم کی یہ جان ہی
عشق کا قرآن ہی اور حسن کا ایمان ہی

سرزمین عشق پر سکہ ہے اُسکے نور کا — سنگ بنیادی رکھا ہے اس نے کوہ طور کا
مدتون بزم سلاطین مین رہی یہ سرفراز — یہ وہ سُلطان ہے دل محمود تھا جسکا ایاز
اسکے گلدستوں سے زینت ہے نشاط بزم مین — دلکو زرہ ہونپر بٹھا دیتا ہے دشت رزم مین
جھمٹی پھرتی ہے ستارے منظر آفاق مین — بجلیان دوڑا رہی ہے پیکر آفاق مین
غیر محسوسات کا ادراک کرتی ہے یہی — تخلیہ مین سیر ہفت افلاک کرتی ہے یہی
ظلمت اسکی شام گیسو صبح اسکی صبح عید — طبع قدرت کا لطیفہ قلب فطرت کی امید

دلکشا منظر نسیم صبح نورانی سحر — یہ پرندان فضا اور ان کے وہ رنگین پر
جگمگاتی یہ ستارون کی پریشان انجمن — یہ مہکتی بزم پھولون کی چمن اندر چمن
یہ شفق کی سُرخ بیرق یہ روپہلی طیلسان — یہ حصار لاجوردی پر چمکتی گُرزیان
یہ روپلے آسمانی یہ نگار شعلہ فام — یہ کرہ سونیکا جس سے ہے ثوابت کا نظام
وہ شفق کے رنگ مین شان غروب آفتاب — اک حسین ڈالے ہوئے چہرے پہ نارنجی نقاب
نغمہ سنجان حقیقت طائران خوشنوا — کویلونکا کوکنا اور یہ پپیہے کی صدا
آسمان حسن کے ٹوٹے ہوئے تارے تمام — وہ لُرخ قدرت کی افشان جگنوؤنکا اژدہام
نقش معنی خیز ہین ایوان فطرت کے یہی — مختلف اشعار ہین دیوان قدرت کے یہی

خواجہ فریدالدین عطار نے بھی کئی سو برس پیشتر اس خیال کو ادا کیا ہے کہ دنیا بھی ایک شاعر ہے ؎ پس جہان شاعر بود چون دیگران۔

شاعری تین قسم کے جذبات طبعی پر مشتمل ہے۔ یہ تینون کیفیتین شاعر کے دل و دماغ اور اسکی طبعی سرشت کے حسب استعداد و قابلیت اُسمین داخل ہوتی ہین۔

(۱) مظاہر قدرت و مناظر قدرت کے نظارہ سے جذبات باطنی کو پہچانتا ہے۔

(۲) دوسرا ملکہ وہ ہے جو دماغ کی قوتوں کے نتائج اور مدرکات حسیہ سے فراغور استعداد پیدا ہوتا ہے۔

(۳) وہ مقام جہاں مبدء فیاض سے حقائق و معارف کی جلوہ گری شروع ہوتی ہے اور یہ درجہ انتہائے معرفت کا ہے۔

شاعر کو کیسا ہونا چاہیئے؟

فن شعر کی اہمیت کے متعلق علمائے ادب کا یہ قول کافی ہے کہ الشعر اٰخر العلوم صرف موزونیت طبع اسکے لئے کافی نہیں فنون لطیفہ مین فقط شعر ایک ایسی چیز ہے جس مین تمام علوم کی ضرورت ہوتی ہے۔ چہار مقالہ مین نظامی سمرقندی نے شاعر کے خصوصیات لکھے ہین جسکا اقتباس لطف سے خالی نہین۔

"شاعر باید کہ سلیم الفطرة[1] عظیم الفکرہ[2] صحیح الطبع[3] جید الرویّہ[4] باشد و دقیق النظر[5] کہ از انواع علوم متنوع باشد و در اطراف مستطرف زیرا کہ چنانکہ شعر در ہر علمی بکار آید ہر علمی نیز در شعر بکار میشود و شاعر باید کہ در مجلس محاورت خوشگوئی بود و در محفل معاشرت خوشروے و باید شعر او بآن درجہ رسیدہ باشد کہ در صحیفہ روزگار مسطور بود و بر السنہ و افواہ مشہور و در ہر سفائن بنویسند و در مدائن بخوانند کہ حظ اوفر و قسم افضل از شعر بقائے اسمست و تا مقرر و مسطور نباشد از اثر نبود و این معنی از و حاصل نیاید و بیش از خداوند خود میمیرد چون او را در بقائے خود اثرے نیست در بقاے اسم دیگرے چہ اثر باشد اما شاعر بدین درجہ نرسد الا کہ در عنفوان شباب و روزگار جوانی بیست ہزار شعر از اشعار متقدمین یاد گیرد و دہ ہزار کلمہ از آثار متاخرین در پیش چشم کند و پیوستہ

دواوین استادان ہمیخواند و مستحضر ہمی باشد و آگاہی میدارد کہ در آمد و بیرون شد
ایشان از مضائق سخن برچہ وجہ بودہ است تا کہ طریق و انواع شعر در طبع او مرتسم شود
و عیب و ہنر شعر در صفحہ خرد او منقش گردد و سخنش روئے در ترقی آرد و طبعش بعلو میل کند
ہر کہ را طبع در نظر شعر راسخ شد و سخنش ہموار گشت در پے تعلم شعر آورد عروض بخواند و
گرد تصانیف استاد ابو الحسن بہرامی سرخسی گردد مانند غایۃ العروضتین و کنز القافیہ و نقد
معانی و نقد الفاظ و سرقات و تراجم و انواع این علوم بخواند بر استادی کہ او داند تا نام
استادی را سزاوار شود و اسم او در صحیفہ روزگار بماند چنانکہ آسامی دیگر استادان کہ نامہائے
ایشان یاد کردیم تا انچہ از مخدوم و ممدوح بستاند حق آن بتواند گذاردن و بقائے اسم او باید
اسکے بعد ایک طولانی بحث اسپر لکھی تھی کہ شاعر کے واسطے بدیہہ گوئی سے بہتر کوئی
کمال نہین۔

شعر و شاعری کی حقیقت کا انکشاف کرنیکے بعد مفتی صاحب کو بحیثیت ایک شاعر
کے دکھانا چاہتا ہون طبیعت کیطرح ہر شاعر کے کلام مین کچھ خصوصیات ہوتے ہین جس سے
اُسکا تعارف ہوتا ہے چنانچہ مفتی صاحب کے کلام مین چند باتین مخصوص ہین۔
(۱) جس زبان مین شعر کہتے تھے اُس زبان کی شیرینی و لطافت کا لحاظ رکھتے تھے۔
(۲) طبیعت اسقدر سیال تھی کہ شعر گوئی کے وقت قلم نہین رُکتا تھا اِس بات کا اندازہ
اُنکی تعداد تصانیف سے ہوتا ہے تقریباً ۱۹ مثنویان ایک دیوان مکمل فارسی کا ایک دیوان
موسوم بہ طب العرب عربی کا اسکے علاوہ اگر مرتب کیا جاے تو ایک ضخیم کلیات تاریخون
اور قصیدون کے سوا تمام اصناف سخن پر حاوی ہوگا اگر کوئی شاعر اپنی عمر طبعی کا پورا حصہ
صرف فن شعر مین صرف کرے تو اسقدر ذخیرہ وقت سے فراہم ہوگا مگر مفتی صاحب نے

باوجود اسکے کہ ایک دوسرے منصب پر مامور تھے جسکے کاروبار سلطنت کے تعلقات سے کم نہ تھے اسقدر حصہ فراہم کیا اس سے اُنکی طبیعت کی روانی کا پتہ چلتا ہی لطف یہ ہی کہ طبع سیال کے ساتھ اسقدر جید الفکر تھے کہ کوئی شعر مضمون سے خالی نہ ہوتا تھا۔

چنانچہ اسی مطلب کیطرف اپنے دیوان کی ایک غزل مین خود اشارہ کیا ہی ؎

سیّد چہ شد کہ کون و مکان در تزلزل است	در ہر کجا کہ بود ترقی تنزل است
استاذ ما کہ سید اعلام دہر بود	بود اجتہاد کارش و کارم تعطل است
با اینہمہ من انچہ درین عشر کردہ ام	گر در ہزار سال کنی ہم تامل است
در ہر فنے مسودہ ہاے مرا ببین	گویا کہ طرہ ہائے پریشان سنبل است
کلکم نوشت یکصد و پنجاہ جلد را	اکنون زیک و حرف نوشتن تکاسل است
دانی کہ از چہ راہ خموش است خامہ ام	از بانگ الرحیل بہر کوچہ غلغل است
ابعاد حادثات جہان بے نہایت است	گویا کہ دور با ہمہ دور و تسلسل است
سیّد عجب مدار اگر رحمت رنگ گل	از نوک خامہ ام کہ چو منقار بلبل است

[illegible]

(۳) بدیہہ گوئی اُنکی طبیعت کا خاص جوہر تھا نظم تو اختیاری چیز ہے اکثر اوقات تاریخین برجستہ کہہ دیتے تھے۔

مجتہد العصر جناب سید ابو صاحب قبلہ نے ایک مرتبہ یہ عرض کیا کہ آپکی شان اس سے اجل و ارفع ہی کہ تمام دُنیا کی اموات و واقعات کی اور ولادت کی تاریخین کہا کرین مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی جواب مین فرمایا کہ لوگ مجھ سے اصرار کرتے ہین جتنی دیر اُن سکے اصرار اور میرے انکار مین گذرے اتنے عرصہ مین اگر نظم کردون تو میرا کیا نقصان ہے۔

اس قسم کے اشعار او تاریخون کا ذکر اپنے اپنے محل پر آئے گا۔

(۴) مفتی صاحب کے زہد و تقوے اور ورع و تقدس کو تمام دنیا جانتی ہی مگر پھر بھی رنگینی طبیعت مین کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

ایک سوداگر ہمسائے مین رہتا تھا ایک روز اوسکی چہاردہ سالہ لڑکی شوخ طبیعت آپکے گھر مین آئی۔ آپ ایک حجرے مین پسِ پردہ کتاب کے مطالعے مین مصروف تھے اوس لڑکی نے کچھ ایسے ناز و انداز سے زمین پر گام زنی کی کہ جو نہایت دلکش تھی تا اینکہ اوسنے پردہ کسیقدر چاک کرکے جھانکا مگر آپنے کتاب سے نظر تک نہ ہٹائی جسکے متعلق خود لکھا ہے کہ "رُخے چون پارۂ قمر برآورد کہ پرتو شعشعۂ آتشش بر کتاب افتاد و من باو نگاہے نہ کردم ولکن حالے کہ درین مجاہدہ بر من گزشت عالم السرائر میداند چنان مینمود کہ کسے دل را از سینہ میبرد و نگاہ را خواہی نخواہی بالا میکشد" اسی واقعے کیطرف اس نظم مین اشارہ ہی ؎

دمیکہ آن گُلِ نو بر سر ایستادہ مرا	قریب بود کہ بپوشش ہد بباد مرا
خیالِ عشوۂ آن دلربا و خوفِ خدا	دل ضعیف دران کشمکش فتادہ مرا
میانِ عقل و خرد طرفہ جنگ در پیوست	کمک رسید ز حق فتح دست دادہ مرا

مثنوی گوہر شاہوار مین یہ حکایت نہایت خوبی سے نظم فرمائی ہے جو یہان ملخصاً لکھی جاتی ہی

مرا تاجرے تازہ ہمسایہ بود	کہ دانشور و صاحبِ مایہ بود	سخنگو و خوشرو و نیکو خصال	تونگر بمال و جمال و کمال
خداداده بودش ز آن سیم و زر	دو تا دختر دلبر سیمبر	دو پاکیزه دوشیزه خرد سال	دو نا سفته گوہر کانِ جمال
دو خاتون لیلیٰ وش نازنین	دو غارتگر صبر و تقوے و دین	دو باغ بہارِ خیابانِ حسن	دو چشم و چراغ شبستانِ حسن
پدر بود بازارگان ہر دو را	مگر ساخت یغما گران ہر دو را	شنیدم کہ با اینہمہ دلبری	نبودند عاری ز دین و پری
خبردار بودند از واجبات	مقید بصوم و صلوٰة و زکوٰة	عجب کار ہا مینمودند شان	بتانِ خدا ترس بودند شان

مرا کامرانی دران عصر بود
ولے جز بتحصیل شوقے نبود
مرا بود آن وقت شغلے دگر
چو آگاہ گشتم ازان اتفاق
نگران بتان ختا و ختن
ولے گرم انداز خوبان شدند
مگر بود چون گوشِ من حق نیوش
ز مژگان خدنگے درونم زدند
اگرچہ ندیدم ولے زان صدا
غرض بود از ہر دو سر کشمکش
ز رخسارۂ آن و زہرہ جبین
باآخر چو نومید گشتند شان

شروع جوانی دران عصر بود
بجز لذتِ علم ذوقے نبود
نبود دست از مقدم شان خبر
ز صحن آمدم رو بسوے اطاق
بشوخی رسیدند تا جای من
بروے زمین پای کوبان شدند
ندادم بان بانگ حقپوش گوش
کہ در پردہ چنگے بجونم زدند
پراگندہ شد دل جدا جان جدا
فتادم من خستہ در کشمکش
ندیدم بجز پرتوے بر زمین
ازانجا گزشتند دشمن کشان

نشاطے فزون از بیان داشتم
سحر خانہ ام آن بتان آمدند
نگاہی بآن قد و بالا نبود
ازانہا سراسیمہ بگریختم
چو دیدند آن پردہ را درمیان
دلم از صدائے کہ خلخال داشت
زدند از برون رخنہ در حجاب
صداہا شد از ہر دو بانو بلند
ز عقل و ہوس کار مشکل فتاد
خرد پیر بود و ہوس نوجوان
نگارے کہ من پیش رو داشتم
دلِ من ز تاب و تب آسودہ بود

فراغے ز سود و زیان داشتم
بکاشانہ ام میہمان آمدند
ہوای بسلمی و لیلے نبود
دران گوشہ ہم پردہ آویختم
ستادند ناچار بیرون آن
عجب اختلال و عجب حال داشت
تو گوئی ز روزن نمود آفتاب
نکردم سر از جیب زانو بلند
نزاعے میان من و دل فتاد
خدا عقل را داد تاب و توان
ہمہ تن توجہ باو داشتم
کہ آن روز بحران محمود بود

اِس حکایت سے اونکے زہد اور رنگینی طبیعت دونون کا پتہ چلتا ہے انتخاب غزلیات مین اِس جوہر کو دیکھنا۔

(۵) مظاہر قدرت۔ مدرکاتِ حسیہ۔ حقائق و معارف جسکو مفصلاً عنوان مین لکھا ہے تینون صنفین اونکے کلام مین بوجہ اتم موجود ہین۔ تمام مشاہدات۔ واقعات۔ تمثیلات۔ جذبات کو اُنھون نے نظم مین نہایت خوبی سے ادا کیا ہے۔ اونکا دفتر نظم اگر بالاستیعاب دیکھا جائے تو اون کی سوانح عمری کا ایک کافی حصہ اوسمین ملجائے گا۔

(۶) شعرا اکثر قیود مذہب سے آزاد ہوجاتے ہین مزاج مین وارفتگی پیدا: جامی ہی اُنکو کیش و

ملت کی بھی پروا نہین رہتی بزرگانِ دین کیخدمتمین گستاخیان کرتے ہین مجنونانہ خودسریون
کی سفارش نے دین و مذہب کے دربار مین بھی انھین یجوز للشاعر مالا یجوز لغیرہ کی سند لوادی ہے
مفتی صاحب کی شاعری کا دامن اس لوث سے بالکل پاک وصاف ہی اُنھون نے
اپنی عالمانہ عظمت کی قربانی شاعری کے دربار مین کبھی نہین کی ایک شعر مین یہ
مطلب ادا بھی کیا ہے ؎

بناز اے شوستر امروز کیعالم سخن ہستی	چو من شرعی بہ از عرفی ز شیراز تو می آید

(۷) کلام کا زیادہ حصّہ حقائق ومعارف کا سرچشمہ خوف وخشیت الٰہی کا معدن ہے
حسن ازلی سے راز و نیاز ہے محفل عشق مین سوز وساز ہے سراپا محویت کی ایک تصویر
ہین۔ درس آموز فنا ہوکر خواب ہستی کی تعبیر ہین۔ اِن تصویرونکو آگے چلکر دکھاؤنگا۔

(۸) واعظانہ اور حکیمانہ حصہ نظم مین زیادہ ہے۔

(۹) اکثر لوگون کا خیال ہے کہ اونکے کلام مین زہد وتقوے کا رنگ غالب ہی اور
وہ شوخیان اور آزادیان جو ایک شاعر کے کلام مین ہونا چاہئین نہین ہین۔ میرا بھی
پہلے ایسا ہی خیال تھا مگر اونکے کلام پر بالاستیعاب نظر کرنے سے ثابت ہوا کہ ایسا
نہین لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ہر شاعر کا کلام اُسکے خیالات وجذبات کا آئینہ ہوتا ہی
ایک شعر مین خود فرماتے ہین ؎

باہمہ دعویٔ تقویٰ وفضیلت سیّد	این غزلخوانیٔ رندانہ شمار از سد

مفتی صاحب جیسے مقدس نفس اور پاک باطن شخص تھے ویسے ہی جذبات اون کے
کلام مین تھے سوقی اور عامیانہ مذاق اونکی طبیعت مین کیونکر پیدا ہوسکتا تھا۔

(۱۰) فن شعر مین اونکی دقت نظر کی یہ حالت تھی کہ اپنے عصر کے تمام شعرائے کاملین کے

مرجع تھے میر انیس سا شخص استفادہ کیا کرتا تھا۔

(۱۱) سلیم الفطرۃ اور صحیح الطبع ایسے تھے کہ جس رنگ مین یا جس شاعر کے تتبع مین قلم اوٹھاتے تھے اوسکے پہلو بہ پہلو نظر آتے تھے۔

(۱۲) ظریف الطبع اور خوش بیان ایسے کہ جس محفل مین بیٹھ جاتے تھے کسی دوسرے کیطرف لوگ متوجہ بھی نہ ہوتے تھے۔

(۱۳) کلام کی مقبولیت اِس حد پر ہے کہ ابتک ذاکرین و واعظین منابر پر اون کے اشعار فخریہ پڑھتے ہین۔

اِس ادعا کے ثبوت مین اونکے کلام کے مختلف نمونے پیش کیے جاتے ہین۔

غزلیات

غزلون کا دیوان غیر مطبوع ہے مین نے اول سے آخر تک اِس دیوان کو پڑھا اِسکے خصوصیات حسب ذیل ہین۔

(۱) غزلین زیادہ تر واقعات کے متعلق ہین۔

(۲) دیوان مین غزلیات کا زیادہ حصہ حقائق و معارف و موعظت پر مشتمل ہے جو اونکے جذبات خاص تھے۔

(۳) سلاست و روانی طبع ہر شعر سے پیدا ہے۔

دیوان کی پہلی غزل نعت سے شروع ہوتی ہے۔

اے سرمہ آستان تو عرش عظیم را	وز پاے تو سراغ رہ مستقیم را
تقسیم میکند ز مہر و ز قہر تو	روز امید و بیم نعیم و جحیم را

از بهر نشر نکهت خلق عظیم تو	ره داده اند در چمنستان نسیم را
ما را همین قدر ز شناسائی تو بس	نتوان شناخت بی تو خدای کریم را
خرق فلک که در شب معراج کرده	در هم شکست سفسطه های حکیم را
در پهلوی شفاعت تو روز بازپرس	بر طاعت است ناز گناه عظیم را
در شرح وصف قامت و زلف و دهان تو	آورد جبرئیل الف لام میم را
در مهد گشت مار سیه را وصی تو	وز چند ریسمان شده دهشت کلیم را

سید که هیچ تاب و توان در بدن نداشت
مدح تو زنده ساخته عظم رمیم را

ردیف الف مین ایک غزل ہے جسمین چند اشعار قطعہ بند ہین اوسمین اپنی موجودہ حالت اور کشمکش تعلقات کا ذکر کیا ہے۔

بگذار شکایت جفا را	گویم همه شکوهٔ وفا را
یاران که خطوط می نویسند	پیچیده هزار عقده ها را
جمعی بامید این که گویم	تاریخ حوادث قضا را
برخی بهوای اینکه سازم	چون فرش حریر بوریا را
این شکوه ز جور چرخ دارد	تا دور کنم ازو بلا را
این می طلبد وسیلهٔ من	تا ره دهم او عطا را
این فتوی و حکم شرع جوید	وان نفع و مضرت دوا را
این نکتهٔ نظم و نثر پرسد	وین سوره و آیه و دعا را
خواهند رضای خویش از من	با این همه اختلاف آرا

تنها من و این جماعت خلق — کلک الله نی و راه سنگ خارا
بیماری و رنج و فکر پیری — بیکار فگنده دست و پا را
تدبیر سوال خلق سازم — یا حیله پرستش خدا را
شد تلخ به بنده جان شیرین — این غصه چسان کنم گوارا
چون عذر کنم بزار نالی — گویند نهان و آشکارا
ای چشم تو کور گریه تا کی — بنویس جواب خط ما را

※

طرفه شوریست بتو در دل ما — صبح حشر است شمع محفل ما
نگه مست خواهم ای ساقی — که نشد حل ز باده مشکل ما
از دو عالم کشیم رخت برون — تا شود کوی یار منزل ما
نفس وامانده دل براه افتاد — عشق بی ناقه راند محمل ما
این چه دیوانگی و بی ادبیست — که شود زلف تو سلاسل ما
از که دعوای خونبها شنید — حاکم محشر است قاتل ما

※

جان بر لب است ای بت پیمان شکن بیا — دل می طپد بیا و در آغوش من بیا
گل گل شده ز ناله شبگیر دامنم — مثل نسیم صبح به سیر چمن بیا
ای جان بگوی یار جدا از بدن مسوز — ای شمع بزم حسن میان لگن بیا
درهای تو به نیم شبان و از می کنیم — بیدار شو بدرگه ما نعره زن بیا
بگشا بسوی مقبره چشم عبرتی — تا چند در سفر گذرد در وطن بیا

سید چرا بخاک فتادی باین کمال — برخیز فوق گنبد چرخ کهن بیا

ای گل از من حجاب تا بکجا — برنداری نقاب تا بکجا
رفت شب ساقیا صبوحی کو — صبح بی آفتاب تا بکجا
مرگ مانند سیل می آید — سرکشی چون حباب تا بکجا
در خالق بگیر و محکم گیر — جا بجا دق باب تا بکجا
لرزه بر عرش و کرسی فتاد است — ای دلم اضطراب تا بکجا
سالها شد نگاه لطفی نیست — ای خدا این عتاب تا بکجا
غلغل الرحیل برپا شد — سیدا نوشِ خواب تا بکجا

دل غمگین گدا این قصهٔ نگین شنید امشب — که مثلِ مرغ بسمل تا سحر در خون طپید امشب
دلم در کوی یار امشب نوای تازه دارد — نمیدانم که این بلبل درین گلشن چه دید امشب
مگر از سر شب زحمت آتش کردم و هردم — برون میکرد دل دست و گریبان میدرید امشب

بی پرده شد بعهد و خطا را بهانه ساخت — افگند خود نقاب و صبا را بهانه ساخت
درد از شوخ چشمی قاتل که خونِ ما — پامال کرد و رنگ حنا را بهانه ساخت
آمد شبی و دور نه بیمار غم نشست — آهسته خواست مرگ و دعا را بهانه ساخت
برخاست با رقیب که تیمار من کند — خون دلم چشید و دوا را بهانه ساخت
سید بدل نداشت شکایت ز جور تو — از بهر گفتگو گله ها را بهانه ساخت

ہر زبان در دور گردون کامرانی دیگر است
گر بلا کوبے گھے نوشیروانی دیگر است

کاروانے چند رفتہ تازہ شد مژگان ہم
چشم واکن باز شور کاروانی دیگر است

رحمت و منت چرا ما از سگ و دربان ہم
سجدہ گاہ جبہۂ ما آستانی دیگر است

امتحانِ دوستی از دشمنی فرمودہ اند
ورنکردند امتحانست امتحانی دیگر است

غم مخور سیدؔ اگر بازار عالم بستہ شد
در نظر دارم متاعی کز دکانی دیگر است

ساقی دگرم ذوق مدام تو فتاد است
شاید بدلم پرتو جام تو فتاد است

در حلقۂ زلفِ تو تپان است دل من
این مرغ مگر تازہ بدام تو فتاد است

نطع کفِ اغیار میالاے بخونم
طشتم کہ فتاد است زبام تو فتاد است

در زیر نگین تو بود کشور جانم
بر نقد دلم سکہ بنام تو فتاد است

سیدؔ قلم تست مگر نیشکر مصر
کاین شور حلاوت زکلام تو فتاد است

دلا بر روے آن کافر دگر نظارہ میخواہم
گناہی در نظر دارم کزان کفارہ میخواہم

سپہرے دیگر و دور دگر باید براے من
کہ اقبال ابد از ثابت و سیارہ میخواہم

نہ تنہا آبرو ریزی کہ باید خونِ دل خوردن
کف آبی اگر زین لجۂ خونخوارہ میخواہم

فراغ بال در بند خودی صورت نمی بندد
دلے آزادہ مستے زخود آوارہ میخواہم

گل مقصد زمژگانِ ترم رنگین نمی گردد
بجاے اشک خونابے ازین فوارہ میخواہم

طراز دولت دین ست از کلک و دوات من
بدہر آوازۂ این نوبت و نقارہ میخواہم

زتنہائی بتنگم آشنائے می کنم پیدا
بلائے تازہ بر سیدؔ بیچارہ میخواہم

از حسن و عشق حصه مقابل گرفته ایم
از خوش دلی گرفته و ما دل گرفته ایم

در گلشن وفا غزل از ما توان شنید
گلبانگ تازه ز عنادل گرفته ایم

نزد جنون بطفل دبستان نمی رسیم
ور پیر عقل درس مسائل گرفته ایم

تر دامنی نمی شود از قتل عاشقان
از خون خشک دامن قاتل گرفته ایم

نقش ثبات بر صفحات زمانه نیست
ما نقل نسخه هاے اوائل گرفته ایم

دل گرچه در براست گریزان بود زما
این موج در کنار چو ساحل گرفته ایم

سید ز دست برد قضا نیست نقص ما
از گنج صبر بهره کامل گرفته ایم

تا کجا در بدر گدائی من
بر درت چون شود رسائی من

دل هوسناک عهد پیمان بست
تو بدام چیست ژاژخائی من

باگمان ذوق آفرین دارم
واے من واے خودستائی من

دل پریشان دماغ آشفته
دست و پا طالب جدائی من

می کشم آه دور از منزل
آه از ناوک هوائی من

پرده از روے کار افتاده
من و این طاعت گدائی من

قشقه برهمن به پیشانی
جانب کعبه جبهه سائی من

سید آنکه بست کار مرا
میکند خود گره کشائی من

چه خوش است نیم شبها در توبه باز کردن
غم دل بدوست گفتن گله ها دراز کردن

تو که در نمی گشودی بحریم خانه بودی
زکدام کس ربودی همه خشم و ناز کردن

بہ طلب ز عشق و مستی روش خدا پرستی
کہ مجاست در حقیقت نظر از مجاز کردن

بگذشت عشقبازی حقیقی و مجازی
منم و ز نغمہ سازی نفسی دراز کردن

بچنین غزل تو سید چہ زنی دم نظیری
بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

کملائے فن کو لکھنؤ سے ایک محبت تھی یہ جذبہ مفتی صاحب کی ایک غزل سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

گرچہ زائل شد شباب لکھنؤ
عشوہ ها دارد جناب لکھنؤ

ہست در کلکتہ گر سیم و زری
کیمیا باشد تراب لکھنؤ

غیرت معمورہ ہای عالم است
شہر ویران خراب لکھنؤ

ہمصفیر بلبل شیراز ہست
در نوا سنجی غراب لکھنؤ

قوت و قوت جسم و جانرا میدہد
لذت نان و کباب لکھنؤ

لب فرو بستی اگر گشتی ظہیر
باریاب فاریاب لکھنؤ

مید ہد یاد از نعیم ہشت خلد
لطف و عیش بحساب لکھنؤ

ہر کہ رفت از لکھنؤ خوابش نبرد
در خیال خورد و خواب لکھنؤ

برون رفتم دلا زین خار زار آہستہ آہستہ
رسیدم بر در آن گلعذار آہستہ آہستہ

نفس از ناتوانی سنگ راہ زندگی بود
گرفتم بر سر منزل قرار آہستہ آہستہ

خلشہائے علائق سخت گیرا بود در خاطر
ز پائے دل کشیدم خار خار آہستہ آہستہ

ز نقد عمر در کف داشتم کابین حور عین
ربود این مایہ از من روزگار آہستہ آہستہ

تنِ زارم نگان میخورد از بادِ سحرگاہان — شدم بر دوش این مرکب سوار آہستہ آہستہ
نمی دانم کجا شد کاروانِ عمر را منزل — درائے دل صدا از چند بار آہستہ آہستہ
بود نازکتر از تو اے صبا جسمے کہ من دارم — قدم بر مرقدِ سید گذار آہستہ آہستہ

⁂

بعدادائے دگر در پئے ایمان شدہ — من باین خرخشہ تو از کردہ پشیمان شدہ
ناظرِ مصحفِ ریش نشدی ای حافظ — کور کورانہ مگر حافظِ قرآن شدہ
تو ہنوز از سرِ تحقیق مسلمان نشدی — گرچہ در زعمِ خود ثانیِ سلمان شدہ
گر مرا عفر نبود نعمتِ ہستی کافی است — بودہ نطفۂ گندیدہ و انسان شدہ
نیست باغے نہ ایاغے نہ دماغے نہ دلے — این جنون چیست کہ سید غزلخوان شدہ

⁂

مرا ز چرخ ہمین بس کہ یارِ من باشی — اگرچہ عار تو ام افتخارِ من باشی
تو آن کسے کہ جہانے باختیار تست — مرا ہوس کہ تو در اختیارِ من باشی
فغان ز وحشتِ شبہای تارِ من بلحد — خوشا شبے کہ تو شمعِ مزارِ من باشی
ہزار جان بفدایش کہ وقتِ یاس مرا — بناز گفت کہ امیدوارِ من باشی
باین نوائے شرربار ترسم اے سید — ازان دمے کہ تو در پنبہ زارِ من باشی

⁂

وقت است ساقیا کہ سرِ شیشہ وا کنی — جامم دہی و از غمِ دنیا رہا کنی
آئینہ ہیچ کار ندارد بجز قبول — ہجو تو ام جفا کنی و یا وفا کنی
تا چند سید اگر از کار و بار دست — او ہر چہ کرد کرد تو باید دعا کنی

اشعار متفرقه غزل

مدار زندگی آدمی اگرچه دم است	چو عین عقل و بصیرت بران فتد عدم است
بیک نگاه فشاندیم جانِ شیرین را	هنوز نرگس مستِ تو در شکر خواب است
بود چاره در دستِ آن چاره ساز	زبیچارگان جستجوے بس است
بکو گوے قمری زجاے روم	که از بهر دیوانه هوے بس است
دل خون گشته من چیست باطرافِ جهان	سرخی رنگ حنا بر سر ناخن ماند است
عجبی نیست اگر آتش هجر الم سوخت	حیرت است اینکه بهشت رُخِ جانانم سوخت
دلِ مرا ز نگاهش فگند و من غافل	چه کار کرد که این شیشه بے صدا انداخت
نگاه خوش که مسِ قلب را طلا بکند	چو کیمیاست که در پردهٔ خفا انداخت
بصد زبان ز لبِ لعلِ تو سخن گفتم	هنوز هم نشنیدیم از زبان تو هیچ
فلک اگرچه بر خلافت و زمانه در مصاف است	چو اقامت اندک ضرر این قدر نباشد

خطاب کرد بنعشم کہ قبل وعدهٔ وصل
بگفتمش مے وصلم بده بوعدهٔ خویش
گذشتی از سر جان این چہ بیقراری بود
بگفت وعده نہ در وقت ہوشیاری بود

※

ماہ کنعانے من جلوه نمامے گردد
طاقتے کو کہ رسد تا بگریبان دستے
یوسف مصر سر دست بریدن دارد
دل چہ آرزوے جامہ دریدن دارد

※

کشاده بود در فیض بزم رنگینش
ولیک گریہ خونین ره تماشا بست

※

چنان خاک پست شو کہ چو گردون شوی بلند
در زندگی بمیر پس از مرگ زنده باش

※

زمانے کی بے مہری و ستمگری کی شکایتین بھی عجب لطف سے کی ہین

گرفت مادر بے مہر گیتیم سید
چنانکہ قبر کشد تنگ تنگ در آغوش

※

در فقر فقرهٔ نشود سید ادرست
فکر قریض چیست درین فکرہاے قرض

※

پامال کردم آبلہ گوہر بصحراے جنون
تا در رہِ آشفتگی شد کوہکن ہم پیشہ ام
بستم بتارِ کاکلش شیرازهٔ اوراقِ دل
دادم نشانی شیخ را از روی تو گرویدہ شد
افسر ہمہ لعل بدخشن از سنگ طفلان ساختم
عرش غرور عقل را خاکِ بیابان ساختم
جمعیت و خواستم دیگر پریشان ساختم
بر بو مسیلم آیتے خواندم مسلمان ساختم

ناگفته بماند قصهٔ هجر	دیر آمدی و شتاب رفتی
تو که نادیده رخش گرم فغانی ای دل	گر نقاب از رخِ او واشود اے واچکنی
اے صبا بوے سمن می دہی و می دانم بوے گل از نفسِ سید ما مے آید	اثرِ واشدنِ بند قبائے داری تو مگر در دلِ آن غنچہ دہ جائے داری
نشسته ایم و عجب بزمکے خوشی داریم	خدا کند که بگویند یار مے آید
کرم با اغنیا لطفے ندارد	غذا بے اشتہا لطفے ندارد

قصائد

قصائد کا ذخیرہ بھی بہت ہے اس مقام پر چند قصیدے نقل کیے جاتے ہیں
عرفی کے مشہور قصیدہ ترجمۃ الشوق پر ایک قصیدہ کہا ہے ؎

جہان بگشتم و دراکہ ہیچ شہر و دیار	(عرفی)	نیافتم که فروشند بخت در بازار

ترا که نیست بکف ہیچ درہم و دینار خدا غنی ست اگر تو فقیر مے باشی	چه سود ازین که فروشند بخت در بازار ببر تو درہم و دینار پیش او و بیار

دو رسته گشتی نیم شب بعجز و نیاز	دهند در عوضش بهتر از دو صد قنطار
دو روزه عیش ز مال و منال می باشد	نه وقت مرگ بکار آید و نه روز شمار
بسیم و زر ملک الموت بر نگردد	نه حور خلد بود طالبش ز تو زنهار
تو فارغ از غم جهنم نار و بفکر دنیائی	اگرچه هست سزای هر آنچه کردی نار
بس است دولت صبر و قناعت اندر فقر	که نیست سیم و گهر را چو اجر صبر قرار
کم است آنکه رود در جنان ز باب الصبر	ولی روند ز ابواب دیگرش بسیار
مدار کار بود عزتی که پیش خداست	بعزتی که ز خلق از زر است کار مدار
ترا بعرشش رسانند وقت دولت تو	بوقت فقر رسانند بر دل تو غبار
دمیکه پیش تو عرضی ز حرص و آز آرند	اگر قبول نه کردی چها کشی آزار
عجب که مشک فشانست خامهٔ سید	اگرچه نیست دماغ و دل از غم است فگار
فلک ده است زمین نطع را بجای سماط	فلک بخون عزیزان شکسته است نهار
ز سرد مهری دهر است سوزش دلها	هوای این کرهٔ زمهریر آتش بار
ز باغ دهر تو بی برگ میروی الا	که بعد مرگ بکار آیدت دو برگ کنار
دل تو پاره شد آمد چو فقر بر سر تو	بشوق سیم چو سیماب رفت از تو قرار
بکن حذر ز خیالات دنیوی در دین	که میکند بت اندیشه سبحه را زنار
ز هیچ دوست سوای خدای عز و جل	امید نیست که از بنده بشنود اعذار
تو گرچه لاف محبت زنی و دم ز کرم	باین خوشم که کشی دست از سر آزار
ستاک کوسی تو رفت آبروی ما لیکن	هنوز باد غرور تو هست آتش بار
ز آب دیدهٔ ما گل نشد زمین ادب	ز ما بخاطر تو از چه ره رسیده غبار

ز نه سپهر مخور غصه در سرای سپنج | ز شش جهت بگذر با ولای هشت و چهار
بکن ثنای علی ولی که بی‌مثل است | بعلم و زهد و شجاعت به بخشش و ایثار
بنای مسجد و محراب و منبر اسلام | در مدینهٔ علم محمد مختار
وصی و نفس پیمبر امام جن و بشر | برایش خسرو خاور رجوع کرد دو بار
فرید اعصر و ازمن وحید عالم کن | شفیع یوم تغابن قسیم جنت و نار
فکنده قلعهٔ خیبر بقوت داور | شکست و بست سر دست و گردن کفار
ز پشت کعبه بر انداخت جملهٔ بتها را | بدوش پاک رسالتمآب گشت سوار
رسیده اند ز جنبش به منزل اعلی | کمیل و اشتر و سلمان و بوذر و عمار
شبی فروخته جان را پی رضای خدا | چنانکه کرد مباهات ایزد غفار
که از صحابه نه پرسید هیچ مسئله | باو رجوع نمودند صاحبان کبار
اگر برند مس قلب را به حضرت او | شود به نیم نگاهش طلای دست افشار
بدهر سورهٔ انسان پر است از مدحش | سه نان چو کرد سه کس را عطا دم افطار
ز جور و ظلم رعیت کشید در عهدش | رعیت آنچه کشید از ملوک در اعصار
ولیک با همه رنج و غم و هم و محنت | شگفته رو و خوش اخلاق بود با حضار
بدست اوست لوای محمد مرسل | چه در معارک دنیا چه روز گیر و دار
کند خطاب بدو رخ چنانکه در خبر است | که آن عدوست بگیر و ولی ست این بگذار
بکعبه شد متولد شهید در مسجد | بهشت خلد به ملک کبیر یافت قرار
اگر حساب و کتابت کنند جن و بشر | بود بحار مداد و قلم شود اشجار
فضائلش نرسد تا بحد بوفق حدیث | اگرچه صرف نمایند سر بسر اعمار

نزول یافت ربع کتاب در مدحش — شنو روائح قرآن و ختم کن گفتار

بصبح صباح و مساتحفهٔ درود و سلام
به بارگاهِ نبی و ائمهٔ اطهار

ظلّی میگوید قصیده

قطرهٔ خونم ز تیغ آبدار افتاده ام — تخم داغم بر زمین لاله زار افتاده ام

سید

(این قصیده بمقام کاظمین نظم شد ۱۲۵۰)

اے خدا در کوے تو زار و نزار افتاده ام — رحمتِ دیرینه را امیدوار افتاده ام

ابر در بارست دنیا بر سرِ هر بیسواد — من در اینجا نقطه سان پاے بهار افتاده ام

دورم از عیشِ وطن چون شمع مومین از عسل — سخت در سوز و گداز از این دیار افتاده ام

بود شغلی در کتاب فقه استدلالیم — مانند فقر نیم کاره و من زکار افتاده ام

بارور گردیده شاخ خشک هر تردامنی — من ز بے برگی در اینجا زیر بار افتاده ام

با همه روشن دلی بر خاکِ این دل مرگان — مثلِ اشکِ شمع بر لوحِ مزار افتاده ام

تشنه ایم و چشمه هائی فیض جاری گرد ما — خشک مانند جزائر در بحار افتاده ام

مثلِ آن ماهی که از دریا فتد بر خاکِ خشک — بر زمینِ نم کنارِ رودبار افتاده ام

در غضب افگنده اند اینها و من در شهر شان — چون نگاه رحمتے از کردگار افتاده ام

وعظ من آبے نمی آید ازش بر روی کار — شوره بارانم ولے در شوره زار افتاده ام

با صفاے طبع من اینها مکدر مے شوند — گوئیا آئینه در زنگبار افتاده ام

سیدا دارم ہوائے صید مضمون لطیف — گرچہ در دام بلا مثل شکار افتادہ ام
نحن اقرب خواندہ ام در نفس خود درماندہ ام — در کنارم یار و من زو برکنار افتادہ ام
گر بدار الضرب افتادم شکایت ناروا ست — بر محک مثل طلای خوش عیار افتادہ ام
گرچہ اہل شہر یار من نیند اما چہ باک — بر در اختر بلند شہریار افتادہ ام
گرچہ من در پنجۂ غم مثل طیر بے پرم — در ہوائے وضطہ ہی ہشت و چار افتادہ ام

قصیدہ در منقبت

مدحت کیست کہ شد مطلع از ان غیرت ماہ — آفتابے کہ بود مطلع او بیت اللہ
ز آسمان نجم فرود آمدہ بر خانۂ او — کوری چشم عدو گفت نبی شد گمراہ
مہر رجعت پئے او کرد بہ نزدیکی شام — نیز با او متکلم شدہ ہنگام پگاہ
قائد الغر شدہ زان رو کہ محبان او — رو سفید اند و بود روے بد اندیش سیاہ
ثابت از آیت یتلوہ چنان شد کہ علیؑ — تالی احمد و بر بعثت او ہست گواہ
نص برائے دگرے نیست باقرار عدو — وہو الاصل فما استخلف الا آباہ
عائشہ کرد روایت ز ابوبکر چنان — کز عبادات خدا سوئے علی ہست نگاہ
غزوات احد و بدر و حنین و خیبر — فتح زو گشت و شدہ مملکت کفر تباہ
می نمودند چو کفار عزیمت بر جنگ — میشد از ہول وی آن وقت کفن پوش سپاہ
رابط الجاش لدی الحرب و فی مسجدہ — قلوہ مثل سلیم و منیب اواہ
اینچہ در وادی جن رفت بر او بہر خدا — نکشیدست چنان یوسف مصری بچاہ
بود عالم بمنایا بفرائض بہ سنن — سر حق از کتب اوّل و آخر آگاہ

مشکلاتی که بر صحاب گران بود چو کوه ‌‌ ‌ حل آن بود سهلتر بر او از پر کاه

غیر او هر که بتقلید سلونی گفتی ‌ ‌ سائلی کرده پشیمان و ذلیلش ناگاه

رفت در زی پشینه به حضورش دنیا ‌ ‌ شاه فرمود که گم شو چو نیم طالب جاه

چه قدرها پسر هند دغا با او کرد ‌ ‌ شیر دل تنگ شد از بازی و مکر روباه

زهر شمشیر باو داد چو ابن ملجم ‌ ‌ شیر بخشید باو از کرم الله الله

با عناد تو عبادات نه بخشد نفعی ‌ ‌ با ولای تو ضرر هم نه کند هیچ گناه

بسکه خورشید جبین سای درت شد هر صبح ‌ ‌ یافت از ذرهٔ درگاه تو زرینه کلاه

چه عجب باشد اگر ارض غری فخر فلک ‌ ‌ یا ملائک همه سایند بر آن خاک جباه

کان زمین خوابگه مصحف ناطق باشد ‌ ‌ ذکر او عین عبادت بود و زیب شفاه

ذکر فرزندی تو سور ادب هست ز ما ‌ ‌ فخر ما هست که باشیم گدایت یا شاه

روز محشر که رود تابش خورشید ز حد ‌ ‌ نیست جز سایهٔ لطف تو مرا جای پناه

یا علی قرب خودت بهر من از حق بطلب ‌ ‌ دوری هیچ محبی ز در خویش مخواه

همه دربست بمسجد نبی الا در تو ‌ ‌ که بغیر از در تو نیست رسائی بآله

سید اگر بشود مدفن تو خاک نجف ‌ ‌ عرش گوید غفر الله له طاب ثراه

قصیده در مدح سلطان محمد علی شاه اعلی الله مقامه

سحر که شد تر و شاداب گلشن اقبال ‌ ‌ ز آشیانه بر آمد همای زرین بال

سحرگهی که ز کویش وزید باد شمال ‌ ‌ رسید از نفس جانفزاش بوی وصال

عجب نسیم طرب خیز کز طراوت آن ‌ ‌ شگفت در دل و در سینه گلشن آمال

گذشت شب چه شبی چون سواد ملک حبش
شبی سیاه تر از نامهٔ گنهگاران
عجب سحر که بر آورد سر ز پردهٔ شب
شگافت موسی خورشید نیل گردون را
شعاع شمس بر آمد ز پردهٔ ظلمات
الی متی و الی کم تنام ساقینا
برآر بادهٔ حمرا ز مشرق خمها
چه آفتاب که چون برق سوخت خرمن شب
چنان رسید ز آفاق چرخ لمعهٔ نور
سمی احمد و حیدر سحاب فیض خدا
ز ذره های درش کاتب صحیفهٔ چرخ
کسی که نقش کند نام او به سینهٔ خویش
ز انتظام جهان عقل دوربینش را
بکام اوست روان نیل پرشکوه فلک
نگاه او بگشود عقود کار جهان
وفا بوعدهٔ او متصل تر است از آن
چرا منطقهٔ کهکشان کمربسته ست
ز عدل او که زمین تا به چرخ معمور است
جهان بعدل روان کرده حکم در هر باب

گذشت شب چه شبی تیره چون دل جهال
شبی سیاه تر از بخت اهل علم و کمال
چنانکه نام خدا در اذان ز بانگ بلال
چنانکه تیغ علی ولی صفوف قتال
چنانکه نور بصر از سواد چشم غزال
اما نسیم شمیم الصبا تعال تعال
چنانکه مهر برآرد سر از سحاب ثقال
مگر فگند شرارے بتوده های زغال
که در بسیط زمین حکم شاه با اجلال
که چشمه سار شریعت از و ست مالامال
نوشته نقطهٔ خورشید بر طریق مثال
رسد چو درهم و دینار عرب تش بکمال
خبر رسیده بماضی ز حال استقبال
هلال جلوے کجک هست و فیلبان اقبال
سریع تر بود از جنبش زبان بسوال
که سلک بادر و دریا بموج و لب بمقال
اگر بجا کرسیش آسمان نه بسته خیال
چو فرقدین بهم میروند شیر و شغال
که از خواص تعدی نماند در افعال

فتد بمجض کلاکش چو همزه‌های وصل — تمام رایت اعدا بصفحه‌های قتال
کند مطالعهٔ روزنامهٔ غدوات — ضمیر صافی او از مسودات لیال
بذهن او شده منطق شفاه جند ز اصم — بدست او متعلق شفای داء عضال
کند عزیز و سرافراز هر یتیمی را — ولیک در یتیم است خوار و هم پامال
ز لطف او بلب عاشقان نماند ذبول — ز مهر او بمیان بتان نماند هزال
بعهد او اگر آید حجاب سبز خطان — شود چو کاغذ باطل عذار با خط و خال
ز چشم خوش نگهان گر فساد برخیزد — دگر بخواب نه بینند شکل غنج و دلال
اگر منقش و نو بودی اطلس افلاک — برای مطبخی مطبخ او شدی دسمال
سحاب ناظر دستش نظر بحاجتمان — که عاشق متملق ما عینه سیال
صبا خبر برساند بسمع شاهی — گر آه سرد بر آرد ز جور رستم زال
امید و بیم رعیت ز جود و صولتش — چو فکر شنبه بود روز جمعه اطفال
فلک ز گلبن کوشش و گل زند بر سر — فیزدهی بها بالغدو والآصال
جهان به بخشش او دوخت است چشم امید — چنانکه بندهٔ عاصی بعفو حق تعال
ز نوک مرکز کاف کرم برشتهٔ لطف — زند بدست عطا بخیه بر دهان سوال
نهاده پایه بعرش و نظر بالطافش — دهند خاک نشینان با و عریضهٔ حال
شبیه نیست باخلاق شاه سودهٔ مسک — که جان آدم نبود شبیه خون غزال
بمال چون نگرد همتش بوقت عطا — ز انفعال شود روی زر برنگ آل
جهان جهان همه زیر نگین خاتم اوست — چنانکه والی جانش ولای حیدر و آل
نماز حاجت آنکس ادا نخواهد شد — که آب رحمت شاهی نیافت در اغسال

بس است دشمنی دهر دشمن اورا　چه حاجتست به شمشیر و نیزه و گوپال

کشند جدول شنجرف بر صفایح دشت　بصارم دود مش از سیاهی اجال

فمن یلذ بذ راه یفز بمنیته　ومن تخلف عنها فماله من آل

شل ست خاتم و قفل خزائن شاهی　چنانکه وعده و پیمان صاحبان جمال

بعید نیست ز باد بهار لطف ملک　که گل کند رطب تر ز شاخ خشک غزال

ز معده قوت جذب غذا شود زائل　خورند رشوت دهقانیان اگر عمال

دمے که از نفسش ابر جود بر خیزد　فلک حباب نماید بروے بحر نوال

ز رفت لا یزبانش مگر دم تهلیل　چراکه ناقص این نفی بود در دنبال

مجاز مرسل و اغراق و استعاره عبث　حقیقت است بمدح ملک همه اقوال

سخنورے که درین جا نکرد گلکاری　زبان ناطقه اش همچو غنچه گردد لال

من و سپهر بکوشش ز شعر و از شعرے　ستاده ایم بقصد نثار عقد لآل

رسد مغنی نظمم به بزم سلطانی　اگر بپاے به بندد ز آسمان خلخال

چه نسبت است فلک را باستانهٔ تو　تو مهر گستر و گردون ستمگر و قتال

میان جود تو و جود حاتم آن فرق است　که درمیان ضیاء و ظلام و حق و ضلال

وجوب حج همه یکبار هست در عمرے　طواف کوے تو واجب بود چه ماه و چه سال

وجود همچو تو شاهی عطاء جود خداست　وگرنه قابل اجرت نکرده ایم اعمال

چسان ادا بکنم شکر نعمت حق را　وان ذالک خطب و لی لسان کال

شعار من نبود شاعری ولے امروز　بمدح شاه کنم فخر بر کمال و جمال

ثناے او تراکیب بست و هشت حروف　بود چنانکه بیک مشت حصر عدّ رمال

زبان خامهٔ ذکر مراتب شاهی
گیاه را نتوان کرد زیر بار جبال

خریده ام ز قلم نافه های تاتاری
که شکر نعمت شه بود در میان و لال

صداع من و موی نیست در سرم سر اوست
محبتش بچکد گر زنی رگ قیفال

بهار جود و نوالش فگنده جوش و خروش
بگو به بخت گران خواب من که چشم بمال

ز عدل او و میان جهانیان صلح است
ولی میان سپهر و منست جنگ و جدال

منم که چرخ حسد برد بر فضائل من
ز رشک ساخت مرا مبتلای حزن و ملال

منم که بر سرم آرد الم شبیخون ها
شها کمک که رسد لشکرش باستیصال

زمانه در دل من کشته آرزوی چند
قصاص کو که ندادست خونبها تا حال

منم که بر سر خوان افاده و درسم
رسد بدله خوری عقل عاشر فعال

منم که از شه خاور نمی ستانم باج
ز ننگ مسند دارا نمی کنم پامال

بباد داد کلامم بنای بابل را
ربوده از سخنم چشم یار سحر حلال

نماند گرچه طراوت بچشمه و طبعم
هنوز می رسد از من به سلسبیل زلال

چو حرف روح فزای بر آید از دهنم
دم مسیح رسد از فلک باستقبال

کنم بیان معانی و نکته های بدیع
ولی فتاده به تصریف عالمم اشکال

شکست گردش افلاک خاطر ما را
بقای دانه درین هفت آسیاست محال

ز قصهٔ دل تفسیده گر زنم حرفی
ز سینه تا لب افتد هزار جا تبخال

هزار عقده به مطلب چو رشتهٔ تسبیح
کنم تشفی خاطر باستخاره و فال

هلال عید دلم خون کند بناخن غم
اگر بمنجل کشت امیدهاست هلال

گذشته ایم بدکان جوهری فلک
بجز نجوم ندیدیم ریزه های سفال

چه آرزو کنم از چرخ در بساطش چیست　　بجز گلیم سفید و سیاه یوم و لیال
اگر سرور بگردد بگرد خاطرِ من　　رسد بکلبهٔ ویرانه سیل غم فی الحال
مے نشاط و طرب در صراحی دلِ من　　چنان قرار نگیرد که آب در غربال
سزد اگر بکنم دعوے جهانبانی　　که عالمے است مرا از امانی و آمال
بهر کجا که شود خاک آرزوے کسے　　بسینه ام برساند فرشتهٔ نقال
تهی است سینه و از غم هزار رخنه درو　　سواے مرگ که باشد رفوگر این شال
چو طوق گردن قمری فلک گلوگیر است　　بغیر ذبح ازین قید رستن ست محال
مرا که جاے خرام است سقف عرش برین　　میان پنجرهٔ آسمان ست ضیق مجال
توان پرید ازین بقعه دور چون عنقا　　ولیک رشتهٔ فکر عیال بسته ببال
مرا که حور بهشتی بجان طلبگار است　　رسیده کار بمنت کشیدن ارذال
مرا که صدر نشینِ مجالسِ قدسم　　نشانده اند درین انجمن بصف نعال
خورد کلیم سرِ خوانِ من من و سلوی　　برو سلیم هم از چشمه سارم آبِ زلال
ولیک مثلِ گهر آب و دانه که مراست　　امید سیری و سیرابی ازوست محال
فغان و آه ازین قدر ناشناسی دهر　　چه خوش بخاطرم آید زگفته‌های جلال
مرا به تجربه معلوم شد در آخر کار　　که قدرِ مرد بعلم ست و قدرِ علم بمال
دلا ببین ز سحبانِ فارس خاقانی　　که بود چرخ بعهدِ تو هم برین منوال
درین زمانه فروغے ز بیفروغی خویش　　شعیر در عوض شعر خواهد از بقال
گرفته لذتِ اشعار با ملاحت من　　فگنده شور هجا حاسدِ نمک بحلال
چنان شدست فلک گرم شر مهیا　　که گشته سینهٔ سوزان عاشقان تبخال

خمیده است ز بارِ گناه پشتِ فلک — زبسکه کرده جفاها براہلِ علم و کمال

چو اندک ست اقامت بتوشہ حاجت نیست — ولیکن از سفرِ آخرت چه است خیال

اگرچه صبر در افلاس تشنه و دم است — که بیشتر برگ جان زدست و گفته منال

متاعِ فانیِ دنیا نیافتیم یا رب — فغان اگر تو نخواهی بضاعتِ اعمال

کجاست توبهٔ اکسیر اثر که قلبِ گناه — طلاے احمرِ طاعت شود باستعمال

بغیر توبه زمن جنسِ معصیت بپذیر — چه حاجت ست که باشد میانِ ما دلّال

بس ست سیدنا این نفس را زهی حیثیت — رو و ز طولِ سخن آبروی لطفِ مقال

ترا که دولتِ علم است رشکِ عمرِ خضر — مگرد مثلِ سکندر بگردِ مال و منال

نگشت چشمهٔ حیوان نصیبِ اسکندر — که بخت و مال بود معرضِ فنا و زوال

اگر تو جاه و بقا هر دو جمع مے خواهی — بکن سوال ز درگاهِ ایزدِ متعال

که بهرِ شاه محمد علی عالیجاه
بود چو خضر و سکندر حیات با اقبال

قطعات

خوب ست در فراقِ تو شبها گریستن — از خلق دور رفتن و تنها گریستن

چاکے زدن بجیبِ گریبان ز اضطراب — دستِ زدن بدامنِ صحرا گریستن

بودن تپان چو ماهیِ بے آب بر زمین — چون سیلِ شور کردن و دریا گریستن

شبها بهجرِ یار پریشان چو گل شدن — مانندِ مرغِ صبح سحرها گریستن

لرزیدن از خیالِ لقاے خدا چو بید — چون ابر از تصورِ عقبیٰ گریستن

کردن خیال محکمهٔ روز باز خواست
ز اندیشهٔ گواهی اعضا گریستن

در فکر نار و نرخ و غسلین گداختن
خون دل و جگر همه یکجا گریستن

خواهی که بزم وصل شود جایگاه تو
باید چو شمع در دل شبها گریستن

خواهی که روزِ حشر کنی خنده بایدت
امروز از مصیبت فردا گریستن

قطعه

شکر است که خوانِ کرمت وقف جهانیست
از بخت خود افسوس که با دستِ سمانیست

از فیضِ تو هر ذرّه بود خسرو خاور
با رای تو خورشید بمقدار سهانیست

در کوی تو شد سکه بزرکار فقیران
دیوار تو البته کم از بالِ همانیست

از بختِ سیه دم بمعادن همه خاک است
وز فیض قدوم به چمن باد صبانیست

عیسی اگر از چرخ فرستد دم جان بخش
بیمار چنانیم که امید شفانیست

از هر طرفم روی بمحراب درست است
این دل که تپان است کم از قبله نمانیست

در سینهٔ من کشته شدند آرزوی چند
شمعی بجز آهی بمزار شهدانیست

بشکست دلا ناخن تدبیر عزیزان
صد عقده بمطلوب یکی زان همه وانیست

دادند غم و عمر گران مایه گرفتند
بازار عجیبی است که سودا برضانیست

خون می شود از دست رسائم نیز مرد
در مزرع من هیچ بجز برگِ حنانیست

دنیا بمن آشفت که دیندار گمان کرد
دین هم شده بیزار که تسلیم و رضانیست

سید ز خدا داروی بیماری خود جوی
جز خاک درش صندل دردسر مانیست

قطعه

فلکا بد روشا بی دردا — از فغانم خبرت اصلا نیست
خون دل بر سر خوانِ هر است — ای فلک وه چه عجب مهمانی ست
بزم سیراب شد از ما و چو جام — بهرهٔ ما همه سرگردانی ست
عالمی درهم و برهم شده است — کشتی چرخ مگر طوفانی ست
سیل غم رو سوی ما می آید — لکهنؤ مستعدِ ویرانی ست
آسمان غنچهٔ اسرار خداست — فکر حل گرهش نادانی ست
نیک و بد را نشناسیم که چیست — کار ما آئینه سان حیرانی ست
سخنم آب گهر می ریزد — رگِ ابر قلمم نیسانی ست
خامه ام بتکده را ناقوس ست — شمع در انجمن ایمانی ست
چشم بستم ز جهانِ فانی — نظرم بر کرم یزدانی ست
سخنی گفتم و خاموش شدم — قصهٔ درد دلم طولانی ست
فکر سامان چه کنی سیدنا — سر و سامان تو بی سامانی ست

قطعه

یاد عهدی که هجر یار نبود — سینه آلودهٔ غبار نبود
در شب تار و صبح صاف مرا — هیچکس جز تو غمگسار نبود
میزدم آه و نعره در غم دین — با غم دهر هیچ کار نبود

هر چه میخواستم مهیا بود	حاجتِ هیچ انتظار نبود
گرچه عار جهانیان بودم	خواجه را از غلام عار نبود
بوده ام ذکرخوان محفلِ تو	غلغلم بر تو ناگوار نبود
بود ذوقی به گریهٔ خونین	که به گلگشت لاله زار نبود
تا نمی خواندم آیهٔ رحمت	دلِ شوریده را قرار نبود
شد خزانی گل جوانی من	که کم از موسمِ بهار نبود
می شود ضعف و هر روز افزون	آنچه امسال هست پار نبود

قطعه

مدتی هست خدایا که طلبگار توام	ذرهٔ کوی توام سایهٔ دیوار توام
از جوارِ خودم ای وای کجا میرانی	خسته ام نابلد از کوچهٔ اغیار توام
دلِ آزردهٔ من رحم ترا می طلبد	که بود مرهم جان ناوکِ سوفار توام
بکش از دستِ خودم گر سرِ کشتن داری	تا دهد آبِ بقا خنجرِ خونخوار توام
مالکِ نار چرا از تو کند دور مرا	او مطیعِ تو و من نیز گنهگار توام
استخوان پنبهٔ دل نازک و تن مو بین است	کو توانائی سوزندگیِ نار توام
پاره هر چند که شد پردهٔ ناموس چه غم	که نظر دوختهٔ رحمتِ بسیار توام
چیست استادگی ای ابرِ کرم بر سرِ من	گل نیم خارم و روئیدهٔ گلزار توام

بیشتر بر رگِ جانم زده سیّد این حرف
از که مرهم طلبم من که دل افگارِ توام

قطعه

ای آنکه کف بخشش تو رشک سحاب است	با فیض تو دریا ز خجالت همه آب است
از ناخن احسان تو وا شد گره دل	وز رشتهٔ لطف تو دهان فقرا بست
ای خوان نوال تو پر از نعمت الوان	جان و دلم از سوز غم و درد کباب است
از دست ستمگاری گردون بعذابم	بر من نظری کن که ثواب است ثواب است
در مسلخ تو روز مبارک پی اضحی	ثور و حمل و جدی فلک هم زده است
مینای حیات تو بود پر ز می عیش	تا در دل عاشق هوس یار و شراب است

قطعه

یارب چه خط است این که ز هر نقطه گهر ریخت	مشک ختن است آن و عقیق یمن است این
این عنبر سارا است که سطری است که سنبل	یا کاکل خوبان خطا و ختن است این
یا کاغذ نازک روش نظم طرب خیز	برگ سمن است آن و نسیم چمن است این
عکس رخ حوری است که اوراق لطیفش	یا دستهٔ خوشرنگ گل نسترن است این
شیرینی این خط نگر و رنگ زمرد	گویا که مگر طوطی شکرشکن است این
بالغ نظری کو که شود محو تماشا	در خلعت زرتار عروس سخن است این
خطی است فرح بخش و کلامی است غم اندوز	صحن چمن آن باشد و بیت الحزن است این
من ساده دل و اینهمه سامان تکلف	باور نتوان کرد که اشعار من است این
این نقش نو و تازه نگاریست که امروز	فردا است که یاد آور عهد کهن است این

هر بیتِ من از خانهٔ غربت خبر آرد	معذورم ازین راه که حب الوطن است این

قطعه

درین عهد بے بادہ و بے شراب	دلِ پیر و برناست یکسر خراب
مپرس این زمان حالِ طلابِ علم	نه ذکرِ مسائل نه فکرِ کتاب
شب و روز در بحث بابِ زکات	چو اطفال مصروفِ درسِ حساب
اگرچه هوسناکی سیم و زر	ز عهدِ قدیم است در شیخ و شاب
ولے مے نمودند هم گاه گاه	ز راه ریا علم را اکتساب
کنون نیست چون قدرِ علم و عمل	نه شوقِ ثواب و نه خوفِ عقاب
نخواهند آوازهٔ فضلِ خویش	مگر در صناعاتِ چنگ و رباب
بهم مے رسد از زنا و غنا	غنائے که افزون بود از حساب
درین بزم خواهی اگر آبرو	بکش نغمهٔ و مے بخور بیحجاب
بزن آتشے در نیستانِ کلک	بشو دفترِ شعر و انشا بآب
بزن پنج نوبت به بابِ نشاط	ز موسیقی ار خوانده یکدو باب
وگر نیست بربط ترا و طبل	چو دف بر قفایت نهند از عتاب
ز یونان رسد تا بچرخے گر بهند	فروشان بیک فلس ده من کتاب
نگیرد جز آنکس که اوراق را	کند در سرِ شیشه هاے شراب
همه فکرِ نان است و عشقِ زنان	نداریم کارے بجز خورد و خواب
چو در قبر پرسند من ربکم	بگوئیم فرج و شکم در جواب

ازین ره رسد هیضه و آبله … بسن صبا و بعهد شباب

قطعه

تازه زخمی عجبی در جگر افتاد مرا … کار با گریهٔ خونین دگر افتاد مرا

داغ در سینه و دل سر بسر افتاد مرا … لخت لخت جگر از چشم تر افتاد مرا

دل که در منزل والای ولایش جا بود … دیدم امروز که در رهگذر افتاد مرا

بی رخ از من شده خوش منظر عالی نظری … که جهان بی رخ او از نظر افتاد مرا

سر او داشتم و درد سرم هیچ نبود … باز سودای عجیبی بسر افتاد مرا

تا زشتم بود که دل را بدلش راهی هست … حیف صد حیف درین ره خطر افتاد مرا

کوی او شد وطنم بعد سفرهای دراز … با که گویم ز وطن هم سفر افتاد مرا

دیدهٔ دل بجمال تو بهشتی بود است … ز آتش خشم تو جان در سقر افتاد مرا

دل بلطفت ز وسائط همه مستغنی بود … و یکه دریوزه گری در بدر افتاد مرا

دمبدم هر سحری می زدم از عشق تو دم … حالیا نوبت آه سحر افتاد مرا

یاد وصل تو بهجران شکر و شیرم بود … زهر در کاسهٔ شیر و شکر افتاد مرا

گرچه در دار قضایم قدری راحت نیست … این بلا هم از قضا و قدر افتاد مرا

قطعه

چه خوش بود ز سلاطین زیارت علما … که نیست مقصد ایشان بجز رضای خدا

بکوی شان نتوان شد ز درد سر فارغ … که خاک درگه ایشان بود چو خاک شفا

سواد دیدهٔ شرف باید از نظارهٔ آن — کسے کہ ہست مدادش بہ از دم شہدا

بنہ بخاک سرے را کہ بر فلک سائے — خمیدہ با ہمہ رفعت ببین بہ ارض و سما

ز رتبہ‌ات مرا ہیچ کم نمے گردد — کنند گر ز نوازش تفقد فقرا

نماند از تو اثر در بلند پروازی — چنانکہ ہیچ نشانے نماند از عنقا

ز نوکِ خامۂ شان برگ و بار علم بچین — کہ روزِ حشر نشینی بسایۂ طوبے

صباح و شام بزن حلقہ در ایشان — کہ وا کنند بروے تو جنتہ الماوا

شنیدہ‌ام بدر حاج باقر رشتے — پیادہ فتح علی شاہ رفت مثلِ گدا

خطاب کرد بسید کہ ہیچ می دانی — بدین روش ز چہ راہ آمدست شاہ اینجا

پیادہ آمدہ‌ام بہر دیدنت امروز
کہ تا سوار بخلد برین روم فردا

قطعہ بروقت مراجعت از کلکتہ

للہ الحمد کہ سید بوطن آمد باز — رفت با محنت و افلاس و باعزاز آمد

لکھنو باد صبایش نفس عیسے بود — کز تنم جان برون رفتہ باعجاز آمد

سالہا ہفت طبق بود پر از تعزیتم — ویکہ در تہنیت از ششجہت آواز آمد

شوخ بیباک کہ ہموارہ بمن می جنگید — بر سر آشتی و دلبری و ناز آمد

لطفہا گشت عیان در سفر از پردۂ غیب — کیست جز دل کہ دران بادیہ ہمراز آمد

خوش نیامد روشِ مردمِ بنگالہ مرا
بیشتر در نظرم مرد سخن ساز آمد

مرشد آباد زدم قال که تا پٹنه روم
مژدهٔ خوبیِ انجام ز آغاز آمد

کانپور آمدم و گم شده صندوق کتاب
طائرِ روحِ روان حال بپرواز آمد

واجب آمد که اقامت بکنم تا دو سه روز
آنچه آمد همه از صنعِ خدا ساز آمد

بعد ازان کز حرکت رفته ز من طاقتِ صوم
از سکون قوتِ گم گشتهٔ من باز آمد

شکر صد شکر که آمد کتبم نیز بدست
گرچه بعد از قلق و فکر و تک و تاز آمد

از تواضع شده سید قلم صدر نشین
سرنگون رفت ازین راه و سرافراز آمد

عیدی نوروز

صبح است و وقت منقبت مرتضیٰ علی
بنشست بر مقامِ رسولِ خدا علی

گل را که تازه خلعتِ نوروز در برست
بخشید آب و رنگ ز عینِ عطا علی

عیدی غدیر بفرمائش ذوالفقار حسن صاحب

شکر للّٰه که کوچه و برزن
شد ز عیدِ غدیر رشک چمن

در چنین روز پاک و پاکیزه
مدحت شاه ذوالفقار حسن

عید الفطر

مژدهٔ تازه رسیدست مبارک باشد
صبح اقبال دمیدست مبارک باشد

شادی و دل بهم آمیخته چون شیر و شکر
رمضان رفته و عیدست مبارک باشد

ایضاً

شب مشک فشانست و سحر مرہم جانست
گل خنده زنانست و گہر رشکِ عمانست

شکر است خدا را که اثر داده صبا را | | عیش انجمن آراسته عید رمضان است

عیدی

صبح است و رشک نسترن خوشبو تر از برگ سمن
عید است و در صحن چمن گلها ز شادی خنده زن
دلها شگفته از خوشی لب لاله گون از میکشی
الحمد للّٰه الذی قد اذهب عنا الحزن

عیدی عید قربان

عید قربانست و جانها جمله قربان تو باد | | اطلس افلاک پا انداز ایوان تو باد
تا میان دهر رسم عید قربانی بود | | ابلق شام و سحر دائم بجولان تو باد

عیدی میلاد امام عصرؑ

امشب بچرخ چنبری رقصد ماه و مشتری | | از مولد صاحب زمان نور نگاه عسکری
بارید بر شهر و چمن ابر کف شاه زمن | | بالید دین جعفری مثل گل نیلوفری

ایضاً

این ظهور نور مهدی یا شب ماه است این | | یا فروغ جلوهٔ انی انا اللّٰه است این
غنچه دارد مشت زر گل شد ز شبنم پر گهر | | عهد سلطان زمن امجد علیشاه است این

رباعیات

(عمر خیام)

من میخورم و هر که چو من اهل بود | | می خوردن او پیش خدا سهل بود

مے خوردن من حق زازل میدانست	اگر مے نخورم علم خدا جہل بود

مفتی صاحب

مے خوردنِ تو پیشۂ نا اہل بود	سخت ست عذاب خوردنش سہل بود
در فعل تو علم حق ندارد تاثیر	پس نسبت فعل خود بحق جہل بود

عمر خیام

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو	آنکس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی	پس فرق میان من و تو چیست بگو

مفتی صاحب

عفو و کرم از خدا اگر نیست بگو	ور ہست پس اعتراض تو چیست بگو
گر در عوض ستم نکوئی بکند	پس عدل چہ چیز و صاحبش کیست بگو

رباعی در تہنیت نوروز

ای روشن از جبین تو قندیل آفتاب	بر فرق ذرۂ درت اکلیل آفتاب
روزیکہ شد طلوع تو بر آسمان شرع	گردون ندید چارہ ز تحویل آفتاب

لذت غم

من طالب لذت از الم می باشم	با خستگی جسم و چشم نم می باشم
از بسکہ شدم ز شادمانی محروم	ہر روز امیدوار غم می باشم

عبرت

از قبر گر کنارہ گزینے چہ مے شود	در پیش ہست مرگ نہ بینی چہ میشود
بر بادپاے عمر سواری دمی روی	گر روے بر قفا بنشینی چہ میشود

ایضاً

عهدیست که گشته است خلقی گمراه روهاست سفید و نامه ها جمله سیاه
گویند که بی خداست حول و قوت لاحول و لا قوة الا بالله

ایضاً رباعی

دردا که نماند همدمی همرازی جز آه ندارم نفسی دمسازی
بالا ز نسیم باد لکی سوخته چیست کی مرغ کباب می کند پروازی

رباعی

دیروز فقیر بودی امروز غنی فرداست که محتاج لباس کفنی
حال دگرست هر دم و با این حال حیف است که دمبدم از کبر زنی

رباعی

بگذار که بر رخت نگاهی بکنم یا رو بدر تو گاه گاهی بکنم
زنهار همه هیچ گر ندارید قبول در کوی شما فتاده آهی بکنم

رباعی

شد فوت جوانی و ز هر مو پیداست وز وسمه لباس سیه از بهر عزاست
در پیری اگرچه چشم سر بی نورست بر قطع حیات دیدهٔ دل بیناست

رباعی

از دیدهٔ دل شیب نهان نتوان شد وز وسمهٔ ظاهری جوان نتوان شد
این ریش سفید گر ببندی گرش برقی است که سد راه زان نتوان شد

رباعی

چیست دنیای کهن سال و فریب تازه	پیرزالی که کند غمزه با بروی سفید
ریش را رنگ نه از روی تقدس بستم	شرمم آمد ز سیه کاری و این روی سفید

رباعی عید قربان

عید قربانست جانها جمله قربان تو باد	اطلس افلاک پا انداز ایوان تو باد
تا میان دهر رسم عید و قربانی بود	ابلق شام و سحر دائم بجولان تو باد

خماسی بروزن رباعی از اختراعات علامه موصوف

دنیا چو نسیم صبحگاهی گزرد　　درویشی و مفلسی و شاهی گزرد

خواهی گزرد و گر نخواهی گزرد

اکنون نفسی چند که باقیست ز عمر　　آن به که طاعت الهی گزرد

غزل بروزن رباعی

فریاد که فریادرسی نیست مرا	جز دود دلم همنفسی نیست مرا
یارب تو بفریاد من خسته برس	غیر از تو بدارین کسی نیست مرا
گلدستهٔ یاران وطن آه چه شد	در دور بجز خار و خسی نیست مرا
رفتند عزیزان و شکستست دلم	زان قافله اکنون جرسی نیست مرا
در حفظ امانات چه تدبیر کنم	جز درد و دریغا عسسی نیست مرا
خواهم که مرا وا نگذارند بمن	از خلق جز این ملتمسی نیست مرا

سید شده ام سیر ز گلزار جهان

جز دیدن جنت هوسی نیست مرا

معمّیات

(معما باسم عباس)

ز نفس خویش بود بیم و از حق امیدست — نشسته ام بعزا رو توقّع عید است
دلم چو ذرّہ و سامان حرف تعریف است — که چشم برکف آل عبا چو خورشید است

ایضاً

دارند دوستی بتو چون نیک سیرتان — غم نیست سیدا که بدان کینه ور شوند
شیر خداست جد تو و پیشواے تو — درّندگان بنام تو زیر و زبر شوند

ایضاً فی آخر القطعه

چرخ بسے چرخ زد پخته نشد کام وے — برکفِ او از قمر نقرهٔ خام است و بس
از روشِ ماه و خور عمر چو پیمانه پُر — چیست درین انجمن گردشِ جام است و بس
راحتِ عنقا و غول شرم و حیا کیمیا — مهر و وفا و کرم این همه نام است و بس
عیش بدست کے جز به می و نای و نے — این همه اسبابِ بے نقل حرام است و بس
صبح اگر خنده نزدیک دو نفس بیش نیست — گل چو شود این چراغ دود و شام است و بس
هیچ درین بزمگاه جز غم و محنت مخواه — منزلِ عیش و رفاه دار سلام است و بس
آنکه طلب میکنی نام و نشان مرا — چشم چو[1] بر هم نهی ماهِ تمام است و بس

[1] ماه تمام سی پر و مراد از سی لام که عددش سی تا است و مراد از لام تمام کلمهٔ لام که عددش هفتاد و یک است موافق عدد عین و الف پس از اسم عباس و حرف که عین و الف باشد برآمد باقی ماند با و سین که مجموعهٔ آن بس می شود و الیه اشاره بقوله ماه تمام است و بس و چونکه

معما

آن چیست که گرده بفزایند بران شی — صدگرد دو گرکم بکنی پنجاه است

ایضاً

چیست آن چیست که تا مشش گفتم — هیچ ناگفته تمامشش گفتم

ایضاً

رود از چار چو تنها بیرون — میشود ظاهر ازان نام بردن

ایضاً

گر بران شش بفزائی صد گشت — ور ز صد شش برود باز صدست

ایضاً

گفت جان تو برون رفته بهجران از تن — گفتمش باکه درافتاده بره قالب من

ایضاً

جدا سرو خرامیدهٔ ما — که برود و ختر یاران دیده
گهر از تاج حسن امیده بریم — ما تماشا بهزاران دیده

معمی باسم کبوتر و فیل

چیست آن یک بشکل گرمابه — وین بعصر طبیعی انجامد
این چو آن اسم هست ترکیبش — از دو تا حرف جر بفعل آمد

مقتضاے این اشارات محض مادهٔ اسم ست نه صورت آن پس از برهم زدن ترتیبرا مراد گرفته واز تقدیم و تاخیر بعض حروف صورت می بندد و در استخراج عین و الف طریق دیگر این است که بقاعدهٔ ترادف اشاره بعین و از عین حروف عین مراد باشد و از ماه تمام عدد سی و از سی یک که هم عدد آنست و از یک الف و استخراج با و سین و ترتیب حروف بدستور سابق ۱۲ منه

ایضاً

چیست آن جانور کہ در پی وی	دشمن او چو گشت آدم شد
رونمای پرندہ ساختمش	جلوہ گاہ چرندۂ ہم شد
سر این شد زیادہ از سر آن	پای او گر ز پای او کم شد
صاحب زندگی برون آمد	دل این ہر دو چون فراہم شد

معمّی باسم شعیب

بلا ہا رسد بر سر سروران	زسودای آن یار پیمان گسل
چو عاشق بمعشوق یکدل فروخت	صد بار برداشت بر بیع دل

ایضاً

مال و جان ہر چہ ہست با انسان	نیست الا عطای ربّ کریم
لیک چون زو خرید حق آنرا	گشت سلعہ بعیش سبیل فوز عظیم

۱۲۵۰ [illegible]

مثنوی

بعض کملائے فن کا خیال ہے کہ شاعر کی مہارت اور کمال مشاقی مثنوی سے ظاہر ہوتی ہے چنانچہ متقدمین ومتاخرین مین اس وقت تک جسقدر مشہور مثنویان ہین وہ سب کملائے فن کی ہین جنکا آوازہ اس فن مین بلند ہو چکا ہے۔

مفتی صاحب کے کلام مین یہ صنف بہ نسبت اور اصناف سخن کے بہت زیادہ ہے۔ ایک مرتبہ خود فرمایا تھا کہ شعرائے سابقین نے مختلف مذاق مین مثنویان تصنیف کین اور خوب زور طبع دکھایا - یہانتک کہ بعض شعرانے پانچ پانچ مثنویان نظم کین

جسطرح خمسہ نظامی اور خمسہ جامی مشہور ہے۔ ان تین شاعرون نے ایک ایک خمسہ لکھا اور مین نے بقدر مجموع پندرہ [۱۵] مثنویان لکھین"۔

اس قول مین حسب ذیل مثنویون کیطرف اشارہ ہے۔

(۱) مثنوی من وسلوی — (۹) مثنوی تسکین مسکین

(۲) مثنوی گوہر شاہوار — (۱۰) مثنوی شمع المجالس

(۳) مثنوی آب زلال — (۱۱) مثنوی مرصع

(۴) مثنوی جواہر منظوم — (۱۲) مثنوی مونس الخلوات

(۵) مثنوی بیت الحزن — (۱۳) مثنوی موجزہ رابعہ فی المعجزۃ الشائعہ۔

(۶) مثنوی صحن چمن

(۷) مثنوی نظم الفرض — (۱۴) مثنوی نور

(۸) مثنوی خطاب فاضل — (۱۵) مثنوی رد دعوی

علاوہ ان مثنویون کے اور بھی چھوٹی چھوٹی مثنویان ہین مثلاً بنیاد اعتقاد جو اُردو زبان مین جامع مطالب مہمہ ہے اور عام طور سے خراج مقبولیت حاصل کیا ہے۔ ایک مثنوی "نان و نمک" کے انداز پر۔ ایک حملۂ حیدری کے طرز پر ہے۔

خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز نے ایک روز اہلی شیرازی کی ذوبحرین ذوقافیتین مثنوی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اساتذہ ہند بھی کسیطرح اعجام سے کم نہین ہین۔ شیرازی کی مثنوی کے جواب مین مفتی سید محمد عباس صاحب نے ایک مثنوی مواعظ مین ذوبحرین ذوقافیتین تصنیف کی ہے مین نے اسکی نقل ایک طالب علم کے ذریعہ سے حاصل کی تھی اوسکے بعد مین نے بھی ایک مثنوی اُسی انداز پر کہی جسکا نام مدیح مرتضیٰ ہے

خواجہ صاحب اوس مثنوی کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور اکثر شعرا اُسکے سناتے بھی تھے اس حساب سے اُنیس[١٩] مثنویان جناب مفتی صاحب کی تصنیف سے ہین اُنمین سے اگر بعض کے بھی اقتباسات لطیف جو اسوقت پیش نظر ہین ناظرین کتاب کی خدمت مین پیش کیے جاتے تو طول ہوجاتا۔

رقعهٔ عتاب آمیز

ای بلبل گلشن بلاغت — جستیم ز خار و گل سراغت
دعوای محبتی که داری — کو شاهد تو چرا نیاری
سنگین دل و سخت بیوفایی — در حرص و هوا جدا ز مایی
در هجر گذشت صبح و شامی — نی نامهٔ از تو نی پیامی

جواب

ای گوهر معدن فصاحت — وی نیر روشن صباحت
این خط که سیاه تر ز شب ها — دو دست کز آتش غضب
آن معنی و اینچنین عبارت — یکجاست حلاوت و مرارت
هر سطر که هست پیچ در پیچ — چینی ز جبین لحد و گر هیچ
مکتوب تو خواند ماند عباس — فرسوده شود ز الماس
داغ تو گل دل ملول است — خار تو مرا بجان قبول است
در هجر تو وصل با الم بود — بی خط تو درد در دلم بود
آمد خط و آن عتاب در وی — چون زلف تو پیچ و تاب در وی
این نامه که در خط غبار است — گردید ملال آن نگار است
نوش تو نیش نیشتر نیست — نوک قلم تو نیشتر نیست
در خط عتاب این ملاحت — گویا نمکیست بر جراحت
لیکن ز تو ام شکایتی نیست — فکری نکنی حکایتی نیست
مکتوب تو با همه کدورت — چون دود شراب داد فرحت
آن معنی تلخ و لفظ شیرین — چون گل شکرم نمود تسکین
قندی و گلی سرشته باشی — پیوسته خطی نوشته باشی

رقعهٔ محبت آمیز

الا ای نوا سنج بلبل نوا — بگلزار فقه نغمه زن در هوا

تو بودی ضیا بخشِ باغِ سخن	ز تو بود روشن چراغِ سخن
چو از پیش رفتی تو بس ماندہ ایم	تو در باغ و ما در قفس ماندہ ایم
صفای دمی نامہ ات آرزوست	نوای نئی خامہ ات آرزوست
بپرسم سراغِ تو در ہر نفس	نیابم نشانِ تو از ہیچکس

جواب

الا اے گلِ بوستانِ وفا	کہ از نامہ دادی دلم را صفا
تمنائے نہ در حقِ من گفتہ	ز رنگینی خود سخن گفتہ
سخن بود باغے ولے پیش ازین	کنون ماندہ برگے بگوشش ہمین
سمومے درین گلستان آمدہ	بہاران گزشت و خزان آمدہ
ز بس سوختہ بال و پر قمریان	بجا ماند خاکستر قمریان
نگویم قلم را تنک رو نماند	قلم تیکہ قلم از قلم رو نماند
سراغم چہ پرسی دماغم کجاست	کہ من خود ندانم سراغم کجاست

در وصفِ خربزۂ اکبر آباد کہ شخصے بطور ہدیہ فرستاد

واہ کس شکل کا یہ خربزہ ہی	ہی عجب رنگ و بو عجب مزہ ہی
اکبر آباد کا یہ تحفہ ہے	غور سے اسکو دیکھیے کیا ہے
تھا مجھے اسکا اشتیاق کمال	آج دیکھا جمالیے کا جمال
نعمتین لکھنؤ کی یاد آئین	صحبتین لکھنؤ کی یاد آئین
پھوٹ سے انکی تھا گلہ مجھ کو	اب جدائی کا پھل ملا مجھ کو

بس دلا. ناروا ہی طولِ کلام
گول گول اسکا حال لکھدے تمام
کیا سفالی کی گڑگڑی ہے یہ
یا فقیرون کی تومڑی ہے یہ

رقعہ منظومہ در رسید خربزہ

ایکہ گلِ سر سبدِ الفتی
نورسِ باغِ شجرِ حشمتی
طبعِ شریفِ تو کہ شاداب باد
یادِ من آورد دلم کرد شاد
نوبرِ آن فصل کہ از فضل وجود
داشتی ارزانیم ازان نبود
حیرتم آن کوزۂ از قند بود
یا سبدِ خربزۂ چند بود
ہر چہ دران بود شکر ریز بود
فکریم آیا کہ چہ خالیز بود
ہر یک ازان جملہ کہ نشمردہ بود
بر دگرے گوی سبق بردہ بود
بود مسلّم ہمہ بدرِ کمال
تیغ زدم سر زدہ چندین ہلال
سبز کشید ارچہ من آزردمش
بوے وفا داشت چو بو کردمش
گر حلاوت چو لبِ یار داشت
رنگِ رخِ عاشقِ بیمار داشت
قاش کہ نیمی ز دلِ خستہ است
فاش چہ گویم کہ لبم بستہ است
بہ کہ ازین باغ تہ پیچم عنان
خربزہ آبست کنم فکرِ نان

جواب رقعۂ مذکور

اے سخنت خضرِ رہِ اتّقا
کلکِ تو فوارۂ آبِ بقا
تحفۂ ما رنگِ قبولے نداشت
برگ و برے بود حصولی نداشت

بود کجا قابلِ توصیفِ تو — آب شدم زین همه تعریفِ تو
نظمِ ترا کیفیتے دیگر است — شعر تو از خربزه شیرین تر است
گرچه بود خربزه بدرِ کمال — شمسِ کمالِ تو ندارد زوال

رقعهٔ منظومه در مذمتِ آدمی که خربزهٔ بے مزه آورده

آدمِ سرکار بوقتِ سحر — خربزه آورد مگر بود خر
رفت بر مفت برِ گنج نهاد — گول از و خورده باو پول داد
خربزهٔ فاسدِ گندیدهٔ — لائقِ ریشِ تو پسندیدهٔ
گر بخوری پوستِ او را کنی — در عوضِ خربزه تیغش زنی
مرد که بوده است بسی تندکام — مثل همین خربزه صورت حرام
خربزه آورد باین چاہ کے — تلخ و ترش بیمزه و آبکے
پیش روے چون زدمش خورد پیچ — حرف حسابش کدام است هیچ

جواب

آدمِ من آدمِ معقول نیست — خربزه آورد که ماکول نیست
قهر بمن کردی ازین ماجرا — زور بخر نیست به پالان چرا

رقعهٔ منظومه در مذمت انبه

انبه اگرچه بے بها بوده است — چه کنم وصفِ او چها بوده است

مردمانی که رغبتش دارند	نیک و بد را بجان خریدارند
سرشان در ہوای انبہ بود	مغز تا پوست در شکنبہ بود
گوش کن آنچہ بندہ میگویم	حالِ او پوست کندہ میگویم
بر زبان گرچہ لذتش باشد	بس زیان از حرارتش باشد
خستہ چند گرچہ بویش را	مے شمارند معجزِ عیسیٰ
طبع را بدمزہ کند مزہ اش	جمع ضدین ہست معجزہ اش
ناخوشی ہست بو اگرچہ خوش است	مزہ شیرین و بوے آن ترش است
این نہ صفرا، فاقع اللون است	کہ ز صفرا فساد در کون است
صورتش صورت مرارہ بود	گرچہ مُر نیست ہیچکارہ بود
خفقان است آنچہ من گفتم	راست خواہی چہ این سخن گفتم
ورنہ پیران کہ طالب باہ اند	از وے آب حیات میخواہند
نوجوانان صاحبِ قوت	بے محابا کشند زان لذّت
کودکان میوهٔ ترش دانند	شیرہ اش شیر مادرش دانند
الغرض خاص و عام مرد و زن	انبہ را پر کنند در مرکن
صرف و اسراف بیحساب کنند	تا لب و کام کامیاب کنند
من ندارم قبول این ہمہ را	چہ علاج است خوف واہمہ را
از ضرر خائفم بمحض خیال	خوردہ ام یکدو دانہ در سی سال

جواب

اے جہان از تو بارور باشد	نے کلکِ تو نیشکر باشد

انبہ را نیست لذتے بر تو گر ہمین است لذتِ انبہ	نتوان حرف زد برابر تو بے ثمر ہست رغبت انبہ

مکتوب بنام بادشاہ مرحوم واجد علیشاہ در صنعت معطلہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الحمد للہ الملک الودود والسلام علی رسولہ مالک المحل المحمود

وآلہ مصادر الاحکام وموارد الالہام

مدح ملک عالم مالک امم اعاد اللہ ملکہ در رمل طرح سطور مہمل

ملکِ دہر مددگارِ ہمہ عدل ہوداو و کرم مہر و عطا مہر او ہر کہ و مہ را در دل ہمہ کس را رہِ آرام دہ عالم رسم رہِ دار السلام اصلِ ہر کار مراد و معلوم	حاکم و داور و داور ہمہ عمل و علم مسلم او را ہر کمال آمدہ او را حاصل وگر احکام وہ کام دہ حاکمِ عادل اہلِ اسلام ہمسر او دگر آمد معدوم اہل و آل و آلہ او در ہر سو	طالع او سر کسرے دارد ہمہ اکرد عطا مال و درم کرم او اسرار اسر داد مصدرِ رحم دلِ اطہر او گردہ ہر حکم و صلا در عالم کلک او حکم عطارد دارد در محل ہالۂ او ہر مہر و	درگہ او در دارا دارد دادہ در دو دل ما را مرہم ہمہ مال و درم و گوہر داد موردِ مہر گدا را در او طمع و حرص ہمہ و در راہِ عدم لعل و گوہر ہمہ در سلک آرد

در صنعت منقوطہ	چشک پالودہ شعر پر نقطہ
نشین شب غضب چین بجبین بخشش غیب ببینی زین مشی	بشب جشن بخشش نقشین زینتِ تخت ببین بخت ببین

مناجات

سر نزد از هیچ زمن کار بهشت	تا شوم از تو طلبگار بهشت
چه عجب از کرم و رحمت تو	که شود مسکن من جنت تو
توبه ناکرده گنها هم بخششے	نعمتے را که نخواهم بخششے
که بدنیا تو بدنیسان دادی	نعمت بے طلب جان دادی
علم و فهم و خرد و تاب و توان	عمر طولانی و عقل و ایمان
زینهمه نام و نشان هیچ نبود	آنچه دارم بگمان هیچ نبود
پیش ازین گور سوادے بودم	نه چو حیوان که جمادے بودم
آنچه هست از نظر رحمت تست	بر دل و جان و تنم منت تست
بوده ام خاک و دگر خاک شوم	ور کنی مهر فرحناک شوم
راه تاریک و بسے دور دراز	پیچ در پیچ و نشیب است و فراز
بار سنگین گناهان بر سر	غل و زنجیر سفر پیش نظر
توشه و همسفرے با من نیست	جز تو یارب دگرے با من نیست
جوشش اشک و قلق هوش ربا	رحم کن قد بلغ السیل زبے

بے ثباتی دنیا

سید اشکوه از جهان بیجا است	بندگی کن که حکم حکم خدا است
لذت ار هست مدعای تست	در الم هست پس سزای تست
چون تو با غیر خویش بد کردی	هرچه کردی بجای خود کردی

انتقام از تو گر کشید این جا		شاد شو رستی از غم فردا
شر از و نیست خیر خواه تست		همه کفارهٔ گناه تست
ور المے بے سبب رسید ترا		غم بجاے طرب رسید ترا
پس طرب کن که غم نخواهند		لذت است این الم نخواهند
ثابت است این سخن ز علم کلام		نظرے کن به مبحث آلام
الغرض هر چه می شود حاصل		شادی عاجل ست یا آجل
سر بفکر معاد باید بود		در همه حال شاد باید بود

وله

ز آزردگی تو خوف ست مارا		ترا چیست غم گر من آزرده باشم

تصلف شاعرانه

فصاحت را ز نامم اعتبار است		بلاغت را ز کلکم افتخار است
بلاغت را چراغی نیست بے من		بلوغے یا بلاغے نیست بے من
پس از من وای بر حال فصاحت		غدت کصبیۃ یتمت فصاحت
مائیم که شعر امرء القیس	وله	دانیم چو شعر لحیۃ التیس
سازم چو بپا سخنورے را		عجز است ز پاسخ انوری را
حسان عرب کجاست و پوش		سحبان عجم چراست خاموش
زین اهل عناد نیستم		جولاهه نژاد نیستم

۵۱ کنایه از خاقانی که در نسب کمینه و در مذهب از اهل کینه بود ولکن در سخنوری و نکته پروری گوی سبقت ربوده از اشعار اوست ۵ جولاهه نژادم از اب و جد + جد و پدرم نخوانده ابجد ۱۲

مائیم ز خاندان احمد	دستان زن بوستان احمد
داریم فصاحت از اب و جد	خواندیم ادب بجاے ابجد
از شعر دو صد کتاب خواندم	وز علم ہزار باب خواندم
در نثر بدیع این زمانم	کشاف معانی و بیانم
نظمم بمذاق ہندیان نیست	حظ گر نبرند ہم زیان نیست
ذوق عجم است با نظامم	شوق عرب است با کلامم
خوش گفت کسیکہ حسب حالست	فہمیدن حرف ما کمال است

دوسرے مقام پر اوس شخص کے جواب مین جسنے محاورے کی سند دریافت کی تھی فرمایا ہے

تفتیش سند ز مستند چیست	سید سند است خود سند چیست

ولہ

خامہ ام تازہ صلای زدہ بر خوان سخن		چید در بزم کرم نعمت الوان سخن
بادۂ روح فزای است مداد کلکم		خط من صورت معنی سخنم جان سخن
آنچنان ریخت غزال قلمم مشک تتار	غبار	کہ بگردش نرسد فارس میدان سخن

ایضاً

نقشہا بستہ کلک مشکینم	کہ ازان ہا نشان نمی بینم
بستہ ہاے مسودات عجیب	شد پریشان مثال زلف حبیب
محو شد شعرہاے ناگفتہ	شد تلف در ناب ناسفتہ
فکر بکرم بعجلہ فانی شد	غنچہ نشگفتہ و خزانی شد
رشحہ ہا ریخت از ایاغ دلم	کہ بدان ترنگشت نوک قلم

دُرِ غلطان بود تراوشِ کلک — فرصتے نیست تا کشم در سلک
گر چو بلبل نواے تازہ کشم — بر رُخِ گل زخامہ غازہ کشم
می برد عقل و ہوشِ اہلِ سخن — جرعۂ از شرابخانۂ من
سخن از نازکی و رنگینی — می شود رشکِ لعبتِ چینی
باکہ گوئیم درس مائل کو — گنج بخشیم لیک سائل کو
جاہلان قدرِ علم نشناسند — عالمان خود افضل الناس اند
ہر کہ زین مے نخوردہ طالب نیست — وانکہ از خود پرست راغب نیست
ما درین مملکت شہنشاہیم — مایہ دارے حریص منجواہیم
تا شناسد بہاے مایۂ من — ہم نہ گردد جُدا ز سایۂ من
مثلِ بے مایگان ہوس نکند — بردِ گنج را و بس نکند
ہر کہ مے خوردہ پُر ز ولولہ است — مرد نادیدہ تنگ حوصلہ است

نظم کے اکثر مضامین احادیث سے ماخوذ ہوتے ہین

متنبّی بہ دو شعرِ عربی — لاف می زد کہ رسول ست و نبی
من کہ در فن ید بیضا دارم — در تکلم لبِ عیسےٰ دارم
در سخن سحر طراز آمدہ ام — وز رہِ عجز و نیاز آمدہ ام
نیست در گفتۂ من کیت و کیت — ہست ہر بیت من از اہل البیت

تاریخ گوئی

اس صنف خاص مین بھی مفتی صاحب کو کمال حاصل تھا جو بڑے بڑے شاعرون مین

بھی نہین تھا۔ استخراج مادۂ تاریخ اُنکے لیے اُسی طرح آسان تھا جس طرح نظم کرلینا بغیر تخرجہ اور تعمیہ۔ وہ بہت جلد تاریخ نکال لیتے تھے۔ ارباب فن جانتے ہین کہ تاریخ کی بہترین خوبی یہ ہے کہ تاریخ معلوم نہ ہو یعنی مناسبات اور مُراعات اور صفائی سے خالی نہ ہو مفتی صاحب کی جسقدر تاریخین میری نظر سے گزرین وہ سب صنائع سے مالامال اور صفائی سے ہمدوش ہین معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے اپنی زندگی مین سوائے تاریخ گوئی کے کوئی دوسرا کام نہین کیا۔ مگر حقیقت مین یہ اونکے روزمرہ کی باتین تھین۔ لکھنؤ کے مشہور مقابر مین اور علما کے مزارون پر اُنکی بے شمار تاریخین کندہ ہین۔ اگر اُنکی تاریخون کا مجموعہ مرتب کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہوجائیگی۔ اکثر بغیر تخرجہ اور تعمیہ کے کہتے تھے۔ نہایت صاف مصرعہ نکالتے تھے۔ جب کبھی تخرجہ اور تعمیہ کرتے تھے تو نہایت خوبی سے مثنوی مرصع کی تاریخ کہی ہے ؎

زنظمِ مرصع کشیدیم دامان

اِس تخرجہ کی خوبی قابل تحسین ہے۔ سید غلام حسنین خان صاحب امروہوی کی تاریخ کہی ہے اوسمین تعمیہ کیا ہے ؎

پاک درآمد بمیانِ لحد	ازلفت الجنة للمتقین

یہان بعض تاریخین اُس ذخیرے سے نقل کیجاتی ہین۔

تاریخ وفات حکیم محمود علی صاحب

محمود علی کہ نام او بود علی	بود دست دلش حامد محمود علی
قبرش بعزا خانہ شد و تاریخش	خوابیدہ دران مقام محمود علی

تاریخ وفات مرزا محمد حسین مرحوم

مرقد پاک عزادار حسین ابن علی است
شافعش باد محمد که فدا شد بحسین

بست و یک ساله بد و شاکت چار دہم
وز ولاے دہ و دو بودہ سعید دارین

سروِ نو خیز روان شد ز لب جوے مژہ
نو گلے چید فلک از چمن زینت و زین

ریخت یک طرح پے سال وفاتش سید
ہست این تازہ جوانے ز جوانان حسین

قطعہ تاریخ وفات کرم علی مرحوم

سید کرم علے کہ برآوردہ بود نام
در شیعیان پاک امیر امم علی

شد دفن زیر پاے جگر گوشۂ بتول
انداخت بر سرش نگہے از کرم علی

از نوکِ خامہ ریختہ سالِ وفاتِ او
در بارگاہِ قدس رسیدہ کرم علی

وضع حمل و تولد و وفات توامین کے بعد جعفری بیگم بنت سید العلما نے انتقال کیا اِس واقعہ فاجعہ کی تاریخ میں دو عدد کا تخرجہ کس لطف سے کیا ہے۔

سیدہ عابدۂ صالحہ
عارفۂ دین و رہِ جعفری

کرد سفر چارم ماہ صفر
از حرکات فلک چنبری

عمر شریفش ہمہ بست و دو سال
دامن پاکش ز معاصی بری

مصرعِ تاریخ باسقاط دو
سوے جنان رفت گل جعفری ۱۲۷۱ھ

تاریخ وفات سید صادق مرحوم ابن السلطان العلما سید محمد صاحب

یارب چہ ماتم است کہ این شور بیحد است
آہ و فغان تازہ درین کہنہ گنبد است

گویا فتادہ است در اسلام رخنۂ	زنیسان جناب مجتہد العصر بنجود است
گویا کہ دور گشتہ ز یعقوب یوسفے	یا از حسین اکبر دیگر جدا شد است
تاریخ موت کیست کہ در اہل آسمان	ناشس عزاے صادق آل محمد است ۱۲۹۸

اِس تاریخ کو دیکھکر سلطان العلما نے کہا کہ اِس سے بہتر تاریخ اس واقعہ کی نہین ہوسکتی

تاریخ عقد جناب ممتاز العلما سید نقی صاحب ابن سید العلما آقا سید حسن صاحب طاب ثراہما

طولانی مثنوی ہو صرف تاریخ کے دونون مصرع لکھے جاتے ہین

شدہ بسبع دین قرآن نیرین ۱۲۵۱	رسیدہ تازگی بگلشن حسین ۱۲۵۱

تاریخ جوان رعنا سید حسن مرحوم

چون زگلزار جہان فانی	رفت سید حسن نیک سرشت
بر دل خستۂ ما از خط سبز	نسخہ مرہم زنگار نوشت
زدود داغ دل از آب سرشک	آتش لالہ نگردد انگشت
مصرع سال وفاتش گل کرد	سرو پاکیزہ بگلزار بہشت ۱۲..ھ

تاریخ طبع کتاب شمس بازغہ

کتابے کہ چون شمس بازغ برآمد	چو شد با حواشی مزین مطبع
چو این شمس اظہر من الشمس گشتہ	برم فارسی نام او را بمصرع
نوشتیم سید بتاریخ طبعش	عجب مہر روشن برآمد ز مطلع ۱۲۷۹ھ

تاریخ ترجمہ رسالہ ذہبیہ

چو نوکِ خامۂ مشکین شمامہ	نوشت این نامۂ زرین ختامہ
بنامِ نامیِ سلطانِ عالم	کہ قائم باد تا یوم القیامہ
فلک تاریخ گفت از روی اقبال	چہ اوراقِ طلا حل کرد خامہ

تاریخہاے عمارات لکھنؤ

نظم متعلق حسین آباد

ہمنام مصطفےٰ و علی بادشاہِ عصر	کاوصاف او ز حاتم و کسریٰ توان شنید
آوازۂ بناے عزاخانہ کہ ساخت	در شش جہت فتادہ و ہفت آسمان شنید
سید دران مقام رسید و بچشم دید	کیفیتے کہ از ارم و از جنان شنید
چون بر ضریحِ پاک نگاہ من اوفتاد	آہے زدم کہ گوش کر آسمان شنید
یا حبذا عجیب مقامے کہ از ازل	نے چشمِ چرخ دیدو نہ گوشِ جہان شنید
سال بناش را چو دلم کرد جستجو	آواز گریہ از ملکِ پاسبان شنید
گفتا ببین بمرقد انور نوشتہ ایم	اینجا نواے نالۂ زہرا توان شنید ١٢٥٢ھ

اِسی عالیشان عمارت کی تعریف مین ایک عبارت بھی نہایت لطیف تحریر کی ہے یہ سُبحان اللہ عجب مرکانے دلکشا کہ بہشت عنبر سرشت را یاد می آرد و برارم ذات العماد خاکِ حسرت می بارد نشیمنش چون منظر دیدۂ منوّر و صحنش از کمن سینہ صاف تر قبہ طلائیش روکش آفتابِ تابان و بقعہ مینائیش حیرت بخش گردون گردان

حوضش از زلال سلسبیل موج زن و روضش با جنات عدن ہم سخن۔ خاکش با خمیرۂ صندل آلودہ و نسیمش کدورت دلہا زدودہ۔ روے زمینش آئینۂ رخسار حور العین و شگوفۂ ریاحینش پرتو انوار خلد برین۔ سبحانہ ما اعظم شانہ آسمان را بجاے قطرہ در مجرہ باید انداخت آنگاہ شمہ از عظمت رفعتش مرقوم توان ساخت مرغ وہم در وسعت آبادش پر و بال می ریزد و طائر خیال از اوج حضیضش بر نمی خیزد تا چشم نظارگیان بر ان مکان می افتد تار نظر بدامن فضائش می پیوندد و سکویش نمودار جزائر خالدات است و ستونہائش و عالم سبع سماوات۔ فرعش چون فنون علم معظم و صولش چون اصول دین محکم اما باہمہ دلکشائی ہوش ربا است چراکہ عزاخانۂ سید الشہدا است۔ رنگ آمیزی جدارش از خون دلہا و شور انگیزی بلبلانش چون فریاد محفلہا۔ لکاتبہ

تعالے اللہ عجب ماتم سرایے	کہ باشد در کنارش کربلایے
صداے بلبل اینجا دردناک است	قبای ہر گل از غم چاک چاک است
کعیتش می زند گلبانگ خونبار	مگر خون جگر دارد بمنقار

سرو رعنائیش یاد آور قامت جوانان حسین علیہ السلام و موج خیزی جیحونش مذکر تلاطم اہلبیت کرام۔ سبزہ زارش ہمرنگ خیمہ ہاے زنگاری و از ہار اشجارش افسردہ تر از دلہاے فگارے۔ سرخی گلہایش زخمہاے امام مظلوم و شورش بلبلانش سراج شیون زینب و ام کلثوم۔ شقائقش بسان جگر پارہ ہاے امام حسن و قماریش بریاد گلگون قباے کربلا کوکو زن۔ آبشارش مثل چشمۂ فرات در جوش و غنچہ ہایش مانند اہل صبر و ثبات خاموش۔ عنادلش بر منابر اغصان مرثیہ خوان نرگستانش بصورت قربانیان حیران۔ حصونش از فرط غم پشت خم زرد و عشش از شدت الم درہم برہم

سنبلش با نالۂ خواطر پریشان نعمانش مثل ریشان خون فشان۔ گلشن چون شمع گل شده بے دود و سوسنش چون لبهاے تف زده کبود۔

تاریخ تعمیر شبیه روضه حضرتِ مسلم

زفضلِ حسین آن امیرِ معظم — بنا شد چنین روضهٔ تازه کارے
ازین باغ و بستان بدلها نمایان — بهارِ خزان و خزان بهارے
مقامیست دلکش چو گلزارِ جنت — زگلهاے مسلم بود یادگارے
چه دیدند ازچرخ آن دلفگاران — که بود است هر یک غریب الدیارے
چنان خوابِ شیرین و این تلخکامی — که قاتل ز بالین دهد شان فشارے
زشکل مهیبش چه وحشت دران شب — که از خواب بود است در سر خمارے
دران خورد سالی چنین خسته حالی — نه جاے قرارے نه پاے فرارے
فغان زان شب و ریسمانِ جفاجو — که پیچیده بر دستها همچو مارے
اسیری و طفلی و شمشیرِ قاتل — نه مادر نه والد نه عمو نه یارے
نه یاور نه وارث بجز قلب حارث — که سوزد برایشان دلِ سوگوارے
نگه کن خدارا برین سنگِ خارا — که زد آتشِ کینه در لاله زارے
برادر بخونِ برادر طپیده — دران دم چسان شد زمین را قرارے
جفائیست تازه نبوده جنازه — بدریا فتاده بد تنهاے زارے
بجاے کفن بود بر پیکرِ شان — زصحرا غبارے ز دریا بخارے
نه چشمے پُرآبے بغیر از حبابے — که بود است چون دیدهٔ اشکبارے

ز تاراجیِ گلستانِ محمدؐ	بدلهای مامی خلد خار خارے
خدایا بخونِ یتیمانِ مسلم	که رحم آر بر بندهٔ شرمسارے
ازان بیکسی ها بجا مانده حسرت	که آنجا نبوده ز ما جان سپارے
چه گویم اے عترت سرور دین	چه باشد باین شیعگی افتخارے
جز این روضه و چند تاریخ از ما	نیامد برائے شما هیچ کارے
کشیدم از اینجا شبیهی ز مرقد	که از گوهر اشک باشد نثارے
روانش مصفا و مرغوب موزون	چو نیتے ز ابیات رنگین نگارے
کنم بر شما عرض تاریخ روضه	یتیمان مسلم بنا شد مزارے ١٣٩٦

ایضاً

ز فضل حسین این مکان یافت رفعت	که هر مومنے را دهد یاد مسلم
مکانیست اطیب نشانِ مسیّب	بیانے است انسب ز روداد مسلم
بیایند اینجا که در شهر غربت	نیامد کسے بهر امداد مسلم
نشینند گریان برارند افغان	که شادان شود طبع ناشاد مسلم
نشسته در خانهٔ پیرزالے	نبوده بجز بیکسی زاد مسلم
همه دشمن اے دل کسے نیست شنوا	بپیچیده در سینه فریاد مسلم
لعینے که انداخت از بام او را	خدا می ستاند از و داد مسلم
کشیدند در شهر با بسته نعشش	ببین ظلم اعدا و اضداد مسلم
دلِ هر مسلمان از اینجاست سوزان	ز قید دو تا سرو آزاد مسلم
دو پروین ایمان و نجم درخشان	دو ریحانِ مسلم دو شمشاد مسلم

بنا چون دو تا شد دو تاریخ باید
بذکر مسیب فرا یاد مسلم

یکے قبه هاے عظام مسیّب
دوم روضهٔ پاک اولاد مسلم

بسال یا حسین و بستان نوشتم
گل روضهٔ پاک اولاد مسلم

بتاریخ این تربت گل رقم شد
گل روضهٔ پاک اولاد مسلم

بگو سال بام و در صحن یکجا
همه روضهٔ پاک اولاد مسلم

خدایا ز آفات سالم بماند
عزاخانهٔ محنت آباد مسلم

سلامم بمسلم رسان نظامم
اگر هست شایان انشاد مسلم

۱۲۹۶ھ

بطرز تازه و وزن جدید

ز فضل حسین آن امیر معظم مکرّم
محب حسین شهید و ثناخوان مسلم

مقامی است دلکش و گنبد ز بهر مسیّب
دگر هم شبیه مزار دل و جان مسلم

خوشا این عمارت بگریه مدد کرد او را
مدد چون نکردند انصار و اعوان مسلم

درین جا چو در عشره ماه‌هاے محرّم
مقرر بود ذکر اطفال و اخوان مسلم

بود هم بعشره غم آن دو بیکس دو بالا
که عشره بود ضعف ارکان ایمان مسلم

معشر بجز تقارب بسالش نوشتم
بنا با ادب شد مزار یتیمان مسلم

۱۲۹۶ھ

وله

آن منشی که فضل حسین است نام او
باید ثناے او ز من بے زبان شنید

این است هم او که بنا کرد روضه
کاو صاف او تمام زمین و زمان شنید

سید بآن مقام رسید و بچشم دید
کیفیتے که از ارم و از جنان شنید

[illegible] منشی فضل حسین خان [illegible]

ف این قطعهٔ تاریخ [illegible]

رفتم بمسجدیکه ملک سبحه خوان اوست — ناقوس دم کشید چو بانگ اذان شنید
همدم لبی که منقبت این دو بیت خواند — خرم دلی که مدحت آن خاندان شنید
معمار را ببین که چسان ساخت روضه — مثلیکه صوت و صفت این مکان شنید
هرکس سر نیاز بر این آستان گذاشت — آواز خیر مقدم کروبیان شنید
هر ذره که بار درین بارگاه یافت — آیات نور راز شه خاوران شنید
واحسرتا که دختر مسلم میان راه — حال شهادت پدرش ناگهان شنید
فریاد و زاری که یتیم صغیر او — در خواب بانگ حارث نامهربان شنید
ظلم و مصیبتی است که راضی نشد بآن — ابن زیاد نیز چو این داستان شنید
چون بر شبیه قبرنگاه من اوفتاد — آهی زدم که گوش کر آسمان شنید
سال بنای مرقد اولاد مسلم است — زینجا صدای ناله زهرا توان شنید ۱۲۹۱
ظالم شکسته عهد مکرر که بسته بود — وقتیکه پیهم از لب شان الامان شنید
آن عجز و منت و سخنان جگر خراش — در حیرتم که پیر ز طفلان چسان شنید
گلچین روزگار بدینگونه کی جفا — بر بلبلان بی پر و بی آشیان شنید
در خاک و خون فگندن اطفال بی پدر — آیا کسی بدهر ز پیر و جوان شنید
شد نعشها چو غرق عجب نیست گر کسی — جوش فرات و نیز ماهی فغان شنید

تاریخ بنای عزاخانه که میر ببر علی انیس ساخته بود

یکتای عصر ببر علی آن که مثل او — نی چشم چرخ دید نه گوش جهان شنید
آن سید انیس لقب عندلیب هند — کاوصاف او توان ز زمین و زمان شنید

آن ذاکری که گفت سر منبر آشکار
رازیکه جبرئیل بگردون نهان شنید

آن نغمهٔ که سر نزد از طائران قدس
در حیرتم که بلبل گلکش چسان شنید

هر جا که خواند مرثیه از بام و در تمام
گر سنگ خاره بود از آن هم فغان شنید

غیر از زبان دل نتواند ثنا کند
آنکس که نظم پاک وی از گوش جان شنید

نازک دلی که هر چه بگفتند گوش کرد
اما نه حال زار من ناتوان شنید

نشنید نیم حرف هم از سرگذشت من
از دیگران اگرچه دو صد داستان شنید

آوازهٔ بنای عزا خانهٔ که ساخت
در شش جهت فتاده و هفت آسمان شنید

معمار وقت صنعت این خانهٔ عزا
شاید که بیتی از لب آن نکته دان شنید

هرکس سر نیاز بر این آستان گذاشت
آواز خیر مقدم کرّوبیان شنید

هر ذرهٔ که بار درین بارگاه یافت
آیات نور خود ز سر خاوران شنید

سید باین مقام رسید و بچشم دید
کیفیتی که از ارم و از جنان شنید

چون بر ضریح پاک نگاه من اوفتاد
آهی ز دم که گوش کر آسمان شنید

سال بناش گشت رقم از سر الم
اینجا مدام نالهٔ زهرا توان شنید

قطعه تاریخ ترمیم حسینیه جناب غفرانمآب رح

این تعزیت سرا که ز غفرانمآب هست
مانند کعبه قبلهٔ حاجات مرد و زن

اینجا هزار مرتبه مجلس بنا شده
از قطره های اشک فتاده در عدن

هر صفه و رواق وی و هر حظیره اش
پاکیزه منزل برکات است بی سخن

این خوابگاه مجتهد العصر و الزمان
سید محمد است و حسین است و هم حسن

در هر مقام وی که ستونی ستاده است	سرویست از حدیقهٔ شیعیت در لگن
چون از جفای هر دران بشکستهٔ فتاد	بشکست خانهٔ دل ما از غم و حزن
والا نژاد سید واجد علی بنام	توفیق یافته ز خداوند ذوالمنن
یکجا سعادت دو جهان سنح اوست	در چار عنصرست تولای پنجتن
از حب اهلبیت که دارد به آب و گل	گردید در بنای حسینیه قطره زن
تعمیر آن تمام شد از اهتمام او	مانند نظم بیت بکلک زبان من
دروازهٔ جدید بنا کرد یکطرف	چون باب صبر پیش روی خانهٔ محن
دوشینه التماس ز من کرد عالمی	تاریخ این بنا که پسندیده اهل فن
چون صبحدم ز خامهٔ من ریخت رشحه‌ها	باد صبا کشود دو صد نافهٔ ختن
گل کرد سال اینهمه تعمیر از قلم	شد نو بنو بنای عزاخانهٔ کهن ۱۲۹۰ھ

تاریخ لطیف

ساخته خون دل حسن	حال شهادت حسین
هم ز دل حسن بپرس	سال شهادت حسین ۶۰ھ

تاریخ وفات زوجه نواب محسن الدوله بهادر

چو نواب فلک رفعت جناب محسن الدوله	که دارد حشمت جمشید و جاه قیصر و دارا
ز فوت بانوی عصمت شمس النسا بیگم	سیه پوشید در ماتم بسان گنبد خضرا
بتاریخ زوال نور آن سیاره بنوشتم	رسیده آفتابی از افق در سایهٔ طوبی ۱۲۶۹ھ

لطائفے کہ درین تاریخ بکار بردہ شد اول رعایت اسم شمس النسا در ہفت لفظ. فلک
رفعت. گنبد. خضرا. آفتاب. افق. سایہ. دوم. آوردن نام بارعایت ادب یعنے
نواب فلک رفعت جناب محسن الدولہ سوم ایراد تمام اسم مرحومہ بالتعظیم و توقیر یعنے
بانوے عصمت سرا شمس النسا بیگم چہارم جمع نمودن دو رنگ سیاہی باخضرت در یک
مصرع پنجم اشارہ بسر سبزی در تشبیہ نواب بگنبد خضرا ششم اشارہ بسر بلندی در
تشبیہ بگنبد ہفتم اشارہ باینکہ آسمان نیز درین ماتم سیہ پوش است ہشتم ثبوت سیہ پوشی
از مصرع سوم چہ از فوت شمس آسمان سیہ رنگ میشود. نہم ثبوت سیہ پوشی از مادہ تاریخ
چہ آفتاب ہرگاہ از افق میرود تاریکی و سیاہی در آسمان رو میدہد دہم تشبیہ عصمت سرا
بافق آسمان کہ آن آفتاب ازین افق بسایۂ طوبے رسید یازدہم اشارہ و تفاول بہ جنتی
بودن آن مرحومہ دوازدہم اشارہ بنام آن مرحومہ از مادۂ تاریخ بطور کنایہ نہ بتصریح
سیزدہم دلالت بر ملحق شدن آن مرحومہ باہل بیت علیہم السلام چراکہ طوبے در بہشت
بخانۂ آن حضرت ست و ہیچ مومنے نیست مگر اینکہ شاخے از شاخہایش بخانہ او رسیدہ
چہاردہم پاے تعظیم در آفتاب پانزدہم رسیدن آفتاب در بہشت کہ امر تازہ ایست
بدلیل قولہ تعالے "لا یرون فیہا شمسا و لا زمہریرا" پس اگر گفتہ شود کہ شمس در جنت نخواہند
دید پس این منافی مطلب است. گوئیم ندیدن آن زیادہ تر لطف میدہد چراکہ اشارۂ تلمیحاست
بر پردگی و عصمت او شانزدہم تمام مصرع تاریخ است نہ نصف آن ہفدہم اینکہ تاریخ
بے تعمیہ و تخرجہ است و چون محسن الدولہ بعد شنیدن تاریخ مذکور التماس نمودند کہ بتاریخ ششم
محرم اشارہ فرمودہ شود لہذا اشعار را باین قسم تغییر نمودم ؎

چو نواب فلک رفعت جناب محسن الدولہ	کہ دار حشمت جمشید و جاہ قیصر و دارا

زوجِ بانوی عصمت شمس النسا بیگم	که واقع گشت در روز سوم از یوم عاشورا
سر شکی و در غمش باشید همچون گوهرِ غلطان	سیه در ماتمش پوشید مثلِ گنبدِ خضرا الخ

در وفات مونس صاحب بالارتجال گفته شد

بازاین چه شورست و فغان! اندر جهان اے آسمان ۔ از نوحهٔ اهلِ عزا
آن مونسِ شیرین زبان ۔ شد تلخ کام و خسته جان ۔ لب بست از حکمِ قضا
فریاد از درد دلے ۔ کان بود زهرِ قاتلے ۔ یا اثر دهاے جان گزا
برد از تنش تاب و توان ۔ غلطاند اورا ناگهان ۔ کو فرصت فصد و دوا
بلبل برون رفت از چمن ۔ شد شمع گل در انجمن ۔ از تندیِ بادِ فنا
یا طوطیِ هندوستان ۔ شد مثلِ عنقا بے نشان ۔ وا حسرتا وا حسرتا
سر افگنده آسمان ۔ در ماتمِ آن مدح خوان ۔ گفته بتاریخش بجا
سید بگو اے اهلِ دل ۔ شد مونس اهلِ جنان ۔ مداحِ شاهِ کربلا

وله

میرِ نواب آنکه بوده مونسِ اهلِ عزا	ذاکرِ شاهِ شهیدان صاحبِ فکرِ رسا
در مجالس گریه و در وقتِ صحبت خنده زن	بود مثلِ گل شگفته مثلِ بلبل خوش نوا
در سلام و مرثیه می ریخت رنگے تازهٔ	آفرین بر طبعِ معنے آفرینش مرحبا
شد شرفیاب از زیارت ماند چندے در وطن	ناگهان گردید سوے دارِ غربت ره گرا
چون دلش پر درد بود از کشت و رنجِ اهلبیت	گشت اورا عافیت دلداده بر حکمِ قضا
چون روان شد زین چمن گل کرد سالِ فوتِ او	بود ازین گل بلبلِ بستان سرای آن سرا

تاریخ وفاتِ سید العلما

فغان ز رحلتِ همنام سید الشهدا	که نیست هیچکس او را درین زمان همتا
ببین که هر طرف افتاد شور ماتم او	بکربلا و نجف هند و یثرب و بطحا
فرا گرفت مصیبت بمسلم و کافر	زدند بر سر و صورت احبه و اعدا
بیا ز زیارت این قبهٔ شریف لیکن	که میرسند ملائک ز آسمان اینجا
گزار پای ادب سال فوت او برخوان	مزارِ مرقدِ پُر نورِ سید العلما ۱۲۷۳ھ

وله

نعش او چون در میانِ اربعین برداشتند	شورِ شیون تا سپهرِ هفتمین برداشتند
رفت از دنیا سمیِ خامسِ آلِ عبا	سایهٔ رحمت ز فرقِ اهلِ دین برداشتند
شد رقم تاریخ سالِ فوت آن عالیجناب	آسمانے بوده اے وا از زمین برداشتند ۱۲۷۳ھ

وله

بشنو چه بکا و شور و شین است اینجا	چشمے بکشا ضیاء عین است اینجا
سال فوتش ز روی اخلاص بخوان	یعنے که زیارتِ حسین است اینجا ۱۲۷۳ھ

تاریخ حمام مولوی سید علی نقی صاحب (ماده تاریخ حمام)

وه چه حمام که بانیش علی نقی است	آنکه جد و پدرش کرده بنای اسلام
بسکه از عترتِ اطهار بود طینت او	کار و بارش همه پاکیزه و پاکست تمام
آب و تاب سخن از مدحت او صورت یافت	شسته و رفته ازین ماده گردید کلام

سرو مہر سے جہان گرچہ ز حد بگزشتہ	بہر خاصان خدا ساختہ گرما بہ عام
بر زبان نظم شدہ تاریخ بنایش جاری	یادم از آیت تطہیر دہد این حمّام ۱۲۶۱ھ

اور چند تاریخین

مرزا ہادی صاحب پسر مرزا علی صاحب صلح لکھنؤ کے مقدسین مین تھے اونکی تالیف سے "خلاصۃ المصائب" نہایت مشہور کتاب ہے انکی تاریخ وفات کہی ہے۔

"یادِ تو خلاصۂ مصائب"

ایک کبابی نے مسجد تعمیر کرائی اُسکی تاریخ کی فرمایش ہوئی۔ آپنے یہ مصرع تاریخ فرمایا

"یا رب ہذا کباب بیت اللہ"

میر منصب علی مدرس مدرسۂ شاہی (شاگرد سید العلما) کا پایۂ احتیاط بہت بڑھا ہوا تھا حوض مین دن رات غوطہ طہارت کیا کرتے تھے۔ سید نقی صاحب کے حمام مین نہانے گئے اور کنڈی بند کرلی دو پہر گزر گئی مگر نہ نکلے۔ لوگون نے دروازہ توڑ کر دیکھا تو حوض مین مرا ہوا پایا مفتی صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا گیا برجستہ فرمایا "بغوطہ بمرد"

لطیفہ

سید مصطفی وکیل سید نقی صاحب کے مختار تھے اونکے سرطان نکلا ایک روز سڑک پر جا رہے تھے اتفاق غش کھا کر گرے اور مر گئے۔ مرزا محمد زکی صاحب نے یہ واقعہ مفتی صاحب سے بیان کیا۔ فوراً فرمایا کہ "وکیل بر حاکم حقیقی رفت"۔ اسمین ۳۶ عدد کم ہوتے ہین۔ اِسکے بعد مسکرا کے کہا کہ ڈبل کے ۳۶ ہین مصرع کی ظرافت دیکھیے۔

ڈبل وکیل بر حاکم حقیقی رفت

تاریخ تولد پسر سید محمد صاحب وزیر خلف جناب مرحوم

بمیلاد فرزند فرزند نازد	کہ او ہست چشم و چراغ محمد
برآمد ز تاریخ یک طرح رنگین	دمیدہ گل نو ز باغ محمد

ایک مسجد کی تاریخ

مرزا محمد زکی خان کے والدنے ایک مسجد بنوائی اوسکی تاریخ صنعت خاص مین فرمائی

خوشا این مسجد پرنور روشن	کہ دارد جلوۂ انوار مقیاس
کہ مرزا مہدی و مرزا ذکی خان	بنا کردند بے تشویش و سواس
پدر آغاز و اتمامش پسر کرد	حیاتش باد مثل خضر و الیاس
مرمت ساختہ حسب الضرورت	نمودہ تازہ کاری بعد اساس
خدایا باد در حفظ و امانت	رقم تاریخ سر بر لوح الماس
برای سال ہجری ہست ایما	ز لبہائے وزیر و جان عباس

وزیر	عباس
و ز	ب ا
۲۶ ھ	۱۲

ایک گلاس کی تاریخ

عباس مورخا لما اشترے الکاس من نحاس

این مشربہ سی منقوش	کز جام بلور خوشتر آمد
در روز مبارکش خریدم	تاریخ خرید ساغر آمد ۱۲۶۱ھ

اُردو کی نثر و نظم

طبقۂ علما مین بالعموم عربیت اسقدر غالب ہوتی ہے کہ فارسی یا اُردو کا لطف خالص اونکی زبان مین نہین ملتا۔ مگر یہ شرف بھی مفتی صاحب کے واسطے ہندوستان مین مخصوص تھا کہ عربی زبان کی نواسنجیون مین وہ رشک حسان و اعشی تھے۔ فارسی کی نغمہ سرائی مین بلبلان شیراز کے ہمنوا۔ اُردو کی نثر و نظم[1] بھی اونکی اعلی پایہ کی تھی۔ عربی و فارسی سے جو مناسبت فطری اونکو تھی اوسکا ذکر اُن ابواب مین ہوا۔ اسوقت صرف اونکی اُردو نثر و نظم کے مختلف نمونے دکھائے جاتے ہین باوجود اسکے کہ وہ اس زبان سے ہمیشہ اپنی اجنبیت ظاہر کرتے تھے۔ چنانچہ مثنوی بنیاد اعتقاد مین فرماتے ہین

ماہر زبانِ ہند سے واللہ مین نہین	ہندی کے روزمرّہ سے آگاہ مین نہین
تازی و فارسی کی تو کچھ مشق بھی ہوئی	ہندی کی مجھکو فکر نہ اب تک کبھی ہوئی

[1] اُردو کی عبارت بہت کم لکھتے تھے اور اگر لکھی بھی تو کہین محفوظ نہین رکھتے تھے۔ ایک رقعہ ملا ہے جسکی نقل درج کیجاتی ہے۔

مہدی بیگم صاحبہ۔ مین خود قرضدار ہون اور زیر بار ہون اور تشویش مین گرفتار ہون۔ چاہا تھا کہ میر باقر سوداگر سے قرض لیکے اپنے خرچ مین لاؤن تمکو بھی دس روپیہ دلواؤن۔ ادھر مین نے یہ خیال کیا اُدھر اُنھون نے انتقال کیا۔ میری کیا تقصیر ہے تمہاری تقدیر ہے اب تقاضا بیجا ہو مگر تمنے پھر خط بھیجا ہے اور میرے پاس ایک روپیہ نہین۔ لیکن ایک شخص کی امانت رکھی تھی انھین سے دس روپیہ کی ہنڈوی کی۔ پیسے بھی اوسی مین سے لیے اور بابت رجسٹری خط کے دیے تم اوسکو خرچ کرو اور شکر خدا کرو اور اپنا قرض ادا کرو اور میرے حق مین دعا کرو کہ قرض میرا بھی ادا ہو اور آخرت کا بھلا ہو۔ یہ التماس میری قبول کرو چار آنے کم دس روپیہ وصول کرو اور توبہ کرو خدا سے ڈرو۔ تمنے یہ لکھا کہ والدین تو آپ ہین خدا ہین تو آپ ہین۔ معاذ اللہ مین بندۂ ناچیز گنہگار کہان۔ مین کہان پروردگار کہان

نیم داس حوالہ: [illegible] کی دوکان چوک مین ستی ہے اور ہنڈوی درشنی ہی۔

نظم اُردو

ایک قطعہ مین کانپور والے مکان کی آتش زد[1]گی کا واقعہ نظم کیا ہے مبصرین انصاف کی عینک لگا کر دیکھین کہ محاکات کے ساتھ تخیئل نے کسطرح اپنے جوہر دکھائے ہین۔

حالت تھی کل ہماری عجب پیچ وتاب کی
دل جل رہے تھے دھوم تھی بس آب آب کی

سوتا تھا مین کہ آگ کا اکبار غُل ہُوا
اُٹھا تو کچھ خبر نہ رہی فرش خواب کی

دیکھی لپک تو دل نے کہا بھر کے آہِ سرد
دوزخ کی آنچ ہوئے گی کس التہاب کی

مطبخ مین جبکہ آگ لگی باغ کے قریب
پھولونکی شاخین بنگئین سیخین کباب کی

اُترا نہ تھا ہنوز گل سُرخ شاخ سے
بوندین ٹپک رہی تھین زمین پر گلاب کی

نشہ مین جھومتی تھین درختونکی ڈالیان
ہر غنچہ بن گیا تھا صُراحی گلاب کی

اس گل سے کوئی پوچھے کہ بلبل کا کیا گناہ
کیون باغ مین دہکتی تھی آتش عذاب کی

[1] اِس واقعہ کو ایک کشکول مین نہایت لطیف عبارت عربی مین لکھا ہے۔

قد وقع الحریق فی داری ظہیرۃ یوم السبت ثانی عشر رجب الاصب فی سنۃ الف ومائتین واحدی وسبعین من ھجرۃ سید العرب وانا نائم غفلان فاحترق بعض البیوت والاشجار التی قد غرستہا فی سالف الزمان کالورد والرمان فلما استیقظت وجدت الاطفال فی اضطراب البال وارتماز الحال + ورایت الاجانب یھرعون الیہ من کل جانب + فنظرت وفکرت عند ھذہ السانحہ + فیما یقدمہ الفتی من الاعمال الصالحہ + فانہا ربما تکون سببا لغرس الاشجار فی الجنہ + ثم اذا عمل شیئا مما یخالف الکتاب والسنۃ + فکانما بعث الیہا النار + فتحترق کما احترقت ھذہ الاشجار + فبت متحسرا + ودمت متفکرا + ثم قلت فی نفسی لو وقع الحریق فی بیت الانسان + لاشتغل بہ عن کل شغل شاغل کائنا ما کان فما بال المرء یضیع الاوقات والانفاس + بمحادثۃ الناس + وقد اوقد علی ظہرہ النیران + بالاثم والعدوان +

جب تک کہ پہونچے پانی وہ برباد ہوگیا نسیدؔ یہ کسکے عشق کا جوش و خروش تھا	اس آگ نے چمن کی بھی مٹی خراب کی ہو یہ غزل تمھاری عجب آب و تاب کی

رباعیات

۲۱- جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ کا واقعہ ہے کہ میر نواب صاحب مونسؔ کی موجودگی میں ایک یہ رباعی برجستہ نظم کی اور کہا کہ مضمون اچھا ہے مگر نظم نہایت پست ہے ؎

پیری بھی عجیب غم کا افسانہ ہے طاقت کا یہ ہے حال کہ جنبش ہے محال	اس صبح کو خواب مرگ کا آنا ہے اس ضعف پہ دیکھو کہ کہاں جانا ہے

رباعی

بیتابیِ دل نے شب کو سونے نہ دیا نہ زندگیِ وصل نہ مرگِ فرقت	پاسِ ادبِ عشق نے رونے نہ دیا تقدیر نے کوئی کام ہونے نہ دیا

رباعی

برسوں ہے خیال عذر خواہی دل میں نافہ کی طرح خطا میں کی عمر بسر	ہرگز نہیں کچھ خوف الٰہی دل میں بالوں میں سفیدی ہے سیاہی دل میں

رباعی

عاقل نے کبھی نہ دل کسی کا توڑا جو امر کہ دین کا ہو اُسے آپ کیا	ہاں توسن نفس کو لگایا کوڑا دنیا کے امور کو خدا پر چھوڑا

رباعی

ہو یہ قید حیات قید فرنگ	اجل آئی تو بر محل آئی

زندگی نزع تھی مصائب مین — آگئی جان جب اجل آئی

رباعی

اندھیر کیا اے فلکِ نیلی فام — کعبہ تو سیہ پوش ہو عشرتکدۂ شام
بیٹے پہ معاویہ کے بادہ ہو حلال — اور آل نبی پہ بوند پانی کی حرام

رباعی

تھے پیاس سے شاہ کے دہن مین کانٹے — تیرونکی انی سے پیرہن مین کانٹے
تھے اُس تن نازنین مین یون تیر بہم — جسطرح کہ ساہی کے بدن مین کانٹے

رباعی

جب معرکۂ حشر مین جانا ہوگا — جز آل نبی نہین ٹھکانا ہوگا
رویا غمِ شاہ مین بخشش لیلی — آنسو کا بہانہ ہی بہانا ہوگا

رباعی

اِکدن سفر اِس جہان سے کرنا ہوگا — گر لاکھ برس جیے تو مرنا ہوگا
ثابت نہ رہے رہِ شریعت پہ قدم — کسطرح صراط سے گزرنا ہوگا

رباعی

کیا غُسل ہو خیال طوق سجاد نہین — فریاد کے موقع پہ یہ فریاد نہین
مجلس مین طلب ہے دمبدم پانی کی — کیا تشنگی حسین کچھ یاد نہین

رباعی

غزل جب کہتے تھے تو رنگینی اور درد جو جانِ غزل ہے کوٹ کوٹ کر بھر دیتے تھے یہ شعر ملاحظہ ہون۔

شہید عشق ہوا ہین تو کیا تعجب ہے ۔ ترا مزار بنا نا بنا تعجب ہے
طپش ہی قلب مین اور آہ سرد ہی لب پہ ۔ یہ گرمی اور یہ ٹھنڈی ہوا تعجب ہے
گزر ہوا کا بھی ہرگز نہین ہے اُس گل تک ۔ پیام وصل کا کسنے دیا تعجب ہے
طلب وہ کرتے ہین جاتے نہین ہو تم سید ۔ عجب ہے آپ سے اُنسے جدا تعجب ہے

غزل

زینت نہین ہی رنگ نہ پوچھو خضاب کا ۔ یہ ماتمی لباس ہی فوت شباب کا
ٹٹتی ہی ایک نفس مین یہان صورت حیات ۔ دیکھا ہے جیسے آب پہ نقشہ حباب کا
کیا عیش تجھکو ملتا ہے دور شراب مین ۔ مت کر خیال عشرت پا در رکاب کا
ابرو ہے بیت شعر تو وہ خال مشکبو ۔ نقطہ کنار صفحہ پہ ہے انتخاب کا
ہمکو تمہارے لطف کی امید کچھ نہین ۔ پر خط لکھو اگرچہ ہو مضمون عتاب کا
دل گرچہ ہے برشتہ ملاحت سخن مین ہے ۔ جب تک نہو نمک تو مزہ کیا کباب کا
غافل کو ہوش اتا ہی میرے کلام سے ۔ ٹپکا ہے جو قلم سے عرق ہے گلاب کا
ہی اسقدر زکوۃ سے نفرت کہ طفل و پیر ۔ مکتب مین نام بھی نہین لیتے نصاب کا
کھاتے ہین سود روز و شب اُسکا حساب ہے ۔ آتا نہین خیال بھی روز حساب کا
آنکھون کا نور عالم پیری نے کھو دیا ۔ گُل کر دیے چراغ کہ ہی وقت خواب کا
سید ہے خاک میری نظر مین سر و تاج ۔ ہی عشق آب و گل مین مرے بو تراب کا

دوسری غزل کے چند شعر ملاحظہ ہون۔

تھا شور قیامت کا مگر آنکھ نہ چونکی ۔ کیا کہتے ہین اس نیند کو اس بیخبری کو

غفلت کا یہ عالم ہے نہین یاد وطن کی — کیا اُنس ہی اِن جسم سے جانِ سفری کو
آفت کی ہوا چلتی ہی یان چار طرف سے — کس طرح بچاؤن مین چراغ سحری کو

مولوی میر محمد جعفر صاحب مرحوم اُمید جو خاندان اجتہاد کے ایک رُکن تھے اور مفتی صاحب کی خدمت مین بہت حاضر رہتے تھے۔ ایک روز آئے اور کہا کہ جناب آج میرے یہان مشاعرہ ہے آپکو بھی زحمت دونگا۔ مفتی صاحب نے ہنسکر فرمایا کہ مشاعرہ مین میرا کیا کام ہے۔ اُنھون نے بیحد اصرار کیا۔ راضی ہو گئے اور تشریف لیگئے۔ شیخ ناسخ کی مشہور طرح تھی ؎ "میرا سینہ ہی مشرق آفتاب داغ ہجران کا" کنول گردش کرتا ہوا مفتی صاحب کے سامنے آیا۔ لوگون نے اصرار کیا کہ حضور بھی کچھ پڑھین چند شعر جو وہین نظم کر لیے تھے پڑھ دیے تمام مشاعرہ اُلٹ گیا۔ ایک شعر ابتک لوگونکو یاد ہے

مرینگے صبح تک امیدوار وصل اے گردون — ابھی سے ماتمی کیون پیرہن ہی شام ہجران کا

اِس شعر مین اُردو غزل کا نہایت اعلی مذاق ہو معلوم ہوتا ہی کہ وہ ہمیشہ غزل گوئی کرتے رہے

جہان پناہ واجد علی شاہ مرحوم کا یہ شعر کسی نے سُنایا ؎

شانہ کرکے بال رخسارون پہ کیون بکھرا دیے — آنکھون مین بال ڈالے اِس سے کیا حاصل ہوا

آپ نے فوراً یہ شعر نظم کیا ؎

حسنِ ابرو سے عجب زینت ہوئی رخسار کی — یہ ہلال ایسا ہی جس سے ماہ بھی کامل ہوا

خواجہ حیدر علی آتش کے یہ دو شعر کسی نے سُنائے ؎

دلگی اپنی ترے ذکر سے کس رات نہ تھی — صبح تک شام سے یا ہو کے سوا بات نہ تھی
التجا تجھسے کب اے قبلۂ حاجات نہ تھی — تیری درگاہ مین کس روز مناجات نہ تھی

فوراً یہ چند شعر نظم کیے۔

فکر مین شعر و سخن کے گئین شبہای شباب — ذکرِ معبود کیا کرتے تو کچھ بات نہ تھی
نہ ہوئی رات کو توفیق نمازِ شب کی — دن کو کچھ کیفیتِ ذکر و مناجات نہ تھی
ہوش آیا جو جوانی مین تو پیری آئی — شب کو اُسوقت کھلی آنکھ کہ کچھ رات نہ تھی

خواجہ آتش کا کلام بہت پسند کرتے تھے چنانچہ ایک شعر پر تضمین بھی کی تھی

دل کو ہر حال مین لابد ہے کہ ایذا ہوئے — چین ہرگز نہین دین ہوئے کہ دنیا ہوئے
فکر و اندیشہ سے خالی نہین ہر کوئی بشر — دل ہے بیمار اگر آپ مسیحا ہوئے
آج حاصل ہو اگر سلطنتِ ہفت اقلیم — پھر بھی ہے فکر یہی دیکھیے کل کیا ہوئے
ذکرِ جنت مین عجب شعر کہا آتش نے — گفتگو کا جو مزہ ہوئے تو ایسا ہوئے
حشر کا روز گزر جاے ملے حور و بہشت — وہ بھی دن ہو کہ نہ اندیشۂ فردا ہوئے

فیاض علیخان صاحب نے مفتی صاحب کی خدمت مین ایک خط بھیجا کہ مین بہت بیمار ہون کوئی زندگی کی امید نہین اپنی حیات مین چاہتا ہون کہ قبر بنوا کر ایک پتھر اِس صورت سے نصب کر دون کہ اوسکے ستون مین ایک ہاتھ مثل سائل کے ہو اور اوسپر چند اشعار کندہ ہون لہذا آپ اُسکے مناسب کچھ فرما دیجئے مفتی صاحب نے یہ چند شعر لکھکر بھیجدیے

پڑا ہون بیکس و بیدل تہِ خاک — کرے کچھ رحم مجھ پر ایزدِ پاک
کہ ہون مداحِ سبطِ شاہِ لولاک — کڑی منزل ہو اور راہ خطرناک

تہیدستم فقیرم بینوایم
طلبگار زرِ نقدِ دعایم

نہ تھا کچھ پاس میرے توشۂ راہ — ہوا مجکو سفر در پیش ناگاہ
یہان طاعت سے ہے ہاتھ کوتاہ — دعا بخشش کی کرتے جاؤ للہ

تہی دستم فقیرم بے نوایم
طلب گار زر نقد دعایم

عجب خیا نہ وحشت بنا ہی — نہ کوئی دوست ہی نے آشنا ہی
خدائے لم یزل کا سامنا ہے — کہ ہی اُسکو بقا سب کو فنا ہی

تہی دستم فقیرم بے نوایم
طلب گار زر نقد دعایم

قطعہ

زائر بھی ہون مداح ہون کیا نام بتاؤن — بے نام ونشان آج ہے فیاض علیخان
اِک سورۂ الحمد کا بخشش کی دعا کا — محتاج ہے محتاج ہے فیاض علیخان

ناظرین انصاف کرین کہ علمی دنیا مین جسکے کارنامے اسقدر رہون اوسکو شعر کہنے کی فرصت کہان ہوسکتی تھی یہ صرف باتین تھین اور باتون مین اتنا اثر۔ اگر وہ اس فن مین شاعرانہ حیثیت سے اشتغال رکھتے تو کیا آفت ڈھاتے۔ غزل کے اِس مطلع کو دیکھئے۔

خو نامۂ وپیغام کی دلبر نہین رکھتے — بت کیسے خدا ہین کہ پیمبر نہین رکھتے

مصرع غزل

عباس روز حشر پکارے گا برملا — لوٹا مجھے بتون نے دُہائی خدا کی ہے

اخلاقی غزل جو مذکور ہو چکی اُس پر حقیر نے تخمیس کی ہے ملاحظہ ہو ؎

یہ جھرّیان ہین یا ہے اثر پیچ وتاب کا — شیرازہ کھُل چلا ہے بقا کی کتاب کا
نقشہ ہے حسرتِ دل خانہ خراب کا — زینت نہین ہے رنگ پوچھو خضاب کا
یہ ماتمی لباس ہے فوتِ شباب کا

ہر وقت چاہیے کہ ہو آمادہ ممات
ہوشیار اس سرا مین رہے دن ہو یا کہ رات
سن گوش ہوش سے اسے سننے کی ہی یہ بات
مٹتی ہی ایک دم مین یہان صبح رت حیات
دیکھا ہے جیسے آب پہ نقشہ حباب کا

کیون رو رہا ہی حسرتِ عہدِ شباب مین
بتلا تو دیکھتا ہے سمان کیا یہ خواب مین
حدت ٹرھی ہوئی ہے بہت آفتاب مین
کیا عیش ہمکو ملتا ہے دورِ شراب مین
مت کر خیال عشرتِ پا در رکاب کا

جب تم نہین ہو پاس تو پھر عید کچھ نہین
سبزہ ہو یا کہ گل ہوس دید کچھ نہین
ثابت ہوا کہ حسن کی تقلید کچھ نہین
ہمکو تمہارے لطف کی امید کچھ نہین
پر خط لکھوا اگرچہ ہو مضمون عتاب کا

کیا جانین وہ ثواب ہی کیا کیا عذاب ہے
سمجھا ہی کوئی آکے تو اوس پر عتاب ہے
بس جمع خرچ آپکا ام الکتاب ہے
کھاتے ہین سود روز و شب اسکا حساب ہے
آتا نہین خیال بھی روزِ حساب کا

کھانے کو مال غیر کا حاتم ہین یہ امیر
دینے کا وقت آئے تو بنجاتے ہین فقیر
سائل کا ذکر کیا ہی کہ ہے وہ تو اک حقیر
ہی اس قدر زکوۃ سے نفرت کہ طفل و پیر
مکتب مین نام تک نہین لیتے نصاب کا

ساری جو یادِ دوست مرے تن بدن مین ہے
یوسف کی بو بسی ہوئی سب پیرہن مین ہے
حسنِ ملیحِ یار کا ذکر انجمن مین ہے
دل گرچہ ہے برشتہ ملاحت سخن مین ہے
جبتک نہو نمک تو مزہ کیا کباب کا

کشتی عمر کو مری آخر ڈبو دیا
ناسور بنگیا وہ مجھے داغ جو دیا

مین اپنے حالِ زار پہ خود آپ رو دیا — آنکھون کا نور عالمِ پیری نے کھو دیا

گُل کر دیے چراغ کہ تھا وقت خواب کا

کل ہمنشین جو تھے وہ لحد مین مکین ہین آج — ہے دور دورِ چرخ مین یہ کچھ عجب رواج

اکلیل ہو کہ تخت ہو دولت ہو یا کہ راج — یکسان ہے خاک میری نظر مین سریر و تاج

ہے عشق آب و گل مین مری بو تراب کا

کسی خاص موقع پر یہ دو قطعہ فرمائے تھے ؎

گنجائش اس کمال کی تقریر مین کہان — طاقت ثنا کی خامۂ تحریر مین کہان

ممکن ہے آفتاب کی تصویر کھینچیے — پر نور آفتاب کا تصویر مین کہان

قطعہ

رحمت تری قلزمِ عطا ہے — دنیا لبِ لجۂ فنا ہے

مین چشم پر آب ہون الٰہی — دریا پہ حباب ہون الٰہی

گردش مین فلک کی مبتلا ہون — گرداب عظیم مین پڑا ہون

پیری ہے اور بے غذائی — تنہائی بیکسی جدائی

آمادہ ہون ضعف مین سفر پر — عصیان کا پہاڑ ہے کمر پر

ایضاً

اپنے ہنر سے اہلِ ہنر بہرہ ور نہین — کامل کو کچھ کمال پہ اپنے نظر نہین

اہلِ نظر کو لطف جو ملتا ہے حسن کا — خود صاحبِ جمال کو اسکی خبر نہین

لڑیان ہین موتیونکی اسے نظم کیا کہین — ہم سنگ انکا درج مین کوئی گہر نہین

یہ ہین جواہر انکا طلبگار ہے فقیر — تم ہو غنی جو قدر تمہین اس قدر نہین

شیرین سخن کو اپنے سخن مین مزہ کہان
جی بھر گیا ہے رغبتِ قند و شکر نہین

کیا جانے اپنا حال کہ کتنا بلند ہی
جبتک نگاہ عرش برین فرش پر نہین

ذیل کے اشعار مین ہر شعر ایک موعظۂ حسنہ ہے

شام سے صبح ہوئی مرگ کا سامان نہوا
اشک حسرت سے بھی آلودہ یہ دامان نہوا

سن بڑھا زور گھٹا جہل گیا علم آیا
تو مگر اپنے گناہون سے پشیمان نہوا

واعظ و شاعر و علامہ طبیب و زاہد
سب مین مشہور ہوا حیف ہی انسان نہوا

رمل و تعویذ و دعا نسخہ قانون شفا
سب ہوا پر دلِ پُر درد کا درمان نہوا

صبح ہے فصل بہاری کی مگر دل بےنور
شمع کا گل ہے کہ اس فصل مین خندان نہوا

روے محبوب کی کچھ یاد نہ کی سید نے
صاحب علم ہوا حافظ قرآن نہوا

ایام شباب کی یاد اور بے ثباتی کے متعلق ایک غزل ہے۔

[illegible]

کیا ہو گئے وہ دن کہ غرور شباب تھا
کیسا سرور اور نشہ بے شراب تھا

کچھ غم نہ مرگ کا نہ معیشت کی فکر تھی
نے کچھ خیال حشر نہ خوفِ عقاب تھا

غفلت مین کس مزے سے گزرتی تھی زندگی
جو لطف کمسنی مین اوٹھایا وہ خواب تھا

نقطونکی پیروی نہین کرتے ہین عقلمند
جو غور سے حیات کو دیکھا حباب تھا

واماندگانِ راہ کا کیا پوچھتے ہو حال
کوئی سوار تھا۔ کوئی پا در رکاب تھا

وصلت کی شبکو کچھ نہ ہوئی گفتگو بہم
اونکو غرور حُسن تھا ہمکو حجاب تھا

مفتی صاحب کی زبان اُردو کی مقبولیت مین صرف مثنوی بنیاد اعتقاد پیش کیجا سکتی ہی جو عہد طفولیت کی نظم ہی اور کُہنہ مشقی کے آثار اُس سے ظاہر ہو رہے ہین۔ چنانچہ ایک شعر مین خود کہتے ہین

تصنیف کمسنی مین کیا اِس کتاب کو	یہ ہدیۂ ردیہ دیا شیخ وشاب کو

یہ وہ مثنوی ہے جسکے مقابلے مین بڑے بڑے شعراے کاملین کے دفتر بے حقیقت ہین
اِس مثنوی نے جو خلعت قبولیت پہنا ہے وہ اسوقت تک کسی اُردو کی مثنوی کو نہین ملا
ہندوستان کی شیعہ آبادی مین مرد۔عورت سنیے۔ بوڑھے کوئی ایسا نہین جو اِس
مثنوی کے اثر سے متاثر نہو یہانتک کہ وہ داخل نصاب ہوگئی۔ ابتدائی کتابین
بچون کو جب پڑھائی جاتی ہین توسب سے پہلے مثنوی بنیاد اعتقاد شروع کرائی جاتی
ہی چنانچہ مین نے بھی اپنے بچپن مین عقائد مین سب سے پہلے یہی مثنوی پڑھی تھی اب تک
مجکو اوسکے بہت سے شعر یاد ہین۔ اس مثنوی مین سچے مضامین اس خوبی سے نظم ہین کہ
ضرورت شعریہ مین جو الفاظ اضافہ ہوجاتے ہین اہمین ایسا نہین ہوا۔ یہ مثنوی بھرتی
کے الفاظ سے خالی ہے۔ مثلاً "لولا علیؑ لھلک عمر" کا ترجمہ نظم فرمایا ہے ؎

ہوتا عمر ہلاک نہ ہوتے اگر علی

قرآن مجید مین ارشاد خدا ہے "اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ"
مثنوی کا شعر ملاحظہ ہو ؎

کچھ شک نہین ہی ارض وسما کے وجود مین	پھر شک وشبہ کیا ہے خدا کے وجود مین

بعضے مقامات سے اُسکے اشعار یہان اقتباس کرتا ہون۔

توحید

پہلے خدا کو جان کہ کیا اوسکی ذات ہی	ہستی پہ جسکی شاہدی کائنات ہے
خالق ہے لامکان ہی بدن سے بنا نہین	زندہ ہے اُسکی ذات کو ہرگز فنا نہین

قادر ہر ایک چیز پہ ہی چاہے جو کرے ۔۔۔ پیدا ہزار ایسے جہان چاہے تو کرے
سُنتا ہے دیکھتا ہے نہ پر آنکھ کان سے ۔۔۔ کرتا ہی وہ کلام نہ لیکن زبان سے
دانا ہر ایک امر کا ہے بے خبر نہین ۔۔۔ تنہا ہے لا شریک ہی آتا نظر نہین
کیونکر ہو کام فاعلِ مختار گر نہو ۔۔۔ بنتا نہین مکان کوئی معمار گر نہو
یہ ماہ و آفتاب و زمین و فلک دلا ۔۔۔ پیدا ہوئے ہین آپسے کیونکر کہون بھلا
صحرا و کوہ و معدن و دریا کو دیکھیے ۔۔۔ صنعت طرح طرح کی ہے جس جا کو دیکھیے
پھولون مین موتیون مین کیا آب و رنگ ہے ۔۔۔ حیرت ہے جسکو دیکھ کے اور عقل دنگ ہے
صنع خدا یہ ساری خدائی گواہ ہے ۔۔۔ انسان خود نمونۂ صنع الٰہ ہے
بیمثل و بے نیاز اوسے جانتے ہین ہم ۔۔۔ دیکھا نہین ہی عقل سے پہچانتے ہین ہم

در مدحِ حسنین علیہم السّلام

یہ دونون بھائی خاصۂ پروردگار ہین ۔۔۔ یہ دونون گلشن نبوی کی بہار ہین
یہ دونون لاڈلے ہین رسول کریم کے ۔۔۔ یہ دونون گوشوارے ہین عرش عظیم کے
بوسے لیا کیے ہین نبی انکے صبح و شام ۔۔۔ اشتر بنے ہین انکے لیے سید الانام
ریحان ہین یہ دونون گلستان خلد کے ۔۔۔ سردار ہین یہ دونون جوانان خلد کے

اِس مثنوی کی مقبولیت کی نسبت شیخ امراؤ علی صاحب کا خواب ہی جو جناب مرحوم کے شاگرد تھے اور مکان بھی ہمسایہ مین تھا شیخ صاحب کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ مفتی صاحب تشریف لائے ہین اور مین جانتا ہون کہ انتقال کر چکے ہین ۔ مین نے عرض کی کہ قبلہ و کعبہ کچھ حال بیان فرمائیے کہ کیا ہوا ۔ فرمایا

که دو کتابین ہمارے کام آئین شیخ صاحب کہتے ہین کہ ایک نام مین توشبہہ ہے کہ روائح القرآن فرمایا یا کچھ اور مگر دوسرا نام یقیناً بنیاد اعتقاد ارشاد کیا۔

مرزا فصیح علیہ الرحمہ نے مثنوی نان ونمک نہایت رنگین لکھی ہے جسمین امام پنجم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حال تک نظم پہونچی ہے۔ جناب مفتی صاحب قبلہ نے مرزا فصیح مرحوم کے لب ولہجہ مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا حال نظم فرمایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعینہ مرزا فصیح کی زبان ہے ؎

اے دلا کیا ہے تجھے کاذب سے کام	لے جناب جعفر صادق کا نام
مدح اُس مولا کی اب منظور ہے	جسکی طلعت سے فلک پُر نور ہے
گر بیاضِ صبح ہو زیبِ رقم	اور شعاعِ مہر ہو نوکِ قلم
صفحۂ کون ومکان دفتر بنے	ہر رگِ جانِ جہان مسطر بنے
ہو عیان نامہ مین عالم نور کا	ہاتھ مین خامہ ہو شمع طور کا
تب فروغ گفتگو پیدا ہو کچھ	مدح مین اوس شاہ کی انشا ہو کچھ
اُس سے ظلمت کفر کی زائل ہوئی	خلقت ایمان کی طرف مائل ہوئی

بقیہ کلام اُردو

ایک مثنوی مین نظارۂ دنیا سے اپنی نفرت ظاہر کی ہو چند شعر اسکے حسب ذیل ہین

زندگی کا نہین مزا مجکو	یا الٰہی یہ کیا ہوا مجکو
نغمہ پر دل نہ میرا جاتا ہے	نہ خیال شراب آتا ہے
نہ طلب ہے کسی پریرو کی	نہ ہوس ہے کسی کے گیسو کی

بو نہ بھاتی ہی مجکو بیلے کی
نہ خوش آتی ہی چھاؤن کیلی کی

سیرِ دریا سے کچھ مزا نہ ملا
لطف گلگشت باغ کا نہ ملا

خود بخود دل ملول رہتا ہے
کس سے کہیے کہ کیا یہ کہتا ہی

نہ تو صحرا کی مجکو رغبت ہی
نہ کسی بزم سے محبت ہے

خوف بس قبر کے فشار کا ہی
ہول محشر کی گیر ودار کا ہی

جسنے بیمار مجکو ڈالا ہے
وہی میرا بچانے والا ہے

اے خدا میرے دلکو شادان کر
میری مشکل کو تو ہی آسان کر

کسکو دکھلایئے دھڑک دل کی
ہی تڑپ اسمین مرغ بسمل کی

نعمتِ دنیوی سے ہون محروم
رحمتِ اُخروی سے کر مرحوم

آرزوے دلِ حزین یہ ہے
جو کہ خواہش ہی دلنشین یہ ہے

کوئی عالم جہان سے باہر ہو
کہ وہان پر گزر میسّر ہو

سیر سے وانکی دل خوشی ہووے
حسب دلخواہ زندگی ہووے

مولوی شیخ دولت علی بدایونی متخلص بہ قطب جو جناب مرحوم کے تلامذہ مین ہین بیان کرتے ہین کہ "مین بمقام کانپور جناب کیخدمت مین حاضر تھا ایک شخص کا خط آرہ سے آیا کہ آپ مجالس مین کم شریک ہوتے ہین اسکا کیا سبب ہے؟ اگر آپ کی تصنیف ہے کوئی مرثیہ ہو تو بھیجدیجیے مفتی صاحب نے مجھسے فرمایا کہ لکھو۔ حضرت عباس کے حال مین ایک مرثیہ اُسی دن نظم کرکے مجھے لکھوادیا اور اُنکو بھجوادیا۔ ایک بند مجھے یاد رہ گیا۔

حضرتِ عباس ہین عالی نسب والا حسب
بیشۂ شیر خدا کے شیر ہین یہ تھا نسب

حُسن مین یوسف لقا وبنی ہاشم لقب　　بھائی کو آقا نسمجھتے تھے زہے عجز وادب

گرچہ بے مثل زمان تھے سارے انصارِ حسین
اُنمین بھی بے مثل تھے گویا علمدارِ حسین

میر انیس مرحوم کا مشہور سلام ہے۔

غمِ شہ کا گر داغ دلپر رہے　　سلامی لحد بھی منور رہے

مفتی صاحب نے اسی انداز پر چند شعر نظم کیے

یہ تھی آرزو قتلِ شبیر کی　　کہ روزے سے اُسدن ستمگر رہے
ہوا عصر تک صاف زہرا کا گھر　　نہ اکبر رہا اور نہ اصغر رہے
اُسی وقت اُدھر سب کے روزے کھلے　　ادھر بھوکے آل پیمبر رہے
عجب ہول و دہشت کی وہ رات تھی　　کہ جنگل مین حیران سراسر رہے
عزیزونکا غم اور شہزونکا خوف　　کرین کیا جو کوئی نہ سر پر رہے
پریشان سراسیمہ بے سرپرست　　نہ بھائی نہ بیٹے نہ شوہر رہے

اُردو کی تاریخین

رمضان ایک بادشاہی ملازم تھا انقلاب غدر کے بعد مفتی صاحب کے یہان ملازم رہا۔ اُسکے یہان لڑکا پیدا ہوا۔ اُسنے تاریخ کے لیے عرض کیا مفتی صاحب نے فی البدیہہ یہ قطعہ کہدیا ؎

رمضان نام سپاہی ہے یہان　　اُسکو اللہ کی تائید ہوئی
اُسکو فرزند خدا نے بخشا　　رونقِ مہد کی تمہید ہوئی

مین نے تاریخ بدیہاً یہ کہی	واہ رمضان[1] کی یان عید ہوئی ۱۲۹۹ھ

ایک شخص نے مسجد بنوائی اور جس روز سلسلۂ تعمیر ختم ہوا اتفاقاً اُسی دن اوسکا انتقال ہوگیا حسب فرمایش اُسکی تاریخ کہی ہے

وکیل المومنین حیدر کا لقب تھا	بنائی مسجد اُسنے خوب جا پر
نماز اُسمین ادا کرنے نہ پایا	کہ وعدہ اُسکا آپہونچا برابر
ہوئی تاریخ دو امرون کی یکجا	خدا کے گھر گیا مسجد بنا کر ۱۲۷۱ھ

تاریخ وفات میر انیس مرحوم

تھے انیس الغربا ذاکر و مداح امام	ہے یقین پیش خدا درجۂ اعلی ہوگا
اُٹھ گیا دارِ فنا سے وہ مہ برجِ کمال	کوئی دنیا مین نہ اس وضع کا پیدا ہوگا
موت کی یاد ہمیشہ تھی دل اقدس مین	جو کہا شعر وہ البتہ غم افزا ہوگا
مدح مین اُنکی کسے طاقتِ گویائی ہے	کون ایسا ہے جو اس طرح کا گویا ہوگا
سال تاریخ بھی گویا کہ کلام اُنکا ہے	ہائے جُز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا ۱۲۹۱ھ

میر انیس کی مشہور رباعی ہے ہے

آغوشِ لحد مین جبکہ سونا ہوگا	جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا

ایک لفظ بڑھا کر اُسی مصرع سے تاریخ وفات نکالی ہے۔

پہیلیان

[1] رمضان بسکون اوسط بھی شعرا نے نظم کیا ہے۔ ۱۲ عزیز

مشاغل علمی سے کسی وقت جب فرصت پاتے تھے تو بچون کو پاس بٹھاتے تھے اور اسی وقت پہیلیان نظم کر کے اُنسے پوچھتے تھے اُنمین بعض بعض پہیلیان لوگون کو یاد ہین اگرچہ اُنکی جلالت قدر اور منزلت پر نظر کرتے ہوئے یہ تذکرہ وقیع نہین مگر طبیعت کی جامعیت کا اِس سے ضرور اندازہ ہوگا۔ ے

وہ نازک بدن تازہ مہمان ہے ۔۔۔ عجب بھولی بھولی وہ نادان ہے
مزے مین تو شیرین ہے خوش ذائقہ ۔۔۔ پہننے مین آراستہ کان ہے

پہیلی

عجب نازنین ہے وہ پردہ نشین ۔۔۔ کہ دیکھی ہے پر شکل دیکھی نہین
نہ اُسکو سمجھ ہے نہ اوسکی زبان ۔۔۔ بتاتی ہے کیا کیا وہ رازِ نہان
چلی جاتی ہے وہ ٹھہرتی نہین ۔۔۔ مگر پھر جہان تھی وہین کی وہین

پہیلی

چھلکے ہر چند ہون پھیکے سیٹھے ۔۔۔ دو ہی ٹکڑے ہین وہ دونون میٹھے

دیگر

چلتا ہے وہ پا مگر نہین ہے ۔۔۔ پردار ہے جانور نہین ہے
مینھ برسے تو پھر کہان ٹھکانا ۔۔۔ بوچھار بھی پر خطر نہین ہے

ہندی

چڑھتے نر اُترتے ناری ۔۔۔ وہ ناری سوہی اَدک پیاری
دناد ناوہ پر جو بن آئے ۔۔۔ ناری سے وہ نر کہلائے

دیگر

نہ ہنستا نہ روتا		پوتے کا پوتا

پہیلی

بدصورت بدہیئت لعنت کی بھری ہے	لوگ اوسکو کہین سب پوشیدہ کلی ہے

دیگر

کھوٹا سونا

دیگر

ڈبیہ چھوٹی سی بڑے مطلب کی جب تلک بند ہی کچھ اسمین نہین جاڑے مین وہ مہنگا آئے اسکا نام بتادو مجھ کو	دیگر	چھوٹے سے گھر مین سمائی سبکی کھول کے دیکھو تو سب کچھ ہی وہین گرمی مین وہ سستا بن سل سبٹے پستہ

دیگر

پسلی ہے پر بہین کی نہین		چکھی ہے پر کھائی نہین

دیگر

نہ رنگ ہے نہ روپ ہے۔ نہ چھاؤن ہے نہ دھوپ ہے۔ نہ چھلنی ہے نہ سوپ ہے۔ بن پاؤن چلتی ہے۔ ہر فصل مین بدلتی ہے۔

دیگر

نہ پتی نہ ڈالی نہ سینچے ہے مالی بہت دانت ہین پر چباتی نہین	دیگر	قلم کے لیے ایک پھل خالی خالی کبھی اسکو اُلجھن خوش آتی نہین

دیگر

سراسر بادشاہی کا نشان ہے	جڑا اوسر کے اوپر سائبان ہے
ولیکن دو ستون مین سادے سادے	جو اونکو دیکھ لے چھت کو گرا دے

دیگر

مُرغ ہے بے جان کا	کام کرے ایمان کا

دیگر

نہ دُکھ ہے نہ ایذا ہے روتی ہے کیون	یہ گھُل گھُل کے جان اپنی کھوتی ہے کیون

دیگر

سارا زہر آدھی کٹنی

چیستان

چُپ ہے پر ذکر کچھ خوشامد کا	جب وہ پھرتا ہے تب نکلتا ہے
جنگلون مین اگرچہ پلتا ہے	فرش ریشم کو مُنھ پہ ملتا ہے
سر پہ اوسکے پہاڑ ہے لیکن	نہ تو جان ہے نہ پاؤن چلتا ہے
نہ صدف ہے نہ قعرِ دریا ہے	گوہرِ بے بہا اُگلتا ہے
سر و پا اُسکے دونون ایک ہی ہین	کس طرح سے کہو سنبھلتا ہے
ایک گردش مین ہو گیا عاری	اِس پہیلی سے دل بہلتا ہے

دیگر

اِس ہوا سے بارش اُلٹی ہو گئی	کیا مزے کی یہ پہیلی ہو گئی
جب پھرا دریا تو وہ ظاہر ہوئی	جب ہوا ظاہر تو مخفی ہو گئی

اِک ہوا پر دوسری آئی ہوا	پھر تو گویا بند پہلی ہوگئی
تھی تو ہیجان ہوگئی گردش سے گرم	ریل کی جس طرح گاڑی ہوگئی
آنکھ اُسپر جب پڑی دل خوش ہوا	وہ کتاب لفظ و معنی ہوگئی
پانچ ناقص شعر ہین پھر پایدار	کس سبب سے اصل انکی ہوگئی

فقرۂ ہندی در تجنیس

بہدی بہدی سہدی ترکاری ہے

اصلاح نظم ونثر

مفتی صاحب کی اصلاحون کا دفتر بھی قابل دید ہے نظم ہو یا نثر۔ عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ ہر زبان مین وہ برجستہ ایسی اصلاح دیتے تھے جس سے بہتر کوئی ترقی نہین ہوسکتی اُردو جس سے وہ اپنی اجنبیت ظاہر کرتے تھے اُسمین بھی ایسی اُستادانہ اصلاحین دیتے تھے کہ طبیعت وجد کرنے لگتی تھی۔

ذوالفقار الدولہ کا نوحہ

ذوالفقار الدولہ مصاحب واجد علی شاہ ایک مرتبہ اُردو کا ایک نوحہ لیکر آئے کہ حضور اسپر اصلاح دیدین۔ فرمایا کہ مین اُردو کیا جانون۔ جب اُنھون نے بہت اصرار کیا تو کہا اچھا پڑھیے۔ ذوالفقار الدولہ نے یہ شعر پڑھا ؎

شاہ جب مرنے چلے رنکو تو زینب نے کہا	اِک لحد پہلو مین ہو بھائی بہن کیواسطے

شعر سُنکر کہا کہ حضرت نے یہ کلام کہان فرمایا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ قبلہ وکعبہ یہ تو ہماری زبان ہے
ارشاد ہوا کہ جب یہ بات ہے تو مجھ سے اصلاح کی خواہش بے معنی ہے اُنھون نے عرض کیا
کہ یہ مضمون بھی رہے اور اصلاح بھی ہو جائے۔ فوراً فرمایا اچھا پہلے مصرع کو یون بنا دیجیے

وقتِ رخصت شاہ نے زینبؑ اتنا کہہ سکین

وقتِ رخصت کو کسقدر تنگ ثابت کر دیا۔ اب شعر مین کسقدر درد پیدا ہو گیا۔ زینب خاتون
اپنی حسرتِ دل کا اظہار بھی نہ کرنے پائین۔ پہلی صورت مین آرزو کے ظاہر ہو جانے سے
شعر زیادہ درد انگیز نہین تھا۔ الکنایۃ ابلغ من التصریح۔ اسکے علاوہ شعر کی شرعی پہلو سے
بھی حفاظت کی۔ یہ وہ باتین ہین جنکا بالعموم التزام مرثیہ گویون مین نہین ہے حضرت
وہ مراسم اور اُسوقت کی حالت کا اندازہ کر کے تخئیل سے کام لیتے ہین واقعات و اخبار سے
زیادہ بحث نہین کرتے۔ اگر حضرت زینب نے واقعی اس حسرت کو بیان کیا ہوتا تو کوئی
مضائقہ نہ تھا لیکن اصلاح مین دونون پہلو مدنظر رہے ہین۔ امام حسینؑ کا شوق شہادت
قلت فرصت۔ زینبؑ کا اس حسرت کو بیان نہ کر سکنا۔ کیا کیا دلخراش معنی پیدا کر رہا ہے

اصلاح قصیدۂ میر غنی نقی

مولوی میر غنی نقی صاحب قبلہ زید پوری ایک زبردست ادیب و فاضل تھے مفتی
صاحب سے اصلاح بھی لیا کرتے تھے اور زمرۂ احباب خاص مین تھے۔ بلکہ غالباً ہمدرس
بھی رہے تھے جنکے روابط و اتحاد کے بیان کے لیے چند شعر مثنوی آبِ زلال سے
درج کیے جاتے ہین ؎

غنی آن رازدار و محرم من	انیس و ہمصفیر و ہمدم من

جلیسِ من ببزم نکتہ رانی
ردیفِ من بوقتِ شعر خوانی
کہ لذت یاب می شد از کلامم
کلامش بود چون شکر بکامم
بذوقش کردہ ام نظم فرائد
بشوقش گفتہ ایم چندین قصائد
بگوشش میرسانیدم دُرِ ناب
بوصلش گفتمی فصلے ز ہر باب
گہے معنی ز من الفاظ از وے
گہے چشم از من و الحاظ از وے
بسیرِ راہِ دین ہمراہ من بود
تصانیفش تماشا گاہ من بود
سحرگاہان چو بادِ صبح گاہی
رسیدش یک بیک پیکِ الٰہی
چو شمع از انجمن ناگاہ برخاست
ز من چون شمع دودِ آہ برخاست
تمام شب چو بلبل بود در جوش
سحر شد چون چراغ صبح خاموش
بکنجِ خاک جا شد از برایش
بچشمِ پُر صفا خالیست جایش
از و دی بود با من ہمزبانی
من و امروز بے او نوحہ خوانی

اُنکی ایک کتاب فروق اللغات مین ہے۔ جو جناب مفتی صاحب قبلہ کی اصلاح سے سراپا مزین ہے۔ اُنھین کا ایک فارسی قصیدہ جسپر مفتی صاحب قبلہ نے اصلاح دی ہی درج کیا جاتا ہے تشنگانِ ادب سیراب ہون ۔

غنچۂ دل از نسیم فیضت اے عالی وقار	اصل	چون گلِ شگفتہ میدارد بجیب خود بہار
دوسرا مصرع یون بنایا ہے	اصلاح	چون گلِ بالیدہ دارد در گریبانش بہار
نکہت خلقت نبردے گر صبا اندر تتار	اصل	در جہان بودے نہ ہرگز نافہ او عطر بار
با صبا گر نکہت خلقت نرفتی در تتار	اصلاح	نافہ اش چون کاکل خوبان نبودے عطر بار
قطرہ از دریای جودت شاید عمان بودہ است	اصل	زین سبب دارد مگر او لعل و گوہر بے شمار

قطرهٔ از لجهٔ جودِ تو در عمان رسید	اصلاح	زان درِ شهوار پیدا شد هزار اندر هزار
آسمان این دو گل پژمرده از باغت بود	اصل	میکند از فخر ظاهر هر دو را لیل و نهار
گہ	اصلاح	هر دو را بر سر زند شام و سحر از افتخار
در محاذی جود و عالی همتت حاتم خجل	اصل	در برابر رزم تو رستم چو طفل نے سوار
در کنار بزم جودت کیست حاتم سائلے	اصلاح	در میان رزم تو رستم که طفل نے سوار
بره آهو گر بصحرا بگذرد در عهدِ تو	اصل	گرگ چون مادر نماید پرورش او در کنار
گر جدا گردد ز آهو بچه‌اش در عهدِ تو	اصلاح	گرگ او را پرورد مانند مادر در کنار
ذکر قهرت گر رساندے بهمان (در) گوش او	اصل	شیر گردون مثل روباه و نهادی در فرار
ای اگر در پیش تو گل لاف خوے خود زند	اصل	بلبل شیدا کند از پنجه خود رویش فگار
بوے	اصلاح	رویش را - رخسارش
در بهایش نندر سازند ملک جمشید و قباد	اصل	گر دهی از بزم فیض جود جامی خوشگوار
جام خود را جم بسازد کاسهٔ دریوزهٔ	اصلاح	تا برد از بزم احسانت شرابے خوشگوار
گر شراب مهرِ تو نوشد کسے یک جام اگر	اصل	همچو نرگس تا ابد در خاطرش ماند خمار
گر خورد یک جرعه از صهبائے الطافت کسے	اصلاح	در سرش مانند نرگس تا ابد ماند خمار
سوے نرگس گر نمائی یک نگاهِ التفات	اصل	ذره کو باشد و لے از مهر گردد نامدار
گر نگاه لطفِ تو افتد بسوی ذرهٔ	اصلاح	مقتبس گردد ازو خورشید تابان ذره وار
التفاتت گر شود بر حالِ یک مورِ ضعیف	اصل	پایه‌اش گردد علو همچو سلیمان تاجدار
ر	اصلاح	طرقوا گویش رود صد چون سلیمان تاجدار
مسندے از بهر تو مے دوخت خیاط قدر	اصل	اطلس افلاک ز انجم گر نبودے داغدار

اصلاح
روبه

فلک اطلس کہ چرخ نہم است از ستارہ خالی است پس داغدار نے تو ان گفت ۱۲ دوسرے مصرع کو تین طرح بنایا ہے	اصلاح	اطلس افلاک گرمی بود با نقش و نگار نیست اما خوش قماش این اطلس عالیمدار گر نبودی نیلگون این اطلس عالی تبار
مثل عیسیٰ پورا حیا خاطر عالم کنی	اصل	چون ترا در شش جہت یحییٰ بگوید روزگار
تا مقر گشتہ یحییٰ نام عشرت بخش تو	اصلاح	یافت بر تو عمر خضر و رفعت عیسے قرار

میر نفیس کے کلام کی اصلاح

میر خورشید علی صاحب نفیس نے جناب مفتی صاحب مرحوم سے اکثر کتب درسیہ پڑھے تھے فارسی منظومات کی اصلاح بھی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ اُنکے چند قطعات اصلاح شدہ مرحوم کی کتابون مین ملے۔ ایک کتاب سے یہ عبارت اور قطعہ نقل کیا گیا در تاریخ ولادت پسرے کہ از خورشید مرزا بوجود آمد میر خورشید علی دو قطعہ پیش حقیر آوردہ کہ اصلاحش بکنم یکیش بدنبود بحال داشتم و نقل بگرفتم و دیگرے کہ بران اصلاح کردم۔ الفاظ اصل درجائیکہ تغیر دادہ شد نحرت و باقی مع اصلاح بسواد نوشتہ سوادش بعد ازین برداشتہ شد۔ اما قطعہ تاریخ کہ سالش[۱] گزشت در کمال استعجال و کثرت اشغال خود گفتم ؎

نمایان شد چو نور اختر سعد		زمین شد آسمان از فرط عشرت

عشرت کی جگہ رفعت بنایا ہے۔

ز شادی تو گل امید بشگفت رسیدہ نو گلِ امید و شادی		ثمر آورد نخل جاہ و شوکت پہلا مصرع یون بنایا ہے۔

[۱] سالش: ایک قطعہ میں ایسا تھا جس سے ۱۲۸۱ تاریخ نکلی - دو عین ناز ان از آفتاب۔

عطایش کرد چون فرزندِ مسعود ثریا رفعت و خورشید طلعت

عُطایش کرد" کے بجائے "عطا فرمود" بنایا

زبان دولت و شوکت صدا زد کہ ہست این گوہر تاج شرافت

زبان کی جگہ سروش کی لفظ رکھی ہے۔

طرب خود منبسط گردید در بزم مبارکباد شاد است از مسرت
دوسرا مصرع یون بنایا ہے مبارکباد بالیدہ از مسرت
شدہ چون غنچۂ گلزار خندان دل پاکِ ترقی خواہِ دولت
برنگِ غنچۂ گلزار شگفت پہلا مصرع یون بنایا ہے۔
زشادی و فرح چون فکر بنمود نفیس از بہرِ تاریخِ ولادت
بجیبِ فکر سر را یک نفس برد پہلے مصرع پر یہ اصلاح ہے۔
ندا این از لبِ اجلال آمد شعاعِ مہرِ اقبال و جلالت ۱۲۹۱ھ
برآمد مصرعے از روے الہام پہلا مصرع اس طرح بنایا ہے

حزین کے قطعہ پر میر نفیس مرحوم نے تخمیس کی تھی اور اپنے والد مرحوم کا مرثیہ کہا ہے وہ مخمس مفتی صاحب کی ایک کشکول سے نقل کرتا ہون جسپر یہ عبارت لکھی تھی۔
"تخمیس نفیس قلم خوردہ سید در عزاے انیس بر قطعۂ حزین در مرثیہ مسیحای"

از باغِ جہان بلبلِ بستانِ سخن رفت[له] در زیرِ لحد نیّرِ تابانِ سخن رفت
ہیہات کہ سردفترِ ایوانِ سخن رفت افسوس کہ شایستہ ایوانِ سخن رفت

ویرانی نظم است کہ سلطانِ سخن رفت

له یہ قطعہ اصلاح شدہ ہے لیکن مقامات اصلاح مرقوم نہین ۱۲

فریاد برآمد زلبِ ہر گلِ گلشن
بوداست از وراہِ سخن وادیِ ایمن
بلبل زغمش کرد بپا نالۂ شیون
شد تیرگی روزِ سخن بر ہمہ روشن
کان شمعِ فروزان زشبستانِ سخن رفت

سر دفترِ اہلِ ہنر و اہلِ زبان بود
در نظمِ سخن افصح استادِ زمان بود
روشن قمرِ برجِ معانی و بیان بود
سرمایہ دہِ نکتہ فروشانِ جہان بود
او رفت زعالم سر و سامانِ سخن رفت

رفت آنکہ سرافرازیِ مجلس زدمش بود
سیرابیِ بزمِ سخن از جامِ جمش بود
تازہ گلِ مضمون زنسیمِ رقمش بود
شادابیِ معنے زسحابِ قلمش
از رفتنِ او فیضِ گلستانِ سخن رفت

در مجلسِ او بود زبس جوشِ ملائک
بوداست بر آوازِ خوشش گوشِ ملائک
برخاست و گردید ہم آغوشِ ملائک
می برد سخن سازیِ او ہوشِ ملائک
ہر کس سخنش خواند بقربانِ سخن رفت

پنہان شدہ خورشیدِ سپہرِ ہمہ دانی
تاریک شدہ انجمنِ مرثیہ خوانی
جان داد شہِ کشورِ اعجاز بیانی
ماتمکدہ شد خطۂ الفاظ و معانی
سلطانِ سخن شانِ سخن جانِ سخن رفت

ہر چند بظاہر بدنش زیرِ زمین است
یادآورِ او مرثیۂ سرورِ دین است
روحش بفلک ہمنفسِ روحِ امین است
خاموش نفیس از المش طبع حزین است
کان شہرِ سخن بحرِ سخن کانِ سخن رفت

اسکے بعد ایک دوسرا مخمس مرثیۂ انیس ہین جو اصلاح دیتے وقت قلم برداشتہ لکھتے چلے گئے

وہ میر انیس اور مفتی صاحب کے عنوان مین درج ہوگا۔

ایک تاریخی نام کی اصلاح

مقامع الفضل ملا محمد علی بن آقا محمد باقر بہبہانی علیہما الرحمہ کی کتاب ہی جسکا تاریخی نام آصار رشت ہی اسکے متعلق ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے کہ "کتابے است خوب خوش اسلوب نافع فقیہ و متکلم و مورخ و ادیب لیکن مقامع الفضل نامے است عجیب کہ علاوہ غرابت بر خلاف مطلب دلالت دارد چہ مقصد اینکہ فضل را جامع است نہ کہ قامع و کذا اللقب و ہو اعجب و اغرب اذ لا اصر و لا عسر فی الدین و المذہب و اگر بگویند کہ ضرورت تاریخ تصنیف مصنف را ملجا ساختہ و درین غرابت انداختہ گفتہ شود کہ عذری است بارد و مقامع ہم عددش موارد پس اگر موارد الفضل نامش مے گزاشت چہ بدی داشت و اما در لقب پس بزبان عجم ربیع رشتی اولے و انسب و اوفق بمطلب و کذا الدقائق الرشتیہ بلسان العرب و الامر سہل ایک مقام پر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر بجاے مقامع الفضل کے انتظار الفضل نام رکھا جاتا تو نام بھی مناسب ہوتا اور تاریخ بھی آبرومند ہوتی

ایک تاریخ کی اصلاح

مولوی کلب باقر صاحب کے چھوٹے لڑکے نے انتقال کیا وہ حاضر ہوئے اور اس واقعہ کو بیان کرکے کہا کہ مین نے اسکی ایک تاریخ کہی ہے "بدر اختفی" دو عدد آمین زیادہ ہوتے ہین۔ آپنے فوراً کہا کہ دُر اختفی کہیے بدر کو فرزند صغیر سے مناسبت بھی نہین۔

اسی طرح ایک شخص نے ایک تاریخ اصلاح کے واسطے بھیجی تھی جسمین چھیالیس شعر اور مختلف عنوان سے چودہ ہزار تاریخین اُس سے نکلتی تھین اسی التزام سے اُسپر اصلاح فرمائی افسوس کہ اُسکی نقل نہ مل سکی۔

ایک مصرع کی اصلاح

نام روشن کرکے مین چھپ ہوے گیا مانند شمع	ہوگیا خاموش مثل شمع روشن کرکے نام
ناموافق تھی زمانہ کی ہوا میرے لیے	

ایک تاریخ کی اصلاح

مرزا محمد علیخان صاحب لکھنؤ کے نامی شعرا مین تھے کسی عورت کی تاریخ وفات مین اُنھون نے ایک مصرع نظم کیا جسمین ایک سال کی کمی تھی اور جناب سے خواہش کی کہ تین مصرع خود ارشاد فرمائین اور مصرع سوم مین کمی عدد کا اشارہ بھی ہوجاے۔ وہ مصرع یہ تھا ع پری بیگم زحورانِ بہشتی ؛ جناب نے اسطرح اصلاح فرمائی کہ تعمیہ کی بھی حاجت نہ رہی ع

چون گل برون رفت زین خارزار	کہ بودست از گلستانِ بہشت
پس از خامۂ گل کرد تاریخ او	پری بیگم از حوریان بہشت

یہ ایک ایسا باب ہی کہ اگر اُنکی اصلاحون کا مختصر حصّہ بھی لکھا جاے تو مستقل ایک کتاب ہوجاے گی۔

مولوی محمد علی حسن صاحب نے اپنے نام کا سجع ایک شعر مین لکھکر اصلاح چاہی۔

الخمسۃ اہداۃ الی اللہ ذی المنن الفاطمہ حسین محمد علی حسن

جواب مین لکھا کہ دوسرے مصرع مین فاطمہ مین الف لام بیقاعدہ ہی اور نیز وقف بے محل ہے۔ اسماے متبرکہ کی ترتیب مین خلل ہے اور تینون عیب کا اجتماع اور بھی قبیح ہے لہذا اگر بجاے شعر مذکور کے مصرع عربی اسطرح ہو تو کافی ہے۔

مولاے محمدؐ علیؑ حسنؑ ۔ اور فارسی مین۔ مولاے ماست بعد محمد علی حسن"

مناسب ہے۔ یا اسطرح ۔ امام بعد محمد علی حسن باشد۔ یا اسطرح نفس نبی و سبط محمد علی حسن

ایک شخص نے تاریخ وفات ہاے آغا میرزا کہکر اصلاح چاہی اور آغا مین دو الف لیے جسکے عدد ۱۲۷۷ ہوتے ہین۔ فرمایا بجاے "ہاے" کے "واے" بنا دیا جاے

سید العلما طاب ثراہ کی تاریخ وفات مین چند قطعات کی اصلاح فرمائی جنمین سے ایک تاریخ لکھی جاتی ہے ۶ صفر و ہفتدہم شنبہ آہ ۔ اسمین لفظ ہفتدہم باظہار تا مقام تردد تھا۔ اسطرح اُسکو تبدیل فرمایا ع

مجتہد راہبر نائب خیر البشر سرزدہ تاریخ او صوری و ہم معنوی		حضرت سید حسین بست چو رخت سفر بین شب ہفدہم شنبہ بماہ صفر

اور اس سے بہتر یہ صورت ہی ع

چون جناب مجتہد آقاے ما سید حسین خامہ سال فوت او ہم صوری ہم معنوی		کرد از دار فنا رو سوے گلزار بہشت ہفدہم پایان شب ماہ صفر شنبہ نوشت

تاریخ کی اصلاح

بسمت کربلا چون شد رخ من شفا سال ذہاب آن معظم		عزیزانش بحفظ حق سپردند رقم کردہ بگہ تشریف بردند

جواب ۔ بگہ فصیح نہین اور تشریف بردن زیارت مشاہد کے متعلق نامناسب ہے اور مادہ مطلب پر دلالت نہین کرتا کہ کس چیز کی تاریخ ہے اور کہان سے کہان جانا مقصود ہے لہذا اسطرح مناسب ہے ع

کرد چون قصد زیارت اخوی		دل من گشت مکدر از ہند

شد رقم از سر الفت تاریخ　　نینوا رفتہ برادر از ہند

اصلاح اشعار

کتاب در منثور در حالات زید پور میں مفتی صاحب نے خود یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے۔
از سادات قصبۂ زید پور سید جلال الدین غالب کہ اورا بر امثال و اقرانش در جلالت شان غالب توان گفت مرد دیندار و شاعر نغز گفتار بوؔد و در ہر دو صفت گوے سبقت ربودہ اما ورع و تقوایش پس میگویند کہ مدة العمر شیرینی را اصلا نخوردہ بظنۂ آنکہ شکر را ہندو می سازند و اما شعر و سخن پس درین جزو زمان کسے از متتبعان باو نمی رسد و کلامش با کلام اہل زبان خیلے مشابہت دارد و این معنی را از گلدستہ معانی کہ در تاریخ حضرت صاحب الزمان از رشحات قلم اوست توان یافت و از غرائب اتفاقات آنکہ اصل مسودہ آن مثنوی چون دفتر گاؤ خورد بدہن گوسفندے افتاد و مصاریع خاتمہ اش از کار رفت بعضے بقدر ثلث و برخے زیادہ یا کمتر از آن ضائع شد و یکے از روسائے این قصبہ حقیر را در ایام ورود بہ تکمیل اینہا تکلیف نمود و الحق کہ تتمیم آنہا از تصنیف جدید دشوار تر بود و لکن از خوش بختی آن خدا بیامرز در نیم ساعت ہمہ را مکمل و مرتب ساختم و در ینجا بنا بر تذکرۂ احباب آنہا را اولاً بہ ہیئت خراب می نویسم و ثانیاً سقطاتے را کہ رقعہ رقعہ بردوختہ ام قلمی می نمائیم تا ناظران از انصاف نگرند کہ از چند گلے رنگے و ریشہ بیش نماندہ بود و تجدیدش برین بے برگی اعادۂ معدوم می نمود۔ شنیدم کہ شیخ علی حزین جیلانے بآن نکتہ دانی چون با ایشان برخورد گمان بردہ کہ اصلش از ایران است پرسید چند گاہ است کہ اینجا وارد شدہ اند گفت اینجا متولد شدہ ام نہ وارد و از خوش سلیقگی او آنکہ

مسموع شد که شیخ را دعوت کرد و خوان الوان کشید شیخ درین چیز خوردن بهتیمش اشاره کرد چون مجلس برچید سید از یتیمچه پرسید که مرادش چه بود گفت پیش ازین بمن یاد داده بود که چون بر سر سفره بنشینم و غذا را غیر ماکول بینیم بتو اشاره میکنم که طعامے از خانه ام بیار بهی الحال ایما کرد که اغذیه لذیذاست حاجت بغذاے دیگر نیست بالجمله اشعاریکه بعد از عمل گوسفند باقی مانده است این است ؎

۱ بحمدالله که این گلدسته بستم / زخجلت رنگ گلشن را شکستم

۲ بچشم پاک بین اهل ایمان / بود گلدستهٔ از باغ رضوان

۳ آب و رنگ معنوی یافت / بهار تازه باغ مثنوی یافت

۴ آب و رنگین حرف حرفش / چو بوے گل مضامین شگرفش

۵ بچشم حسن بینان / نگارین همچو دست نازنینان

۶ زند کاب گهر جوش / شود سامع سراپا چون صدف گوش

۷ برگ گل سیراب سازد / چو نرگس دیده را بیخواب سازد

۸ چنین رنگے نه بندد / گل معنی ازین خوشتر نخندد

۹ برنگ غنچه تنگ است / که از باغ دگر این درنگ است ۱۰

۱۱ شرح اوصاف / همان بهتر که گوید اهل انصاف

۱۲ چیدن / جباب آسا است خوشی م درکشیدن

۱۳ بیابان نارسید این نامهٔ من / شد انگشت تحیر خامهٔ من

۱ مرا غالب نبود این زر گفتار / همانا فضل مولا شد مددگار

بحق و حرمتش اکنون دعاے / کنم چون صبح با صدق و صفاے

١٨	زبس رنگینیش رشکِ چمن باد رسید از غیب تاریخش بدستم بود اثبات از گلہا عبارت چو بشمارند یک یک میشود گل		پسندِ خاطرِ اہل سخن باد کہ گلہا چیدہ این گلدستہ بستم برنگینی نمودم استعارت ہزار و ششصد و پنجاہ و شش گل

الفاظیکہ حقیر برائے تتمیم بہم رسانیدہ ام بترتیب نوشتہ شد و در خطے ہم فرقے باقی نماند حتے کہ چنان می نمود کہ کاتب نسخہ اصل تمام بیت را نوشتہ و ہیچ حرفے ازان ساقط نگشتہ۔

٣ ہزاران ٣ عجائب ٣ سوادش

٤ چومل خوش

٥ مصارعش ٥ ورقہایش

٦ زالفاظش

٧ نکاتش ٧ مدادش ٧ حدیثش

٨ سخن سنجی

٩ دل گلچین

١٠ این آب و رنگ است

١١ نمی آید بگفتن

١٢ نیاید گوہرے زین بحر ١٢ بود مشکل گہر زین بحر

١٣	بپایان تا رسید این نامۂ من		شد انگشتِ تحیر خامۂ من

١٨ بود ابیات

مواعظ

صرف زبان سے وعظ بیان کرنے والا واعظ غیر متعظ ہے اور دل سے بیان کرنے والا وہ گروہ ہے جسنے خود تصفیۂ باطن وصفائے نفس مین مدتون ریاضت کی ہو۔ شعرا بین اول الذکر واعظین نے ایک باب کا اضافہ کردیا ہو اور حقیقت مین اگر غور کیجئے تو اُنسے وہ رند لاابالی ہزار درجہ بہتر ہین ؎

واعظان کاین جلوہ بر محراب و منبر میکنند	چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند

خود را فضیحت و دیگران را نصیحت کے مصداق ہین۔ ایسے لوگون کے بیان مین تاثیر کو نہ ڈھونڈھو وہان کوسون اس عنصر کا پتہ نہین۔ ہان جب انسان خود مقام عمل مین منزل ریاضت مین ثابت قدم ہو تو اثر اوسکے کلام سے دوش بدوش ہوگا "آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد" بہروز باقلی کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے "از جہان و چیز مرا پسند آمد سخن دلپذیر و دل سخن پذیر" ایک حکایت مناسب مقام یاد آگئی۔

ایک غلام اپنے آقا کی سخت گیری سے سخت عاجز تھا عرض حال کے لیے امام جمعہ و جماعت کی خدمت مین گیا۔ جو ہر جمعہ کو وعظ کہا کرتے تھے۔ استدعا کی کہ میرا آقا بھی شریک نماز و وعظ ہوتا ہے آپ عتق غلام کے فضائل بیان کرین تاکہ اُسپر اثر ہو اور مین اس صعوبت سے نجات پاؤن۔ اُنھون نے وعدہ کیا۔ جمعہ کو یہ غلام بھی مجلس وعظ مین شریک ہوا اور منتظر رہا کہ عتق غلام کے فضائل بیان ہونگے لیکن امام جمعہ نے اُسکے متعلق کچھ نہ بیان کیا۔ غلام نے پھر عرض کیا۔ اسیطرح کئی جمعہ گزر گئے آخر اس غلام نے شکایت کی۔ امام جمعہ نے کہا کہ اگلی جمعہ کو ضرور بیان کرونگا چنانچہ جب جمعہ آیا تو فضائل اس امر خیر کے بیان کیے اُسکے آقا پر اثر ہوا وہانسے آکر اُسنے غلام کو آزاد کردیا۔ وہ غلام امام جمعہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپنے اس مطلب کے بیان مین اسقدر تاخیر

کیون کی ؟ امام نے معذرت کی کہ اسوقت تک مین نے خود کوئی غلام آزاد نہین کیا تھا مجھے شرم آتی تھی کہ مین دوسرون کو اس امرخیر کی ہدایت کیا کرون درصورتیکہ خود عامل نہون جب تیرا اصرار ہوا تو مین نے کچھ سرمایہ فراہم کر کے ایک غلام خرید کیا اُسکے بعد اُسے آزاد کیا اُسوقت مجھکو جرأت ہوئی کہ عتق غلام کے فضائل بیان کرون۔ اہل اللہ کا طرزِ عمل یہ ہے مفتی صاحب کا زہد و ورع زبان زد خاص وعام ہے یہی سبب تھا کہ اُنکا موعظہ دلون مین بجلی کیطرح سرایت کرتا تھا۔ مقام خوف بیان کرتے وقت اُنکی آنکھون سے آنسو مسلسل جاری رہتے تھے۔ ایک مرتبہ رد ودیعت کے متعلق بیان کیا حاضرین جب وہان سے متفرق ہوئے تو ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ تمہاری فلان چیز ہمارے پاس امانت ہی اُسے معاف کردو۔ کوئی کہتا تھا کہ بھائی ہمسے اپنی امانت واپس لیلو۔

لکھنؤ مین حکیم مرزا بندہ مہدی صاحب مرحوم کی مسجد مین جو کٹرہ ابوتراب خان مین اب تک موجود ہے سالہا سال موعظہ بیان کیا اور مومنین شریک ہوتے رہے آجتک اُن مواعظ کا اثر دلون سے محو نہین ہوا ضمن بیان مین لطائف وظرائف اور اشعار مناسبہ اس لطف سے بیان کرتے تھے کہ سامعین وجد کرتے تھے۔ سابقاً ذکر آچکا ہے کہ جناب سید العلما جو جناب مفتی صاحب کے استاد تھے مشتاق ہوکر مجلس وعظ مین شریک ہوئے اور آپ کی سحر بیانی سے بیحد مسرور اُٹھے۔

جن لوگون نے مفتی صاحب کا موعظہ سنا ہے اُنکے کانون مین اب تک اُنکی آواز گونجتی ہے اور اُسکا لطف فراموش نہین ہوسکتا۔ اصل یہ ہے کہ اُنکی ہستی خود ایک موعظہ تھی اُسپر اُنکا بیان زبان عمل تھا۔ زندگی مین زبان نے رہبری کی مرنے کے بعد صفحات تصنیف وادی ہدایت بنے جو تاقیامت یادگار رہینگے۔ ایک ایک صفحہ مجلس وعظ

سے کم نہین ان کتابون کو دیدۂ دل سے دیکھو۔

(۱) منابر الاسلام۔ واعظین کے لیے یہ کتاب چشمۂ فیض ہے

(۲) رق منشور۔ اس کتاب مین وہ مواعظ ہین جو زمانۂ غدر مین بمقام زیدپور بیان کیے تھے

(۳) رسالۂ وعظیہ۔ مولوی سید اصغر حسین صاحب پاروی کے لیے یہ مختصر رسالہ لکھا تھا

(۴) " برائے مولوی سید رفیق علی۔

(۵) " برائے مولوی سید مہدی شاہ صاحب مرحوم

اِسکے علاوہ مجلدات عدیدہ مواعظ مختلفہ مین ہین جو مرتب نہین ہوئے اکثر حصہ اونکا کشکولون مین ہے اور پانچ چھ جلدین مدون ہین مگر ترتیب طلب ہین انمین وعظ کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ اونکا ہر قول ہر فعل ایک وعظ تھا وعظ بالقول سے زیادہ وعظ بالعمل سے لوگ مستفید ہوتے تھے۔ اگر اونکے عربی زبان کے کلمات وعظیہ فراہم کیے جائین تو ایک مجلد ضخیم ہو جائے جسمین مواعظ کے علاوہ علم ادب کا ایک نادر الوجود ذخیرہ ہو۔

تدریس تدریس کی حالت یہ ہے کہ بالاختصار ہر کتاب کا نفس مطلب اسطرح سُلجھا کر سمجھاتے تھے کہ طالب العلم کو اعتراض کرنے کا موقع نہ ملتا تھا جس مطلب کے بیان کرنے مین بہت کچھ نقض و ابرام اور بحث و مباحثہ کے بعد دوسرے حضرات نتیجہ تک پہونچتے آپکے درس مین بے زحمت اور بآسانی وہی نتیجہ حاصل ہو جاتا تھا۔ پھر اگر کوئی طالب علم کج بحث ہوتا تھا تو اُسکو بھی نہایت خوبی کے ساتھ اسطرح سمجھا دیتے تھے کہ مطلب ذہن نشین ہو جاتا تھا۔ مدرسۂ شاہی مین جن حضرات کو اُنکی مجلس درس مین حاضری کا موقع ملا تھا وہ ہمیشہ طرز تعلیم کے فریفتہ رہے اور جو برکات اُنکی تعلیم کے فیض سے پڑھنے والون پر اثر کرتے تھے وہ مفتی صاحب کے ذاتی تقدس اور للہیت کا نتیجہ تھا

اِس مدرسہ مین اگرچہ اعلی درجہ مفتی صاحب کے سپرد نہوا تھا اور بعض دیگر افاضل اُنپر مقدم قرار دیے گئے تھے لیکن کمال ایسی چیز ہے کہ اُسکی نورانی شعاعین کسی حالت مین مخفی نہین رہ سکتین مفتی صاحب قبلہ نے ذوق تدریس اور شوق ترویج علم مین یہ درجہ قبول تو کرلیا تھا لیکن بمقتضاے بشریت دل مین اسکا ضرور خیال آجاتا تھا۔ چنانچہ ایک قطعہ سے جو رطب العرب مین موجود ہے اس مضمون کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے ؎

واهل مدرسة العلم لا مثيل لهم — جرى فضائلهم في البلاد كالمثل
وهم على طبقات بعدّة الافلاك — والافاضل منهم علوا على الزحل
لقد تقدم بالاتفاق طائفة — ولا مزيّة في علمهم ولا العمل
وان تاخر عن هؤلاء افضلهم — فقد تاخر خير الورى عن الرسل

اپنی تعلیم و تدریس کے عنوان مین خود فرماتے تھے کہ اگر ایک معمولی آدمی اور جاہل محض میرے پاس آئے تو صدرا کا مطلب اُسے بخوبی سمجھا سکتا ہون اور ضرور اوسکی سمجھ مین آجائیگا اسمین کچھ شک نہین کہ جو کچھ فرمایا تھا وہ بالکل صحیح و درست تھا۔

ایک شخص بارہ مرتبہ مختلف اہل کمال سے شرح جامی پڑھ کر آیا اور اُسنے تیرہوین مرتبہ پھر شرح جامی آپسے پڑھی اُس سبق کا لطف اُسی کا دل اُٹھاتا تھا یا جو لوگ اوس درس مین ناظر تھے وہ سمجھ سکتے تھے۔ اُنکے افادات اور تدریس سے جو فیض پہونچے ہین اوسکی طولانی فہرست باب التلامذہ مین دیکھو۔

افادات و تحقیقات

مفتی صاحب کے افادات لکھنے کے واسطے مجلدات عدیدہ کی ضرورت ہی۔ ہر فن کے لوگ اُنسے فوائد حاصل کیا کرتے تھے اُن تمام فوائد کا ضبط کرنا محال ہے۔ اُنکی کشکولون مین جابجا جو افادات نظر آئے ہین

اُنمین بعض کا انتخاب ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ ارباب فنون اوراہل ذوق کے لیے دلچسپی سے خالی نہین ہے۔

سوال از عدد بیض

سالنی بعض الطلاب عن عجوز فی السوق بین یدیہا بیض بعض الطیور تبیعہا فمرّبہا رجل فعثر بہا رجلہ فانکسرت کلہا فاخذت بتلابیبہ فقال لہا اراینتی کم کانت البیض لادفع الیک ثمنہا فقالت لا ادری الا انی کنت ان عدتہا اثنتین اثنتین بقیت واحدۃ وقس علی ہذا القیاس ثلث ورباع وخماس وسداس قال فکم عددہا فقلت فی الجواب احدی و ستون وذلک لان الاعداد المذکورۃ فی السوال بمنزلۃ الکسور فلابد من استحصال مخرجہا بما تقرّر فی محلہ ثم من اضافۃ الواحد فنضرب الاثنتین فی لثلث للتباین بینہما والحاصل وہو الستّ فی الاثنتین للتوافق بینہما وبین الاربع والحاصل وہو اثنا عشر فی الخمس للتباین ایضا ونکتفی بالحاصل وہو الستون لانّ الستّ داخلۃ فیہا ثم نضیف الیہا الواحدۃ فالمجموع احدی وستّون ان اسقطنا منہ الاثنین ثلثین مرہ بقیت واحدۃ وکذا ان اطرحنا الثلث عشرین مرہ او الاربع خمس عشر مرۃ او الخمس اثنی عشر مرۃ او الست عشر مرات

جواب اخر اضرب عدد البروج فی المتحیرۃ وزد علیہ واحدۃ او اضرب عدد الائمۃ فی عدد ال العبا ثم ارجع الی اللہ الواحد۔ من اضعف الناس عباس۔

یہ جواب کسقدر مشابہ ہے اُس جواب سے جو جناب امیر المومنین نے دیا تھا جبکہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا امیر المومنین کسور تسعہ کا مخرج مشترک کیا ہی۔ حضرت نے فرمایا تھا اضرب ایّام اسبوعک فی ایام سنتک۔ یعنی ہفتہ کے دنون کو اپنے سال کے دنون مین ضرب کرلے "

نقل خط مولوی سید علی اکبر صاحب خلف سلطان العلما سمی سید محمد عباس

جناب مقدس الالقاب استاذی المکرم و ملاذی المفخم مد ظلکم العالی

بعد اہداے ہدیۂ بہیۂ تسلیم و تفخیم و اداے مدارج سنیۂ تعظیم و تکریم گزارش است کہ بالفعل چند اشعار دیوان حضرت امیر علیہ السلام بنظر قاصر احقر رسیدہ معنی آن بخوبی مفہوم نمی شود زیرا کہ حساب لیالی از حساب شہور و اعوام محذوف و ساقط نمی شود پس حساب عمر انسانی باستثناے لیالی چگونہ راست آید و حساب دیگر اسنان نیز بدین حساب مشکوک فیہ و مشتبہ میماند حل این عقدہ لاینحل غیر از التفات نظر خدام کرام مترقب نیست لہذا ترقب الطاف کریمہ و اعطاف جسیمہ آنکہ جواب قیمۃ الضراعۃ ہذا مع اخبار از کوائف حالات خیریت آثار عنایت فرمودہ مرہون منت فرمایند۔ زیادہ والسلام مع الاکرام

حررہ العبد الاحقر علی اکبر عفی عنہ

اذا عاش امرء ستين عاما	فنصف العمر تمحقه الليالي
ونصف النصف يمضي ليس يدري	لغفلته يمينا عن شمال
وثلث النصف آمال وحرص	وشغل بالمكاسب والعيال
وباقي العمر اسقام وشيب	وشغل بانتقال وارتحال
فحب المرء طول العمر جهل	وقسمته على هذا المثال

جواب خط مذکور

مولوی صاحب فضائل مآب فواضل اکتساب زبدۃ الاحباب سلالۃ السادۃ الاطیاب سلمہ رب الارباب۔ بعد اہداے ہدیۂ سلام با اکرام ملتمس آنکہ اشعار دیوان منسوب بجناب امیر علیہ السلام کہ قلمی فرمودہ اند فقیر بر نسخہ مملوکہ خود حل آنرا پیش ازین بر حاشیہ اش نوشتہ

بودم ولیکن آن نسخه سر دست موجود نیست و مضمون حاشیه بخاطر نمانده است اما
ظاهرا چون بفحوای نحن معاشر الانبیاء اُمرنا بان نکلم الناس بقدر عقولهم بنای کلام
انبیای عظام و ائمهٔ کرام علیهم السلام بر تفهیم و افهام میباشد و درینجا نیز مدار اشعار
بلاغت آثار بر عرف است و اینقدر بر طبق فهم اهل عرف کافی و در وعظ و نصیحت
و تنبیه بر حسرت برای شان وافی است که نصف عمر در خواب میرود و از باقی قدری
در طفولیت و زمانی در کسب روزی و آخر عمر در مرض و پیری میگذرد و هرگاه کلام از روی
تحقیق و تدقیق و در میان لیل و نهار تفریق و بر اسنان تطبیق نموده شود پس چند احتمال
دارد اظهر احتمالات اینست که چون لیل مثل نهار نعمت پروردگار است مقتضای
عبودیت آنکه همه عمر شب و روز در عبادت بگذرد و حال عمر اینست که اگر شصت سال
بوده باشد نصف النصف یعنی ربع آن که پانزده سال میشود از تولد تا بلوغ ایام غفلت
و فراغ بال و عدم فرق در یمین و شمال است و بعد از بلوغ بیست سال که ثلث عمر
شصت ساله است حرص و آمال و فکر عیال و بعد از سی و پنج سال تا آخر عمر
بیماری و پیری و ارتحال که اینهمه اسباب بطالت و حسرت و موانع اعمال است و اما
اینکه فرموده اند فنصف العمر یمحقه اللیالی مقصود این نیست که عمر شصت ساله را
تنصیف بکنند و سی سال در حساب لیالی بگیرند و همین قدر در حساب نهر تا مشبهه
مذکوره وارد شود بلکه محض بیان ازدیاد حسرت است که علاوه بطالت و غفلت طفولیت
و فکر عیال و شیب و ارتحال که نوشته شد حسرت دیگر اینست که بقدر نصف عمر در خواب
می گذرد چرا که در شصت سال عمر هر یوم عبارت از شبانه روز است پس هرگاه شبهای
خواب تنها حساب کرده شود دو شب بمنزلهٔ یک شبانه روز میشود و شبهای شصت ساله

از روے حساب یوم بلیلہ بسی سال برمیگردد کہ نصف عمر باشد لیکن این نصیف گویا کہ
در امتداد عرضی است نہ در طولے۔ باقیماندہ اینکہ ثلث عمر گفتم و در شعر ثلث النصف بود
تطبیقش باین گونہ است کہ از نصف کہ مضاف الیہ افتادہ تمام عمر شصت سالہ مراد است
چراکہ چون لیالی را یک نصفِ عمر قرار دادند پس نصف دیگر ہمین شصت سالہ خواہد بود
چہ عدد ستین از تکرار ہیئت وحدانیہ شبانہ روز حاصل شدہ بود نہ از لیالی مستقلہ و
منفردہ۔

نصف دیگر باعتبار لیالی	ہفت و نیم سال باعتبار ترکیب ثنائیہ لیالی	دہ سال از لیالی باعتبار سابق	دوازدہ و نیم سال باعتبار مذکور
نصف عمر	پانزدہ سال تا بلوغ و غفلت اطفالی	بست سال ایام فکر عیال	بست و پنج سال شیب و ارتحال

و ہر چند لیالی ایام طفلی در سن طفولیت داخل است و ہمچنین لیالی ایام جوانی در سن شباب و
لیالی ایام پیری در سن شیب و ہیچ یک از اسنان خالی از لیالی نمی باشد و لیکن چون
غالبًا وقت شب نوم مستولی و مستوعب می شود پس نہ لہو و لعب طفلی وقت شب میماند
و نہ فکر عیال و نہ شغل ارتحال لہذا مجموع لیالی را بالاستقلال در اغفال و اہمال اعمال
حساب فرمودند کہ جداگانہ حسرت انگیز و غفلت آمیز و سبب اتلاف عمر عزیز است و
مقصود چنانکہ گفتم ہمین اظہار حسرت بر غفلت و بطالت و عطلت میباشد و بالمرہ
لیالی را ساقط و محذوف نکردہ اند کہ خللے در مقادیر اسنان راہ یابد و لولا الاعتبارات
لبطلت الحکمۃ و الحاصل ان الانسان یستبدل النقمۃ بالنعمۃ الا ان یتدارک اللّٰہ بالرحمۃ و ہذا کلہ

ظاهر بالتامل بعد خفائه والله العالم بمراد امنائه۔ لطیفه
ارّخ بعض الاحبّاء لبعض السوانح فی عبارة غیر فصیحة ولا ملیحة فاراد منّی اصلاحها
فرددتها الیه وکتبت الیه انها دون شانک فکاتبنی انما اردت ان تصلحها
او تنبهنی علی ما فیها من السقم وما فعلت فهو مفوّت الامرین فزبرت ما هذا لفظه
حسن ولطف کلام وجدانی است نه بیانی وهمچنین عدم لطف و بر تقدیر آخر صلاح
وتغییر خصوصًا در تاریخ عسیر وانما مثل الکلام کمثل الطعام ربما یحترق او
یغلظ قوامه او یرقّ والتعدیل فی الانضاج بعد الاستخراج من القدور غیر مقدور
او غیر میسور بل مثله کالماء یکون عذبا واجاجا والثانی لا یقبل علاجا فلا بدّ
من الذوق السلیم والتسلیم۔ وقلت فی هذا المعنی الکلام الخالی عن معنی یطرب و
یسرّ کالصدف الفارغ عن الدرّ وفی هذا المعنی ایضًا الکلام الفصیح کالوجه الصبیح
والخالی عن الفصاحة کفاقد الصباحة فمن ذا الذی یملک اصلاحه وبنمط آخر
من الکلام ما هو لطیف کالنسیم ومنه ما هو کالسموم لا بارد ولا کریم واصلاح القسم
الاخیر کتغییر الهواء عسیر علی الانیم ذلک تقدیر العزیز العلیم وبطریق اخری من الکلام
ما هو کالربیع لطیف ومنه ما هو کالخریف کثیف وتغییر الزمان لا یقدر علیه الانسان
وایضًا لا یخفی ان الکلام منه ما هو کالنار ومنه ما هو کنسیم الاسحار واصلاح القسم
الاول من غیر افساد لا یتعقل فان جعل النار هواء من دون الاستحالة واضح الاستحالة
وبعبارة اخری والقلم وما یسطرون ان الکلام له فنون فمنه ما هو کالریحان
وما هو کامّ غیلان وهذا لا یمکن اصلاح خشونته مع بقاء نصله بل ولا بد ان
یُقلع من اصله وذلک فی الاصطلاح لا یسمی بالاصلاح وبنحو اخر ایها المتعرض

للقريض اختر من الكلام ما هو كروض اريض اذ كل شعر خلا عن المحاسن فهو كماء عفن أسن لا يصلح لان يستعمل ولا يصلح الا ان يستبدل وهذا استثناء منقطع فافهم واطمح وافلو ان تستطع

التوحيد

اعلم ان ثبوت الارادة والاختيار غير قابل للانكار فان الانسان يجد ذلك من نفسه وغيره في شره وخيره ويفرق بين موقد النار والنار الموقدة وبين المرتعش ومن يحرك يده ولا شك في مجعولية الانسان بدليل الحدوث والامكان واذا اتصف المجعول بالاختيار فما ظنك بجاعله ايوصف بالاضطرار ـ ذلك ظن الذين كفروا والمستوجبين للنار ـ انما هو فاعل مختار ـ وهذا القدر كاف في رد اهل الهيولى واصحاب الدهر والطبائع القائلين بالاباطيل والشنائع ـ ويا عجبا كيف صدرت هذه الحكم والدقائق والبدائع وكل طريف ورائع من الطبيعة وغيرها مما ليس له شعور ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور ـ واعجب من ذلك انهم يزكون انفسهم باستخراج المضامين العالية في الفاظ حاليه افيريدون ان يمدحوا بما ليس لهم بمقدور ام صدرت بعلمهم دقائقهم واعجز منهم خالقهم وانهم يبصرون ما في انفسهم من دقائق الامور وينظرون الى ما في الدهر من العجائب في الورود والصدور

انها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور

فائدة

اوزان ثلاثي هي عشرة	ابنية قُفْلٌ صُرَدٌ
عُنُقٌ حِبْرٌ عِنَبٌ اِبِلٌ	فَلْسٌ فَرَسٌ كَتِفٌ عَضُدٌ

فائده

ومن دلائل حقية القرآن وكونه من عند الملك الديان ان كثيرا من ابياته
يتضمن ماهو شان الالوهية من الجبروت والكبرياء والتسلط والاستيلاء على الاشياء
وغير ذلك مما لو ادعاه احد من العباد لعد ذلك منه كبرا وسفها ونسب الى الاعجاب
والاستكبار ويشمله الذل والصغار وسقط من الانظار بخلاف الآيات المشتملة على ذلك
فانها تزيد المؤمنين خشوعا وتسيل عن عيونهم دموعا بل كانت الكفار تتأثر بمسامع
طغيانهم وكانوا يجعلون اصابعهم في آذانهم فمن ذلك قوله تعالى قل ائنكم
لتكفرون بالذي خلق الارض في يومين وتجعلون له اندادا ذلك رب العالمين
وجعل فيها رواسي من فوقها وبارك فيها وقدر فيها اقواتها في اربعة ايام سواء
للسائلين ثم استوى الى السماء وهي دخان فقال لها وللارض ائتيا طوعا او كرها قالتا
اتينا طائعين فقضاهن سبع سموات في يومين واوحى في كل سماء امرها وزينا السماء
الدنيا بمصابيح وحفظا ذلك تقدير العزيز العليم فان اعرضوا فقل انذرتكم صاعقة
مثل صاعقة عاد وثمود وقوله سبحانه وانشقت السماء فهي يومئذ واهية والملك
على ارجائها يومئذ تعرضون لا تخفى منكم خافية وقوله وما خلقت الجن والانس
الا ليعبدون وقوله ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين ثم لقطعنا
منه الوتين وقوله ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك لئن اشركت ليحبطن
عملك ولتكونن من الخاسرين وقوله قل ارايتم ان اصبح ماؤكم غورا فمن ياتيكم بماء
معين وقوله انا كل شئ خلقناه بقدر وما امرنا الا واحدة كلمح بالبصر ولقد اهلكنا
اشياعكم فهل من مدكر وقوله ولقد خلقنا السموات والارض وما بينهما في ستة ايام

وما مسنا من لغوب وقوله اليوم نختم على افواههم وتكلمنا ايديهم وتشهد ارجلهم بما كانوا يكسبون وقوله لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله ـــ فهذا وامثاله مع ما فيهما من الترهيب والتخويف لا تخلو عن طلاوة وحلاوة لا ينكرها الّا الذين فى قلوبهم قساوة وعلى ابصارهم غشاوة وقوله وقفوهم انّهم مسئولون وقوله خذوه فغلّوه ثم الجحيم صلّوه ثم فى سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلكوه وقوله ولو نشاء لطمسنا على اعينهم فاستبقوا الصراط فانّى يبصرون ولو نشاء لمسخناهم على مكانتهم فما استطاعوا مضيّا ولا يرجعون ٥

عبارة ذكرها بعض الاحباب واستصعبها فى كتاب

لما شخصت من الرافقه مع صحب رفقه ووصلت العير الى وادكجوف العير تفرقوا صحبى منه شذر ومذر وعملت على ما هو فى المثل السائر لا تحذى طلاب الاثر بعد ما غاب العين عن النظر فقد اصبحت هناك بلا ناصر ومعين فاويت الى ربوة ذات قرار ومعين فرايت ان الرماح ترمى بالسهام وقنوا يخرج من غصون البان وعليلا يلعب به العليل فى الجمان هذا اعجوبة من اعاجيب الزمان لا الكذوبة من اكاذيب البيان انتهى ١

صورة الجواب

اما العبارة التى كتبتها واستصعبتها فسأذكر فى شرحها ما لاح لى بادى الراى وفيها وجوه اخر تظهر بعد امعان النظر قوله فرايت ان الرماح ترمى ـ لعله اراد به الشهاب الثاقب فسمّاه تارة بالرماح واخرى بالراى وباختلاف الاعتبارات تختلف الاسامى او اراد به السماء ذات الرجع من قولهم قوس رمّاحة اى شديدة الدفع وعلى هذا

فاسناد الرمي اليهما من المجازات الشائعة الغير البعيدة لان كلا من نصفيها الفوقاني والتحتاني يشاكل القوس المديدة وانها ترمي سهام المصائب الشديدة لكن الاول على هذا التقدير تانيث الرماحة لا التذكير لانه المطابق للقوس المستعار منها والسماء المستعار لها وهو الواقع في قولهم المنقول كما لا يخفى على اولى النهى ا

قوله وقنوا يخرج من غصون البان **اقول** القنو الكباسة واليا في غنى عن البيان

قوله وعليلا يلعب به العليل في الجنان - الجنان جمع الجنة وهي البستان ولعله اراد بالعليل الاول النرجس وبالثاني النسيم فان وصفهما بالمرض والضعف معروف من العهد القديم واقع في شعر العجم والعرب وكذلك وصف الصبا والريح باللهو واللعب قال محمد النواجي

وامسى نسيم الروض في فرش الربى	عليلا فقم نسعى له ونزوره

وقال الصفدي

اظن نسيم الحوز قد مات وانقضى	فعهدي به بالشام وهو عليل

وقال السراج الوراق

قد صح موت النسيم فيه	وكان عهدي به عليلا

وقال القاضي فتح الدين وقد ضعف

ان شئت تبصرني وتبصر حالتي	قابل اذا هب النسيم قبولا
تلقاه مثلي رقة ونحافة	ولاجل قلبك لا اقول عليلا

وقال بعضهم

والماء تلعب اطراف النسيم به	ما حق ماض وانت اي تلعاب

قوله هذا اعجوبة من اعاجيب الزمان لا اكذوبة من اكاذيب البيان اقول ظاهر ان هذا كله من حيث البيان عجيب و لكونه من الاستعارات لا يعد من الاكاذيب

جواب سوالات مولوی شیخ تفضل حسین صاحب فتحپوری

بعرض عالی میرساند ۔ در چند عبارات شرح عصمة الله بر تشریح الافلاک خدشۂ بخاطر خطور می کند که معروض میگردد امید که در تفتیش زیب تحریر فرمایند ۔

سوال العبارة الاولی ذیل قول المص اعلی الله درجاته اعلاها الاطلس وهو کاسمه غیر مکوکب **قوله** وهو کاسمه غیر مکوکب جملة معترضة ولیس معطوفا علی جملة قبلها لئلا یفسد المعنی ولئلا یلزم الفصل بالاجنبی بین المعطوف علیه اعنی الاطلس والمعطوف اعنی قوله ثم فلک الثوابت **اقول** هرچند عطف بنا بر وہمے که شارح افاده فرموده راست نمی آید لکن احتمال دارد که جملہ حالیه باشد و از اطلس حال واقع شود و هر دو محذور که بر تقدیر عطف لازم می آید بر می خیزد پس امید که ہر قباحتے که درین توجیه باشد ارشاد شود ۔ **جواب** اصل الحال ان تبین هیئة الفاعل او المفعول وهنا لا فاعل ولا مفعول ولا افادة تقیید کما هو الظ فی الحال والله العالم بحقیقة الحال ۔

سوال العبارة الثانیة تحت قول المص ۔ وهذان هما العرش والکرسی بلسان الشرع والکرسی فی الاصل لما یقعد علیه ولا یفضل عن مقعد القاعد وکانه منسوب الی الکرس وهو الملبد **اقول** لفظ کرس بضم در کتب متعارفہ لغت مثل صراح و قاموس وغیره یافته نمی شود آرے بالکسر بمعنی خانه ہاے مردم و جای ماندن گوسفندان

وغیرہ البتہ مذکور است و قاعدہ ہم بظاہر نیست کہ بآن مکسور را ہنگام نسبت مضموم خوانند
وہمچنین نشان ملبد بروزن آلہ در کتب متداولہ لغت ظاہر نیست بروزن اسم فاعل و اسم
مفعول از باب افعال البتہ در قاموس می نویسد لکن معنی آن مناسب مقام نیست۔ پس
توجیہ این عبارت بتصحیح ہر دو لفظ بیان فرمودہ آید۔

جواب۔ کرسی بالضم والکسر ہر دو آمدہ است کما اشار الیہ فی القاموس
فانتسابہ الی الکرس علی التقدیر الثانی ظ و اما علی الاول فلان الکرس والکرس
متحدان فی المادۃ فالانتساب الی احدہما بمنزلۃ الانتساب الی الآخر للاتحاد
فی الاشتقاق علی انہ اتی بلفظ کان ولم یحکم بما حکم علی سبیل البت والقطع
باقی ماند معنی کرس کہ درین مقام مناسب باشد و آن دو معنی است۔ یکے معنی اصل و قاعدہ
و انتساب کرسی بکرس باین معنی واضح است۔ و دیگر معنی چیزے کہ تہ بر تہ و بر ہم
نشستہ باشد و ملبد بالکسر و ملبد بصیغۂ اسم مفعول نیز باین معنی است پس ملبد بالکسر
ظاہر تصحیف نساخ است و مراد شارح ہمین معنی دوم است و مولانا طبرسی در مجمع البیان
در تفسیر آیۃ الکرسی ہر دو معنی را ذکر کردہ۔

سوال العبارۃ الثالثۃ بعید العبارۃ الثانیۃ باسطر عدیدۃ واللسان بمعنی
اللغۃ والجارحۃ فعلی الاول لا حذف ولا مجاز فی قولہ لسان الشرع وعلی الثانی محذوف
او الشرع بمعنی الشارع **اقول** الظاہر ان کلاہما فی الاحتیاج الی الحذف والمجاز
متساویان لان اللغۃ فی اللغۃ نوع سخن فلا یکون الا لاہل الشرع او الشارع لا للشرع
نفسہ فبای وجہ فرق بینہما **جواب** نسبت لغت بطرف شرع مثل نسبت لفظ است بطرف معنی
وہی نسبۃ الدال الی المدلول چہ شرع عبارت از احکام است و لغت نوع کلام۔ و بینہما تنا

تام بخلاف الجارحة فانها للجثث والاجسام لا للمعانی کما لا یخفی علی اولی الاحلام

سوال العبارة الرابعة عبارة حدیث الشارع فی حاشیته المعلقة علی قوله فی

تفسیر العرش قال سبحانه الرحمن علی العرش استوی۔ والمذهب قول علی رضی الله عنه

الاستواء غیر مجهول والتکیف غیر معقول والایمان به واجب والسوال عنه بدعة

لانه تعالی کان ولا مکان فهو علی ما کان قبل خلق المکان لم یتغیر عما کان **اقول**

ظاهر این است که قوله لانه تعالی الخ دلیل والسوال عنه بدعه واقع شده لکن تقریب و

تقریر آن چنانکه باید بخیال نمے آید و چونکه کلام امام است در تفسیر ش موافق رائے خود

خوفے هست پس امید که شرح این حدیث زیب رقم یابد و این همه عبارات در نسخه مطبوعه

شرح مذکور در صفحه ۲۲۔۲۳ واقع است **جواب**۔ ظاهر اقول آنحضرت لانه تعالی دلیل

مجموع من حیث المجموع واقع شده است و چون جمله اخیره در حقیقت متفرع بر جمله ثانیه است

وعلیت آن نسبت بثانیه ظاهر و واضح است پس علیت آن نسبت باخیره نیز بحکم فرعیت

بهم میرسد۔ علاوه اینکه فحص کردن از استواکه بظاهر مکانیت رامی خواهد غالباً کاشف است

از تردد سائل در غیر مکانی بودن جناب باری۔ والیضاً گاہے نهی از سوال کنایه از نهی

عن الاخبار می باشد۔ چنانچه در مجمع البحار گفته ++++++++++++++++

یا عمر لا تسئل عن اعمال الناس لکن تسال عن الفطرة ای لا تخبر فی مثل هذا الموطن

عن اعمال الشر الموتی بل اخبر عن اعمال الخیر کما قال اذکروا موتاکم بالخیر

فوضع لا تسأل موضع لا تخبر نفیاً للسوال بالکلیة لئلا یسأل احد ذلک ولا یخبر

احد عن اعمال الشر للموتی فی مثل هذا الموطن ++++++++++++++++++

دریں سیاق دریں جا نیز سوال را بدعت فرموده تا نه سوال واقع شود و نه جواب پس بنا برین

سنہ جہ ہر گاہ لانہ متعلق تنہا بجملہ اخیرہ باشد تقریب دلیل باز ہم واضح ولائح میشود واللہ العالم
عباس عفی عنہ

صورت سوال وجواب کہ برحاشیہ بدایہ طبع شدہ ومولوی شیخ تفضل حسین صاحب از تقریر وتوضیح آن استفسار نمودہ بودند

عورت را پوشیدن لباسے کہ مخصوص بمردانست مثل انگرکھہ وکفش وٹوپیہ وغیر آن مانند شلوکہ دگلہ کہ برائے دفع ضرر سرما می پوشند جائز است یا نہ۔

نقل دستخط جناب سید العلما

لباس مختص بمردان برائے زنان وبالعکس روانیست ونزع لباس محرم اگر منافی نماز بودہ باشد مثل آنکہ مستلزم فعل کثیر یا کشف عورت بودہ باشد نماز دران صحیح نخواہد بود لان الامر بالشئ نہی عن ضدہ والانہی بنماز متعلق نخواہد بود بلکہ بامر خارج ودرین صورت گنہگار خواہد شد لیکن نماز باطل نخواہد شد وہو العالم۔

قولہ لان الامر بالشئ نہی عن ضدہ یمکن سوق الدلیل علی طریق الاستقامۃ بان یقا ان الصلوۃ ونزع اللباس المحرم ضد ان لا یجتمعان علی تقدیر کونہ منافیا لہا وہو ماموربہ فیکون ضدہ وہی الصلوۃ منہیا عنہا للاصل المذکور فتبطل وہو المط وعلی طریق الخلف بان یقو لو کانت الصلوۃ مامورا بہا لکان ضدہا وہو النزع منہیا عنہ لما ذکر ولکنہ لیس منہیا عنہ بل ماموربہ فالصلوۃ لیست مامورا بہا فہی فاسدۃ علی ہذا التقدیر اذ من شان العبادۃ الواجبۃ ان تکون مامورا بہا وہذا کلہ علی

فرض کون النزع منافیا للصلوٰۃ والا لم یکن مضادالها فلا ینساق ماذکر فی دلیل البطلان والفساد لابتنائه علی التضاد هذا ما سنح بعد انصرافکم فاستناهلتم لاتحافکم والمامول رد الورقۃ مع نقل الجواب لاستکتبهما علی ظهر کتاب۔

من اضعف الناس السید عباس

جواب مسئلہ کہ مولوی میر یاد علی صاحب فرستادہ بودند و جناب سلطان العلما ملاحظہ فرمودہ بعد تحسین نقلش پیش خود گرفتند و در تفاسیر بیضاوی و کشاف و کبیر جواب مسئلہ بر نیامد

در آیۂ لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا از نفی سہ آلہ نفی دو آلہ لازم نمی آید و اگر جمع منطقی مراد گیرند نفی یک آلہ لازم نمی آید و آیہ موثق توحید نمی ماند واضح واضح ارشاد شود۔

جواب۔ اولاً اینکہ اطلاق جمع بر واحد شائع و در قرآن واقع است وانا له لحافظون وثانیاً در آیۂ شریفہ اشارہ بدلیل تمانع است کہ متکلمین آنرا ذکر کردہ اند کما فی مجمع البیان وحاصلش این است کہ اگر سوائے جناب احدیت معبودے دیگر باشد البتہ مثل او تعالی حی و قادر خواہد بود پس بر ضد و نقیض فعل او سبحانہ قادر ہست یا نہ۔ در صورت دوم خلاف فرض لازم مے آید و در صورت اولے یا مراد او تعالے و مراد آن معبود مفروض ہر دو حاصل شود یا مقصود یکے سوائے دیگرے یا مقصود ہیچ یک واقع نہ شود۔ صورت اولے موجب اجتماع ضدین است و اخیر مستلزم ارتفاع نقیضین۔ و در صورت ثانیہ عجز و قدرت یکے لازم مے آید ہف و این دلیل بر نفی تعدد آلہ مطلقاً دلالت میکند اعم ازینکہ یک معبود سوائے خدا باشد یا دو یا سہ ولیکن چون کفار و مشرکین دران زمان بآلہہ متعددہ سوائے

باری تعالے قائل بودند چنانکہ در سیاق و سباق ہمین آیۂ شریفہ مذکور است۔ امراتخذ وا آلھۃ من الارض ھم ینشرون امراتخذ وامن دونہ آلھۃ حتی کہ بام کعبہ سی صد و شصت بُت بعدد ایام سال نصب کردہ بودند ولہذا بر وفق مزعوم شان بصیغۂ جمع بطور مثال در آیت مذکور شد و مدار کار بر عموم دلیل است۔ ابن بابویہ در کتاب توحید نقل کردہ کہ کسے از امام بحق ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام پرسید کہ دلیل بر وحدت معبود چیست فرمود اتصال و اتساق تدبیر و نظم عالم و کمالیت صنع چنانچہ حق عزوجل فرمودہ لوکان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا انتہے و ازینجا مستفاد می شود کہ این آیہ دلیل بر وحدت معبود است نہ مقصور بر نفی دو آلہ سوائے جناب باری۔ علاوہ اینکہ کسے کہ منکر توحید است فرق نمی کند میان صحت دعوائے یک آلہ سوائے خدا و دو یا سہ و کسیکہ معترف بتوحید است فرق نمی کند در نفی الہ دیگر خواہ یکے باشد و خواہ زیادہ پس ابطال زیادت مستلزم توحید است بضمیمۂ اجماع مرکب اذ لا واسطۃ بین الاسلام والکفر فی صحیح المذھب فافھم والی ربک فارغب وھنا وجہ اٰخر ارق واحق بالقبول عند اصحاب المعقول وھو ان نختار الجمع المنطقی ونقول لوکان مع اللہ الٰہ اٰخر ولو واحدًا لصدق علی المجموع الٰھۃ غیر اللہ لان المجموع غیر الواحد فالآیۃ دالۃ علی نفی کل ما یدعیہ المشرک الجاحد وھذہ الدلالۃ وان کانت غیر صریحۃ لکنھا حاصلۃ بعد لطف القریحۃ۔

سوال مشہور بین الناس

شخصے بسفر رفت و از و ماند بسے مال	وارث دو نفر داشت یکے عم و دگر خال
خالش پسر عمش و عمش پسر خال	ای مفتی آفاق چہ حکم است درین مال

جواب من سید عباس

چون والده والدهٔ آن متوفی　　باعموی او عقد به بند وبه یکے سال
هم جدهٔ میت بشود زوجهٔ خالش　　وزهر دو تولد شده فرزند درین حال
پیداست که این طفل که باقی ست ازینها　　هم عموی میت بود وهم پسر خال
وان طفل دگر خالو وهم ابن عم اوست　　وین هر دو به تنصیف بگیرند ازان مال

سوال از بعض عبارات مصباح الشریعه که مولوی شیخ تفضل حسین صاحب فرستاده بودند

سوال قال الصادق ع لا یرکع عبد لله رکوعا علی الحقیقة الا زینها الله تعالی بنور بهائه ضمیر مونث در لفظ زینها که در دو نسخه است بطرف کدام چیز راجع است اگر بطرف رکوع باشد وجه تانیث آن چیست۔ اگرچه در حواشی بعض کتب درسیه نوشته اند که تانیث مصدر مطلقاً جائز است لکن در کتب معتبره قابل استناد ندیده ام جواب در نسخه حاضره زینه بتذکیر ضمیر است که بعید میگردد وهو الظاهر لفظا ومعنی بدلیل السیاق واما تانیث الضمیر فمع ما فیه من التکلف مفوت للاتساق

سانحه

زرت السید ابراهیم یوم السبت ۲۴ ج ۱ سنه ۱۲۹۶ھ وعنده بعض اهل العلم فذکر لی انی قرأت بالامس فی مجلس الوعظ حدیثا من البحار فلم افهم معناه وان تاملت فیه وهو هذا العالم معه شمعة تزیل ظلمة الجهل والحیرة فکل من اضاءت له فخرج بها من حیرة او نجا بها من جهل فهو من عتقائه من النار والله یعوضه عن ذلك بکل شعرة لمن

اعتقه ما هو افضل من الصدقة بمائة الف قنطار على غير الوجه الذى امر الله عزوجل
فقال ذلك لبعض لعل النسخة مغلوطة ولفظ الغير من زيادات الناسخ فقال السيد لا
بل الحديث هكذا فقال الآخر المراد ما يفرقه الرجل على عياله بوجه لم يامره الله به ولا
نهاه عنه فما اعجبه هذا المعنى فقلت يدور فى خلدى ان اسم التفضيل ربما يستعمل فى كلام
العرب والعجم فى غير مقام التفضيل كما فى قول امير المؤمنين لان اصوم يوم الشك من شعبان
بنية الندب احب الى من ان افطر يوماً من شهر رمضان فلعل الفضل عليه فى هذا المقام
كان فى مزعوم القوم مشتملاً على التفضيل فانكره عليه السلام وقال لهم ذلك تبكيتا وانما
قلت ما قلت قبل العثور على تمام العبارة ثم استدعيت نسخة الحديث فاذا فى ذيله بل تلك
الصدقة وبال على صاحبها لكن يعطيه الله ما هو افضل من مائة الف ركعة بين يدى الكعبة
قلت هذا مؤيد لما ذكرت فى معنى الحديث قال المجلسى لعله عليه السلام فضل تعليم العلم
اولاً على الصدقة بهذا المقدار الكثير فى غير مصرفه لرفع ما يتوهمه عامة الناس من فضل الظلمة
الذين يعطون بالاموال المحرمة العطايا الجزيلة على العلماء الباذلين للعلوم الحقة من يستحقه
ثم استدرك عليه السلام بان تلك الصدقة وبال على صاحبها لكونها من الحرام فلا فضل لها
حتى يفضل عليها شئ ثم ذكر عليه السلام فضله على عمل له فضل جزيل ليظهر
مقدار فضله ورفعة قدره

منشی امیر علی صاحب کے بھیجے ہوئے مسائل کا جواب

صورت مسئلہ نمبر ۱- حق تعالے را بدائی الاخبار و بدائی التکلیف در مذہب مایان یعنی فرقہ
ناجیہ امامیہ اثنا عشریہ جائز دارند یا نہ و نزد اہل سنت کہ بدا جائز است کدام است

بدا فی التکلیف است یا بدا فی التکوین۔

جواب ۔ نزد اہل حق بدا فی التکوین جائز است باین معنی کہ حق تعالے در لوح محو و اثبات چیزے را اولا بر مقتضائے نفس آن شئے ثبت نماید و بعدہ بروفق حصول وفقد شرائط آنرا محو فرماید و چیزے دیگر بجاے آن ثبت شود و در لوح محفوظ از اول ہمین امر دوم ثبت بودہ باشد۔ **وبدا فی الاخبار** نیز جائز است باین معنی کہ مخبر صادق اول ہمان چیز اول کہ در لوح محو و اثبات ثبت بود خبر دہد و وقت تخلف سببش را بیان نماید۔ و اہلسنت بدا را باین معنے انکار مے کنند۔ و اما **بدا فی التکلیف** اگر مراد از ان نسخ است باین معنی کہ خداوند عالم عباد را در یک زمان بامرے مامور کند و در زمان دیگر بخلاف آن امر نماید پس آن را سنیان نیز اعتراف دارند ولیکن آنرا بدا نمی نامند و مورد بحث نیست واللہ یعلم۔

صورت مسئلہ نمبر ۲ ۔ اللہ تعالے جزئیات را کہ قبل از وقوع آنہا می داند در کدام کتاب مذہب امامیہ اثنا عشریہ است و محققین درین امر چہ نوشتہ اند۔

جواب ۔ در مذہب امامیہ حق تعالے عالم بجزئیات قبل از وقوع آنہا است و ہمین حق و محقق است و قول بعدم علم باری بجزئیات از اہل فلسفہ منقول است و اگر کسے نسبت این قول بامامیہ مے دہد پس بر ذمہ اوست کہ از روے کتب معتبرہ امامیہ آنرا ثابت نماید۔ آرے در بحار الانوار فرمودہ کہ مذہب بعضے از مردم آنست کہ او تعالے نمی داند چیزہا را مگر بعد وقوع آنہا و این قول را با بوالحسن بصری و ہشام بن الحکم نسبت دادہ اند و بعض روایات بر آن دلالت دارد و گمان است کہ این مذہب ہشام باشد قبل از انکہ مذہب حق را اختیار نمودہ و یا ناقل را اشتباہے رو دادہ و قدماے فلاسفہ در علم باری تعالے اختلاف بسیار نمودہ اند و جمیع این مذاہب کفر صریح است و مخالف

ضرورت عقل و دین و براہین قاطعہ دلالت بر نفی آن میکند۔ واللہ یعلم

چہل کاف کے متعلق ایک تحقیق

چہل کاف در کتب معتبرہ شیعہ بنظر نہ رسیدہ و صورتش این است۔

کفاک ربُّکَ کم یُکفیکَ واکفۃً (از دو کنارہ شد؟)		کفکافُہا ککمین کان من ککلک (پنہان ماندن از آن حادثہ) (مسلولہ)
تکر کرا ککر الکرِّ فی کبدٍ (می پیچید) (صفت واکفہ) (بریسمان)		تحکی مشکشکۃً کالکلکِ الکُلکلی (صفت اخری للکفہ) (کارد تیز) (جبر) (تیز)
کفاک مابی کفاک الکافُ کربتہ (کافی)		یا کوکبا کان یحکی کوکبِ الفلک

وزن از بحر بسیط

مفاعلن فعلن مستفعلن فعلن	مستفعلن	مستفعلن فعلن مستفعلن فعلن
مفاعلن فاعلن مستفعلن فعلن		مستفعلن فعلن مفاعلن فعلن
مفاعلن فاعلن مستفعلن فعلن		مستفعلن فاعلن مستفعلن فعلن

این است وزن شش مصراع علی الترتیب المروی من البسیط المخبون المطوی۔

نادِ علی کے متعلق ایک سوال کا جواب

این قدر موزون است

نادِ علیاً مظہر العجائب		تجدہُ عوناً لک فی النوائب

بالاشباع فی البا

مفتعلن مستفعلن مفاعلن　　　مفاعلن مفتعلن مفاعلن

که وزن رجز مطوی مخبون است و بقیه اش در حواشی مصباح کفعمی دیده شده آن موزون نیست۔

تحقیق نحوی

سوال ما قولکم فی هذه المسئلة که ماء مصدریه زمانیه که آنرا ما دامیه می گویند متضمن معنی شرط میشود و کدامین سند از نحویین درین باب آمده است یا نه و ماء شرطیه را ما دامیه هم میگویند و تصریح در کلام نحویین موجود است یا نه۔ فقط

جواب۔ در ثبوت ماء شرطیه زمانیه اختلاف است و از ابو علی فارسی و جماعتے دیگر ثبوتش منقول شده که در کریمه فما استقاموا لکم فاستقیموا لهم۔ ظاهر همین است اے استقیموا لهم مدت استقامتهم لکم کما فی تقویم النحو و به جزم الفیروزآبادی فی القاموس۔

سید محمد عباس

موعظه علی لسان اهل الصرف و النحو

صرف الزمان اذا ادّیٰ الی التلف　　　ففی الدوا و انقلاب الواو بالالف

قواعد الصرف ان کانت مخصّصه　　　وعمم الدهر هٰذا الامر فاعترف

والشیب اٰخر عمر المرء ذو علل　　　تصیب صاحبه کالواو فی الطرف

حتّٰی اذا جاء امر الله عن کثب　　　قال المعلّل یا لهفی و یا اسفی

رب ارجعون و عزرائیل ممتنع　　　وانّه حیث یاتی غیر منصرف

مَنْ آمُرُهُ فُرُطٌ يُثْنَى عَلَيهِ وَانْ	اُشْتُقَّ فِي اَصْلِهِ مِنْ مَصْدَرِ الشَّرَفِ

جواب اعتراضات

مفتی صاحب قبلہ نے حملۂ حیدری کا دیباچہ اسی لب لہجہ مین تحریر فرمایا تھا اُسکے بعض اشعار پر کسی نے اعتراض کیا۔ آپنے اُسکا جواب دیا اور یہ عبارت تحریر فرمائی۔

"یکے از شعرائے ہند کہ امروز در قصیدہ گوئی مشہور است بر سہ شعر از کلام حقیر کہ در دیباچۂ حملۂ حیدری نوشتہ ام ایراد گرفتہ کہ ایطا در انہا واقع ست و آن جائز نیست شعر اول

فوالبت فی ربك الابعدین	وعادیت فی ربك الاقربین
مبراست از شیمۂ غالیان	مصفا است از شیوۂ صوفیان

ازین راہ از چند ابیات آن بہ تبدیل بعضے عبارات آن

وچون این بزرگوار شبہات خود را نزد خاکسار اظہار کرد و جواب شافی شنید باشتباہ خود اعتراف نمود و بعد ازان بخاطر رسید کہ مضمون جواب را بقید قلم در آورم تا دیگران در اشتباہ نیفتند۔

جواب۔ اولًا باید دانست کہ ایطا تکرار قافیہ است بیک معنی و آن دو قسم است۔ خفی کہ تکرار ظاہر نباشد چون دانا۔ بینا۔ وآب۔ گلاب۔ جلی خلاف آن چون صفات و کائنات ونکوتر و بہتر و خندان وگریان و قسم اول نزد اکثر جائز است و قسم ثانی از عیوب فاحش و ارتکاب آن در فارسی روا نیست چنانچہ در فن قافیہ نوشتہ اند پس شعر اول کہ عربی و مشتمل بر اقتباس کلام جناب سید الساجدین در مدح نبی است مورد اعتراض نمی تواند شد در قصیدۂ خامسہ از سبعہ معلقہ کہ بفصاحت و بلاغت آنہا عرب را افتخار است و متانت و رزانت آنہا مستغنی از اظہار واقع است۔ شعر

اخذن علی بعولتهن عهدًا اذا لاقوا كتائب معلمینا
لکی یسلبن افراسا و بیضا و اسرى فی الحبال مقرنینا

وجناب سید الشهدا علیه السلام در رجز فرموده

کفر القوم وقدما رغبوا عن ثواب الله رب الخافقین
قتل القوم علیًّا وابنه حسن الخیر کریم الابوین

ودران سه اسم تثنیه ها در قافیه واقع است چون ملحدین و کافرین و فرقدین و قمرین و ذهبین اما شعر دوم پس دران ایطا اصلا وقوع نیافته چراکه خافقین صیغهٔ اسم فاعل و یای آن بدل از واو اصلی است و یای ے صوفی زائد و یائے نسبت است و ایطا درصورتے بود که هر دو یا زاید می افتاد ـ و همچنین شعر سوم دران هم ایطا مطلقًا نیست چه ابیات جمع بیت است که بروزن فعل باشد پس تاے آن اصلی است و تاے عبارات زائد و ثانیًا ایطاے جلی در کلام متقدمین و متاخرین دیده شد و هر چند جواب شبهات مذکور موقوف بر ثبوت ایطا نیست لکن تبرعًا نوشته می شود تا دیگران را بکار آید ـ مولوی جامی گوید ؎

رفت وز وصل همه نومید شد باعث نومیدیش امید شد

صائب گوید ؎

جهت زنده دلی دیدهٔ گریان باشد شاهد مرده دلیها لب خندان باشد

وله

سزاے خواب بود دیده ها که گریان نیست نفس وبال بود بر دلے که نالان نیست

مرزا رفیع واعظ

بعبرت نظر کن سوے رفتگان که فردا شوے عبرت دیگران

نعمت خان عالی

گفت انی لا احب الآفلین	حصر شد خلت برب العالمین

وله

دان پدر از درد گریان شد چو شمع	سر بسر یک آه و سوزان شد چو شمع

شیخ علی حزین

آئینِ عشق چیست دلیرانه سوختن	چون شمع گرم گریهٔ مستانه سوختن

وله

روضهٔ خلد خدایا به نکوکاران ده	دولتِ وصل جزای دل مشتاقان ده

شیخ بهائی علیه الرحمه

کار عقبیٰ کان ز دنیا بهتر است	سعی خواجه از برایش کمتر است

و در حملهٔ حیدری که اشعار حقیر بآن تعلق دارد ایطا و دیگر عیوب قافیه جا بجا موجود هست واز ناظران مخفی و مستور نیست لکن چه باید کرد که مردم مرده پسند اند تا زنده ایم قدر شناسی نخواهند کرد و بعد از مرگ بیاد خواهند آورد و کلامے که بالفعل مردود هست مقبول خواهد شد۔

بعد من معنی رسی خواهد گریست   گر نگرید کس کسے خواهد گریست

مثنوی "بیت الحزن" کے متعلق اعتراض کا جواب

باهمه سنجیدگی بے قدر و مقداریم ما   چون ترازوے دیارِ قحط بیکاریم ما

بعض اشخاص از جهت بیخبری اور بعض مصاریع بیت الحزن از راه وزن کلام کرده اند و بعضے دیگر درین مصراع "حسین منی و انا من حسین ست" در خصوص واو عطف

کہ بطور فارسی است تامل نمودند اندادر جواب شبہہ اولے نوشتہ می شود کہ مثنوی بیت الحزن در بحر وافر مسدس معصوب مقطوف مستبع است۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن۔ یا مفاعیل بسکون لام بجاے فعولن نہ در ہزج محذوف یا مقصور واصل این بحر مفاعلتن بتحریک لام است و مفاعیلن معصوب است و فعولن مقطوف و مفاعیل بسکون لام معطوف مستبع و درین مثنوی رکن مفاعلتن ہمہ جا در عروض وضرب مقطوف تنہا یا مع تسبیغ مستعمل شدہ و باقی اجزا در ہمہ اشعار معصوب آمدہ است و رکن سالم ہیچ جا نیامدہ الا در دوسہ شعر چنانچہ درین بیت ؎

حدیث فضل او کہ ضیاء عین است	حسین منی وانا من حسین است

تقطیع۔ حدیث فض (مفاعیلن) لِ اُو کہ ضیا (مفاعلتن) عین است (مفاعیل) حسین من (مفاعیلن) نِیُوَاَن مِن (مفاعلتن) حسین است (مفاعیل) و درین مصرع ؎ کہ خضر راہ صبر و رضا حسین است۔

تقطیع۔ کہ خضرے را (مفاعیلن) ہِ صبر و رضا (مفاعلتن) حسین است (مفاعیل) و درین شعر فحسبک ما حکے اھل العناد فان الفضل ما شھد الاعادی

تقطیع۔ فحسبک ما (مفاعلتن) حکا اہل (مفاعیلن) عنادی (فعولن) فانلفض (مفاعیلن) لما شھدل (مفاعلتن) اعادی (فعولن) و درمیان این وزن و بحر ہزج مسدس محذوف یا مقصور اشتباہ می افتد چہ مفاعلتن معصوب مفاعیلن سالم یکے است۔ وہمچنین مقطوف و محذوف فعولن است بلا تفاوت و مقطوف مستبع مفاعیل است مثل مفاعیلن مقصور کہ آن ہم مفاعیل است لکن ہرگاہ در تمام مثنوی یک شعر ہم بر رکن سالم کہ مفاعلتن است

لہ یعنی مفاعیلن مفاعیلن فعولن کہ وزن اکثر ابیات این مثنوی است ۱۲

مشتمل بوده باشد معلوم میشود که تمام مثنوی در بحر وافر است در هزج چه در هزج مفاعلتن اصلا راه نمی یابد
و شیخ بهاء الدین عاملی عامله الله بلطفه مثنوی عربی مسمی به ریاض الارواح درهمین بحر وافر گفته

الا یا خائضا بحر الامانی	هداک الله ما هذا التوانی
اضعت العمر عصیانا و جهلا	فمهلا ایها المغرور مهلا
مضی عصر الشباب وانت غافل	وفی ثوب العمی والغی رافل

و این هر سه شعر بر وزن مفاعیلن مفاعیلن فعولن است و رکن سالم در اینها نیست الا
در حشو مصراع خامس و در دیوان مرتضوی اشعار بسیاری برین وارد است - از انجمله

حبیب لیس یعدله حبیب	وما لسواه فی قلبی نصیب
حبیب غاب عن عینی و جسمی	وعن قلبی حبیبی لا یغیب

رکن سالم در بیت دوم اصلا نیست مگر در صورتیکه یای حبیبی مفتوح خوانده شود و هم از انجمله

لنقل الصخر من قلل الجبال	احب الی من منن الرجال
یقول الناس لی فی الکسب عار	فقلت العار فی ذل السؤال

بیت دوم از رکن سالم خالی است و از انجمله

علیکم بالثلاثة فاکتموها	شجاعتکم و علمکم و مالٌ
فان الناس اعداء لهذا	ولا یرضیهم الا الزوال

رکن سالم در بیت ثانی زیاده وارد است از انجمله

الهی لا تعذبنی فانی	مقر بالذی قد کان منی
و مالی حیلة الا رجائی	لعفوک ان عفوت و حسن ظنی
فکم من زلة لی فی الخطایا	عضضت انامل و قرعت سنی

یظن الناس بی خیر او انّی   لشرّ الناس ان لم تعف عنّی

بیت اول و آخر رکن سالم ندارد - این است شمه از کلام امیر المومنین و اقرار بجلالت شان آنحضرت رکن اسلام است و شافعی گوید ؎

کفی فی فضل مولانا علی   وقوع الشک فیه انه الله
ومات الشافعی ولیس یدری   علیٌ ربه ام ربه الله

در غیر از مصراع ثالث رکن سالم نیامده و اختلاف وزن با اتحاد بحر در مثنوی یا قصیده بلکه در یک بیت هم بالمره ممنوع نیست. سعدی گوید ؎

بلغ العلی بکماله   کشف الدجی بجماله
حسنت جمیع خصاله   صلوا علیه و آله

بر وزن مستفعلن است و ارکان دیگر بر وزن متفاعلن و بحر یکے است که کامل باشد و شاعر هم کامل ست - و خاقانی که او را حسان عجم و خدائے سخن میگویند در بحر مضارع گفته ؎

کردی نخست با ما عهدی چنانکه دانی   باید همین که بر سر آن عهد خود بمانی

مصراع اول بر وزن مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن است - و مصراع ثانی بر وزن مفعول فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلاتن - وایضاً له

جائیکه یافت از غم زلفین تو رهائی   از کار باز ماند همچون بت از خدائی

وزنش عکس بیت اول است - و این قصیده اشعار دیگر دارد که در وزنش اختلاف عظیم است ولکن بحر یکے است - و بحر وافر هر چند مختص بعرب است اما شعرائے عجم بحور مختصه بعرب را استعمال کرده اند کما نص علیه فی الوافیه والحدائق - و چنانچه شیخ سعدی بحر طویل را که مخصوص بعرب است آورده

ع - شگفت آمد از بختم که این دولت از کجا -

لہ ایراد کلام شافعی درین مقام از لطف خالی نیست ۱۲

وشیخ بہائی علیہ الرحمہ در بحر خبب کہ مخصوص عرب است مثنوی شیر وشکر نظم کردہ ومیر شمس الدین فقیر در بسیط ومدید ہم گفتہ ودر مثال وافر نوشتہ ۔

زدست ہجر آن صنم اُر طرازم　　دل من می تپد برم چہ سازم

وحقیر سہ مثنوی درین بحر دارم یکے عربی کہ شمع المجالس است ودو فارسی آب زلال وبیت الحزن ۔

لطیفہ حال مردم عجب است کلام شاعر را کہ درحقیقت شعر است نثر پندا شتند ودعوائے ہمبراہین ودلیل روشن ازو قبول نداشتند وکلام خدا را کہ از شعر وشاعری مبرا مینماید "وما علمناہ الشعر" میفرماید خواہی نخواہی از قسم شعر شمردند وپیغمبر را شاعر مجنون لقب کردند ؎

انجا اللہ والرسول معا　　من لسان الورےٰ نخلیصنا

وجواب شبہ دوم اینکہ آوردن واو عطف بطور فارسی میان دو فقرہ عربی ہرگاہ در ترکیب فارسی واقع شدہ باشد چہ عیب دارد حکیم سنائی در حدیقہ گوید ؎

دو جہان پیش ہمتش بد وجو　　سر ما زاغ وما طغیٰ بشنو

ومولوی روم گوید ؎

قول اِنّ من اُمتہٖ را یاد گیر　　تا بہ اِلّا وخلا فیہا نذیر
فافہم ولا ینبئک مثل خبیر　　اضعف الناس عباس

ایک شخص نے اپنے خط مین چند شبہات مثنوی من وسلوے کے متعلق تحریر کیے تھے اور اپنے نام ونشان کے اظہار کی قسم دیگر ممانعت کردی تھی اور اُن شبہات کے جواب کی خواہش کی تھی ۔ جناب مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا ۔ وہ شبہات مع جواب نقل

کیے جاتے ہین۔

شبہ اول درین شعر ؎

خیمہ بر دریا حباب آسا مزن ۔۔۔ آب از سر رفت دست و پا بزن

مردمان گویند کہ قافیہ مزن و بزن درست نیست۔ و عجب اینکہ جناب بالاے این دو بیت حاشیہ منہیہ طولانی نوشتہ اند کہ از قسم قافیہ معمولی است کہ بتحلیل و ترکیب حاصل می شود و ہو من الصنائع الی آخرہ۔ مطلب این حاشیہ نیز فہمیدہ نمی شود چرا کہ قافیہ معمولی۔ چنانچہ خود فرمودہ اند از تحصیل و ترکیب حاصل میشود چون قافیہ تشنہ یافت و حیاتش فت نیافت و در مزن و بزن چنین صورت نیست امید کہ این شبہ را بتفصیل تمام حل فرمایند کہ مردمان بسیار گفتگو می کنند۔

شبہ دوم درین شعر ؎

کارہا داری چنین غافل مباش ۔۔۔ حرکتے کن کمتر از بسمل مباش

لفظ حرکت از لغت بفتحتین ثابت می شود و درین شعر بتسکین عین آمدہ است و در شعر دیگر نیز بسکون عین آوردہ اند ؎

حرکتے بے حکم مولا خوب نیست ۔۔۔ از تو غیر از بندگی مطلوب نیست

مردمان سند می طلبند۔

شبہہ سوم درین شعر ؎

حضرت موسے کلیم اللہ بود ۔۔۔ در قناعت دست بیضا می نمود

لفظ دست مذکر است و بیضا مؤنث و مشہور ید بیضا است اگر دست بیضا در کلام شاعرے آمدہ باشد ارقام فرمایند۔ ہر چند کلام جناب خود سند است لا کلام صیت خاص

مزاج مردمان بد است -

شبہہ چہارم درین شعرست

مولوی در بند جاہ و حشمت است	در تلاش رنگ رنگ نعمت است

الی آخرہ کہ اشعار بسیار بسیار خوب ہستند لیکن بفہم ناقص مخلص نمی آید کہ مراد از مولوی کیست و غرض ازین کلام چیست امید کہ مفصل بزنگارند و خاطر مبارک من جمع الوجوہ جمع دارند زیادہ بجز اشتیاق حضوری آستان چہ برطرازد

اسکا جواب جناب مفتی صاحب قبلہ نے اپنے نوازشنامہ مین تحریر فرمایا ہے - اما شبہاتے کہ بر بعض اشعار من و سلوتی نوشتہ اند ہر چند تو زع بال و سوانح اطفال مانع از حل آن بودہ لکن بنا بر الحاح و اقتراح سامی چیزے بقلم میرود اما مجملاً اینکہ حقیر از طفولیت و حداثت طرح تالیف این کتاب ریختہ بودم و دران زمان اینقدر تمیز ہم کہ الحال بہم رسیدہ نداشتم مگر چون طبع موزون بود و از مطالعہ کتاب ابواب الجنان کہ مصدوقہ اِنَّ من البیان لسحراً بیان است وارستگی در مزاج و میل و شغفے بعبادت و زہد کہ الحال ذکرش از باب ذکر النعم من بضائع المساکین ہست بہم رسیدہ بود تالیف این کتاب و مثنوی ہاے دیگر بے معاونت استادے اتفاق افتاد چنانچہ در بعض اشعار باین مطلب نمودہ ام

در فن شعرم زکس امداد نیست	کار بے استاد را بنیاد نیست
تو نظر بر خورد سالیم مکن	بین چسان پیرانہ گفتم ہر سخن
لفظ من منگر معانی را ببین	در صدف دُر نہانی از تہ ببین
نالہ ہاے چند موزون کردہ ام	بر ورقہا جدول خون کردہ ام

مع ہذا سہو و نسیان مصادق انسان است و کبیر و صغیر درین باب یکسان - و لا معصوم

الامن عصمه الله اگر اغلاط شعرا و غیر شعرا نوشته شود ده جلد وفا نکند لکن فنا بهتر بحبر سیاه کردن نامهٔ عمل چیست. هر چند عادت ابنای زمان همین است که بمجرد اینکه مشکلے جوهر کمال خود را در ضمن تصنیف بموقف عرض میرسانند سامعان را در برابر اظهار کمال خود ها در ضمن تفتیش فی الفور بخاطر میرسد چه تصنیف مشکل ست و تزئیف آسان

بر هنر نیست نظر ایشان را ‌‌‌ ‌ ‌ عیب جوئی است هنر ایشان را

و نقل عن السلف من صنف استهدف" بخاطر دارم که در زمان نظم این مثنوی که ظاهراً بسن هفده سالگی بودم روزے یکے از سخنوران زبان دان بدیدن والد مرحوم آمد و صحبت شعر و سخن طول کشید. ابو طالب ثراه اجزاے این کتاب را از من طلبید دستش دادکه تازه تالیف شده است. آن بزرگوار شروع کرد بخواندن و مدح کردن که به به عجب کلامی است پاکیزه قائلش مردم ایران است و بچهٔ اصفهان. آنوقت پدر بزرگوار فرمود که خیر بچهٔ شوشتر است. یافت که از کجا میفرماید دفعے برداشت و یکسر اشعار را قلم زد که چنین می بایست و چنان نمی بایست. این است حال رجال. فانهم منظر و ن الے من قال لا الے ما قال. و اما تفصیلاً پس بنا بر آنچه مرقوم بود امید آنکه حل آنرا ارقام فرموده زود تسهیل فرمایند" حل آنرا رقم زده زود ارسال داشتم فافهم قوله شبهٔ اول درین شعر ؎ خیمه بر دریا الخ. حقیر میگوید که لفظ مزن ردیف است نه قافیه و مع هذا هر چند قطعاً حکم بفساد این تقفیه نمی توان کرد چه مظنون آنکه در بعض اشعار اساتذه وارد شده است. طرفه اینکه درین شعر هر دو مصراع لفظ مزن واقع است و بزن قابل بزن چنانچه در صحت نامه تعرض شده است ملاحظه فرمایند. قوله عجب اینکه الخ حقیر میگویم عجب آنکه این حاشیه بالاے این بیت نیست بلکه متعلقش بیت دیگر است

که سه چهار مرتبه ازین بیت متاخر است خود نگاه نکرده اند درین بیت تامل کنند ؎

چند در بند خودی از خود برآ — فاخلع النعلین فانظر ما ترے

شبهه دوم درین شعر ؎ کارها داری الخ. حقیر میگویم بلی لفظ حرکت بتحریک عین است و لکن عجب ازیشان است در الفاظ عربیه و فارسیه تصرف ها کرده اند که اکثر را بفتح فا در اشعار بسته اند مثلاً النوید آفتاب عالمتاب که لفظ نوید را که فارسی است معرف بلام آورده اند و ذوالخور شیدین در کلام خاقانی وارد است و ازین قبیل لفظ حرکت سراج الدین علیخان آرزو در بعض افادات خود گفته که حرکت بحرکت دوم لفظ عربی است و بسکون دوم فارسیان استعمال کرده اند چنانچه ملا فوقی گوید ؎

زبس خوش حرکت شیرین ادا بود — اگر شمشیر میراند خوشنما بود

دیگر در اشعار محمد حسین آشوب که احوالش در تذکره نصیر آبادی مسطور است بسکون دیده شده و این تخفیف از تصرفات استادان قادر سخن است انتهی کلامه و نعمتی نعمانی گفته ؎

قبض و بسطے کاندر آمد بین بین — خود سکون گردید بین الحرکتین

وله

میدهی کسرے بساکن هر کجا — افتد از حرکت شود بیدست و پا

و در هر دو شعر حقیر نکته باریکے دیگر است که هر چند دلالت لفظیه بر آن مشکل اما گاه ذهن اهل سخن بان منتقل شود و آن اینکه تسکین عین حرکت باشاره بصوت حرکت باشد چنانچه لفظ بسمل نیز در شعر اول و یاے تنکیر در هر دو بیت افاده این معنی میکند. چه هرگاه سکون در عین حرکت راه یابد حرکت را قوتی و اتصالی نمی ماند بلکه ضعف و

انقطاع بهم میرسد و آنرا از باب لطائف شعریه میتوان شمرد۔

قوله شبهه سوم درین شعر ؎ حضرت موسی الخ۔ حقیر میگویم تانیث صفت بتاویل ید مضائقه ندارد و چنین تاویلات در تراکیب عربیه بسیار واقع است تا بعبارت فارسی چه رسد۔ استادی گفته ؎ آفتاب آئینه اندر کف شلا است ٭ و ترکیب گنبد خضرا که نظیر این ترکیب است بر السنهٔ شعرا دائر دست بیضا نیز بخصوصه کلام مرزا صائب واقع است کما نقل عنه فی قصیده له مطلعها ؎

ای بهشت عدن را از بارگاهت فتح باب ‏ ‏ ‏ ‏ گنبدش صبح سعادت را طلوع آفتاب

بعد از چند اشعار آبدار میگوید ؎ گر ضمیر دستگیر موسی عمران شود ٭ دست بیضا بر نمی آمد چو خورشید از نقاب ٭ قوله شبهه چهارم درین شعر ؎ مولوی در بند الخ حقیر میگویم مراد از مولوی شخص معین نیست بلکه مولوی و شیخ و زاهد از مصطلحات شعراست کنایه از شخصی که تقدس فروش ریاکار باشد و سخنوران سابق ازین مقوله بسیار گفته اند که حصر و استیفای آن دشوار و شبهه درین باب ناشی از اجنبیت فن شعر است مولوی جامی در سلسلة الذهب میگوید

خدمت مولوی چه صبح و چه شام | دارد اندر کتاب خانه مقام
متعلق دلش بهر ورقی | در خیالش زهر ورق سبقی
نه شبش را فروغی از مصباح | نه دلش را کشادی از مفتاح
کرد خانه کتاب های سره | از خری همچو خشت کرده خره
صد مجلد کتاب بنهاده | در عذاب مخلد افتاده
سر بر اندیشه های گوناگون | لب بر افسانه دل پر از افسون
آید از طعن عامه احیانا | سوی مسجد جناب مولانا
میکند بر دل این تمنا خوش | شرم بادش ازین عمامه و فش

با تو گفتم حدیث اشرف ناس   حال ارذال را ازان بشناس

وشیخ بهاء الدین عاملی علیه الرحمه در ریاض الارواح میفرماید **عربیه**

مرادك ان ترى فى كل يوم   وبين يديك قوم اى قوم
كلاب عاويات بل ذياب   ولكن فوق اظهرهم ثياب
اذا ما قلت اصغوا للمقال   وان حدثت بالامر المحال
فليس لهم جيبا من بضاعه   سوى سمعا لمولانا وطاعه

وقد اطال المقال الى ان قال

لئن لم ترتدع عن ذى الظلامه   فبئس الحال حالك فى القيمه

و در نان و حلوا میفرماید

علم رسمی سر بسر قیل است و قال   نه ازان کیفیتی حاصل نه حال
طبع را افسردگی بخشد مدام   مولوی باور ندارد این کلام

بلکه در نان و حلوا فصلی در باب ذم علمای متشبهین بامراء مترفین از فقرا اسعد فرموده میگوید

علم زیب از فقر یابد ای بشر   نی ز باغ و راغ و اسپ و گاو و خر
مولوی را هست دائم این گمان   کاین بیابد زیب ز اسباب جهان
نقص علم است ای جناب مولوی   حشمت و مال و منال دنیوی۔

مجملاً غرض ازین کلام نصیحت خواص بر طرز شعرای پیشین ست۔
قوله امید که مفصلاً الخ تفصیل امر اینکه مقصود ازین اشعار مذمت دین فروشان مکار است که در زی مقدسین و زهاد بر آمده بظاهر لاف تشیع و تورع می زنند۔

در حقیقت بر طریقت صوفیه ترک دنیا برای اخذ دنیا می کنند و از راه تشبه با اعاجم و فقهای اعاظم عبا بر دوش و عمامه بر سر می نهند و در ضمن این مکائد عقائد فاسد و متاع کاسد خود را رواج میدهند و در تطهیر و تنظیف ظاهری کوشند و از خباثت و آلودگی باطن چشم می پوشند و دین را بدنیا میفروشند و چونکه این بد باطنان خوش ظاهر در معنی بمولوی معنوی خود پیروی میکنند لفظ مولوی درین مقام خالی از لطف نیست و درین جزو زمان نیز شخصی از اشخاص برین طرز خاص بوده است و در اصل مسوده این کتاب چند شعر دیگر درین مقام بود که بحال آن بزرگوار زیاده تر انطباق داشت و هم درین ترتیب فرقی بود ؎

سعی کن در سهو اصحاب ضلال — دست رد بگذار بر اهل سوال
لعن در ظاهر کنی بر صوفیان — خود نهٔ بیرون بباطن زان میان
چون تو در تیه ضلالت حائری — چیست حاصل گر لقب شد حائری
تا ز ارض کربلا برگشته — از طریق مصطفی برگشته
رو بتلبیس عوام آورده — چند جاهل را بدام آورده

هر چند برکت شما محرک داعی و داعی محرک برین نظم بغض و عداوت دنیویه با آن مرد و ذم او بالخصوص نبود و لو دخل فی العموم چه موضوع این کتاب تبیین بعض احکام الهی و تصویر اوامر و نواهی و تلقین کلمات وعظ و پند بر اسلوب شایسته و دلپسند است و با تحقیق نفس موضوع کار نیست و میدانید که من باحدی کینه و حسدی و خود را در هیچ شمار و قطار نمی آرم. لکاتبه ؎

نیم دستار تا بر سر گزارند — کم از نعلم که پا بر سر گزارند

ولکن چون درین اشارات واضحه و امارات فاضحه خوف نکوهش جہال و شورش اہل ضلال بود در قالب طبع ریختہ نشد و در ترتیب نیز تغیر مناسب افتاد واللہ لا یحب الفساد وقد توفی الرجل علی اسرع حال وکفی اللہ المؤمنین القتال الحال بسبب اقراج آن شفیق کہ حفیظ و امین و از زمرۂ مخلص محبین می باشند بر ذکر این شمہ جسارت نمودم و اخفاے آن از سفہا و خصما بر ذمہ شما است و کتمان اسم و مشخصات شما حسب الایما بر عہدہ من - وانکان ہذا مما لا یطلب فیہ الستر والعلن والملتمس منک الدعاء فی الخلوات بالنجاۃ لی من المحن والفتن ؎

زبدۃ الاصول کے متعلق سوال اور اسکا جواب

سوال - در زبدۃ الاصول از تعریفہاے علم این تعریف مرقوم او صفۃ توجب لمحلہا تمیزا لا یحتمل النقیض ظاہر ہمین است کہ از قید توجب وغیرہ اسلے آخرہ صفات دیگر مانند قدرت وغیرہ خارج شد و نیز ظن وغیرہ پس آنکہ مصنف زبدہ میفرمایند وامتناع النقیض بعادۃ او حس لا ینفیہ الامکان نظرًا الی قدرۃ اللہ تعالے واین عبارت جواب اعتراض بر تعریف مذکور است باین وجہ کہ جبل حجر است احتمال نقیض دارد لجواز انقلاب الحجر ذہبا - ہرگاہ در تناقض وحدت قوت وفعل در ان شرط پس توجہ اعتراض مذکور بچہ سبب مفصلاً ارشاد شود -

جواب - حاصل اعتراض اشاعرہ نقض است بعلوم مستندہ بعادت و حس کہ احتمال نقیض دارد - توضیحش اینکہ میدانیم کوہے راکہ ساعتے مثلاً پیش ازین دیدہ بودیم این وقت منقلب بذہب نشدہ است و میدانیم کہ ہذا الجسم الشاغل للحیز حجرا ہذا

باوجودیکه نقیض قضیهٔ اولے که الجبل الذی رایناه من قبل بساعة مثلا انقلب الآن ذهبا باشد ونقیض قضیه ثانیه که هذا الجسم الشامل للحیز لیس بحجر بالفعل باشد محتمل وممکن ست باینمعنی که از فرض آن نظر بقدرت الٰهی محالے لازم نمی آید چه قدرت مختار شمول و عموم وارد وجواهر فرده در قبول صفات متقابله مثل حجریت وذهبیت یکسان است درصورتیکه متجانسة الماهیات باشد واگرهم متخالفه الماهیات باشد پس جائز است که مختار جبل وحجر را فنا ساخته بجاے آن ذهب را ایجاد کرده باشد خلاصه این هردو نقیض ممکن است وشما قائل بامتناع نقیض میباشید۔ جواب اینکه امتناع از روے عادت وحس است نه بنظر قدرت باری پس این اعتراض باین جواب مندفع میشود اگر در اصل متوجه بوده است وانچه در تناقص معتبر است در نقیضین متحقق ومقدمهٔ جواز انقلاب الجبل او الحجر ذهبا در دلیل ماخوذ شده است واین خود نقیض نیست تا گفته شود که بشرط وحدت قوة وفعل وزمان فوت شد۔

آیهٔ توحید کے متعلق تحقیق

یہ مسئلہ مولوی یاد علی صاحب نے بہیرا دمرکا سے جناب کی خدمت مین بھیجا تھا جسکا جواب جناب سلطان العلما نے دیکھکر بہت پسند کیا تھا اور اپنے پاس اسکی نقل بھی رکھ لی تھی اور باوجودیکہ انھون نے بیضاوی وکشاف وتفسیر کبیر وغیرہ کیطرف رجوع کی تھی مگر اسکا جواب انھین کہین نہ ملا تھا۔

مسئله: در آیهٔ لوکان فیهما الهة الا الله لفسدتا از نفی سه اله نفی دو اله لازم نمی آید واگر جمع منطقی مراد گیرند نفی یک آله لازم نمی آید

آیهٔ موثق توحید نمی ماند واضح واضح ارشاد شود۔

جواب۔ اولاً اینکه اطلاق جمع بر واحد شائع و در قرآن واقع است وانا له لحافظون وثانیاً اینکه در آیه شریفه اشاره بدلیل تمانع است که متکلمین آنرا ذکر کرده اند کما فی مجمع البیان و حاصلش آنست که اگر سوائے جناب احدیت معبودے دیگر باشد البته مثل او سبحانه حی و قادر خواهد بود پس بر ضد و نقیض فعل او سبحانه قادر باشد یا نه در صورت دوم خلاف فرض لازم می آید و در صورت اولی یا مراد او تعالی و مراد آن معبود مفروض هر دو حاصل شود یا مقصود یکے سوائے دیگرے یا مقصود هیچیک حاصل نشود۔ صورت اول موجب اجتماع ضدین است و اخیر مستلزم ارتفاع نقیضین و در صورت وسط عجز و سلب قدرت یکے لازم آید انتهی و این دلیل بر نفی تعدد اله مطلقاً دلالت میکند اعم ازینکه یک معبود سوائے خدا باشد یا دو یا سه ولیکن چونکه کفار و مشرکین دران زمان بآلهه متعدده سوائے باری تعالی قائل بودند چنانچه در سیاق و سباق همین آیه مذکور است ام اتخذوا آلهة من الارض هم ینشرون - ام اتخذوا من دونه آلهة حتی که بر بام کعبه سی صد و شصت بت بعدد ایام سال نصب کرده بودند لهذا بر وفق مزعوم شان بصیغهٔ جمع بطور مثال در آیت مذکور شده و مدار کار بر عموم دلیل است۔ ابن بابویه در کتاب توحید نقل کرده که کسے از امام حق ناطق امام جعفر صادق علیه السلام پرسید که دلیل بر وحدت معبود چیست فرمود که اتصال و اتساق تدبیر و نظم عالم و کمالیت صنع چنانچه حق عز و جل فرموده لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا انتهی و ازینجا مستفاد میشود که این آیه دلیل بر وحدت معبود است و مقصود نفی آلهه سوائے جناب باری۔ علاوه اینکه کسی که منکر توحید است فرق

نمی کند درمیان صحت دعوائے یک آلہ سوائے خدا و دو یا سہ وکسے کہ معترف بتوحید است
فرق نمی کند در نفی آلہ دیگر خواہ یکے باشد و خواہ زیادہ پس ابطال زیادت مستلزم
توحید است بضمیمہ اجماع مرکب اذ لا واسطة بین الاسلام والکفر فی
صحیح المذهب فافهم والی ربك فارغب - وهنا وجه اخر ادق
واحق بالقبول عند اصحاب العقول وهو ان نختار المجمع المنطقی ونقول
لو كان مع الله اله اخر ولو واحدًا لصدق علی المجموع الهة غير الله
لان المجموع غير الواحد فالاية دالة على نفی كل ما يدعيه المشرك
الجاحد وهذه الدلالة وان كانت غير صريحة لكنها حاصلة بعد لطف القريحة

قانون شیخ رئیس کی عبارت کا حل

ان كان عسر الازدراد بعرض لهم والحمى مطبقة فليفصد ويخرج الدم قليلا
وليغذ بالخل والخس ان كانت الشهوة فيها بعض الفتوق[1] والا فليقتصر على ماء الشعير
وليحذر العاقلة وان كان اعتقال فالحمول والحقن خير من من فوق بكثير

(حاشیہ مولوی انور علی) [1] اختلف عبارات الشراح فی هذه اللفظة فقال البعض
بالفاء والياء التحتية بمعنى اليقظة ولم يوجد فی الكتب الحاضرة عندی
من اللغات - وقال بعضهم بالنون بعد الفاء مرة بمعنى التنعم وبالتاء المثناة بعدها
اخرى بمعنى الخصب - وكلا المعنيين فی القاموس ويتناسبان بعض التناسب
وقال بعضهم بكسر الفاء والياء التحتية بمعنى اجتماع اللبن فی الضرع ای ان كان
فی الشهوة بعض الاجتماع ولا يخفى بعده - والاجود فی المقام ما القی فی بالی

ورضی به بعض الاکابر حین ما استفتی لتحقیق هذه اللفظة الی الجباء هذه البلدة
انه بالفاء والیاء مصدر فاق یفیق بمعنی الجودة کما فی القاموس ای یغتذی
بالخلّ والخسّ ان کانت الشهوة جیدة بعض الجودة هذا وللناس فیما یعشقون
مذاهب - انتهی - وتعقّبه سلطان العلماء بما هذا لفظه فی القاموس فاق
یفیق جاد بنفسه انتهی - وفی تاج اللغات فاق الرجل از باب ضرب مردجان خود داد انتهی
فیکون المعنی علی رای المحشی ان کانت الشهوة فیها بعض الموت - وهذا مما تضحک منه الثکلی
وان ابتدع معنی الجودة بجودة ذهنه فتامّل انتهی کلامه - وقد اتانی به ایده الله فعرضه
علیّ فاستطرفته ونقل عن بعض الاطبّاء ان الفتق بالفاء والتاء بمعنی ازدیاد الرغبة و
انا لا ادری هل تساعده المحاورة العربیة ثم قلت له دام علاه - الذی سنح لی فی هذا اللفظ
ان الفتق بمعنی الفتح وهو معروف مانوس لا یحتاج الی القاموس - ومعنی العبارة انه یغتذی
بالخلّ والخسّ ان کانت یحصل عندها للحلق بعض الفتق والّا فیقتصر علی المائع الصرف
کماء الشعیر وهذا مما لا تکلف فیه ولا حاجة الی الرتق والفتق - وما ترای وروده
علیه اوّلاً من ان الفتق لیس بمعنی الفتح بل هو الشق وانفتاح المثانة وثانیاً من انّه لو کان
بمعنی الفتح فسد المعنی فی الشق الثانی وهو قوله والّا فیقتصر علی ماء الشعیر لانّ معناه
حینئذٍ ان لم یکن فی الحلق بعض الانفتاح فلیقتصر هو فاسد لانّ هذا النفی هو لسلب
الکلی فی مصطلح اهل المیزان ومقتضاه ان لا تکون انفتاح اصلاً وح یعرض
الخناق الشدید ولا یمکن التغذی بالمائع ایضاً - ولو وجّه النفی الی البعض وکان
المعنی علی ما یفهمه اهل العرف ان لا یکون انفتاح قلیل بل اتساع عظیم فلا وجه
للمائع مع ارتفاع المانع بل یغتذی - باللقم العظیمة من اللحوم وغیرها فالجواب

تحقیق متعلق بالف ممدوده

فقیر در تاریخ وفات جناب معظمہ یعنے حلیلہ جلیلہ نواب معلی القاب فلک رفعت ملک سیرت دام اقبالہ وزاد فضلہ وافضالہ بطریق ارتجال وسبیل استعجال گفتہ بودم ۔ بجہاں حشرت مع الزہرا "بعض از شعرائے عصر ایراد گرفتہ اند کہ الف ممدود را در حساب جمل یک عدد گرفتہ می شود۔ جوابش اینست کہ اگر مراد از الف ممدود اصطلاح عجم است یعنے الفے کہ بر سر لفظ آفتاب و آسمان و آرام و آسایش و آمد و آلودہ و اشباہ آن واقع است پس آنچہ جناب معترض افادہ کردہ بجا است لیکن بما نحن فیہ دخلے ندارد۔ و اگر اصطلاح صرفیان و اہل تجوید ست یعنی الفے کہ بعد از ان ہمزہ یا حرف مشدد آمدہ باشد پس شکے نیست درین کہ تاریخ تابع کتابت است حرف مکتوب در تاریخ محسوب مے شود و این قاعدہ ایست مشہورہ مظنہ کہ بر احدے

فالجواب (عن الاول بان الفتق بمعنى الفتح مذكور في كتب اللغة قال في النهاية اصله الشق والفتح قال ومنه حديث مسيرة الى بدر خرج حتى افتق بين الصدمتين - اى خرج من ضيق الوادى الى المتسع يقال افتق السحاب اذا انفرج وفى صفته كان فى خاصرته انفتاق اى اتساع - وعن الثانى بان الكلام فى عدم الازدواد ولا تسامح امر اضافى والمعنى ان كان اتساع ما مع عدم الازدواد فليعذ بالخلل والحشو وان لم يكن اتساع اصلا والعدم موجود فبماء التعبير ولم يقل احدان المجرى منسد على الاطلاق حتى يضيق عليه الخناق -)

خطا صحیح سطر عبارت صفحہ نوشتہ تقیہ غلط بین ۱۲

ز تاریخ گویان پوشیده نباشد۔ و در باب الف ممدوده بمعنے اول که آن را یک عدد میگیرند۔ بنا برہمین قاعده گزاشته اند۔ و در کتابت الفے که آخرش ہمزه باشد اختلاف است مشهور بین الناس اینکه در تراکیب عربیه بعد از الف ہمزه می نویسند و در کتاب الله ہمچنین است سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ فَلَمَّا أَضَاءَتْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ بَيْضَاءُ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إلى غير ذلك مما لا يحصى و درین صورت بنا بر قاعدهٔ مشهورهٔ مذکوره دو عدد گرفته می شود یکے عدد الف و دیگرے عدد ہمزه و عدد احد الحرفین گرفتن و دیگرے را از پایۂ اعتبار ساقط کردن با وصفیکه ہر دو مکتوب باشند وجہے ندارد۔ بلے خلیل ہمزه نمی نویسد۔ و کتاب الله الجلیل اولے من کلام الخلیل۔ والله الهادی الے سواء السبیل۔

واگر ہم بالفرض خطا کرده بودم مضمون آیه "انما المؤمنون اخوة" و حدیث "الارواح مجنده" مقتضاے اخوت ایمانی و مودت روحانی حفظ غیب بود و ستر عیب ؎

وعین الرضا عن کل عیب کلیلة ولکن عین السخط تبدی المساویا

حال فقیر این ست ؎

شاگرد کسے نیم نه استاد لطف سخنم بود خدا داد
برگفتهٔ شهید سخندان از رشک بعید نیست ایراد

تحقیق عروضی

شہید گفته

زمزِ دہنِ تنگ تو بشگافتہ باشد	گر دل اثر غیر سخن یافتہ باشد
چون من کسے نگفت ز تیزی خوی او	کو راز بان چو خامہ بہ بشگافتہ باشد

شعر اول ازین غزل در بحر ہزج و شعر دوم ناموزون باین جہت کہ مصرع اولش در بحر مضارع و از مصرع دوم نیمۂ اولے در بحر مضارع و نیمۂ اخیر بر طرز ہزج و ترکیب یک بیت یا یک مصرع از دو بحر جائز نیست و ہمچنین ترکیب یک غزل از اشعار مختلفۃ البحور ولکنّ السہو والنسیان لا یقدحان فی شرف الانسان۔

و غلام علی آزاد در خزانہ عامرہ برین بیت ایراد گرفتہ و بجاے مضارع بحر مجتث نوشتہ ولا سہو فے سہو۔

خوشخطی و سواد خط

نسخ و نستعلیق دونون خط پاکیزہ و شیرین و رنگین اور پختہ تھے۔ نہایت جلد لکھتے مگر خط کی وہی شان باقی رہتی تھی۔ راقم الحروف کے پاس اُنکے ہاتھ کے لکھے ہوئے بہت سے خطوط ہین جو تبرکاً نہایت حفاظت سے رکھے ہین۔ خط کی شان سے معلوم ہوتا ہے کہ خط طبعی نہین ہے بلکہ مشقی خط ہے۔ خوشخط تحریر نہایت پسند فرماتے تھے اور قدر کرتے تھے۔ ایک شخص نے ایک تحریر پیش کی جو عمدہ لکھی ہوئی تھی مگر سیاہی اچھی نہ تھی فرمایا کہ ؎

خط شیرین ہے لیکن یہ سیاہی	نمک دینے سے پھیکی ہو گئی ہے

ایک شخص نے فرمایش کی کہ ایک قطعہ مصیبت حضرت سید الشہدا علیہ السلام مین ایسا تحریر فرما دیجئے کہ کوئی دائرہ اُسمین نہ آئے بلکہ ہر مصرع مین کشش دار حروف ہون

جناب ممدوح نے ایک قطعہ اُنکی فرمائش کے موافق نظم کرکے دیدیا جو نہایت لطیف و پاکیزہ ہے سب الفاظ کشش دار ہین تمام عبارت مین ایک دائرہ بھی نہین آیا۔ مگر افسوس ہے کہ کاپی کا وہ ورق جسمین وہ قطعہ درج ہوا تھا گم ہوگیا اور جس کتاب سے نقل کیا تھا وہ بھی اسوقت مولف کے ذہن مین نہین ممکن ہے کہ آیندہ ایڈیشن مین اس فروگذاشت کی تلافی ہوسکے اسوقت چونکہ کتاب کی اشاعت مین بہت زیادہ تاخیر ہوچکی ہے اِسلئے دوسرا حصّہ ختم کیا جاتا ہے اور نسخ و نستعلیق خط کا فوٹو ملاحظہ ناظرین کے لئے شامل کتاب کیا جاتا ہے

سال اختتام

ختم شد

سنہ ۱۳۴۴ھ

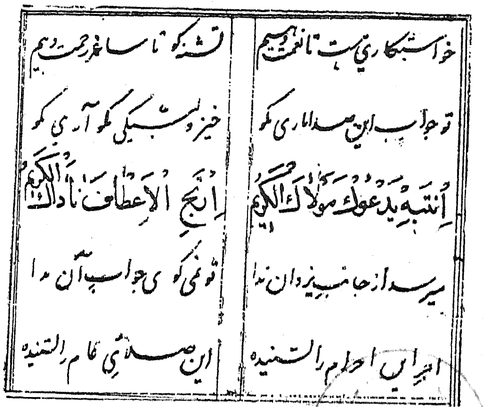

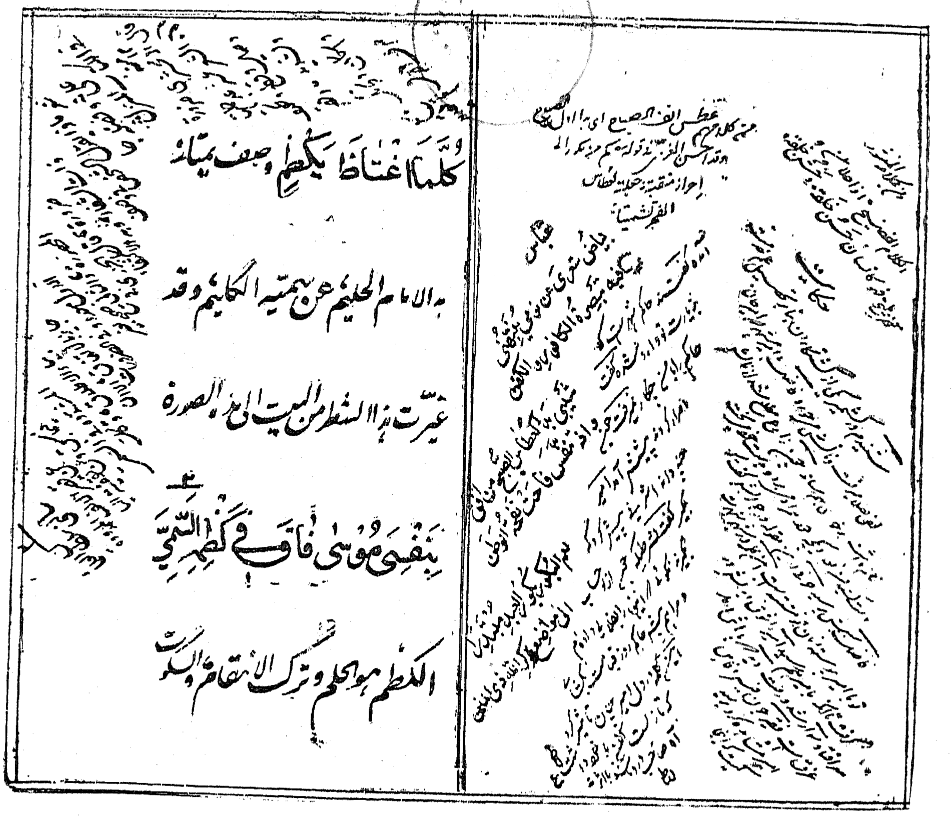

نمونهٔ خط جناب مفتی میر محمد عباس صاحب اعلی الله مقامه

(د) باب السیرۃ

بزرگانِ ملت کی سیرت نگاری اور اُنکے صفات و عادات کا ضبطِ تحریر مین لانا اگر دشوار نہین تو آسان بھی نہین، ایک سطحی نظر سے بڑی بڑی مقدس ہستیان معمولی نظر آتی ہین لیکن دقت نظر سے اُنکی ہر سانس ایک گرانمایہ ذخیرہ ہے اِس صورت مین اُنکی اہمیت محتاج بیان نہین ہزارہا افسانے ہین سیکڑون واقعات ہین قوتِ انتخاب پریشان، طاقت ضبط سر در گریبان، اِسکے علاوہ دیکھنے والے کی نگاہ ہی جس نقش و نگار تک نہین پہنچتی اُس کا نقشہ دکھانے کی اُسکے قلم مین کہان قدرت ہے، جن چیزون کی ماہیت وحقیقت کے ادراک سے اُس کا حس قاصر ہو اُنکی حالت دوسرون کو کسطرح سمجھا سکیگا۔ لہٰذا میرا بیان بھی اسی حد مین داخل ہے۔ اور میرا قلم بھی اس وادی مین شکستہ پا ہے، اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوے ترتیب سے الگ الگ عنوان قائم کرتا ہون اور اپنی ژولیدہ بیانی کا اظہار کرتا ہون۔

کمالِ معرفت

جناب مفتی صاحب کا مرتبہ عرفان اُنکی عبادت اور خشیت اور احتیاط سے ظاہر ہے جسکے دل مین نورِ معرفت درخشان ہوگا اُسی کے دل مین خوفِ خدا اور اُسی کے اعمال وافعال مین اثر پرہیزگاری اور اُسیکے قلب مین عالم اُخروی کی تصویر بھی ہوگی۔ جناب مفتی صاحب مین یہ سب باتین موجود تھین جنمین ہر ایک بات معرفت کی کافی دلیل ہوسکتی ہے۔ معرفت کا حال اس سے واضح ہوسکتا ہے کہ وہ ہر چیز مین

خدا کی صنعت پر نگاہ کرتے تھے گھنٹون مستغرق رہتے تھے صنائع و بدائع الٰہیہ مین غور کیا کرتے تھے۔ اُنکا وہ رات کی گھٹا ٹوپ اندھیاری مین اُٹھنا اور آفاق کی طرف نظر کرنا اور ایک خاص حالت سے اِن فی خلق السمٰوات اور اُسکے مابعد کی آیات کا تلاوت فرمانا عجیب و غریب عالم دکھاتا تھا۔ چنانچہ ایک مقام پر نظم کیا ہے ؎

ز صنعش آسمان است و زمین است — کزانہا بند و بست عالمین است
شبے تار است و روزے ہست روشن — بوقتے خاص و مقدارے معین
مہ و خور روز و شب زومی درخشند — درین عینک ضیا جزوے کہ بخشند
نسازد روز را پنہان کس از شب — کرا یارا کہ روز آرد پس از شب
اگر تا حشر طول روز می بود — نہ بیخوابی غمِ جانسوز می بود
دگر می ماند شب تا روزِ محشر — نمی شد روزی انسان میسر

اس مقام پر چند شعر مثنوی خطاب فاصل سے نقل کیے جاتے ہین جنمین معرفت کے انوار تابان و درخشان نظر آئین گے ۔

حمد زیباست مالکِ کل را — کہ ز گل ساخت بلبل و گل را
گلشنِ دہر رانگارین کرد — پر طاؤس را بہارین کرد
دیدۂ ابر کز غمش تر شد — اشکِ او دانہ ہائے گوہر شد
سینۂ لالہ داغدار ازو — دامنِ گل بدست خار ازو
پیش ہر سالکے حق آگاہے — از رگِ برگِ گل بادراہے
دانہ را درخت می سازد — آب را سنگِ سخت می سازد
خیمۂ چرخ بے ستون کردہ — کس نمی داند اینکہ چون کردہ

در جبال و مدن صنائع او   در بحار و سفن بدائع او
از دو کشتی که هر دو یکسان است   هر دو بر روی ابر نیسان است
آن یکی را رساند باد مراد   وان دگر را بدست طوفان داد
از شبستان کشید نور سحر   همچنان کز سواد چشم نظر

من وسلوی مین ارشاد فرمایا ہے ۵

چیست نان جو حصول معرفت   عشق ذات پاک و ادراک صفت
بر سمای معرفت سیار باش   بلبل دین را غنچهٔ اسرار باش
کلبهٔ دل را بعلم آباد کن   خانهٔ باغی بهر خود بنیاد کن
گل بچین از جنت ماوای علم   گوهری پیدا کن از دریای علم
چون علی بکشا عطا، کوفی مباش   معرفت حاصل کن و صوفی مباش
وحدت موجود حرف مهمل است   هست گر توحید این شرک افضل است
حبذا التحصیل علم المعرفه   من لسان الشرع لا بالفلسفه
گنده مغزی از کلام بوعلی   در مشامت کی رسد بوی علی
چیست حکمت چند قول مختلف   نقل اقوال سخیف ما سلف
شیخ این گفت و امام این قسم گفت   جمله تقلید و سراسر حرف مفت
جسم قسمت را چو قابل شد چه شد   جوهر فرد ار چه باطل شد چه شد
در بیان کیف و کم مضطر مباش   صورت نوعیه گو جوهر مباش
گر بود ای فلسفی حکمت همین   نستعذ بالله رب العالمین
دخل در علم خدائی تا کجا   کتره گوئی ژاژ خائی تا کجا

انچہ علم است اے حکیم ار عالمی	فاستمع ماذا یقول العاملی
علم نبود غیر علم عاشقی	ما بقی تلبیس ابلیس شقی

طاعت و عبادت

جناب مفتی صاحب کی عبادت کا بیان مشکل مرحلہ ہے عبادت اُسکی عبادت ہے جو خشیت کے مراتب اعلےٰ پر قائم ہو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء جو ارشاد الٰہی ہے صاف بتا رہا ہے کہ خشیت علم کی فرع ہے جسکی معرفت جسکا درجہ علمی اور حقیقی عرفان زیادہ ہوگا وہی خشیت وخوف خدا کے وصف سے بھی متصف ہوگا جس دل مین علوم دینیہ کی شمع روشن ہوجائے، عالم لاہوت کا منظر اُسکے پیش نظر ہوجاے۔ خوف وخشیت کا نور اُسے احاطہ کرلیگا۔ اور جب خشیت کا مرتبہ حاصل ہوجائیگا عبادت وطاعت کا جوش وولولہ اور شوق وشغف بھی بالضرور پیدا ہوجائیگا۔ یہی سبب تھا کہ مفتی صاحب قبلہ کی عبادت ممتاز عبادت تھی اُنکی نماز اور اُن کی شب بیداری ضرب المثل ہے۔ جو نماز خلوت وتنہائی مین ہوتی تھی اُس کا رکوع وسجود عجب شان کا ہوتا تھا کہ گریہ گلوگیر اشکون کا تار بندھا ہوا۔ خدا کی عظمت وجلالت پیش نظر، تعلقات دنیویہ فراموش۔ نماز کی لذت وحلاوت کچھ اس طرح حاصل ہوگئی تھی کہ تخلیہ وتنہائی سے بیحد مانوس ہوگئے تھے اور جو نماز جماعت مین ہوتی تھی وہ بھی اس انداز کی ہوتی تھی کہ ماموین پر اس کا خاص اثر ہوتا تھا اور اُنکے قلوب بھی نرم ہوجاتے تھے۔ رات کا بڑا حصہ مناجات خدا مین صرف کرنیکے بعد طلوع صبح کا انتظار اور بار بار آسمان پر نگاہ کرنا اور مطلع کی طرف دیکھنا اور فریضہ سحری کا شوق عجیب وغریب حالت دکھاتا تھا۔

صوم کی عبادت اُس شخص کے لیے جسکی غذا برائے نام ہوتی ہو اور وہ بھی پیری و ضعیفی مین اور علی الخصوص شدت گرما مین نہایت سخت و دشوار ہو جاتی ہے۔ لیکن جناب مفتی صاحب کی حالت روزے مین یہ ہوتی تھی کہ ترک غذا کے وقت سے بہت قبل ترک کردیتے تھے اور نماز مغرب سے پہلے افطار نہ کرتے تھے۔ پھر دن بھر کے روزے کے بعد شب بیداری اور طاعت باری اُنکی جلالت قدر کی دلیل ہے۔ اگرچہ حج کی نوبت نہین آئی بلکہ استطاعت ہی نہین ہوئی لیکن ہمیشہ شوق و ذوق حج بیت اللہ اور زیارت حضرات معصومین ع کا دل مین مستحکم ارادہ رہتا تھا بلکہ سامان و اہتمام ہوتا رہتا تھا اور اپنے اشتیاق کا جو نقشہ اپنے منظومات مین جابجا دکھایا ہے وہ اِس بیان کا شاہد صادق ہے۔ ؎

ارید طف حسین بصادق النیۃ		فان بلغت الیہ فذاک امنیۃ
وان دفنت بھند وارغمت انفی		فوسدونی بالتربۃ الحسینیۃ

کربلاے معلّی کے اشتیاق مین اپنے بھائی مولوی آقا سید محمد کربلائی کو لکھا تھا

ترا وصل رو داد و مارا نوا	ایضاً	مرا ہند مسکن، ترا نینوا
چہ پرسی ز تصویر سر رشتہ ام		نہ پیچیدہ شد عقدۂ ما نہ وا
بیا پے درین گلستان میز نیم		جو گل ساغر غم، چو بلبل نوا
دعاے بکن تا کشاید دلم		خداے کہ بشکافت حب و نوا
من و تو اگرچہ ز یک گوہریم		ولکن لکل امرء ما نوے
خواہم بجاورت غری را		کانجاست شرف مجاوری را
باجار تو یا علے چہ نسبت		جار اللہ زمخشری را

	دائیم وسری بر آستانت	لم نبتغ دونہا سریرًا
	از کوے تو ہر کہ رخت انداخت	یُعطی بک جنۃ حریرًا
	بر حلقۂ باب قبۂ تو	رشک است سپہر چنبری را
	از ذرۂ خاک بارگاہت	آموختہ مہر زرگری را
	تو آیۂ قدرتِ خدائی	قوت بتو شد پیمبری را
	حیدر بنجف مرا طلب کن	با ہند چہ کار حیدری را
	لب تشنۂ آب رحمت تو	خواہد ز تو جام کوثری را
	عباسك مثل عند لیب	فاسمع لیراعہ صریرًا
ایضًا	خواہم ز لوث جسم علائق رہا شوم	آلودۂ غبارِ رہ کربلا شوم
	دستم دہد ز درد سر این جہان نجات	در کربلا بمیرم و خاکِ شفا شوم
	ور مہلتی دہد اجلم در نجف روم	ہمسایۂ وصی رسول خدا شوم
	فریاد از سموم حوادث کہ می وزد	اے وای کو نسیم نشاطی کہ وا شوم
	گر لطف حق بدرد من بینوا رسد	با طائران باغ جنان ہم نوا شوم

ایک مقام پر اپنے برادر عزیز سید محمد شوستری مرحوم کو اشتیاقیہ اشعار لکھے تھے انہیں یہ اشعار بھی تھے :ـ

	اخی جرّعتنی نغب المنایا	وانت شربت من ماء الفرات
	وکنا فرقدین علی سماء	فصرنا بعدہا کابنی سبات
	اعیش بلکھنو او کانفور	وموت الکربلا عین الحیاۃ
	ذکرت الکاظمین علی بعاد	شوقا کاظما غیظ الشتات

واشتاق الطفوف وطائفها	والحان المؤذن بالغداة
وما يغني غناء الطير عنها	غني كلا ورب الراقصات

ذیل کے چند اشعار مین ماہ صیام کا خیر مقدم کس جوش و خروش کے ساتھ کیا ہی ؎

للہ الحمد کہ ماہ رمضان آمدہ است	جسم خاکی ہمگی رفتہ و جان آمدہ است
گلشن جنت دنیا بود ایام صیام	چیست تنزیل بہاری کہ دران آمدہ است
عشرہ آخرہ ماہ رخے زیبا ے	کہ شب قدر بران مشک فشان آمدہ است
گرچہ این ماہ پراز نور بزودی گذرد	کشت عصیان تہ ابر جہان آمدہ است

خوف و خشیت آلہیت

عارفان الٰہی اور خاصان خدا کے گروہ مین مفتی صاحب کو ایک خاص امتیاز تھا بزرگان دین کی تاریخ دیکھنے والے اُن کے حالات کی قدر کر سکتے ہین کہ اُنکی عبادت کس پایہ کی تھی۔

شاعری مین جذبات باطنی کا اظہار ہوتا ہے جناب مرحوم کے اشعار دیکھنے سے اُنکے واردات قلبیہ کا پتہ ملتا ہے کہ خداشناسی مین وہ کیا مرتبہ رکھتے تھے اُن کے اشعار پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین سالکان راہ خدا سے اُن کو ایک خاص عشق تھا یہ اشعار اُن کے اِس مطلب پر شاہد ہین۔

یا آلٰہی کو ہوا داران تو	کو ہواے کوی بیاران تو
دوستدارم عشقبازان ترا	خاک راہم یکہ تازان ترا
چند آنہا کہ مردان تو اند	پشتازرہ نوردان تو اند

گاہ چون بلبل نواخوان تواند — گاہ مثل گل پریشان تواند
خامش و ذکر الٰہی میکنند — در گدائی بادشاہی میکنند
فارغ از دنیا و دین در یاد تو — دمبدم ساغر زنان بر یاد تو
طرح عشقے ہر شبے انداختہ — شور یارب یاربے انداختہ
غنچۂ اسرارِ پنہانِ تواند — صورتِ آئینہ حیرانِ تواند
خستگان سینہ ہا تفسیدگان — رہروان پائے آماسیدگان
لالہ ہائے داغی صحرائے تو — شمعہائے مومی شبہائے تو
برگ لبہا را خزانی ساختہ — چہرہ ہا را زعفرانی ساختہ
آتشین افسانۂ ایشان خوش است — گریۂ مستانۂ ایشان خوش است
حبذا مژگان گوہر ریزشان — آہ از چشمان طوفان خیزشان
گاہ چون بلبل خروشان میشوند — غنچہ سان گاہی خموشان میشوند
سنگ خارا آب یا از آہ شان — ماہ تا ماہی کباب از آہ شان
اے خدا بزم خدا خوانی کجاست — محفل مردان ربّانی کجاست
اے خدا ژولیدہ مویان تو کو — خاک و خون آلودہ رویان تو کو
رستمی با ناتوانی می کنند — مردہ اند و زندگانی می کنند
بر سرِ راہ سفر استادہ اند — فارغ اند آمادہ اند آمادہ اند

جس مقام مین کبھی قیام رہا اُس محلہ والون کے کان جناب مرحوم کے نالہ ہائے شبگیر کے شاہد ہو گئے جس وقت مناجات شروع کرتے تھے قلب مبارک کلمات زبان کے ساتھ خشوع و خضوع کے حالت مین مستغرق ہو جاتا تھا رات دن مین کتنی مرتبہ ایسی حالت

طاری ہوتی تھی کہ گریہ گلو گیر ہے اور اضطراب و بے تابی نمایان ہے، اکثر حضرات کو دیکھا ہے کہ خلوص دل اور رجوع قلب سے دعا یا مناجات کرنے کے لیے مقام خلوت کی فکر کرتے ہین اور تنہائی مین اپنے دل پر اثر ڈال کر خاشعین مین شامل ہوتے ہین ۔ مشکل ہے کہ مجمع مین یا اجتماع موانع مین یہ حالت اونھین میسر ہو سکے مگر یہ خصوصیت مفتی صاحب ہی کے لیے حاصل تھی کہ ایک طرف بچے شور مچاتے ہین گھر کے رہنے والے اپنے اپنے کلام مین مصروف ہین غل ہو رہا ہے مگر مفتی صاحب قبلہ مصروف مناجات ہین اور اشکون کا تار بندھا ہوا ہے اور چیخ چیخ کر رو رہے ہین وہ تمام شور و شغب ذرہ بھر بھی اُن کے لیئے مانع نہوتا تھا بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ اسی حالت خضوع و خشوع مین کسی نے کچھ عرض کیا اور کسی کام کی طرف متوجہ کر لیا جناب مرحوم نے اُسکا جواب دیا اور جو کہنا تھا کہدیا مگر ادھر وہ دوسری طرف ہٹا اور یہان پھر فوراً وہی حالت طاری ہو گئی ۔

عابدان شب زندہ دار کی محفل مین وہ شمع محفل تھے اُن کے وظائف و اوراد اُن کا خضوع و خشوع اُن کی تلاوت قرآن اب تک جن لوگون کی نگاہون مین ہے وہ ذکر کرتے وقت بے اختیار رو دیتے ہین پچھلے پہر کا سناٹا اور اُنکا مناجات پڑھ پڑھ کے زار و قطار رونا ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے اجداد کے کیسے سچے پیرو تھے اور اُن کے دل مین خوف خدا کیسا بھرا ہوا تھا گویا دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلے اور اُس کھولتے ہوئے پانی کا جوش و خروش اور سلاسل و اغلال کے آوازین وہ دیکھتے اور سنتے تھے ۔ اہل ہمسایہ برابر پچھلے سے اُن کی آہ و فریاد کی آواز سُنا کرتے تھے دعاؤن کا ایک ایک فقرہ شدت گریہ کے سبب سے دیر تک اُن کی زبان پر جاری

رہتا تھا۔ جس شخص کی آنکھون کے آگے میدان قیامت کا ہولناک منظر نہ ہو وہ اسطرح اپنے سجادہ پر بلک بلک کر نہین رو سکتا گریہ نیم شبی کی لذت اُنھین نے اسطرح حاصل کی جیسے ہمارے ائمہ اسلام نے۔ یہان پر ایک شعر میر تقی میر کا یاد آگیا جو اُن کی حالت زبانِ حال سے بیان کر رہا ہے:-

نہ جاگنے مین ہی لذت نہ شب کے سونے مین　　مزا جو پایا تو پچھلے پہر کے رونے مین

مفتی صاحب کے کلام مین بہت بڑا حصہ ایسا ہے جو اُن کے مراتب عبادت اور اُنکے خوف و خشیت کا مظہر ہے۔ خدا سے ڈرنے والے اِن اشعار کو سُنین جو مثنوی "من و سلویٰ" مین سے جا بجا سے چُنکر لکھے گئے ہین۔

من باین زشتی کہ عار دوزخم		کہ بسوزاند شرار دوزخم
گرد تو د ہمیہ نارت شدم		فخر من باشد کہ در کارت شدم
	ایضاً	
من نمیگویم کہ ریحانِ توام		خادم اما خار بستان توام

کبھی اپنے تقرب کا اظہار فرماتے ہین:-

نالہا بسکہ سحر ہا زدہ ام بر در او		می شناسند ملائک ہمہ آواز مرا
	ایضاً	
الجحیم الٰہی خلقت امعائی		فآہ آہ علی کلبتی واحشائی
ام المقامع اعددتها لتضربني		لها هناك فوا رحمة لاعضائی

عابدان الٰہی اِس رمز سے آگاہ ہین کہ عبادت کے واسطے خلوت کی کس قدر ضرورت ہے بغیر اِسکے رجوع قلب اور اطمینان خاطر دشوار یہان تنہائی بہت

شکل سے ملتے تھے، غوغاے اطفال وہجوم اہل وعیال اِس کے علاوہ اکثر ایسے مواقع پیش آتے تھے جو مانع حضورِ قلب ہین۔ مگر مفتی صاحب کو کبھی کوئی سبب مانع نہین ہوا اُن کی جذبات کی زنجیرین جو عرش الٰہی تک پہونچی ہوئی تھین ایسے مضبوط زنجیرین تھین جنپر افعال بدنیہ اور موانع خارجیہ کا کبھی کوئی اثر نہین پڑا۔

لطیفہ مفتی صاحب کی ایک بہن تھین جن سے بہت زیادہ مانوس تھے اُن کا انتقال ہوگیا بعد فراغت تجہیز و تکفین مکان پر آئے اور جب رات زیادہ ہوگئی تو صبر و شکر کر کے حسب معمول مناجات الٰہی مین مصروف ہوے۔ یہ اشعار زبان اقدس پر جاری کیئے اور رونا شروع کیا:۔

الٰهی انتی لا لیک آتٍ — وما بیدی غیر السیئات
ولا لی شافع الا ولاتی — فکن لی راحما بعد الممات
بممنوع من الماء الفرات — ومصروع علی سطح الفلاۃ
ومرفوع علی راس القناۃ

گوشہ مکان مین ایک سائیس کی بیوی رہتی تھی اُس سے صبح کو لوگون نے پوچھا کہ جناب کی شب کو کیا حالت رہی اُسنے کہا کیا کہون رات بھر اپنی بہن کو یاد کر کے اور یہ کہہ کر کے رویا کیے کہ "وہ آتی تھی اور جاتی تھی اور کھانا لاتی تھی"، جب مفتی صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا گیا بہت ہنسے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آج شب کی مناجات مین بھی اشعار تھے۔ اُس عورت نے اپنی سمجھ کے موافق اُن اشعار کے قوافی سے یہ الفاظ پیدا کیے۔

حکایت ایک مرتبہ ایک مکان مین مفتی صاحب حسب عادت مناجات الٰہی

اور گریہ وزاری مین مصروف تھے پاسبان وہان کا ہندو تھا صبح کو اُسنے لوگون سے پوچھا کہ ان پر کیا مصیبت پڑی ہے کہ رات بھر اِسطرح رویا کرتے ہین کہ سننے والیکا دل بھر آتا ہے۔ مفتی صاحب کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو ایک دوسری مناجات نظم کی جس کا مطلب یہ تھا کہ "خداوندا اب میری حالت ایسی ہو گئی ہے کہ دشمن تک مجھپر رحم کرتے ہین تو تو ارحم الراحمین ہے"۔

خواب میر خورشید علی صاحب نفیس فرزند رشید حضرت انیس لکھنؤ کے ثقات اور ابرار لوگون مین تھے بیان کرتے ہین کہ مین نے جناب مفتی صاحب کو اُن کے انتقال کے بعد خواب مین دیکھا اور مزاج پرسی کی فرمایا کہ "خداوند عالم نے دو جنتین مجکو عنایت فرمائی ہین۔ ایک کو مین نے اپنے واسطے رکھا ہے اور دوسری جنت کو اپنے احباب کے واسطے۔

اِس جواب کی تصدیق اِس آیہ کریمہ سے ہوتی ہے" ولمن خاف مقام ربہٖ جنتان "۔

اُنکی عظمت شان وجلالت قدر کا اندازہ ایسے واقعات سے ہوتا ہے۔ ایک مثنوی مین طاعت کے لیے اوقات کی تقسیم کی ہے اور کس خوبی سے کی ہے۔

گاہ تنہا باش وگہ در انجمن	لیک بے یادِ الٰہی دم مزن
مرگ راہنگام وحدت یادکن	حشر را در وقت کثرت یادکن
یادکن وقتِ طلوعِ آفتاب	تابش خورشید در روزِ حساب
چون شود روز آخر و شب در رسد	یادکن تاریکی کُنجِ لحد

	ایضاً	
بجاست اشک ریزی این طول امل این دل کہ در خرابہ دنیا فگندہٗ		چشم ثمردار ز باران بے محل مانند گوہریست کہ افتادہ در وحل

ماہِ صیام کی راتون مین دعاے ابو حمزہ ثمالی دو بجے شب سے اُٹھ کر صبح تک پڑھا کرتے تھے اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ چند فقرات کی ہی تکرار کرتے کرتے صبح ہو گئی۔ اور دعا ختم نہو سکی۔

(۴)

توبہ وانابت

قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر عظمت الٰہی کسی دل مین راسخ ہوتی ہے اُسیقدر اُسے اپنے عجز و قصور اور خطا و تقصیر کا اعتراف بڑھتا جاتا ہے اور توبہ وانابت مین محویت رہتی ہے۔ جناب مفتی صاحب باوجودیکہ اپنی اوقات شب و روز مشاغل علمیہ اور عبادت الٰہیہ مین صرف کرتے تھے مگر اُنھین ہر وقت یہی معلوم ہوتا تھا کہ تمام دنیا مین مجھ سے زیادہ کوئی گنہگار اور قصوروار نہین ہے اور توبہ و استغفار و استعطاف مین مصروف رہتے تھے زار وقطار روتے تھے اور اپنی مغفرت کی دعا کرتے تھے۔ انھین کے چند شعر یہان لکھے جاتے ہین جنمین ان حالتون کا نقشہ کھنچا ہوا ہے:۔

اے خداوند کریم کردگار نے نماز بے ریا نے روزہٗ خرمن عمر عزیزم سوختہ دست من خالی ز سامان یکطرف	در بساطم نیست غیر از انکسار ہر شبے توبہ گنہ ہر روزہٗ وز گنہ انبارہا اندوختہ نامہ ام پر از گناہان یکطرف

هر چه فرمودی خلافش کرده ام	رو بدرگاهت کنون آورده ام
من باین زشتی که عار دوزخم	کے بسوزاند شرار دوزخم
گرد تو دو همیشه نارت شدم	فخر من باشد که در کارت شدم
ور کنی لذّت کشِ جنّت مرا	سخت باشد خجلت و حیرت مرا
لائقِ خشمم و لکن رحم آر	شرمسارم شرمسارم شرمسار
این منم از سوز غم بگداخته	این منم خود را بخاک انداخته
ناامید از کوی تو رفتن کجا	فضل مَن اَرجُو دانتَ المُرتَجی
زین گرفتاری رہائی ده مرا	ور شکستم مومیائی ده مرا

(۵)

شکرِ نعمت

مرتبہ شکر گذاری مین جناب مفتی صاحب کا ایسا مرتبہ تھا کہ بیش خُدا اُس کی قدر و عزّت جو کچھ ہوگی اُسے خدا ہی جانتا ہوگا۔ لیکن اہل دین اور تابعان شرع متین کے نظر مین بھی شاکرین کی صف مین وہ جناب ممتاز نظر آتے تھے جو نعمتین لوگون کی نظر مین قابل اعتنا نہین سمجھی جاتین جناب مفتی صاحب انھین بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ایک ایک نعمت پر غور کر کے اُسے بوجوہ مختلفہ نعمتہاے متعدہ قرار دے کر پے در پے شکر مین رطب اللسان ہوتے تھے اور بات بات مین سجدہ شکر کیا کرتے تھے فرماتے ہین ؎

شُکر احسان تو چسان بکنم	بکدامی لب و لسان بکنم
من ز تو تن ز تو زبان از تو	دل ز تو جان ز تو جهان از تو

حرفے از من کہ بے تعب آید	ہم ز توفیق تو بلب آید
ہست این نعمتی دگر توفیق	شکر بائست کرد بر توفیق
چون بپایے ز تو تفضل ہست	مشکل افتاد کاین تسلسل
من بعجز خودم معتر ہستم	میکنم شکر و معتذر ہستم
در سرم نخوت اکاسرہ نیست	مسلکم مذہب اشاعرہ نیست
شکر منعم بعقل واجب ہست	سیّما منعمی کہ واجب ہست
کند اقرارم ار تراخو شنود	مثل اقرار حضرتِ داؤد
برضائے تو کان بوداولے	قطع گردد تسلسل اے مولیٰ

چند شعر مناسب مقام ہین :۔

کام و لب و دہان ہمہ باشد ازان تو	حیف است اگر زبان نبود ورد خوان تو
نعمت دہی و دولت توفیق شکر ہم	این است شمۂ کرم بیکران تو
بر شکر نعمتے و بہر نعمتے است شکر	مشکل بود سپاس چنین امتنان تو

دوسرے مقام پر فرمایا ہے :۔

چگویم شکر نعمتہا زبان کو	زبان گر ہست یارائے بیان کو
زبان برگے ز باغ حکمتِ تست	بیان نعمتت ہم نعمتِ تست

ایک اور مقام پر ارشاد کیا ہے :۔

سیّدا یافتی از فضل خداوند ودود	آنچہ مقصود تو بودست فزون از مقصود
ادب و ذکر جمیل و شرفِ آبائی	مال و اولاد و مکان و کتب نامحدود
وقت شد وقت کہ در شکر شوی نغمہ سرا	مثل مثنی پدر قاری جنت داؤد

او دران ضیق معیشت قید رگفت سپاس	تو باین رفعت وحشمت چہ کفوری عنود
بعد ازین گر بکنی شکر چہ عجب وچہ عجیب	شکر آن بود کہ بے اینہمہ نعمت ہیود

(۲)

اِستجابتِ دعا

مفتی صاحب کی استجابت دعا زبانزد خاص وعام تھی چنانچہ اُسی کے متعلق بعض ثقات کے چشم دید یا اُن کے خود نوشت واقعات تحریر کیے جاتے ہین۔

ایک سال برسات بہت شدت سے ہوئی جسمین ہزارہا مکان گر گیے بڑی بڑی عمارتین منہدم ہو گئین مفتی صاحب ایک بوسیدہ مکان مین رہتے تھے اُن کی دعا سے وہ محفوظ رہا۔ ایسے طوفانی زمانہ مین یہ واقعہ ضرور حیرت انگیز ہے جس کو مفصلاً خود جناب مرحوم نے نظم کیا ہے:۔

بکاشانہ بود اقامت مرا	کہ از سنّے گردش اکترا
اساسش ندارد ثبات و ثبوت	کہ بودست چون خانہ عنکبوت
فضائیش وسیع وبنایش قدیم	بجا ماندہ چوبش چو عظم رمیم
نگشتہ دران خانہ ساکن کسے	نکردہ اقامت بجز جن کسے
اطاقش پر از شپرہ بود و مگس	بقسمی کہ راحت نمی یافت کس
درو باشش از تابش آفتاب	چو گرمابہ خالی از حوض آب
چو روزانہ جوشید خون در بدن	شبش پشہ نوشید مثل لبن
چو فاصد زتن خون بدر میکنند	دلے کے بہ فاسد نظر میکنند

چو زقوم در صحن آن یک شجر — کہ چون شاخ آہو نبودش ثمر
نباشد درون و برون جائے کس — درون عنکبوت ست و بیرون مگس
خلا از خس و خاک جائے نداشت — عجب ترکہ بیت الخلائے نداشت
یکی چاہ تاریک مانند گور — چو چشمان عاصی پر از آبِ شور
عجب جائے نحسی کہ تا بودہ ام — بحائے غب مبتلا بودہ ام.
طبیبے حبیبے لبیبے کہ بود — علاجی عجیبے غریبے نمود
بتدبیر و افکار زحمت کشید — غمم خورد و بسیار زحمت کشید
برمن زراہ نیاز آمدی — خودش گشت و بیمار و باز آمدی

(الی آخر مافی المثنوی الموسوم گوہر شاہوار)

ایک مرتبہ بلائے شدید اور گرانی سخت درپیش ہوئی بارش بند ہوگئی اور قحط پڑگیا۔ ماہ صیام ۱۲۹۴ھ کا واقعہ ہے کہ مفتی صاحب نے یہ شعر نظم فرمائے:۔

وجدت مصائبی متکثرات — وادوار الزمان مغیرات
شکوت الی السماء جمود عینی — فابکتہا بحبس المعصرات
فلم تبنت بذور واستغاثت — نفوس کن قبل مبدرات
لقد شاعت معاصی اللہ فینا — وان الجدب بعض مکفرات
ولو شاء استہل الغیث غزرا — وارسلت الریاح مبشرات

یہ اشعار عجب وقت اور عجب عنوان اور عجب حالت اضطراب میں زبان مبارک پر جاری ہوئے تھے گویا الہامی کلام تھا کہ صرف دو دن گذرنے پائے تھے کہ نہایت کثرت سے بارش ہوئی اور تمام عالم سرسبز و شاداب ہوگیا چشمے اُبل پڑے

اور قحط دور ہوگیا۔

ایک مرتبہ سنہ ۷۵ ہجری مین جناب مفتی صاحب بیمار ہوے جمادی الاولی کا مہینہ تھا علاج سے نفع نہوا طبیب کو خود تحیر تھا اور آخر کار بے سمجھے ہوے اور بغیر تعین و تشخیص علاج کرنے لگے جناب نے علاج سے قطع نظر کر کے دعا کی طرف رجوع کی اور یہ فقرات زبان پر جاری کیے اللھم اشفنی اذا طلع الفجر من لیلتی ھذہ ان فضلك علی کبیر وانك علی کل شی قدیرٌ خود تحریر فرمایا ہے کہ ادھر صبح ہوئی اور دن چڑھا اور صحت کے آثار شروع ہوگئے۔ عجب دعا تھی جس کا اثر اسقدر جلد ظاہر ہوگیا اسکے شکریہ مین یہ اشعار نظم فرمائے ؎

الھی الھی قد سمعت ندائیا ومن غیر تاخیر اجبت دعائیا
مرضت وقد حار الطبیب تحیرا فبالخرص والتخمین عالج دائیا
وکدت اذوق الموت خوفا وخشیۃ فما کان الامن لدیك شفائیا
لك الحمد یا اللہ حمدا مؤبدا یقرب من نعماك ماکان نائیا
کذلك فادفع رب اعراض باطنی وفی الحشر امن روعتی یا رجائیا
وصل علی خیر النبیین احمد وعترتہ الاطھار ھم شفعائیا

اسی سنہ کے ماہ صفر مین بھی اسیطرح دعا قبول ہوئی تھی کہ بیماری شدید تھی دعا فرمائی صحت حاصل ہوئی۔

خود جناب مفتی صاحب نے بعبارت عربی ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے ”کہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین ماہ جمادی الاولی سے ماہ رجب تک ایسا اتفاق ہوا کہ بارش رک گئی اور شدید خشک سالی ہوئی، یہانتک کہ لوگون پر ناامیدی اور مایوسی

چھا گئی۔ اُسوقت مین نے بعد نماز دعا کی صرف دُو دن گذرے تھے کہ بارش ہوئی اور جھڑی لگ گئی۔ اور بقدر ضرورت پانی برسا۔ اِسی اثنا مین مجھے کانپور جانے کا اتفاق ہوا اور مین نے نواب صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا اُنھون نے فرمایا کہ اب تو یہ دعا فرمایئے کہ بارش رُک جائے مین نے دعا کی اللھم حوالینا ولا علینا بس بارش رُک گئی اور عرصہ تک رُکی رہی اور گرمی کی شدت سے لوگ پریشان ہوگئے ایک دن نواب صاحب کے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی اور یہ حکایت مین نے اُن سے بیان کی اُنھون نے گرمی کی شکایت شروع کی اور کہا کہ اب پھر نزول باران کی دعا فرمایئے۔ اِسکے دوسرے روز مین نے دعا کی اَللھم انزل علینا ماء غدقا یصح بہ الابدان ویقوی بہ القوی وینبت بہ البنات اِسکے بعد جب صبح ہوگئی گھر کر ابر آیا اور مینھ برسنا شروع ہوا خاتمہ کلام اِس مثل پر فرمایا ہے کہ فالعجب کل العجب بین جمادی ورجب۔

قیام کلکتہ کے زمانہ مین ایک دن مصارف کیلئے کچھ ضرورت درپیش ہوئی اور سامان بہم نہ پہونچا جناب نے دعائے مجیر پڑھ کر دعا کی تھوڑی دیر گذری تھی کہ خداوند عالم نے ضرورت سے زیادہ مرحمت فرمایا۔ لوگون کو اِس دعا کی طرف توجہ ہوئی اکثر صاحبان حاجت نے پڑھا لیکن دعا کے ساتھ قلب ولسان کی صلاحیت بھی درکار تھی۔

خود تحریر فرمایا ہے کہ مین بمقام کلکتہ ۱۲۷۶ھ ہجری مین ایک دوست کے ساتھ اپنے مکان مین بیٹھا تھا۔ ماہ شعبان کی گیارھوین تاریخ کی شام کا وقت تھا کہ یکایک عورتون کے رونے کی آواز ہمسایہ سے آئی۔ یہ لوگ معمولی آدمی مساکین تھے مین نے

دریافت کیا معلوم ہوا کہ کوئی مریض جان بلب ہے مین فوراً اُٹھا اور رفیق کو ہمراہ لیا مجھ سے اُس شخص نے کہا کہ ان لوگون کی عادت ہے کہ اپنے بیمار کو کثرت سے پانی ڈال کر خود مار ڈالتے ہین۔ اور جب کوئی بیمار بیہوش ہو جاتا ہے اُسکی ناک بند کر دیتے ہین کہ جلد دم نکل جائے جب مین پہونچا تو چند سیاہ رنگ فقرا کو دیکھا کہ برہنہ ذلیل رذیل بنگالی لوگ ہین۔ ایک شخص کے گرد جمع ہین اور وہ ایک بیمار بچہ کو گود مین لیے ہوئے ہے اور اُسکے سامنے ایک شخص کچھ مہملات پڑھ رہا ہے اور اُسکی مان ایک گوشہ مین آہ وزاری کر رہی ہے۔ اور سب کے سب زمین پر بیٹھے ہین نہ کوئی فرش ہے نہ سامان نہ کوئی طبیب ہے نہ معالج اور وہ بچّہ بیہوش ہے مین قریب گیا اور مین نے سورہ حمد اور آیۃ الکرسی بکمال انکسار پڑھی اور دعا کی:۔

اللھم اشفه بشفاءك وداوه بدوائك وعافه من بلائك فانه عبدك وابن عبدك وابن امتك ۔ وہ شخص خوش ہو گیا اور شکر ادا کیا۔ پھر شام کے وقت مین نے استفسار حال کیلئے ایک شخص کو بھیجا تو ایک عورت نے کہا کہ وہ تو اُسیوقت سے اچھا ہو گیا اور اُسنے آپکے جانے کے بعد پانی مانگا۔

ایسے مقدس نفوس کی دعاؤن کا مستجاب ہونا محل تعجب نہین اسلئے کہ اُنکا ہر سخن دریاے معرفت مین ڈوبا ہوتا تھا۔ اس مقام پر بعض لطیف اشعار جناب مرحوم کے نظر افروز ہوے جس سے اُن کے مراتب عبادت واستجابت دعا کا اندازہ ہوا چونکہ نظماً یہ ایک دلچسپ موعظہ ہے اسلئے ناظرین کو مین اس سے محروم رکھنا نہین چاہتا۔

مدتی ہست خدایا کہ طلبگارِ توام ۔۔۔ ذرہ کوے توام سایۂ دیوارِ توام
از جوارِ خودم اے واے کجامی رانی ۔۔۔ خستہ ام نا بلد از کوچۂ اغیارِ توام
دل آزردۂ من زخم ترا می طلبد ۔۔۔ کہ بود مرہم جان ناوک سوفارِ توام

بکش از دست خودم گر سر کشتن داری	تا دہد آب بقا خنجر خونخوار توام
استخوان پنبہ و دل نازک و تن مویین است	کو توانائی سوزندگی نار توام
پارہ ہر چند شد پردہ ناموس چہ غم	کہ نظر دوختہ رحمت بسیار توام
چیست استادگی اے برکرم بر سر من	گل نیم خارم و روئیدہ گلزار توام
نیشتر بر رگ جانم زدہ سید این حرف	از کہ مرہم طلبم من کہ دل افگار توام

خاصان خدا کی شان کا تذکرہ

دلا شیوۂ عشق بازان شنو	بیا قصۂ جان گدازان شنو
یکے اشک ریزان یکے در خضوع	یکے در سجود و یکے در رکوع
یکے رفتہ لبیک زن در حرم	یکے قشقہ زن ماندہ پیش صنم
یکے ہمچو پروانہ جان سوختہ	یکے سر بسر شمع سان سوختہ
چو بلبل سحرہا خروشان یکے	چو گل در تفکر خموشان یکے
یکے دادہ گوشے بر آواز غیب	یکے سر بصحرا یکے سر بجیب
یکے شب بسر کردہ در تاب و تب	یکے ناتوان و یکے جان بلب
ہمہ تنگدستند و ہم مالدار	ہمہ کہنہ مستند و ہم ہوشیار

کبھی یہ اشعار پڑھتے تھے اور اپنے جذبات دلی کا اظہار کرتے تھے۔

خوب است در فراق تو شبہا گریستن	از خلق دور رفتن و تنہا گریستن
چاکے زدن بجیب و گریبان ز اضطراب	دستے زدن بدامن صحرا گریستن
بودن تپان چو ماہی بے آب بر زمین	چون سیل شور کردن و دریا گریستن
لرزیدن از خیال لقائے خدا چو بید	چون ابر از تصور عقبےٰ گریستن
کردن خیال محکمہ روز بازخواست	ز اندیشہ گواہی اعضا گریستن

در فکر نار دوزخ و غسلین گداختن   خون دل و جگر ہمہ یکجا گریستن
خواہی کہ روز حشر کنی خندہ۔ بایدت   امروز از مصیبت فردا گریستن

کبھی یہ اشعار مناجات پڑھتے تھے جو حضرت سید الساجدین کی طرف منسوب ہیں

یا قاهرا بالمنا یا کل جبار   بنور وجهك فاعتقني من النار
ان الملوك اذا شابت عبيدهم   في رقهم عتقوهم عتق احرار
وانت يا سيدی اولاهم كرما   قد شيبت في الرق فاعتقني من النار

کبھی یہ شعر پڑھتے تھے۔

قدسی ندانم چون شود سودائے بازار جزا   او نقد آمرزش بکف من جنس عصیان در بغل

کبھی سعدی کے اشعار میں سے یہ شعر ورد زبان رہتے تھے۔

باد گل بوئے سحر خوش می دمد خیز اے ندیم   بسکہ خواہد رفت بر بالائے خاک ما نسیم
گر بسوزانی خداوندا سزائے فعل ما است   ور ببخشی رحمت عام است و احسانت قدیم
آنکہ روزی داد و جان بخشید و چندین لطف کرد   ہم ببخشاید چو مشت استخوان بیند رمیم

اکثر نظامی کے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:۔

عقوبت مکن عذر خواہ آمدم   بدرگاہ تو روسیاہ آمدم
امیدم بتو ہست زاندازہ بیش   مکن ناامیدم ز درگاہ خویش
چو بازار من بے من آراستی   بآن رسم و آئین کہ میخواستی
ز رونق مبر نقش آراستم   نصیبے دہ از گنج بخشائشم
گناہ من از نامدی در شمار   ترا نام کے بودی آمرزگار
مرا نیست از خود حسابی بدست   حساب من از تست چندانکہ ہست

اگر چشم و گوش است گردست و پای — زمن باز ماند ہر یک بجائے
توئی آنکہ تا من منم با منی — وزین ور مبادم تہی دامنی

کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ رباعی

خدایا ز خوانی کہ از بہر خاصان — کشیدی نصیب من بے نوا کو
اگر میفروشی بہا لیش کہ دادہ — وگر بے بہا میدہی بخش ما کو

یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

دل کامیاب وصل نگشت آہ آہ آہ — عمر طویل بے تو گذشت آہ آہ آہ
در کوچہ حبیب میسر نشد قرار — گشتیم کوہ و قریہ و دشت آہ آہ آہ
ما از نعیم مستحق یک وجب نیئم — معدود شد بہشت بہ بہشت آہ آہ آہ

مکان کے قریب ایک مختصر مسجد تھی جس مین تین چار آدمی بھی بمشکل آسکتے تھے اکثر وہان تنہا مصروف گریہ وبکا رہتے تھے، خلاصہ اپنے زمانہ مین خوف و خشیت الٰہی مین خود ہی اپنی نظیر تھے رحمۃ اللہ علیہ۔

کبھی یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

دارم دلکے غمین بیامرز و مپرس — صد مرحلہ در کمین بیامرز و مپرس
شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم — اے اکرم اکرمین بیامرز و مپرس

ایک مناجات کے چند بند:-

اے وائے کہ عمرت گشتہ تباہ — شد نامہ و رویت جملہ سیاہ
برخیز و بگو ہر شام و پگاہ — اللہ اللہ اللہ
او با تو چہا احسان کردہ — ہر درد ترا درمان کردہ

	توجنان طلبی عصیان کرده آن خالق انس وجن و پری سید ہر دم نامش ببری		اللہ اللہ اللہ اللہ ذات پاکش از نقص بری اللہ اللہ اللہ اللہ	

(اسمین پندره بند ہین)

کرامات و توفیقات

نماز استسقا اور قبول دعا حکیم مرزا کاظم حسین صاحب بیان کرتے ہین کہ غالباً ۱۲۹۵ھ ہجری یا ۹۶ ہجری مین جب کہ گرمی کی شدت تھی اور قحط پڑا تھا کمترین مرحوم شیخ علی محمد صاحب کے مطب مین بیٹھتا تھا۔ شدت قحط سے لوگ جان بلب تھے حضرات اہل سنت و جماعت نے نماز استسقا عیش باغ مین پڑھائی تھی۔ جناب مفتی صاحب مرحوم سے بھی معززین شہر نے نماز استسقاء کی استدعا کی جناب مرحوم لکھنؤ مین تشریف فرما تھے حکم دیا تھا کہ سب لوگ روزے رکھین چنانچہ بہت لوگون نے روزے رکھے کمترین نے بھی تعمیل حکم کی۔ الغرض وقت صبح کوئی آٹھ یا نو بجے جوہری محلہ والے مکان سے جناب مرحوم مع اُن حضرات کے جو آئے تھے روانہ دریا ہوے۔

رومی دروازے کے آگے نماز پڑھائی بعد اُسکے منبر پر تشریف لیگئے۔ قریب ہزار آدمی کے جمعیت تھی۔ جب منبر پر تشریف لیگئے ابر اُٹھا اور ترشح شروع ہوگیا بعد اُسکے جناب مرحوم مولوی سید علی صاحب منبر پر تشریف لیگئے اور اثناے بیان مین فرمایا کہ آج بھی حضرت عباس پانی لینے کو آئے ترشح ہوا پانی برسا لیکن جناب عباس کو پانی

کیونکر ملا۔ اِس واقعۂ مصیبت کا وہ اثر ہوا کہ مجلس اپنے ہوش مین نہ رہی۔ مجھے یاد نہین کہ سب کیونکر وہان سے چلے کیونکہ میری حالت زیادہ خراب ہوگئی تھی جناب مرحوم سروپا برہنہ تھے۔ صرف کرتہ اور پائجامہ پہنے تھے۔ موجودین مین میرے اُستاد مرحوم حکیم شیخ علی محمد صاحب اور اُستاد مرحوم منشی سید ریاض احسن صاحب اور جناب مولوی سید علی نقی صاحب مرحوم بھی تھے۔

کرامت دیگر

ایک مرتبہ زمانہ قیام لکھنؤ مین ایسا اتفاق ہوا کہ موسم گرما مین آسمان بالکل صاف تھا اور کہین کف دست کے برابر بھی ابر نہ تھا اور نہ موسم بارش کا تھا ایک مکان مین بالاے بام طلبہ کو پڑھا رہے تھے اُسی مکان مین عیال و اطفال بھی جناب مرحوم کے تھے اور کوٹھی کا زینہ جسطرف تھا وہان چھپر پڑا ہوا تھا۔ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا کہ یکایک چھپر مین آگ لگ گئی اور شعلے اُسکے بلند ہوے اور تمام زینہ اور کوٹھا مشتعل ہوگیا۔ کوٹھے سے نیچے آنے کا کوئی دوسرا راستہ بھی نہ تھا۔ دھوئین سے سب کا دم گھٹنے لگا۔ اور نیچے اُترنے کی کوئی سبیل نہ تھی اور ایسی صورت پیدا ہوئی کہ سب جلکر مرجائین جناب مرحوم مضطرب و پریشان ہوگئے اور عورتون کے رونے کی آوازین بلند ہوئین اُس وقت جناب مرحوم نے آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھا اور دونون ہاتھ اُٹھا کر رو رو کر مینھ برسنے کی دعا کرنے لگے اور جناب احدیت کی طرف رجوع کی۔ دعا چونکہ خلوص کے ساتھ تھی یکایک ایک چھوٹا سا ٹکڑا ابر ظاہر ہوا اور آناً فاناً پھیلنا شروع ہوا اور پانی برسنے لگا اور اِسقدر برسا کہ وہ آگ خاموش ہوگئی اور جو لوگ اُس مکان مین تھے سب زندہ بچ گئے۔ تھوڑی دیر

کے بعد فوراً بارش بھی بند ہوگئی۔ عجیب تر یہ بات ہے کہ جو مکان ارد گرد تھے وہان ایک قطرہ بھی نہ برسا۔ یہ واقعہ ۱۵ ار صفر ۱۲۷۴ھ روز دوشنبہ کا ہی۔ جناب مرحوم نے اِسی واقعہ کی حالت نظم بھی فرمائی ہے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہون۔

وقع الحریق ظهرة فی داری	فتحیرت فیها اولوا الابصار
فتلهبت شعل لم یوجد سوی	قطرات دمع بالتضرع جار
فدعوت ربی بانهما رسحابة	فاجابنی بهواطل الامطار
فاغاثنی غیث ورق لودق لی	لله درسمائه المدرار
ادعوا کذلك ان تفیض علی من	سیب النوال تکرما یا باری
وکما رحمت الیوم قلة حیلتی	فقنی کذالك غدا عذاب النار

ایک حیرت انگیز کرامت

ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب کانپور مین بمقام گوال ٹولی نواب سید باقر علی خانصاحب مرحوم کے بنگلہ کے احاطہ مین ایک مکان مین تشریف رکھتے تھے اور صحن خانہ مین مشغول نماز تھے۔ اِس مکان کی دیوارین پختہ نہ تھین بلکہ ٹٹیان پھونس کی جابجا لگی ہوئی تھین جنمین آگ جلد اثر کرسکتی ہے زوال کا وقت گزر چکا تھا غالبًا نماز ظہر ہوگی جناب مرحوم بموجب اپنی عادت مستمرہ کے خضوع وخشوع اور توجہ قلبی اور سوز و گداز کے ساتھ نماز مین مشغول تھے ابر گھرا ہوا تھا سیاہ گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ ناگہان سخت کڑک ہوئی اور بجلی چمکی اور صاعقہ نے جناب کو گھیر لیا سر کے گرداگرد آگ کا ایک حلقہ معلوم ہوتا تھا۔ دیکھنے والون کی آنکھین خیرہ ہوگئین اور سب پر دہشت عظیم طاری ہوگئی اور جناب مرحوم فرماتے ہین کہ میری یہ حالت ہوئی کہ دم گھٹنے لگا سانس رُکنے لگی

اور گندھک کی بوبہت زیادہ میرے ناک مین آئی - قریب تھا کہ مین ہلاک ہوجاؤن اِس حالت اضطراب مین کلمہ یا اللہ میری زبان پر جاری ہوا - یہ کلمہ زبان سے نکلا تھا کہ بجلی نے اپنا حلقہ سمیٹا اور بخط مستقیم وہان سے اُٹھ کر ایک درخت پر جو وہان سے قریب تھا جا گری یہ معلوم ہوا کہ اول بجلی نے کئی بار چارون طرف جناب کے چکر لگایا پھر وہان سے درخت کی طرف گئی - وہ درخت اور بعض جانور جلکر خاک سیاہ ہوگئے -

ناظرین غور کر سکتے ہین کہ اِس واقعہ سے کسقدر عظمت وجلالت اِیمانی ظاہر ہوتی ہے - کمتر سُنا ہوگا کہ صاعقہ اِسطرح گرے اور ضرر نہ پہونچائے -
چند شعر جناب مرحوم نے اِس واقعہ کی طرف اِشارہ کرکے فرمائے ہین جسمین پہلے واقعہ کیطرف بھی اِشارہ ہے -

حفظتنی سیدی من خاطف البرق	وصنت داری یا مطار من الحرق
ومثلہا دعوات عدہا عشر	نوہت باسمی بہا فی الجانب الشرقی
ابقیتنی کرمًا والنار باقیۃ	فان رحمت والا فہی لا تبقی

ان اشعار سے یہ بھی واضح ہوا کہ ایسے ہی دس مواقع پیش آئے جن مین جناب مفتی صاحب نے دعا فرمائی اور بارگاہ خدا مین فورًا مستجاب ہوئی - چونکہ تفصیل واقعات ہمین نہ تھے اِسلئے اُنکا ذکر ترک کیا گیا -

اِس واقعہ کی اِطلاع کیلئے جناب مفتی صاحب نے جو خط اپنے ولد امجد مولوی سید محمد عرف وزیر صاحب کو لکھا ہے درج کیا جاتا ہے :-

"برخوردار سعادت آثار خجستہ کردار نعمت کردگار نور الابصار جعلہ اللہ من الابرار

بعد دعائے حصول آمال و ترقی علم و کمال واضح باد ــه

زبرق و حرق پریروز در ہمین ده و دشت	رسیده بود بلائے و لے بخیر گذشت

و تفصیل این سرگذشت در سلک نظم منسلک گشت ــه

کلبهٔ ما که در بیابان است	خانه از نے ملو نیستان ست
وی بلائے ز آسمان آمد	که فلک نیز در فغان آمد
یعنی آواز رعد صاعقهٔ	داد جان را ز مرگ ذائقهٔ
من و طفل رضیع با دایه	بنده در صحن و ہر دو در سایه
ناگہان در نماز بعد زوال	شد دگرگون مرا ز صاعقه حال
آمد از آسمان بفرق فرود	تا بجدے که ہیچ فرق نبود
با صدائے که زہره آب شود	عالم جسم و جان خراب شود
بوئے کبریت در دماغ رسید	شعله پیچید و جسم من لرزید
لرزه بر طفل شیرخوار فتاد	لطف حق بود ورنه جان میداد
دل دران خوف و دہشت جانکاه	گفت بے اختیار یا الله
یک بیک برطرف شد از سر من	بر فتاده قریب این مسکن
سست شد جسم زان بلائے سخت	بر درختی فتاد و سوخت درخت

چون از نماز فارغ شدم بحال دیگران وا رسیدم و مطلع گردیدم مربیه دران حال فریاد میزد که "ہے ہے میرے میر صاحب" و طفل را بسینه چسپانید و بیکسو دوید و الا از ہول می مرد و مادر طفل که بیمار و باردار ہست البته جان بحق می سپرد لکن او دران حال بمن نگاه میکرد که دران دود گویا کلاه آتشین بر سرم بود

طاؤسہا را امید کہ ہر یکے از خوف بزمین حیپید گو یا ہمگی مردند و بالآخر جان بسلامت بردند و ہمان روز وقت صبح بعد از نماز در دعا خوانده بودم یا سبوح یا قدوس یا باری النفوس ردّ الی الطاؤس فانی عنہ مایوس وقت عصر طاؤس پیدا گشت و نمیدانم کہ سہ روز بے آب و دانہ درین شغال ہا براو چہ گذشت فالحمد للہ علی حصول النعمۃ وزوال النقمۃ یکسال صاعقہ در بنگلہ نظام الدولہ برادر نواب افتاد آنرا بباد فنا دادہ بود و امسال قریب مسکن این بنگلہ افتاد واللہ رؤف بالعباد ۵

نمازِ استسقاء

جناب حکیم مرزا محمد صادق صاحب ولد مرزا ہادی صاحب ایک مقام پر تحریر کرتے ہین کہ چالیس برس کا زمانہ گذرا ہوگا کہ ایک مرتبہ لکھنؤ مین بارش نہ ہوئی مجبور ہو کر لوگون نے جناب مفتی صاحب مرحوم کی خدمت مین نماز استسقا کے لئے عرض کیا ایک دن مقرر ہوا۔ صبح کے وقت جناب مرحوم اس شان سے اپنے مکان سے برآمد ہوئے کہ سر و پا برہنہ آنکھون مین آنسو بھرے ہوے آہستہ آہستہ کچھ کلمات بھی پڑھتے جاتے تھے۔ مومنین کا مجمع کثیر گریان و نالان ساتھ ساتھ تھا۔ جناب سید ابو الحسن عرف ابو صاحب قبلہ مرحوم بھی ہمراہ تھے جناب مفتی صاحب اِس مجمع کو لیے ہوئے نواب محسن الدولہ کی کوٹھی کے سامنے گوگھاٹ پر تشریف لائے اور نماز استسقا ہوئی منبر بھی نصب تھا۔ جناب مولوی میر سید علی صاحب مرحوم نے مجلس پڑھی اثنائے بیان مین یہ بھی فرمایا کہ جناب مفتی صاحب کے مقابلہ مین علمائے عصر کالعیال ہین جسطرح کبوتر اپنے بچون کو دانہ بھراتا ہے اُسی طرح جناب مفتی صاحب ان حضرات کو فیض پہنچاتے ہین اسکے بعد تمام لوگ اپنے گھر واپس آئے اور بفضل خدا ترشح ہوا۔ (یہ تحریر ۲۸ رجب ۱۳۲۶ھ کی تھی)

آداخر ماہ رجب ۱۲۷۴ھ مین جناب نے منشی سید مظفر علی صاحب اسیر کو خواب مین دیکھا جب کہ ان کا انتقال ہو چکا تھا اور وہ زمانہ غدر کا تھا منشی صاحب نے بیان کیا کہ مسماۃ عسکری بیگم میری لڑکی کا کہین پتہ نہین ملتا ہفتہ عشرہ کے بعد میر غضنفر علی صاحب خلف حضرت اسیر جناب کی خدمت مین حاضر ہوے آپ نے خیریت دریافت کی انھون نے کہا کہ سب بہنین بخیریت ہین مگر عسکری بیگم بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گئے۔

مولوی علیم اللہ نامی ایک شخص تھے ایک صحبت مین چاندی کا حقہ آیا مولوی صاحب پینے لگے کسی شخص نے اسمین تامل کیا مولوی صاحب نے سبب پوچھا انھون نے کہا کہ چاندی سونے کے ظروف کا استعمال حرام ہے مولوی صاحب ہنسے اور جناب امیر کی شان مین بے ادبی کا کلمہ کہا مفتی صاحب قبلہ کو سخت ناگوار ہوا اور دل مین بد دعا کی فرماتے ہین کہ دوسرے روز جناب مفتی صاحب حکیم کے یہان جا رہے تھے سنا کہ مولوی صاحب کے گولی لگی اور چند روز کے بعد مر گئے۔

ایک شخص نے ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب کو ایک معاملہ مین جھوٹا کہا جس سے سخت ملال پہونچا اور خدا کی طرف رجوع کی چند دن مین اسکا منھ سڑ گیا۔ اور آخر کار مر گیا۔

ایک مرتبہ بارش بہت شدید ہوئی جناب مفتی صاحب جس مکان مین تھے وہ بھی منہدم ہو گیا ناچار مع اہل و عیال ایک دوسرے کرایہ کے مکان مین تشریف لیگئے ایک روز راستہ کی طرف کے کمرے مین بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص باریش دراز آیا اور کہنے لگا کہ اس مکان مین پہلے ایک حافظ صاحب رہتے تھے وہ کہان ہین

آپ نے فرمایا کہ اب تو چند ماہ سے مین یہان رہتا ہون اُن کا حال معلوم نہین وہ شخص نہایت ملول اور افسردہ خاطر ہو کر بلجاجت کہنے لگا معلوم نہین وہ کس محلہ اور کس مکان مین گئے ہین کسی سے آپ اُن کا پتہ دریافت کرا دیجئے اُن سے نہایت ضروری کام ہے کوئی ملازم بھی اُسوقت نہ تھا جناب مفتی صاحب کو اُسکے اضطراب پر بیحد رحم آیا دوسرے کمرے کی طرف طرفۃ العین مین جا کر واپس آئے۔ اور فرمایا کہ تم کسی کی تلاش نہ کرو اپنے گھر جاؤ تمھارے یہان فرزند نرینہ پیدا ہوا ہے۔ ہر چند وہ شخص سنی المذہب تھا مگر متعجب ہو کر گھر دوڑا تو دیکھا لڑکا پیدا ہو چکا تھا القصہ اوسیطرح پھر واپس آیا اور چند روپیہ رومال پر رکھ کر دست بستہ نذر دی اور کہا کہ وہ پہلے نجومی مقیم تھے اُن سے کئی بار مین دردزہ کا تعویذ لیگیا تھا اور تسہیل ولادت ہوئی تھی آپ نے بغیر تعویذ بتا دیا اور اصل حال سے آگاہ کر دیا۔ یہ ہدیہ قبول فرمائیے آپ نے فرمایا بل انتم بھدیتکم تفرحون اُس نے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نے قبول نہ کیا اور وہ شکر بر زبان رخصت ہوا۔ اُسوقت کے حاضرین مین مرزا احمد زکی خان صاحب بھی تھے اُنھون نے دریافت کیا کہ قبلہ وکعبہ یہ کیا واقعہ ہے فرمایا یہ شخص آیا اور اُسکے اضطراب پر مجھے رحم آیا مین نے قرآن مجید سے تفاول کیا حضرت مریم کا ذکر اور حضرت عیسی کی ولادت کا ذکر برآمد ہوا فاجاءھا المخاض الی جذع النخلہ قالت یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا فناداھا من تحتھا الا تحزنی الایہ یہ دیکھکر مین نے کہدیا کہ جاؤ تمھارے یہان لڑکا پیدا ہو چکا۔

عدل و نصفت

اس جلیل القدر صفت کے بیان کیلئے اِسیقدر کافی ہے کہ اُن کے عدل و انصاف پر اتنا بھروسہ تھا کہ محکمۂ افتا اُنکے سپرد کیا گیا اور تحقیق جرائم اور اجرائے حدود شرعیہ اور فصل قضایا اُنکے سپرد رہا جو کچھ عدل و انصاف مقدمات راجعہ مین فرماتے تھے ایک عالم جانتا ہے لہٰذا اِسمین زیادہ تفصیل کی ضرورت نہین۔

جُود و سخاوت

جناب مفتی صاحب قبلہ کی طبیعت مین جود و سخا کی عادت تھی بذل و ایثار کو بہت پسند فرماتے تھے سیم و زر اور درہم و دینار کی کوئی قدر آپ کی نظر مین نتھی مال و دولت حاصل کرنے یا جمع کرنے یا اُسکے بڑھانے سے کوئی تعلق نہ تھا اہل حاجت کی خبر گیری و اعانت کا ہمیشہ خیال تھا۔

ایک مرتبہ آپ مسجد مین نماز پڑھنے کے لئے بیٹھے تھے۔ ایک مومن خادم مسجد نے عرض کی کہ میری دو لڑکیاں ناکتخدا ہین۔ اُنکی شادی کیلئے چادر عفت اور مردار شباب کے سوا میرے پاس کچھ نہین ہے لہٰذا آپ کسی رئیس سے سفارش فرما دیجئے تاکہ مین سبکدوش ہو جاؤن آپنے پوچھا کہ اِس کام کیلئے کتنی مقدار کی ضرورت ہے عرض کی کہ ڈھائی سو روپیہ مجھے کافی ہوگا۔ اتفاق سے اُسی روز کلکتہ اور کانپور سے تنخواہ آئی تھی صندوقچہ منگا کر مومن مذکور کو زر مطلوب مرحمت فرمایا۔ اور کچھ خیال نہ کیا

عیال واطفال پر کیا گذرے گی۔ اسکے بعد جب گھر مین تشریف لائے دیکھا کہ اہلِ بازار قرضۂ ماہِ گذشتہ کے متقاضی کھڑے ہین اور اہل خانہ مصارف ضروریّہ کے طالب ہین۔ یہ دیکھ کر آپ خاموش رہ گئے اصلِ ماجرا بیان تک نہ کیا۔

یہ بھی اہتمام تھا کہ جو کچھ ہو کسی پر اظہار نہو معلوم نہین کون کون جناب مفتی صاحب کے دست حق پرست سے پرورش پاتا تھا اور کس کس کی آپ خبرگیری کرتے تھے کسی کو معلوم ہی نہین ہوا۔ خود واقف تھے یا علام الغیوب یا وہ مساکین و فقرا جنکی آپ خبرگیری فرماتے تھے۔

اسیوجہ سے اکثر بے خبر حضرات یہ سمجھتے تھے کہ آپکی طبیعت مین بخل ہے حالانکہ یہ کتمان محض اسلیے تھا کہ یہ طریقہ اقرب الی التقرب اور پسندیدۂ بارگاہ خدا ہے اور سمعہ وریا سے بعید ہے۔ اور غالبًا اسیوجہ سے آپ اپنے ہاتھ سے اکثر دیا کرتے تھے کوئی داروغہ تقسیم کیلئے معیّن نہ تھا۔

یہی طریقہ اور طرز عمل آپ کا تقسیم تبرعات اور واجبات مالیہ مین بھی تھا۔ اور اسکے دو سبب تھے اول یہ کہ کہین غیر مستحق کو نہ پہونچ جائے دوسرے یہ کہ منت نہو اہل استحقاق کے تحقیق حال مین اہتمام کرتے تھے زکوٰۃ یا فطرہ مین عدول مؤمنین کو مرحمت کرتے تھے یا اطفال کو عنایت فرماتے تھے۔ اسیوجہ سے تقسیم مین تاخیر ہوتی تھی اور لوگ بدنام کردیا کرتے تھے مگر انھین کچھ پروا نہ تھی وہ حکم خدا کے پابند اور احتیاط کے ملتزم تھے۔

ایکدن نواب نوازش علی خان صاحب قزلباش رئیس لاہور اپنے رفقا کو چھوڑ کر تن تنہا پنجابی سادی وضع مین آئے اور زنجیر ہلائی دریافت کیا کہ کون ہے جواب دیا

کہ نوازش حاضر ہے جناب اندر سے تشریف لائے خیال ہوا کہ کوئی حاجتمند شخص ہین اُنھین ٹھہرا کر پھر اندر چلے گئے۔ اور کسی لڑکے کے ہاتھ کے کرتے کی ایک فرد لائے اور آہستہ فرمایا کہ اسوقت اور کچھ نہین ہے یہ قبول کیجئے۔ اُنھون نے جواب دیا کہ مین صرف زیارت کیلئے آیا تھا اسکی ضرورت نہین۔ اسکے بعد رخصت ہو کر چلے گئے۔ اور اپنے مقام پر ذکر کیا کہ درحقیقت جناب مفتی صاحب عجب شان کے عالم ہین۔ ان کے دلپر اس عنوان کا ایک خاص اثر ہوا مگر جناب مفتی صاحب کو اسکی خبر نہ تھی۔ دوسرے روز اُنھون نے گاڑی بھیجکر بلایا تشریف لیگئے نہایت اعزاز و احترام کیا اُسوقت معلوم ہوا کہ جو شخص آئے تھے وہ نواب نوازش علی خان صاحب قزلباش تھے۔

زہد توکل و اِستغنا و قناعت

چونکہ جناب مفتی صاحب کی اخلاقی خصوصیات سے طبیعت مین حیا تھی کمسنی مین جب بدرالدین کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھتے تھے جو کچھ سامنے رکھدیا جاتا تھا اُسی پر قناعت کرتے تھے اور اسکے سوا کوئی چیز طلب نہ کرتے تھے یہان تک کہ اگر روکھی روٹی سامنے ہوتی تھی اوسیکو کھا لیا کرتے تھے۔ چنانچہ سابق مین یہ مطلب لکھا جاچکا ہے جب ماں کے ساتھ یہ حالت تھی تو دوسرون سے مانگنا کیا معنی۔ اِسیوجہ سے شباب مین بھی قناعت کی خو راسخ رہی اور یہی سبب تھا کہ اول اول سعی و سفارش کا مرحلہ بھی بہت عظیم معلوم ہوتا تھا اِسلئے کہ اسمین بھی سوال کی نوبت آتی تھی اگرچہ دوسرے کیلئے ہی کیون نہ ہو۔ اسی صفت حیا کا اثر تھا کہ جب غسل فرماتے تھے تو پردے ڈال لیا کرتے تھے اور بغیر لنگی کے غسل نہ کرتے تھے اور جب گھر مین بیٹھتے تھے تو جسم برہنہ نہ کرتے تھے

موسم گرما مین بھی لباس پہنے رہتے تھے۔ یہ بات تو ضمناً بیان ہوگئی صفت زہد و قناعت کی حالت یہ تھی کہ صغرسن کا واقعہ خود بیان فرمایا کہ ہمارے دادا بہت صاحب تموّل تھے حیدرآباد سے لکھنؤ تشریف لائے میرا سن چھ سات سال کا تھا اور مین علمِ نحو مین مصباح پڑھتا تھا۔ بتقریب عید پہلے پہل والد مرحوم مجکو دادا صاحب پاس لیگئے اور گھر پر سمجھا دیا تھا کہ اگر تمھارے دادا تم سے خوش ہوکر کہین کہ ہم سے کچھ مانگو تو تم کہنا کہ ہمارے نام بھی تنخواہ جاری کر دیجئے جب مین دادا صاحب کیخدمت مین پہونچا۔ سلام کیا تو دادا صاحب نے اردو زبان مین پوچھا "لڑکے کیا پڑھتا ہے" مجکو برا معلوم ہوا مین نے کہا "چرا جناب شما با من فارسی حرف نمی زنید" یہ سنکر دادا صاحب نے متعجب ہوکر فرمایا "کہ بچہ تو فارسی میدانی" مین نے کہا "بلے میدانم" دادا صاحب نے پوچھا کہ "چہ می خوانی" مین نے کہا کہ "مصباح" فرمایا کہ "کدام مصباح" اسوقت مجھے نہین معلوم تھا کہ دعاؤن کے بیان مین ایک مصباح کفعمی بھی ہے۔ مین نے کہا کہ "آیا مصباح چند تاست" دادا صاحب نے فرمایا "بلے" (اُن کا خیال یہ ہوگا کہ اتنا بچہ مصباح النحو بھلا کیا پڑھے گا مصباح کفعمی مین سے دعائین یاد کرتا ہوگا) مین نے کہا کہ "مصباح کہ در نحو است می خوانم" بہت خوش ہوے اور فرمایا "چیزی بپرسم" مین نے کہا "بسم اللہ بپرسید لکن من ہم خواہم پرسید" یہ سنکر دادا صاحب مسکرانے لگے اور فرمایا بہتر بہتر بپرس۔

بہرحال اُنکا جواب دینا تو کوئی بات نہ تھی لیکن اُنھون نے جو پوچھا مین نے ٹھیک جواب دے دیا۔ بہت خوش ہوے اور فرمایا "کہ چیزے از من بخواہ" ہر چند والد نے بہت تاکید کی تھی کہ تنخواہ کیلئے کہنا مگر مین نے گوارا نہ کیا اور کہا کہ مین

چاہتا ہون کہ اجازت دیجیے آپکے کتبخانہ مین جو کتابین مجھے پسند آئین مین لے لون فرمایا بہتر " بروہ بگیر " چنانچہ مین نے اپنے مطلب کی چند کتابین چن لین مگر افسوس ہے کہ کتبخانہ ہر چند بڑا تھا لیکن میرے مطلب کی کتابین کم تھین ۔

حکایت

میر جعفر مسیح لکھنؤ کے اُمرا سے تھی مفتی صاحب کے حالات علم و کمال اور شہرہ سُنکر مشتاق ملاقات ہوے اور خواہش کی کہ مفتی صاحب انسے ملاقات کرین لیکن اُنھون نے منظور نہین فرمایا، اور چند شعر نظم فرمائے جنمین سے بعض اشعار درج کیے جاتے ہین اور وہ اشعار میر جعفر صاحب کے پاس بھیجدیے ۔

دوش پیغام مسیحا بمریضے گفتند ۔۔۔ کہ شد از بہر متاع تو خریدار مسیح
یعنی از لطف ترا می طلبد عیسی تو ۔۔۔ اے خوشا درد کہ دارد سر بیمار مسیح
گفت من خاکی و جایش بسپہر چارم ۔۔۔ دارد از خستہ دلان دوری بسیار مسیح
من بیمار چسان تا بمسیحا برسم ۔۔۔ چہ عجب آید اگر بر سر بیمار مسیح

میر جعفر مسیح صاحب اشعار دیکھکر بیحد خوش و مسرور ہوے اور بہت مدح و ثنا و تحسین و آفرین فرمائی اور ملاقات کیلیے مفتی صاحب کے مکان پر خود حاضر ہوے اور شرف ملاقات حاصل کیا ۔

اِس مقام کے مناسب ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شخص باکمال ناداری کی مصیبت مین مبتلا تھے اتفاقاً بیمار ہو گئے ایک مصرع لکھکر بادشاہ وقت کے پاس بھیجا ۔ بادشاہ بھی بافہم اور قدردان تھا دیکھتے ہی اُس مصرع کے بادشاہ فوراً عیادت کے لیے چلا آیا اور بہت کچھ سلوک کیا ۔ وہ مصرع یہ تھا ۔ ع

انا کالذی احتاج مایحتاجہ

جو حضرات ادب کا ذوق رکھتے ہین وہ لطف اندوز ہونگے۔ شاعر نے اپنی ذات کو کلمۂ الّذی سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ جس کا محتاج یہ کلمہ ہے اُسی کا محتاج مین بھی ہون اور الّذی موصول ہے اور عائد اور صلہ کا محتاج ہے۔ عائد سے عیادت کی طرف اور صلہ سے عطیہ کی طرف اشارہ تھا جسے خوش فہم بادشاہ خوب سمجھا۔ فرق اتنا ہے کہ اس کا شعر حسن طلب اور سوال پر مشتمل ہے اور اشعار سابقہ استغنا کی شہادت دے رہے ہین یہ حالات زمانِ شباب کے تھے۔ اس کے بعد تو وہ جناب زہد و توکل مین اپنا خود نظیر تھے۔

من وسلوی مین ارشاد فرمایا ہے:-

چیست نان جو قناعت بر قلیل	مالِ دنیا در نظر باشد ذلیل
غم مخور گر خوان بغرا نیست نیست	نان جو کافی است گیپا نیست نیست
حضرت موسیٰ کلیم اللہ بود	در قناعت ہم ید بیضا نمود
گنج قارون بود در چشمش حقیر	در دعا گفت است من خیر فقیر
گرچہ خود عمرے درازی داشت نوح	خشت بر خشت دگر نگذاشت نوح
حضرت یحییٰ کہ ہمتا می نداشت	ہیچ فکر چاشت و شامی نداشت
مطعمش برگ شجر ہا بود و بس	ملبسش از لیف خرما بود و بس
گرچہ شاہ جن و انسان بودہ است	پشم ملبوس سلیمان بودہ است
پشم می پوشید ابراہیم نیز	غیر نان جو نخوردی ہیچ چیز
این بود طور و طریق رہبران	راہ رو بر جادۂ دین پروران
ہست دنیا کمتر از پر مگس	زان ندارند اہل دین با آن ہوس

صفت زہد وقناعت مین جو مرتبہ جناب مفتی صاحب کا تھا زبان زد خلائق اور ضرب المثل ہے۔ بادشاہی دورہ جب لکھنؤ مین ختم ہوا اور حکومت برطانیہ کا سنہ ۷۲ ہجری مین تسلط ہوا۔ متوسلین شاہی کے وسائل منقطع ہوئے اور اہل لکھنؤ پر ابواب مصائب کشادہ ہوگئے ہر شخص اپنی فکر مین مبتلا ہوا عجب تہلکہ تھا۔ جب امن وامان کی نوبت پہونچی تو ہر طبقہ نے اپنے حقوق کے استرداد کی کوشش کی اور سلطنت کے مراحم وسیع ہونے لگے کسیکی جاگیر ضبط شدہ واپس کی گئی کسیکی پنشن جاری ہوئی ہر شخص حسب حیثیت مستحق مرحمت ہوا جو جیس سال کا ملازم تھا اُسے پنشن ملی۔ مدرسہ سلطانیہ کے مدرسین کے لئے بھی پنشن قرار پائی جناب مولوی احمد علی صاحب نے بھی پنشن قبول کی۔ جناب مفتی صاحب نے مطلقاً سعی وکوشش بلکہ توجہ بھی نہ کی کہ اُن کی پنشن مقرر ہو بلکہ اُنھین بعض حکام نے بلایا اور مقرر کرنا چاہا لیکن اُنھون نے قبول نہ فرمایا۔ بلکہ جدید حکام کے پاس جانا بھی پسند نہ کیا۔ احباب مخلصین نے فہمائش بھی کی لیکن اسپر بھی التفات نہ فرمایا۔ اگر خواہش کی بھی تو اپنے حبیب لبیب نواب باقر علیخان صاحب معین الدولہ کی مخلصی کی خواہش کی اور وہ قبول بھی ہوئی۔

پھر متوکلاً علی اللہ خانہ نشین ہوگئے اور قناعت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ یہان تک کہ حسین علی وغیرہ خاص بردار آپ کے بھی آپکے آستانہ سے جدا نہ ہوئے اور جدید ملازمت کی اسکے بعد جو ماہ صیام آیا اور نواب صاحب ممدوح مع الخیر اپنے گھر آچکے تھے اُنھون نے نہایت اصرار والحاح کے ساتھ کانپور بلایا اور نہایت تعظیم وتوقیر کے ساتھ ٹھہرایا۔ مگر اتفاق یہ ہوا کہ نواب صاحب کربلاے معلّےٰ تشریف لیگئے اور جناب مفتی صاحب قبلہ

لکھنؤ واپس آئے اور پھر انقطاع اسباب کی زحمتین درپیش ہوگئین شرف الدولہ وغیرہ نے بہت کچھ خواہش کی کہ کوئی عہدہ جلیلہ مثل سابق قبول فرمائین لیکن کسی طرح پسند نہ فرمایا اور زہد وقناعت کے جادہ سے ذرا بھی قدم نہ ہٹایا اور توکل واستغنا کے سرمایہ کو کافی سمجھا

لکھنؤ مین پھر برجیس شاہی ہوئی مرافعہ اور کچہری مثل عہد سلطانی مقرر ہوئی مفتی صاحب کا جبر وصبر قابل قدر ہے کہ آپ نے پھر ذرا توجہ نہ کی متفرق مقامات مین بسر کرتے رہے اور عسرت وسختی برداشت کرتے رہے۔ اس دور کے وزیر شرف الدولہ ابراہیم اور ممو خان سپہ سالار غدر فوج باغی وغیرہ نے بلایا کہ کوئی عہدہ مثل سابق قبول کرین آپ نے ضعف وبیماری کا عذر کر دیا اور زیدپور تشریف لیگئے حضرت پور وکنتور وغیرہ مین رہے جب حکومت کی جستجو کم ہوگئی پھر لکھنؤ چلے آئے۔

کلکتہ کے سفر ثانی مین ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ نواب لائق علی خان صاحب سالار جنگ خلف مختار الملک مرحوم وارد کلکتہ ہوئے۔ چونکہ انھین جناب مرحوم کی زیارت کا اشتیاق تھا اور جو قرابت جناب مرحوم کے خاندان سے انھین حاصل تھی اُسپر فخر کیا کرتے تھے اسی بنا پر آستان مبارک پر بمقام مٹیابرج حاضر ہوئے جناب مفتی صاحب اُسوقت شاہزادہ جلیل القدر صاحب عالم مرزا جہان قدر بہادر کے یہان تشریف فرما تھے۔ نواب ممدوح دیر تک جناب مرحوم کے مکان پر منتظر رہے اطلاع بھی کرائی لیکن کسیوجہ سے تاخیر ہوئی آخر کار وہ واپس چلے گئے۔ مٹیابرج مین بعض اعیان نے جناب سے عرض کیا کہ سالار جنگ بہادر آپ کے یہان آئے آپ کو اُن کی بازدید مناسب ہے جناب مرحوم آمادہ نہوتے تھے مگر اُن لوگون کے اصرار نے مجبور کیا اور جناب کو وہان

لیے گئے۔ سالار جنگ اسطرح ملے جس طرح چھوٹے اپنے بزرگون سے ملتے ہین۔ نہایت مؤدب ہوکر پائین بیٹھے۔ جناب بھی اسیطرح باتین کر رہے تھے جس طرح خوردون سے بات کی جاتی ہے۔ کچھ دیر تک توقف کرکے جناب رخصت ہوئے تھوڑی دور تک نواب صاحب پہونچانے کو آئے اور عماد الملک سید حسین صاحب بلگرامی کو جو کہ جناب مرحوم کے تلامذہ مین سے ہین گاڑی تک بھیجا اور یہ خواہش کی کہ آپ حیدرآباد تشریف لے چلین۔ کسی طرح کی زحمت نہوگی اور قیام بھی زیادہ کرنا نہ پڑے گا صرف چھ مہینہ قیام فرماکر وطن تشریف لے آئیگا ایک ہزار روپیہ ماہانہ زمانہ قیام مین اور اسکا نصف نسلاً بعد نسل جاری ہوجائیگا۔ عماد الملک نے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نے قطعاً منظور نہ فرمایا اور جواب یہ دیا کہ ہم تو حیدرآباد نجف اشرف کے عازم ہین یہان نہ جائینگے۔

فقرا کی ہمنشینی کو بہت دوست رکھتے تھے اور رؤسا و اغنیاء کی صحبت سے متوحش تھے اور تا امکان اجتناب کرتے تھے اور اُن کے تکلفات اور لوازم ریاست سے کارہ ہتے تھے اور باوجود کثرت عیال و اطفال اور بے نظمی امور کے جادۂ استقلال سے قدم باہر نہ رکھتے تھے۔ زندگی بھر نہ کوئی مکان تعمیر کیا نہ خریدا ایک مکان زوجۂ اولی نے اپنی سلیقہ شعاری سے مول لیلیا تھا جناب نے وہ مکان انھین کو ہبہ کردیا۔

بوقت وفات مال دنیا سے سبکدوش اور فارغ البال تھے اُن کے متروکات مین کوئی سامان و اسباب نہ تھا چند استعمالی لباس اور کتبخانہ کے سوا کچھ نہ تھا البتہ ایک اشرفی تجہیز و تکفین کے لیے مخصوص کرکے رکھی تھی وہ باقی تھی۔ اگر انکی فقر پسندی پر تفصیلی نظر منظور ہو تو مثنوی تسکین مسکین ملاحظہ فرمائیے جس کے چند شعر اس مقام مین درج کیے جاتے ہین:—

آمدی اے فقر و ہمرازم شدی	با تو میسازم کہ دمسازم شدی
تازہ شد جانم کہ مہمانم توئی	نیست سامانم کہ سامانم توئی
از تو خوشتر نیست اے افلاس ہیچ	جز تو دیگر نیست با عباس ہیچ
اے شعار اولیا خوش آمدی	خیر مقدم مرحبا خوش آمدی
آرزو یت می نمودم سالہا	چشم بر راہ تو بودم سالہا
چون تو فخر فخر عالم بودۂ	بر ہمہ عالم مقدم بودۂ
اے انیس و مونس آل عبا	مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
با تو باشد چون نہ مارا ہمدلی	ہر دو ہستیم از محبان علیؑ
با تو گر صبر و شکیبائی بود	بر دو عالم کار فرمائی بود

زہد کی ترغیب مین ارشاد فرمایا ہے:-

ازهد فزهد المرء اية فضله	والفقر ليس بقادح فی نبله
فنبیّنا قد كان يخصف نعله	مع انه عرج السّماء بنعله

قابل غور یہ بات ہے کہ جناب مرحوم اُس خاندان سے تھے جو ثروت وغنا وجاہ وحشم و دولت مین مشہور تھا۔ اُنکے اجداد متموّل اور جود وسخا اور عالی ہمّتی مین نام آور تھے۔ لیکن زمانہ نے آپکے ساتھ مساعدت نہ کی۔ ہمیشہ کثرت عیال اور قلت زر و مال اور ہجوم افکار مین مبتلا رہے مگر بااینہمہ مستقل وقانع رہے اور شکر خدا مین رطب اللسان رہتے تھے اُنھین کا کلام ہے ؎

گوشۂ خاطر ما ملک سلیمانی ما	سر و سامانی ما بے سر و سامانی ما

اگر تاسف تھا تو اسقدر کہ حسب ضرورت اور بقدر حاجت کتابین نہ تھین۔ اور

تالیف وتصنیف کے لیئے جن چیزون کی ضرورت ہوتی ہے داروغہ یا محافظ کتبخانہ یا
مثلاً کاتب ومحرر اور ایسے حضرات جو الماری سے کتاب لے آئین اور بعد فراغ
رکھ آئین اور کتاب کا جو مقام دیکھنا ہے نکالدین فراہم نہ تھے تصنیف مین اکثر
یہ زحمت ہوتی تھی کہ خود اُٹھ کر کتاب لاتے تھے اور خود ہی بعد ملاحظہ رکھ آتے تھے
اور خود ہی اپنے ہاتھ سے مسوّدہ لکھتے تھے اور خود ہی صاف کرتے تھے یہ سب خدا کی
تائید تھی۔ اس بات کا افسوس زیادہ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کی حیات مین اُنکی تصنیفات
سواے دو چار کتابون کے طبع نہوئین اور عالم مین اُنکا نشر نہوا۔

ایک مقام پر یہ واقعہ اُنکے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا:۔

"از جملہ الطاف آلہیہ نسبت با اقل البریہ آنکہ درین ایام بسبب انعدام روزی نوبت بآن رسید
کہ از اُجرت حمّالین کہ ہشت آنہ از بعض احباب براے سواری اقل الطلاب بیکے ازانہا
عنایت شدہ بود استقراض کردم سواری خود رابروز دیگر انداختم چہار ٹنکہ ازان بعض
طباخان کہ چون من مقل بود دادم وبقیہ را در چاشت صرف کردم وبراے شام بالکلیہ
تعطل وتحیّر بود شبانگہ شخصی درکیسہ پانصد روپیہ آورد کہ فلان کس بطور قرض بتو
دادہ است واصلاحسن طلب ازین جانب بعمل نیامدہ بود۔ بعد استخارہ زر را گرفتم وگفتم
ادایش بالفعل مشکل است گفت تا چہار سال مطالبہ نخواہد کرد" ۱۴۔ محرم ۱۲۷۰ھ

محنت وریاضت

جناب مفتی صاحب عیش پسند یا راحت طلب نہ تھے بلکہ بہت بڑے مرتاض اور جفاکش تھے
تمام عمر اُنکی ریاضات بدنیہ ونفسانیہ مین بسر ہوئی بچپنے سے علم کی تحصیل کی مشقتین جھیلین

اور ایسی محنت کی کہ چودہ برس کے سن مین فارغ التحصیل ہوگئے۔ اسکے بعد تدریس مین وہ
ریاضت کی کہ تلامذہ کے تعداد اسوقت تک محدود نہو سکی تصنیف و تالیف مین وہ محنت
کی کہ تین سو سے زیادہ تدقیقات و تحقیقات سے مملو کتابین تصنیف فرمائین۔ کتب بینی
مین وہ مشقت کی کہ کتبخانہ مین جتنی کتابین تھین غالبا سب کی سب نظر سے گذری تھین
اور اکثر پر تحشی یا مطالعہ کے آثار و علامات موجود ہین۔ کتنی کتابین اپنے ہاتھ سے تحریر
فرمائین جو علاوہ مسودات تصنیفات کے ہین۔ پھر نظم عربی و فارسی کی ریاضت جسکا شمار
دشوار ہے بلکہ ہر صنف شعر کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ عقل کو حیرت ہوتی ہے۔ وہ
تلامذہ جنھین بخیال تخفیف زحمت بلاکر کچھ کام لیتے تھے وہ گھبرا جاتے ہین اور خود خستہ
نہوتے تھے۔ یہ امور ایسے اوضح ہین جنکی تفصیل بالکل غیر ضروری سمجھکر ترک کی جاتی ہے
مختصر یہ کہ اس قدر ریاضت فرمائی کہ اگر مجموعی مقدار صفحات کے ایام عمر پر تقسیم کیا جائے تو
ہر ساعت کے مقابل ایک معتد بہ خزانہ ملیگا۔ اعلی اللہ درجتہ فی الجنان

مکتوب فی الاعتذار الی اہل الدیار و الامصار

الی زبدۃ الاحباب ۔ سلالۃ الاطیاب ۔ ناصر سبط رسول الثقلین ۔ ناصر حسین صین جونپوری ۱۲
عن کل شین ۔ امّا بعد سلام محفوف بالاکرام ۔ مشحون بالاحترام ۔ فانا
فی ھذا الزمان ۔ ممنو بالالام والاحزان ۔ وکثرۃ الشیؤن ۔ وغلبۃ الدیون ۔
وشیب وھزال ۔ وضعف واضمحلال ۔ ووھن فی الاعضاء ۔ لقلۃ الغذاء ۔ وفرقۃ
الاخوان ۔ وفقدان الاعوان ۔ وشدۃ الرزایا ۔ وکربۃ البلایا ۔ وقرب الارتحال ۔
الی اللہ المتعال ۔ فان فرض الاقتدار علی کتابۃ الاعتذار ۔ وتیسر الکاتب

فالمکتوب الیہ عاتب ٭ نمثلی کمثل مدنف بقلقہ ٭ مشرف علی غرقہ ٭ وحولہ رجال علی الساحل ٭ یسلمون علیہ ویستفتونہ عن المسائل ٭ واکثرھا فضول ماھو فی شی من الفروع والاصول ٭ وھو لا یستطیع ان یرد سلاما ٭ ویحیی کلاما ولا ان یقبل علیھم ٭ ویعتذر الیھم ٭ فارحمونی ٭ ولا تکلمونی ٭ والسلام خیر ختام

اسی مطلب کے متعلق چند اشعار بھی دستیاب ہوئے ہین ۔

تلقی مسائل لا تحصی الیّ من — الاطراف تتری و امر الشرع ذو خطر
وکیف اکتب وحدی ما یکلفنی — جمّ غفیر وانی مثل مختصر
فرد وحید عمید ما معی احد — یعیننی فی مشیب مضعف البصر
وان للفرد منا کاتبی عمل — وھم ملائکۃ اقوی من البشر

وفائے عہد

نماز ظہرین کبھی اکثر میر باقر سوداگر مرحوم کی مسجد مین پڑھا کرتے تھے مومنین کا مجمع ہوتا تھا۔ ایک شخص ظاہرًا زاہد و متقی اکثر نماز مین شریک ہوتے تھے ایک روز اُنھون نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ میرے فلان عزیز کے لڑکے سے میری دختر کا عقد ہے۔ اودھر سے ممتاز العلما سید محمد تقی صاحب ہین اور اسطرف سے آپ بعد نماز مغرب عقد ہوجائیگا مفتی صاحب نے وعدہ فرما لیا وقت فضیلت نماز پڑھ کر فنس پر سوار ہوئے حسین علی خاص بردار عہد شاہی لالٹین لئے ہوے ساتھ تھا۔ بہت دور لیجا کر ایک مکان کے دروازے پر اُتارا مفتی صاحب قبلہ پالکی سے اُترکر اُنکے ہمراہ چلے اُسوقت آپ ایک سفید دوشالہ دور دار شاہی خلعت کا اوڑھے ہوے تھے صحن مکان مین داخل ہوے جو صاحب لیگئے تھے

اُنھون نے فرمایا کہ پہلے اندر عروس سے اجازت عقد حاصل کرلیجئے۔ آپنے ارشاد کیا بہتر اُن بزرگ نے لالٹین ملازم سے اپنے ہاتھ مین لی اور کئی قطعہ مکانات طے کرنیکے بعد ایک کمرے مین مختصر فرش پر بٹھا دیا۔ پردہ پڑا تھا۔ یہ کہکر کہ مین عروس کو یہان لاتا ہون چلنے کا قصد کیا آپنے فرمایا کہ سامان عروسی تمھارے یہان بالکل نہین لکھنؤ مین اِسطرح شادی بیاہ نہین دیکھا اُسنے عرض کیا مین بہت غریب ہون۔ یہ کہکر غائب ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور دو چار عورتون کو پردہ کے پیچھے لاکر بٹھا دیا۔ دوبارہ ایسا مفقود الخبر ہوا کہ پھر کر نہ آیا مفتی صاحب منتظر خاموش بیٹھے رہے۔ جب بہت دیر ہوگئی پردہ کی جانب خطاب کرکے پوچھا کہ وہ صاحب کہان ہین نام بتائین۔ عورتون نے کہا کہ وہ کہان ہین ہم تو ڈومنیان ہین ہم کو بیشگی دیکر شادی کے نام سے لے آئے ہین۔ آپ کو عقد پڑھنے اور ہم کو شادیانون کے لیے لائے ہین۔ یہ کہکر پردہ اُلٹ دیا۔ آپ نے لاحول پڑھ کر مُنھ پھیر لیا۔ اُسوقت جو حالت مفتی صاحب کی تھی اُسے خدا ہی جانتا ہے۔ اُنھون نے اُٹھنے کا قصد کیا تو دیکھا کہ داہنے بائین چند اوباش ہتھیار بند آمادہ فحش وپیکار کھڑے ہین۔ اور یہ کہہ رہے ہین کہ مفتی صاحب اتفاق سے آگئے ہین ہمارے تمھارے معاملہ مین تصفیہ کر دینگے۔ اِسکے جواب مین دوسرا کہتا ہے کہ یہ وہ ہین کہ انھون نے اُس شخص کے عورت کی رعایت کی تھی۔ میرا گھر بار مہر و نان ونفقہ مین لٹوا دیا۔ آج ہاتھ لگے ہین۔ غرضکہ کلمات گستاخی اور بے ادبی زبان پر لائے۔ مفتی صاحب نے کہا ارے بھائی وہ صاحب کہان ہین جو مجھے لائے تھے اُنھون نے کہا کہ وہ کہین ہو نگے اب ہمارا فیصلہ کیجئے۔ نہین تو ہم آپ کا فیصلہ کرتے ہین مفتی صاحب نے کہا کہ اگر میرا قتل مطلوب ہے تو مجھے آگاہ کرو کہ تم مین جو حلف وقسم کرے اُس سے مین وصیت کرون

وہ شخص رونے لگا۔ اور کہا کہ ہم بہت مفلس و ناچار ہین پانچسو کے قرضدار ہین کیونکر ادا ہو آپ مسئلہ بتائیے کہ ہم جان دیدین دوسرے نے لاکر قرآن شریف اور قلم ان آگے رکھ دیا۔ کہ آپ لکھدیجئے کہ ہمارا نام اور محلہ کسی سے نہ کہین گے اور بلا عذر اپنے مکان پر پہونچکر مبلغ پانچسو روپیہ دیدینگے۔ آپ نے تین سو روپیہ کا وہی سفید دوشالہ جو اوڑھے ہوئے تھے اُن بدمعاشون کے حوالہ کیا۔ اور دوسو روپیہ مکان پر آکے قرض لیکر اُن کو دیے۔ وہ لوگ خوشی خوشی اپنے گھر گئے۔ راستہ مین آتے وقت حسین علی خدمتگار نے پوچھا کہ حضرت آپنے دوشالہ کیا کیا۔ فرمایا گھر چلو کہین ہوگا۔

مفتی صاحب نے عمر بھر نہ اُن کو کوئی آزار دیا نہ کسی سے یہ حال بیان کیا حسین علی کو تعجب ہا کہ خداوندا یہ کیسا نکاح تھا۔

سادگی طبیعت

جناب مفتی صاحب کا طرز زندگی نہایت سادہ تھا نہ فرش کا شوق نہ اسباب زینت و آرائش کی فکر نہ ساز و سامان کا خیال نہ خوبی و عمدگی مکان کی طرف توجہ زمانہ زندگی اس طرح بسر کیا کہ ہر وقت آمادہ سفر آخرت اور ہر دم حیات دنیاوی سے ناامید۔ اگر فکر تھی تو یہی کہ کچھ زاد آخرت مہیا ہو جائے۔ مکان تنگ و تاریک و خراب ہو تو ہو لیکن کسی طرح قصور جنت ملجائین۔ سامان راحت ہو یا نہو مگر راحت ابدی کا گھر مزین و آراستہ ہو جائے اُنھین کے دو شعر شاہد مدعا نقل کیے جاتے ہین ؎

خانۂ دیگر جدا داریم ما	فکر آن صبح و مسا داریم ما
ما بامید سرا ے دیگریم	ہر متاع خوب انجامی بریم

یہی سبب تھا کہ نہ کسی وضع کے پابند تھے نہ کسی طرز کے۔ جو کچھ کسی نے مہیا کر دیا۔ اُسی کو کافی اور غنیمت جانتے تھے۔

لباس اگر بیش قیمت ہوا تو پہن لیا اور اگر حقیر و کم قیمت ہوا تو پہن لیا۔ نیا اور عمدہ ہو یا کہنہ و شکستہ دونوں اُن کی نظر مین برابر تھے۔

پیری شروع ہو چکی ہے لوگون نے دیکھا کہ جو لباس خوش وضع نوجوانون کے پہننے کا ہوتا ہے پہنے ہوے مجمع مین تشریف فرما ہین بعض لوگون نے جسارت کرکے گستاخانہ عرض بھی کیا کہ آپ یہ کیا پہنکر آئے ہین۔ یہ تو آپکے لیے موزون نہین ہے بلکہ خلاف شان ہے جواب دیا کہ ہمین کوئی قباحت تو نہین معلوم ہوتی۔

بمقام کانپور گوالٹولی مسجد مین نماز پڑھانے تشریف لیگئے لباس کی یہ صورت تھی، انگرکھا تہری کمر تودی کا جسکی ہر کلی پر جوے بنے ہوئے۔ پائجامہ مین پلیٹین بنی ہوئین اسی ہیئت سے مصلے پر تشریف لیگئے لوگ دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے ایک شخص جو خدمت مین گستاخ تھے اُنھون نے چپکے سے آکر عرض کیا کہ قبلہ و کعبہ یہ لباس آپ پہنکر آئے ہین فرمایا کہ ہمین کیا قباحت ہے اُنھون نے کہا کہ آپ تو سمجھتے ہی نہین کہ یہ لباس کن لوگون کا ہے۔ جناب مفتی صاحب خاموش ہو گئے۔ مکان پر آکر کہا کہ تم لوگ کیسے کپڑے ہمین پہنا دیتے ہو کہ لوگ اعتراض کرتے ہین ساتھ ہی اسکے یہ بھی فرمایا کہ میرے نزدیک تو ہمین کوئی مضائقہ نہین معلوم ہوتا۔

ایسا بھی دیکھا گیا کہ زیر جامہ صاف اور اُجلا ہے اور انگرکھا میلا ہے یا اسکے برعکس یا دونون اُجلے ہین اور ٹوپی میلی ہے۔ غرضکہ ان امور کی طرف توجہ خاطر ہی نہ تھی۔ البتہ مزاج مین صفائی تھی صاف اور نفیس اور اُجلے سامان سے خوش ضرور

ہوتے تھے۔ اگر کسی نے درست کر دیا تو خوش ہو گئے اور اگر درست نہوا تو کوئی شکایت نہ تھی۔ بچھونا اکثر صاف و شفاف ہوتا تھا لیکن ایسا بھی ہوا کہ سردی کا زمانہ تھا کوئی چیز اوڑھنے کی وہان موجود نہ تھی رات کو سردی معلوم ہوئی گوارا نہ کیا کہ کسیکو جگائین اور زحمت دین چٹائی اوڑھ کر سو رہے تخت پر فرش ہوا یا نہو یکسان تھا۔ دری چاندنی کا یا قالین کا فرش ہو یا چٹائی یا ٹاٹ ہو برابر تھا۔ نینو اور جامدانی اور شال اور بوم اُنکی نظر مین مساوی تھے۔

لکھنؤ مین اُنکی مجلس درس و افادہ ایک چھپر کے نیچے ہوتی تھی اور کانپور مین ایک مختصر کھپریل کے نیچے اور دونون جگہ یہ دونون مقام مکان کی ڈیوڑھی مین واقع تھے۔ وہی فقیرانہ مقام امیر و غریب رؤسا و علما سب کے ملاقات کی جگہ تھا اور سب فخر جانکر وہین حاضر ہوتے تھے۔

لطیفہ ایک مرتبہ باہر کے کوئی رئیس کسی بعید مقام سے لکھنؤ آئے تھے اور بعض رؤسائے لکھنؤ کے یہان مقیم تھے جناب مرحوم کی ملاقات کا اشتیاق تھا اپنے میزبان کو ہمراہ لیکر جناب کے یہان پہونچے دیکھا کہ ایک شخص معمولی حیثیت مین چٹائی پر بیٹھے ہین اُنکے ذہن مین بھی نہ آیا کہ جناب مفتی صاحب یہی ہین اور جنکا نام بچپنے سے سن رہے ہین اور جنکی اسقدر شہرت تھی جنکے افادات و برکات دور تک پہونچے ہوے تھے وہ ایسے ہو سکتے ہین۔ اپنے رفیق سے کہنے لگے کہ جناب مفتی صاحب کہان ہین اُنھون نے جواب دیا کہ یہی ہین۔ اُنھین خیال ہوا کہ میزبان اُنسے مزاح کرتے ہین مجھے کسی دوسرے شخص کے یہان لے آئے ہین غرض جب کہ اُنھین ثابت ہو گیا کہ یہی قبلہ و کعبہ ہین تو بجائے مزاج پرسی برہمی کا اظہار کرنے لگے کہ قبلہ و کعبہ یہ کیا طریقہ ہے

ہم تو اپنے مقام مین بڑے شہرے سُنا کرتے تھے اور دل مین کمال اشتیاق زیارت تھا اور خیال کرتے تھے کہ دیکھین کس طرح آپ تک رسائی ہوگی۔ خدمت اقدس تک پہونچ سکین گے یا نہین۔ اِسی خیال سے اپنے دوست کو ذریعہ و وسیلہ آپ تک پہونچنے کا قرار دیا تھا۔ جناب مرحوم یہ باتین سُنکر مُسکرائے رئیس مذکور کے قلب پر اِس انداز زندگی کا خاص اثر پڑا اور متاثر ہو کر رخصت ہوئے۔

بیٹھنے مین صدر و پایئن کا ہرگز خیال نہ تھا جہان جگہہ پائی وہین بیٹھ گئے چنانچہ ایک مرتبہ بروز عید چند اعیان شہر جناب مرحوم سے عید ملنے آئے۔ اُس دن خدمتگار نے چٹائی جھاڑکر ایک مارکین کی چاندنی بچھادی تھی جو شخص آتا تھا صدر کی جانب یعنی دیوار کی طرف یکے بعد دیگرے بیٹھتا جاتا تھا۔ جناب زنانہ مکان مین تشریف فرما تھے جب خبر دی گئی باہر تشریف لائے سب حضرات جنمین علما و مجتہدین بھی تھے تعظیم کو کھڑے ہوے جناب مرحوم فوراً پایئن فرش بیٹھ گئے اور اتنی مُہلت نہ دی کہ صدر کی جگہہ خالی ہو اور لوگ اُنھین صدر مین بٹھائین۔ اور کسیکو جرأت ہی نہوئی کہ صدر پر بیٹھنے پر اصرار کرین جناب حکیم سید محمد جواد صاحب بھیکپوری جنھون نے یہ حکایت اور حکایت سابقہ بیان کی کہتے ہین کہ مجھے خوب یاد ہے کہ جناب مرحوم اِس طرح پایئن مین بیٹھے تھے کہ گھٹنے تو فرش پر تھے اور بقیہ جسم کچھ زمین پر اور کچھ جوتون پر تھا تھوڑی دیر کے بعد میرزا علی اکبر نام ایک ایرانی شخص نے ہنس کر کہا قبلہ مین نے ہر جگہہ ایران مین بھی اور یہان بھی یہ دیکھا ہے کہ ہمیشہ اساتذہ صدر مین بیٹھتے ہین اور تلامذہ پایئن فرش۔ اور یہان برعکس دیکھتا ہون کہ تلامذہ صدر مین اور آپ پایئن فرش بیٹھے ہین۔ آپنے فرمایا کہ دنیا تو بیٹھنے کی بھی جگہ نہین ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

در منزلِ دنیا گذر افتاد و گزشتیم		بر واے نشستن نبود رہگزری را

اِس شعر کو کچھ ایسے درد دل اور ایسے لہجہ سے پڑھا کہ حاضرین پر ایک سناٹا طاری ہوگیا۔ مولانا سید علی نقی صاحب کا چہرہ افسردگی سے تمتما گیا اور جناب ابو صاحب قبلہ رو دیئے میرزا علی اکبر صاحب بھی چپ ہو گئے اور اپنے سوال پر شرما گئے اور وہ صحبت عید غم و حسرت کی صحبت ہو گئی۔

حکیم صاحب موصوف کا یہ بھی بیان ہے کہ مین ایک مرتبہ سہ پہر کو حاضر خدمت ہوا جناب ایک ٹوٹے ہوے کھرّے تخت پر تشریف رکھتے تھے مین نے دیکھا کہ غیر معمولی طور سے خوش و مسرور اور ہشاش بشاش ہین اور چہرے سے سرور نمایان ہے مین بھی تخت کے ایک کونہ پر بیٹھ گیا۔ کچھ باتون کے بعد مین نے پوچھا کہ آج مین آپ کو بظاہر غیر معمولی طرح مسرور پاتا ہون کیا سبب ہے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ بعض اہل علم یہ خیال کرتے تھے کہ جس طرح مین بسر کرتا ہون میرا یہ طرز معاشرت خلاف مروت ہے۔ مثلاً یہی دیکھو کہ مین اِس تخت پر اس طرح بیٹھا ہون اِسی کو لوگ خلاف شان اور منافی مروت خیال کرتے ہین متعدد لوگون کے اعتراض کرنے کا یہ اثر ہوا کہ مجھے خود بھی تردد پیدا ہو گیا تھا کہ کہین درحقیقت ایسا ہی نہو۔ اتفاق سے اِسوقت جواہر الکلام بحث عدالت پر نظر پڑی جناب شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر بہت بڑے شخص ہین اُنھون نے ایسے طرز زندگی کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ اگر یہ طرز زندگی خلاف عدالت ہوتا تو لازم ہوتا کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام بالکل غیر عادل ہون اور اُن کا عمل خلاف مروت ہو۔

اِس بیان کے دیکھنے سے میرے دل کو تشفی ہو گئی اور اطمینان ہو گیا۔

یہ طرز زندگی جناب مرحوم کا تصنّعی نہ تھا جس طرح بعض حضرات بتکلف اپنے نفس کو

تعصب مین ڈالکر زاہدانہ انداز دکھاتے ہین اور ریاکاری کرتے ہین بلکہ اِن امور کیطرف طبیعت ملتفت ہی نہ تھی۔

اُمورِ دنیا سے اجنبیت

مرزا محمد زکی خان صاحب جناب مرحوم کے مخلصین اور معتقدین خاص سے تھے وہ بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک بیش قیمت جامہ وار مفتی صاحب قبلہ کو ہدیہ دی حمام والے امام باڑہ مین تشریف فرما تھے کوئی شخص وارد ہوا اور اس جامہ وار کی وضع دیکھکر کہنے لگا کہ یہ تو ایرانی دری معلوم ہوتی ہے۔ اُن کے اس قول سے جناب کو وثوق ہوگیا کہ یہ ایرانی دری ہے جب وہ چلے گئے اُسے بجائے فرش کے بچھوادیا۔ مرزا صاحب کہتے تھے کہ تھوڑے عرصہ بعد مین حاضر ہوا اور مجھے دیکھکر تعجب ہوا مین نے عرض کیا کہ قبلہ وکعبہ یہ تو قیمتی جامہ وار ہے آپنے اسے دری کی جگہ استعمال فرمایا ہے۔ میرے کہنے پر تعجب ہوا اور فرمایا کہ فلان صاحب تشریف لائے اُنھون نے کہا کہ یہ ایرانی دری ہے آپ فرماتے ہین کہ یہ جامہ وار ہے اب کسی تیسرے شخص سے تحقیق کرنے کی ضرورت ہوگئی۔

سخت حیرت ہے کہ جو شخص مشکلات علوم مین اعلےٰ درجہ کا نکتہ سنج اور دقیقہ رس ہو اور اسکا ناخن فکر دشوار مسائل کی گرہین بسہولت کھول سکتا ہو۔ وہ اُمورِ دُنیا مین اسطرح اجنبی اور سادہ لوح ہو۔ اسکا سبب یہی تھا کہ اُنکی توجہ تمامتر روحانیت کیطرف مصروف اور دنیاوی امور کیطرف التفات ہی نہ تھی۔ اگر وہ واقعات دکھائے جائین جنمین اِس صفت کاظہور ہوتا تھا تو ناظرین کو سوائے حیرت وتعجب کے کوئی فائدہ حاصل

نہین ہوسکتا۔ اِسلیئے ترک اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔

خمول و عزلت

جناب مفتی صاحب کو ابتدائے عمر سے سیر و سیاحت تفریح و گلگشت سے نفرت تھی اور باغون اور نزہت گاہون کا کبھی شوق نہ تھا۔ فرماتے ہین ؎

دل افسردۂ کہ من دارم	بتماشائے باغ وا نہ شود

ایک مرتبہ کچھ حضرات کسی ساز و سامان کے دیکھنے کیلیئے جسمین بہت اہتمام ہوا تھا جارہے تھے آپنے فرمایا ع

ہمارا تو دل سیر سے سیر ہے

اور درحقیقت جسکے سینہ مین وہ دل ہو جسنے من وسلوی ایسی مثنوی نظم کی ہو۔ جسے پڑھکے دُنیادار دیکھکر تارک الدنیا ہوجائین وہ کس طرح ایسے امور کی طرف متوجہ ہوسکتا ہے۔ فرماتے ہین ؎

ہر یکے می خواہد از تو نعمتے	میشود جویاے عیشے فرحتے
من دلی غمناک می خواہم زتو	سینہ صدچاک می خواہم زتو
خاطر افگارم از تو آرزو است	چشم دریا بارم از تو آرزو است

ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔

آسمان و مہ و خورشید و زمین دیدہ و گشت	سیر دیدیم جہان را ہمہ خوب و ہمہ زشت
تازۂ نیست الٰہی کہ بہ بینم آن را	ہان مگر حور و قصور و گل و گلزار بہشت
بستہ ام چشم ازین نقش و رنگ شب و روز	تا بہ بینم قلم صنع تو آنجا چہ نوشت

بامید حلل وسندس واستبرق خلد	در برم چیست کفن زیر سرم بالش خشت
نطفہ در صلب نبی می نہی از توچہ عجب	منزل پاک برای من ناپاک سرشت
نیمہ دل تازہ بامید جنان گشت ولے	از غم آتش و از آتش غم نیم برشت

حقیقت امر یہ ہے کہ جس کا نصب لعین اخلاص عمل اور زہد و ورع ہو اور اُس کا شغل عبادت و تصنیف ہو اُسے عزلت و گوشہ گیری کے بغیر کوئی چارہ نہین صبحن چمن مین فرمایا ہے۔

سید نظری بکارِ خود کُن	فکر جگر نگارِ خود کن
سہل است چو روزگار برگشت	این است بلا کہ یار برگشت
خواہم کہ کنون سفر بگیرم	در کنج خرابہ نشینم
رختے بکشم بجا نقا ہے	من باشم و اشک و دود آہے
محبوب ترین بندگان کیست	معروف میان آسمان کیست
آنکس کہ درین جہان ہست گمنام	وز دولتِ دنیوی است ناکام
فارغ ز گدائی و ز شاہی	مشغول عبادتِ الٰہی

جناب مرحوم کے علم و کمال کا آوازہ اگرچہ مشرق و مغرب ہندوستان سے گذرکر عرب و عجم تک پہونچا تھا اور دلون پر سکّہ تھا لیکن وہ خود گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے اور نام و نمود سے طبعًا نفرت تھی اپنے کمال پر فخر و مباہات نہ تھی سیکڑون کتابین تصنیف فرمائین مگر عجب و خود پسندی کی گرد بھی اُڑکر دامن تک نہین آئی کتنی کتابین دوسرون کے نام سے تصنیف فرمائین اور انھین کیطرف منسوب بھی کر دین۔ جو امور دُنیا مین باعث مرجعیت ہوتے ہین اُنسے کوسون گریز کرتے تھے اور اگر لوگون کی رجوع زیادہ

ہونے لگتی تھی تو پریشان ہوتے تھے چنانچہ فرمایا ہے ؎

جوشش خلق متاع علم داد بباد	آہ ازین گرمی بازار کہ دکانم سوخت

لیکن خدا کی شان تھی کہ جس قدر وہ اپنی گمنامی وخمول مین اہتمام کرتے تھے اسیقدر اُنکا شہرہ وآوازہ بلند ہوجاتا تھا جس سے کبھی خوش نہوتے تھے

سلطنت اودھ کے انتزاع کے بعد جناب ممدوح کو سبسے اوّل عدالت مین حاضری کا جب اتفاق ہوا اور گواہی کیلیئے طلبی ہوئی تو اسقدر شاق گذرا بلکہ مصیبت عظیم درپیش ہوئی کہ جسکے لیے اوراد وادعیہ وآیات سے استمداد فرمائی اور مختلف عنوانات سے نظم ونثر عربی وفارسی مین اُسکو ظاہر فرمایا ہے۔

کان الناس بالامس یحضروننی کلما تعاقدوا ویخبروننی بما تعاهدوا واهتدوا کانت عادتهم فی معاملاتهم یریدون بذلك التسجیل علی ما سجلاتهم حتی اذا تزعزعت ارکان الدین ولیت النصاری امر المسلمین فانقلبت القلوب وضعف الطالب والمطلوب والیوم قد سئمت من اتعاب القوم فانهم یسوموننی اداء الشهادة لکل سوم وعائر علی الحضور لدی اولی الامر من هؤلاء العدی وقد ابتلیت بالحضور عند بعض النصاری حین استیلائهم علی هذه الارضین اولا للشهادة بحق اهل الحق والیقین فقلت

قد کنت حاکمهم بالامس یحضرنی	عند التحاکم ارباب الشهادات
والیوم یحکم فینا من یعاندنا	والدهر یسعفه یبغی معاداتی
حضرت مستشهدا ابی فی مجالسهم	اذا تخاصم ارباب الفسادات
اُساعد الحق فیما لا تساعدنی	الدنیا علیه لاحظی بالسعادات

ماغیر الدھر فی لعدان عادتہ
لکن غفرت لمزخرقا لعاداتی

انکان تظلمنی الدنیا فلا عجب
فانہا ظلمت من قبل ساداتی

کذاک تقتلنی ظلما بلا خطأ
وسوف احشر فی اھل الشہادات

دیدم اندر سین سطبعی ولاآزاری نداشت
جز نوشت و خواند بر کرسی دگر کاری نداشت

بارخاطر بود خوف برگ و بار شوکتش
چون بدربارش رسیدم اینہمہ باری نداشت

بوریاے بود فرش مجلس ناپاک او
بالباس سلطنت سامان بسیاری نداشت

من باستغناء فطری ونکردم سوی او
او باستغناء مالی میل دیداری نداشت

یکبیک غوغا شد و دیدم کہ از جاے خودش
مثل خرجست بنداری کہ افساری نداشت

باز چون آمد نشست و من نجنبیدم زجا
یافتم زیجا کہ او ہم کبر و پنداری نداشت

منشی ہندو سواد کفر بر صورت کہ داشت
لیک در معنی سواد ضبط اظہاری نداشت

از نشست کرسیم مقصود بر کرسی نشست
زود ز انجا پاشدم چون دل سروکاری نداشت

بود اندر سین خود مصروف اندر شور و شین
بسکہ از غوغاے ہند و مشربان عاری نداشت

بعد این زحمت کشی از بہر احقاق حقے
ورنہ سیدکار با سرکار و درباری نداشت

ہیچگہ چون من عزیزے در چنین جا نرفت
غیر آن بیکس کہ اعوانی و انصاری نداشت

حمیت و غیرت

جناب مفتی صاحب نہایت غیور بزرگوار تھے انھین اپنی آبرو اپنے ناموس کی حفاظت مین شدید اہتمام تھا پردہ کا اسقدر خیال تھا کہ نسوان کو کہین جانے کی

اجازت نہ دیتے تھے اغیار کا ذکر نہین اقارب کے یہان جانا آنا بھی پسند نہ کرتے تھے اور نہ اپنے گھر مین دوسرے عورتون کا آنا منظور کرتے تھے بعض نواب زادون، اور شاہزادون کے یہان کی نسوان نے ازراہ حسن عقیدت ملاقات چاہی لیکن نہ اپنے یہان کی عورتون کو وہان بھیجا نہ اُنھین آنے کی اجازت دی جن لوگون کو اس صفت مین کمزور پاتے تھے اُنسے بھی نفرت ہو جاتی تھی ۔

نام و نمود سے نفرت

۱۲۹۷ھ مین دوسری مرتبہ بعد انتقال مولوی محمد علی صاحب قائمۃ الدین جناب مفتی صاحب بہ ایمائے سلطانی حسب الطلب صاحب عالم مرزا جہان قدر بہادر داماد و برادر زادہ سلطان عالم واجد علی شاہ کلکتہ تشریف لیگئے تو بادشاہ نے تاج العلما و افتخار الفضلا خطاب تجویز فرما کر مہر کندہ کراکے مرحمت فرمایا۔

ملکۂ معظمہ وکٹوریہ کے جوبلی کے زمانے مین گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے شمس العلما کا خطاب عطا ہوا اور تمام نامون مین جناب مرحوم کا نام مقدم تھا اس خبر کی اشاعت سے مومنین کو بہت مسرت ہوئی بعض حضرات نے مبارکباد کے خطوط روانہ کیے مگر مفتی صاحب نہ اُس خطاب سے خوش ہوئے نہ اُس مبارکباد سے بلکہ ناگوار خاطر ہوا ناگواری کی زیادہ وجہ یہ بھی تھی کہ قابل و ناقابل بہت سے حضرات اس خطاب مین شریک کر دیے گئے تھے اس موقع پر یہ دو شعر نظم فرمائے ۔ ؎

یا طالبا للدین لا تھوی الدنی	ان الدنی للدین کالضرات

عمیت عیون الدھر قد ساوی بھٰذی الارض بین الشمس والذرات

ذیل کے فارسی اشعار بھی اسی موقع پر ارشاد فرمائے تھے۔

گردش چرخ ببین لاٹ وزیر ملکہ — گرد نام من دل سوختہ شمس العلما
بندہ را نیست سر و کار تعارف با او — زمن غمزدہ را قوت تحریک شما
شہرہ چون یافت نوشتند بمن تہنیتی — کین شکوہ و عظمت بادت مبارک بشما
ہم باین نام ملقب شدہ تنہا صے چند — گر چہ شمس است یکے نیست چو من ما
سلطنت رفت ز اسلام بنادانی ہا — در زبوم است ہمایون چہ عقاست ہما

الیضاً

کی ان باین شکوہ و رفعت بعد از زمین — آدم خاکی بجا با او تواند جنگ کرد
چون ترازو کرد ناقص را بلند این روزگار — آفتاب علم را با ذرہ ہا ہم سنگ کرد

اسی طرح اُردو مین بھی دو شعر نظم کیے ہین :-

عمر آخر ہو گئی کیون فکر دنیا کیجیے — اب یہی بہتر کہ ہر دم یاد عقبیٰ کیجیے
ہم کو مٹی مین ملایا ہائے ہیٹا برج نے — آفتاب آسمان علم سے کیا کیجیے

ارباب معرفت اندازہ کر سکتے ہین کہ دنیوی اعزاز انکی نگاہون مین اسقدر ہیچ تھے وہ جس مسند کے مالک تھے اُسکی عزت اور منزلت اہل دنیا کیا کر سکتے تھے نہ خطابات اُنکے لیئے طرۂ امتیاز نہ یہ تہنیت نامے باعث نشاط ہو سکتے تھے۔

تقدیر معیشت

جناب مفتی صاحب کو نظم خانہ داری اور ضبط و تعدیل مداخل و مخارج کی طرف توجہ کم تھی اور مشاغل علمیہ کا انہماک اِسقدر غالب تھا کہ ان اُمور سے مناسبت ہی طبیعت کو نہ تھی

نہ اُنھین نرخ اشیاء کا حال معلوم ہوتا تھا نہ اشیا کی اچھائی بُرائی اچھی طرح معلوم کر سکتے تھے۔ اُس زمانہ مین لکھنؤ مین شاہی زمانہ کے پیسے روپیہ خوردہ ہو کر آتے تھے جناب کو کبھی روپیہ کے پیسے گننا نہین آئے۔ اہتمام تھا کہ جو کچھ صرف ہو وہ لکھ لیا جائے لیکن کبھی ایسا نہوتا تھا کہ یہ بات ملاحظہ فرمائین کہ اتنا روپیہ آیا تو مجموع مصارف کی مقدار کیا ہوئی۔ اور صرف کے بعد کچھ باقی رہا یا فاضل صرف ہوگیا۔ اسی وجہ سے لوگ دھوکا دیدیتے تھے اور زیرباری کی نوبت آجاتی تھی۔ مقروض ہوجاتے تھے جس نے جو حساب بنا دیا باور کر لیتے تھے ایک مرتبہ اثنائے درس مین یہ حدیث آئی" تقدیر المعیشۃ نصف الایمان" بمجرد اس حدیث کے سننے کے جناب کا چہرہ متغیر ہوگیا اور سست و متفکر ہو گئے۔ شرکائے درس کہتے ہین کہ ہم یہ سمجھے کہ اس حدیث کے متعلق شاید کوئی مضمون اور نکتہ بیان فرمائین گے حکیم سید محمد جواد صاحب بھیکپوری بیان کرتے ہین کہ تھوڑی دیر سکوت کر کے میری طرف دیکھ کے فرمایا کہ دیکھتے ہو حضرت نے تقدیر معاش کو نصف ایمان فرمایا ہے اور یہی تقدیر معیشت مجھ مین نہین ہے! اللہ اکبر بزرگان دین اپنے نفس کی اصلاح مین اسطرح نظر رکھا کرتے ہین۔ درصورتیکہ جناب مفتی صاحب کا ناخن فکر بڑے بڑے پیچیدہ اور مشکل اُمور مین گرہ کُشائی کرتا تھا ایسے اُمور مین جنھین عامۃ الناس اچھی طرح بجالا سکتے ہین اُنکا خالی الذہن ہونا دلیل بیّن اس بات کی ہے کہ اُن کی توجّہ تمامتر دوسری جانب تھی اور اُنکی روحانیت ایسے کامون کی طرف متوجہ ہی نہونے دیتی تھی۔ البتّہ میانہ روی مطلوب رہتی تھی چنانچہ ایک مقام پر بطور نصیحت اپنے فرزند سید حسین صاحب سے فرمایا ہے۔

دع عنك یا ولدی الاسراف انّ به تعریض ما رشحت دنیاك للتلف
بالبخل لا ینتشی الامر فی زمنی فكیف بالجود والتبذیر والسّرف
قد عشت فی سالف الایام مقتصدًا لكن مثلما كنت فی طف وفی نجف

تواضع وخاکساری

مزاج مین فطرۃً تواضع تھی اور کبر وتکبّر کا نام بھی نہ تھا غربائے مومنین سے خندہ پیشانی ہوکر باتین کرنا برابر بٹھانا اُنکی مزاج پرسی اور احوال پرسی کرنا عادت مین داخل تھا۔ اہلِ علم مین بیٹھکر اظہار علم ادعائے کمال نہین فرمایا۔ ایک مقام پر فرمایا ہے ؎

کسی کاندر سر توقیر گردد — دلش رنجیدہ از تحقیر گردد
ہر آنکس کہ جہان آزادہ باشد — بزیر ہر قدم افتادہ باشد
نیم دستار تا بر سر گزارند — کم از نعلم کہ پا بر سر گزارند

چنانچہ مولوی سید محمد محسن صاحب نگی لجہری سلطان العلما مجتہد علیشاہ کے یہان سے مخاطب بہ کلیان العلما اور مفتی علام کے مستفیدین سے تھے اُن کی اور جناب مرحوم کی مکاتبت سنداً دلیل تواضع مین پیش کی جاتی ہے۔

نقل خط جناب مُفتی صاحب قبلہ بنام مولوی سید محمد محسن صاحب

مولویصاحب عمدۃ الاحباب فضائل وکمالات اکتساب سلالۃ السادۃ الاطیاب سلمہ رب الارباب

بعد اہدائے سلام بالاکرام ملتمس آنکہ چون زحمت سفر کشیدم و شربت تلخ مفارقت چشیدم مادہ صفراویہ بہیجان آمد و در حمائے شدیدہ مبتلا گردیدم چہار روز بر بستر افتادم و عنان طاقت از دست دادم آخر باستشارہ و استخارہ حکیم صاحب مسہل خوردم و کار خود را بخدا سپردم و بحمدہ تعالی جان بسلامت بردم و در صحت آوردم این بود کہ قوت و فرصت دست نداد و اطلاع از رسید خود تا حین افتاد الحال باب تالیف باز کردہ ام و تکمیل شریعت غرّا آغاز وزیر صاحب لگرفتہ بغیر ملاقات من اکبر آباد رفتہ و تمسکم الدعاء وبقاءکم عین المدعا درحق اطفال فرخندہ فال دعائے ترقی علم وکمال

نقل عریضه جناب مولوی محمد محسن صاحب بجواب خط سابق مذکور

بسم الله الرحمن الرحیم

بشرف عرض اقدس عالی میرساند تعلیقهٔ رفیعه و صحیفهٔ بدیعه بعد امتداد زمان در
احسن اوان عز ورود فرمود خلعت سرفرازیها بخشید از بشارت عافیات ذات بابرکات
اطمینانی بهم رسید ظلکم ممدود و عدوکم مردود حقیر بفضل ایزد قدیر و یمن دعاے ملازمان تحریر
تا آن تحریر بلباس عافیت در بر کشید و ذائقه آلام بکسر چشیده صحت و سلامت بزرگان دین
و ملازمان والاتمکین مسئلت دارم و از بارگاه مجیب الدعوات استجابت دعا را امید دارم
هیچمدان در زمان قیام عالی ملازمان بامید استفادهٔ امور دینیه دل با متثال امر میداد
ولاکن از دواز دنی بخت اتفاق افتاد چنانچه گفته است

تهیدستان قسمت را چه سود از رهبر کامل	خضر از آب حیوان تشنه می آرد سکندر را

گله این سخن البته دارم و دمبدم تخم حسرت و الم بمزرعهٔ دلم میکارم و انما اشکو بثی و حزنی
الی الله در حضور بادشاه جمجاه شاه و وجه من عالیه و شاه عند التذکره یاد ملازمان جلیل
بوصف جمیل می شود اطلاعاً عرض میرود و قصیده هنوز نرسید شاید تلف گردید درین زمان
بتجویز حضرت سلطان اعاد الله سبحانه ملکه و سلطانه پنجاه روپیه وظیفه این احقر البریة
معین گردید چه بنشاط در جناب ایشان بحول الله المستعان بمنصهٔ ظهور رسید و بنده زاده هم
درین ماه بوجود آمده است پس سرور بالاے سرور صورت بست عقیب صلوات و در مظان
اجابت دعوات مترقب دعاے خیرام زیاده چه گذارش دهم

والتسلیم علیکم وعلی من لدیکم

نقل خط جناب مفتی صاحب قبلہ بجناب مولوی محمد محسن صاحب قبلہ

جناب مولوی صاحب جامع معقول و منقول و حاوی فروع و اصول لوذعی دہر المعی عصر
السید الاید العابد الزاہد المتہجد الراکع الساجد العالم الورع الخاشع الخائف الحاج المعتمر الطائف
مجمع المحاسن والعواطف دامت برکاتہ کما طابت لمکانہ

بعد تمہید قواعد تسلیم و تعظیم و تقدیم موائد تکریم و تفخیم و اداے تشکریہ وافرہ و اہداے
اثنیہ کاثرہ ملتمس آنکہ الوکہ ولا مسبوکہ طلا یعنی صحیفہ کاملہ مثل رحمت شاملہ رسیدہ
مکرر دیدم و بوسیدم و مسرور و محبور گردیدم مثل من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب
حسابا یسیرا وینقلب الی اہلہ مسرورا سطر سطرش مسرت خیز و حرف حرفش لطف آمیز
بود و از چند جہت نشاط و شادمانی و عشرت و کامرانی رو نمود اولا از صحت و عافیت
ذات بابرکات ملکی ملکات و ثانیا از تقرر شہریہ خمسین و ظہور منذر ببرکت آن رکن رکین دین
و ثالثا از ولادت باسعادت گل گلستان علم و کمال انبتہ اللہ نباتا حسنا و وقاہ عین الکمال
آنچہ درباب استفادہ افادہ فرمودہ ایذا ظاہرا خاطر عاطر ملول است ولکن العذر عند کرام
الناس مقبول والعفو عند کرام الناس مامول خصوصا اعذاریکہ داشتم ہمہ
بر ملازمان آشکار است و مستغنی از اظہار چہ اولا سبب شیب و ہزال و ضعف و اضمحلال و
توزع بال جہت اطلاع حال بیماری عیال و اطفال و قرب بقاے ایزد متعال و کثرت
اشتغال و وفور رسائل و ورود رسائل نہ دل و دماغی داشتم و نہ چشم و چراغی و نہ فرصت فراغی
حتی کہ کار خود را آن حبیب لبیب می سپردم و با اعانت سامی تسوید و تالیف کتاب شریعت
غرا می کردم و در جواب خطوط و مسائل ہم بانجناب تکلیف میدادم و اکثر اوقات سر بالین

می نہادم وثانیاً آنکہ ملا زمان خود ماشاء اللہ جامع معقول ومنقول وحاوی فروع واصول
وقابل درس وافادہ وشایان جلوس بر سادہ میباشند وچنان قوت مطالعہ دارند
کہ مطلب ہر کتابے کہ خواستہ باشند بر آرند وثالثاً آنکہ بر فرض تسلیم حاجت تکمیل وتعلیم
صحبت این ہیچمدان وشغل تصنیف شریعت غرا دیدن ماخذ ومواد آن خالی از افادہ نہ بود
ورابعاً آنکہ بجدا ایمائے کہ درین باب فرمودہ بودند من آنرا امر استحسانی نزد جناب پنداشتم
وترک آن را ترک اولی انگاشتم واگر امر وجوبی میدانستم ترک امتثال ہرگز روا نمیداشتم
آنچہ قلمی فرمودہ اند کہ درحضور بادشاہ جمجاہ یاد تو بوصف جمیل میشود سعیکم مشکور واجرکم موفور
از بزرگان دین توقع ہمین وبا تابعان شرع متین ظن متاخم للیقین کہ درحضور وغیبت
یکسان وازارتکاب واستماع غیبت ترسان باشند واہم مطالب واقصاے مطالب این
است کہ ہرچند من بزعم خود تقصیرے نکردہ ام اما درحقیقت اگر خطاے رفتہ وطبع سامی ازان
خشم گرفتہ باشد درنمیقہ سابقہ وملتمسہ لاحقہ مقصودم ہمین بود وہست کہ بالتصریح والتنصیص
قلمی فرمایند کہ عفو کردم چراکہ من آزردگی آن بزرگوار تقدس آثار خجستہ شعار کہف الحجیج الزوار
را باعث گیر ودار روز شمار وآزردگی پروردگار میدانم فاحسن کما احسن اللہ الیک ان اللہ
لایضیع اجر المحسنین فقط

من اضعف الناس السید محمد عباس جعلہ اللہ من الصابرین فی السراء والضراء وحین الباس

اگرچہ ہر کہ ومہ کے قلب پر آپ کی عظمت شان کا اثر تھا اور ہر دل آپ کی جلالت کا
معترف تھا لیکن آپ بجائے خود اپنے کو ہیچمدان اور حقیر شمار کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے
کہ علمائے سابقین جو جو کارنمایان کر گئے اُسکے مقابلہ مین مجھ سے کچھ بھی نہین ہو سکا

وہ تصانیف کثیرہ جو خواص اہل علم کی نظر مین بھی حیرت انگیز ہین آپ کی نظر مین زیادہ وقیع نہ معلوم ہوتی تھین اسیوجہ سے تصنیف کا حوصلہ کبھی کم نہوتا تھا۔ اور ہمت کا قدم آگے ہی ٹرہتا جاتا تھا۔ تنہائی مین بیٹھکر اپنے ہاتھ پاؤن دیگر اعضا پر غور کیا کرتے تھے کہ اگر خداوند عالم مجھے علم عطا نہ فرماتا تو مین کسی قابل بھی نہ تھا مجھسے تو ہزارون بہتر موجود ہین۔ اور پھر اپنے علم کو بھی ہمیشہ کم سمجھا کیئے۔ خیال اقدس مین یہ بات تھی کہ علم مین اپنا موازنہ اپنے سے زیادہ علم والون سے کرنا چاہیئے اور مال مین ان لوگون سے اپنا موازنہ چاہیئے جو مال مین کم ہین اور یہ مطلب بعض احادیث سے مستنبط تھا۔ اور خلاصہ ارشاد حضرات یہ ہے کہ جب دنیاوی جاہ وحشم اور مال ومنال کا خیال تیرے دل مین آئے تو فقراو مساکین کی حالت پر غور کرنا چاہیئے جو تجھ سے ان امور مین کم ہین نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنی حالت پر شکر گذار ہوگا اور جانے گا کہ خداوند عالم نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ انسے بہتر و بالاتر ہے پس عطاے آلہی کی قدر و منزلت نگاہ مین کم نہونے پائے گی بلکہ زیادہ ہوجائے گی اور جب اپنے علم وفضل وکمال وہنر کا خیال آجائے تو ان لوگون پر نظر کرے جنھون نے علمی مدارج کے لیے تعب و مشقت برداشت کرکے تجھ سے زیادہ مرتبہ حاصل کیا ہے اور فضل وکمال مین تجھ سے بالاتر ہین اور انکی علمی خدمتین تجھ سے زیادہ ہین۔ اور آثار وبرکات ان کے کتب و اسفار سے نمایان ہورہے ہین۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنے کمال پر نازش نہوگی اور اپنا کمال حقیر معلوم ہوگا اور نفس مین تواضع وخاکساری بڑھے گی اور یہ تمنا پیدا ہوگی کہ جو درجہ حاصل ہوچکا ہے اس سے بالاتر درجہ حاصل ہو اور عجب اور خودبینی جو اپنے اعلمیت وافضلیت کے خیال سے پیدا ہوتی اس سے محفوظ رہیگا۔

اسی مضمون کے انوار کی ایک تجلی وہ تھی جو جناب مفتی صاحب کے علم وکمال مین تواضع

وخاکساری یاد دلاتی رہتی ہے۔ اور دوسری تجلی کے باب مین جو مال و منال سے تعلق رکھتی ہے ایک لطیف حکایت تحریر کی جاتی ہے۔

حکایت ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب کہین تشریف لیے جاتے تھے۔ مولوی شیخ امراؤعلی صاحب مرحوم بھی ہمراہ تھے جو شاگرد رشید اور جناب کے مخصوصین سے تھے گرمی کا موسم تھا نہایت شدت کی تپش تھی۔ دیکھا کہ ایک شخص اُمرا و اہل دولت سے اسطرح آ رہے ہین کہ فنس پر سوار ہین خس کے پردے پڑے ہوے ہین اور بہشتی برابر پانی چھڑکتے جاتے ہین۔ شیخ صاحب نے یہ دیکھکر عرض کیا کہ ایک یہ بھی خدا کے بندے ہین کہ اس استراحت و آسائش سے بسر کرتے ہین اور خدا نے انھین ایسا سامان عطا کر دیا ہے گویا اس سے مقصود اپنی حالت کا تاسف تھا کہ ہم بھی خدا کے بندے ہین مگر مفلسی و ناداری کی زحمت اور ناموافقت سے زمانہ کی تلخی برداشت کر رہے ہین جناب مفتی صاحب نے جب یہ سُنا اور اُنکا مطلب سمجھا تو ارشاد فرمایا کہ تم نے اس شخص کی آسائش و راحت پر تو نظر کی مگر تم ان کہارون پر نظر نہین کرتے جو اُنکی سواری کندھون پر لیے ہوے زمین پر پیدل جا رہے ہین اسمین شیخ صاحب موصوف کی تنبیہ مقصود تھی کہ تم نے غلطی کی دولت مین اپنے سے بالاتر شخص پر نظر ڈالی اور اُس سے موازنہ کیا تمھین چاہیے کہ اس باب مین حسب ارشاد حضرات معصومین علیہم السلام اُن لوگون کو دیکھو جو تم سے راحت مین کم اور زحمت و تکلیف مین زیادہ ہین۔ رحمہ اللہ تعالی و اعلے درجتہ فی الجنان۔

ایک مرتبہ جناب حکیم سید محمد جواد صاحب کو جو شاگرد رشید تھے ثمرۃ الفواد فرمایا اُنھون نے از راہ حسن عقیدت و ارادت عرض کیا کہ اب مجھے دخول جنت کی اُمید ہو گئی اسلئے کہ آپ کا ثمرہ فواد آپکے ساتھ ہوگا اور آپ انشاءاللہ شافع ہون گے اور لوگ بھی

شفاعت سے نجات پائین یہ سنکر آپنے یہ شعر نظم کیے جو منتہاے تواضع وخاکساری پر دلالت کرتے ہین ع

یظنون بی انی شفیع مشفع	وانی بجنات النعیم امتّع
فان تکن الاخری خزیت لدیهم	بدا لهم سوء الذی کنت اصنع
یخجلنی من کان یکرمنی والتّ	لی ندما مما جری لیس ینفع
وانک اظهرت الجمیل تفضلا	وتعلم ما اخفیت منهم وتسمع
فحقق رجائی یا الهی واعف عن	ذنوبی فانی خائف اتضرع
فما ظنهم من غیر فضلک ناشئا	کذالک رجائی منہ هل هو یقطع

جب سلطان العلما نے رحلت فرمائی خطاب رحلت کی لوگون کو فکر ہوئی مگر باوجود تلاش کوئی مناسب نام دستیاب نہوا جناب سید بندہ حسین صاحب نے فرمایا کہ مین نے بھی بہت فکر کی کہ مثل غفران مآب کے کوئی نام سمجھ مین آئے مگر ذہن مین نہ آیا جسطرح جناب میرن صاحب کی رحلت کے بعد جناب سید تقی صاحب نے غور کیا تھا اور مناسب نام ذہن مین نہ آنے کی وجہ سے علیین مکان نام تجویز کیا تھا لیکن مفتی صاحب قبلہ نے جو تاریخ وفات جناب سلطان العلما کی نظم فرمائی اسمین جو خطاب تجویز فرمایا اور خوشنما اور خوبصورت کلمہ ارشاد کیا وہ انھین کا حصہ ہے وہ خطاب نامی ” رضوان مآب “ ہے جو غفران مآب سے ہر طرح مناسب اور ہموزن ہے ہر شخص محو ثنا و صفت تھا مگر آپ نے جواب مین فرمایا کہ مین نے شب کو دعاے سہم اللیل پڑھی۔ اُسکے فقرات مین بغفران رضوان مغفرت آیا لہذا اسکو فیض امام اور معصوم کا فیض کلام سمجھنا چاہیے۔ مین کیا اور میرا ذہن کیا مین نے کہا کہ کلام معصوم کا عارف و واقف آپکا ایسا کون ہے اس انکسار طبع کو خیال کیجیے کہ اپنی تعریف چاہی وراس ماخذ کو ظاہر کرکے تواضع کا ثبوت دیدیا۔ اہل اللہ ایسے ہوتے ہین

ایک شخص نے مثنوی جوہر منظوم و آب زلال و گوہر شاہوار و بیت الحزن و صحن چمن کا مجموعہ نہایت خوشخط اور خوشنما تیار کیا۔ اور اسکی نہایت درجہ قدر و منزلت کی اور جناب مفتی صاحب مرحوم کی خدمت مین پیش کیا آپ ملاحظہ فرما کر کچھ شرمندہ ہوگئے اور چند شعر نظم فرمائے ؎

آن فلک رتبہ کہ ہمنام نبی ہست و وصی
چند منظومہ عباس مرتب چون کرد
وہ چہ منظومہ کہ از خون دلم رنگین است
مصرع سال فراہم شدنش گشت رقم

ظلہ دام علی راس جمیع الناس
با چنین حسن کہ بالاتر از ان نشناسی
ہست این خامہ مگر نیشتر الماسی
چیست این دستہ از چند گل عباسی

یہ عبارت بھی اسی واقعہ کے متعلق ہے ” ماشاء اللہ بارک اللہ خمسہ حقیر باین خط دلپذیر و ہیئت خوش و صورت دلکش کہ انشاء اللہ آوازہ زیب و زینت در شش جہت می اندازد و باین اسلوب مرغوب بر دلہاے اہل قلوب تیغ نوبت می نوازد حسن ظاہرش دیدم و پسندیدم ولکن نظر بباطن خود غرق عرق انفعال گردیدم ؎

این نسخۂ پاکیزہ کہ چون جلوہ گر آید
ہر سطر خوشش رشک فزای خط سبز است
شادان شدہ ام از وی و شرمندہ ز خویشم

خوشتر ز گلستان ارم در نظر آید
گر عارض خوبان گل اندام بر آید
چون بندۂ عاصی کہ بفردوس درآید

اسی موقع کا یہ شعر بھی ہے ؎

من سادہ دل و این ہمہ سامان تکلف
باور نہ توان کرد کہ اشعار من است این

تقوی و پرہیزگاری

جناب مفتی صاحب کی پرہیزگاری وتقوے واضح وآشکار وصف ہے جس کا عموماً لوگون کو اعتراف تھا۔ جس چیز کی حلت یا اباحت مین ذرا بھی شبہہ پیدا ہوجاتا تھا اُس سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے غالباً اسیوجہ سے کبھی ڈاکٹری علاج نہین کیا اور نہ اس قسم کی کوئی دوا استعمال کی معاملات شرعیہ مین بہت بچ بچ کے کام کرتے تھے۔ اُنکے تمام افعال واعمال تقوئے پرہیزگاری کا سبق دینے والے تھے۔ جو شخص اُنکی صحبت اور خدمت مین کچھ دنون باریاب ہوگیا اُسمین صفات ملکیہ پیدا ہوجاتے تھے۔ اور دیکھ دیکھ کر وہ متقی و پرہیزگار ہوجاتا تھا۔ یہ تمام صفات فاضلہ جو باب سیرت مین بیان ہوے وہ سب اسی کے فروغ اور اس ریحان کے شمیم جان فزا ہین۔ اگر اسکی تفصیل لکھی جائے تو کلام کو طول ہوجائے گا۔ (من وسلوی)

چیست تقوی با خدا پرداختن ۔۔۔ زاتش خوف استخوان بگداختن
خاک راہِ عشق بر سر بیختن ۔۔۔ خونِ دل را با سرشک آمیختن
متقی دانی کہ باشد اے عزیز ۔۔۔ بوالہوس را چیست از عاشق تمیز
آنکہ از بند ہوس مطلق بود ۔۔۔ پیشوائے او رضائے حق بود
رنج عالم پیش او شادی بود ۔۔۔ قید دین خوشتر ز آزادی بود
گر کنی عیبش نمی آید بدش ۔۔۔ در شوی مداح او خوش نایدش
دیدہ از خون لعل گون گردیدش ۔۔۔ نقش ایزد بر عقیق سینہ اش
اہلِ تقوی مردمانِ دیگر اند ۔۔۔ در سر و کارِ جہانِ دیگر اند
جبہہ شان مثل خور تابندہ است ۔۔۔ نفسہا شان مردہ دل زندہ است

از غم دین لاغر و زارند شان	خلق پندارد کہ بیمارند شان
خود گدایند و امارت می کنند	بینوایند و تجارت می کنند
خلق را امین ز خود ہا ساختہ	نفسِ خود را در تعب انداختہ
نو بنو تجدید ایمان می کنند	سجدہ ہا مثلِ غلامان می کنند
معنیٔ تقوی اگر خواہی تمام	قصّہ ہمام بشنو ما امام

انتہی ملخصاً

حِلم و بردباری

یہ صفت بھی جناب مفتی صاحب مین اچھی طرح نمایان تھی اور کیونکر نمایان نہوتی اِسلئے کہ علم بغیر حلم بے وقار ہوتا ہے حلم سے علم کی عزت ہے۔ حلم سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی اَمر خلاف مزاج پیش آئے۔ اُسوقت نفس مین اطمینان موجود ہو کہ قوّت غضبیہ ہیجان مین نہ آئے۔ ایسے امر کو دیکھے یا سُنے تو ٹال دے۔ اکثر ایسا ہوا کہ جناب مفتی صاحب کو خلاف مزاج امور کا سامنا ہوا مثلاً کسی نے کوئی گستاخی کی یا خلاف شان بات کی بے سمجھے ہوے کوئی الزام قائم کر دیا یا کسی بات مین بے وجہ بدنام کیا یا سخت کلامی کی یا مراعات ادب نہ کی یا کوئی نقصان پہونچایا لیکن آپ ضبط کرتے تھے کبھی غصہ نہ آتا تھا۔ اور چشم پوشی کر لیا کرتے تھے۔ جیسا اسی باب مین بعض واقعات سے ظاہر ہوا۔ اگر کسی موقع پر بمقتضاے بشریت غصّہ آجاتا تھا تو ضبط و صبر فرماتے تھے اگرچہ کظم غیظ حلم سے جداگانہ چیز ہے لیکن وہ بھی ممدوح صفت ہے۔ یعنی درپے انتقام نہ ہونا اور دوسرے کی آزارہی پر صبر کر لینا۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک ایرانی شخص نے اپنی کوئی حاجت بیان کی اُس وقت صندوقچہ میں بیس روپیہ کے سوا کچھ روپیہ تھا جو موجود تھا وہ آپ نے دیدیا۔ اُس شخص نے لینے کے بعد

یہ حرکت کی کہ اُٹھ کر صحن مین گیا اور وہ سب پیسے کوٹھے پر پھینک دیے اور جو کچھ دل مین آیا بُرا بھلا کہنے لگا۔ جناب نے کچھ خیال نہ فرمایا۔ لوگون کو بُرا معلوم ہوا چاہا کہ اُسے آزار پہونچائیں۔ آپ نے اُن کو بھی روک دیا۔ اِس ایک صفت مین حلم بھی ظاہر ہو گیا عفو و صفح بھی نمایاں ہوا کظم غیظ بھی ثابت ہو گیا۔

آپ کے نسبتی بھائی میر عطا حسین و میر عنایت حسین چونکہ ضیق معاش سے پریشان رہتے تھے جب تکلیف ہوتی تھی تنگدستی کا غصہ آپ کے یہان آکر اُتارتے تھے اور باآواز بہیب آکر پکارتے تھے گستاخانہ و بے ادبانہ کلمات زبان پر لاتے تھے مگر آپ سوائے نصیحت و فہمائش اور ادب و قاعدہ کی تعلیم کے کبھی جواب ترکی بہ ترکی نہ دیتے تھے۔ راہ چلنے والے بے ادب انداز دیکھکر الحذر الحذر کہتے تھے لیکن آپ درگذر فرماتے تھے اور حلم و بردباری سے کام لے کر دستگیری و اعانت بھی کرتے تھے۔

حُسنِ خلق

جناب مفتی صاحب اپنے اخلاق کریمہ مین خلق محمدی کا نمونہ اور اخلاق حضرات ائمہ طاہرین کی سچی تصویر تھے سرور ہو یا غم راحت ہو یا مصیبت ہر حالت مین ہر شخص سے خلق کے ساتھ پیش آتے تھے خندہ پیشانی رہتی تھی خوش کلامی اُن کا سجیّہ تھا۔ دشمن سے بھی ترش روئی اور کج خلقی فرماتے تھے۔ شیرین مقال ایسے تھے کہ جو شخص ایک مرتبہ خدمت مین شرفیاب ہو گیا تمام عمر لطف صحبت کو یاد کیا کرتا تھا کبھی فراموش نہ کرتا تھا۔ بچون کے ساتھ اُن کی طبیعت کے موافق باتین کرتے تھے۔ جوانون کے ساتھ اُن کے مزاج کے مناسب کلام کرتے تھے۔ بڈھون کے ساتھ اُن کے مذاق کی گفتگو فرماتے تھے ہر طبقہ کا آدمی اُنکی خدمت سے خوش

اور مسرور ہو جاتا تھا اور کچھ ایسے فوائد کلامیہ ملجاتے تھے جو دل کے صفحہ پر بطور یادگار نقش رہتے تھے۔ کیسا ہی غمگین اور افسردہ خاطر کیون نہو اُن کی خدمت مین پہونچکر غم و رنج اُسکا سب زائل ہو جاتا تھا۔

مجمع علمار مین اُنکی باتین ایسی ہوتی تھیں کہ ہر فقرہ افادات کا خزانہ نظر آتا تھا۔ اور غیر اہل علم سے اس طرح باتین کرتے تھے کہ گویا یہ بھی اُنھین کی طرح یہ سادہ مزاج شخص ہین گھر کے اندر بچون کے ساتھ اِسطرح کلام کرتے تھے جسطرح بچے بچون سے باتین کرتے ہین یہ اُن سے پہیلیان بوجھواتے تھے اور وہ اِنسے کچھ عجب طرز و انداز تھا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ اُن کے دلون کو خوش کردیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ التصابی مع الصبیان عبادہ بچون کے ساتھ بچون کی سی باتین کرنا عبادت ہے۔ جاہلون سے بھی کچھ ایسی باتین کیا کرتے تھے کہ وہ بھی مداح رہتے تھے۔ اِن اُمور مین زرہ برابر تصنع کو دخل نہوتا تھا۔

ایک مرتبہ بارش ہوئی یا آندھی آئی پلنگ باہر تھے کوئی خادمہ شاید اُس وقت سامنے نہ تھی اسلیئے خود جناب مفتی صاحب پلنگ اُٹھا اٹھا کر اندر لے گئے۔ پکانے والی ماما کا پلنگ باہر رہ گیا وہ نہایت برہم ہوئے کہ سب کے پلنگ تو اُٹھا کر لے گئے۔ بھلا مجھ سے کیا ضد تھی کہ میرا ہی پلنگ چھوڑ دیا لوگون کو اُس کا یہ کلام بہت ناگوار ہوا کہ اس نے ایسی گستاخی کی لیکن آپ نے برا نہ مانا اور فرمایا کہ سچ تو کہتی ہے اُسی کا پلنگ باہر رہ گیا۔ مجھ سے ضرور فروگذاشت ہوگئی۔

جلیل القدر تلامذہ کا حاضر ہونا اور زمین ادب کو بوسہ دے کر تسلیم بجا لانا اور آپکا شفقت و محبت کے ساتھ جواب مین سلمکم اللہ یا حرسکم اللہ فرمانا اب تک فراموش نہیں ہوتا مریضون کی عیادت کرتے تھے جو کوئی شخص احباب مین کسیوجہ سے ناراض ہوجاتا تھا۔ اسے رضی کرتے تھے

اِصلاح بین الناس مین کوشش کرتے تھے۔

ایک مرتبہ اتفاقاً لکھنؤ مین دو نواب زادون مین باہم بحث ہوئی اور پتنگ بازی شروع ہوئی اور دونون کا ہزارہا روپیہ برباد ہوگیا۔ ہرچند لوگون نے سمجھایا۔ مگر کوئی باز نہ آتا تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ وہ اول دست بردار ہوجائین تو ہم بھی دست بردار ہوجائین۔ لوگون کو خیال ہوا کہ اسی ضد مین دونون کا گھر تباہ ہوجائے گا جناب کی خدمت مین آکر عرض کی کہ یہ مصالحت کرا دیجیے اوس زمانہ مین شہر کی آب وہوا بھی خراب تھی اور وبا ہیضہ سے جانین تلف ہوچکی تھین آپنے اول تو تامل کیا آخر کار منظور فرمایا تشریف لیگئے دونون کو جمع کیا فہمائش کی اور یہ رباعی پیش کی ؎

فصل ہیضہ کی اب بھی باقی ہے — ڈر سے چہرون کے رنگ اُڑتے ہین
یہ عجب کا مقام ہے حضرات! — اِس ہوا مین پتنگ اُڑتے ہین

کچھ ایسے موثر لہجہ مین نصیحت فرمائے کہ منازعت برطرف ہوگئی اور کنکوے بازی موقوف ہوگئی دونون آیندہ کے مالی نقصان سے محفوظ رہے اور آپ تشریف لے آئے۔

اگرچہ لوگون کا ہجوم بعض اوقات پریشان کرتا تھا۔ کوئی سبق کا طالب ہے کوئی حاجت روائی کا خواہان ہے کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہے کوئی سفارش چاہتا ہے کوئی اِستخارہ کیلئے آیا ہے کوئی تاریخ کی فرمائش کرتا ہے کوئی اِصلاح کے لیے رسالہ پیش کرتا ہے کوئی ادب سے بات کرتا ہے کوئی جہالت کی گفتگو کرتا ہے آپ سب کو نرمی کے ساتھ اور خوش کلامی سے جواب دیتے ہین کہ ہر ایک راضی و خوشنود جاتا ہے۔

جناب صدر المحققین شمس العلما مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ بیان فرماتے ہین کہ ایک روز ایک شخص نے ماہِ رمضان مین بعد ختم موعظہ حاضر ہوکر کسی مسئلہ کے جواب کا سخت

تقاضا کیا اور عرض کیا کہ کئی دن سے مین اُس مسئلہ کے جواب کے لیے حاضر ہوتا ہون مگر ابھی تک وہ مسئلہ آپ نے لکھکر مجھے نہین دیا اور نہایت خشونت کے لہجہ مین اس بات کی شکایت کی آپ نے ہنس کر اس کو جواب دیا کہ کثرت اشغال ماہ صیام کی وجہ سے تاخیر ہوئی آپ خفا نہ ہون۔ پھر بعض حاضرین مستفیدین سے متوجہ ہوکر فرمایا علی فی کل یوم صوم ونوم وایقاظ القوم فکیف لا یتنبّہ لذلک صاحب لعتب واللوم جملہ حاضرین کو عموماً اور تلامذہ کو خصوصاً اِس تحمل و بردباری اور اس طرز تکلم و بلاغت شعاری سے حظ روحانی اور سبق زندگانی حاصل ہوا۔

ایک کمسن شاگرد سے کہ جو درس شریعت غرّا مین شریک تھا ایک دن ارشاد ہوا کہ آج تم اپنی کتاب کیون نہین لائے اُسنے عرض کیا کہ مین نے یہ سُنا تھا کہ آج آپ درس خارج عنوان سے افادہ فرمائین گے اسوجہ سے کتاب نہیں لایا۔ فرمایا کہ اگر آج درس خارج ہوتا تو وہ بھی تمھارے درس سے خارج نہوتا اچھا لو میری کتاب لو یا یحییٰ خذ الکتاب بقوّۃ اِس افادہ کی بلاغت اِس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ اگر شرح کی جائے تو خود ایک کتاب ہوسکتی ہے۔ اکثر بوقت درس فرمایا کرتے تھے "پڑھیے اور پڑھیے" "پڑھیے اور پڑھیے"۔

جوشِ ولا

جناب مفتی صاحب کا جوش ولا اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ شب و روز مدح اہلبیت اطہار مین مضامین انیقہ اور مطالب شیقہ افادہ فرماتے رہتے تھے کبھی نظماً کبھی نثراً کبھی تحریراً کبھی تقریراً اور کسیطرح طبیعت سیر نہوتی تھی۔ کبھی اہلبیت کرام کے فضائل مین مصروف رہتے تھے کبھی دشمنان اہلبیت کے مطاعن و قوادح ذکر کرتے تھے اور پھر لطائف و ظرائف کے لباس مین

کہ سامعین پر زیادہ بار نہو اسکی تفصیل روائح القرآن جواہر عبقریہ خطاب فاضل سے خاص طور پر اور تمام تصنیفات سے عام طور پر واضح ہو سکتی ہے۔

یہ امر واضح ہے کہ مفتی صاحب شیعہ تھے بلکہ مقتداے فرقہ شیعہ تھے شیعون کا جو عقیدہ ہے کہ اہلبیت سے تولا اور اُن کے دشمنون سے تبرا انہین بوجہ اتم ہونا لازم تھا جن حضرات کو تہذیب اور کرامت نفس سے آراستگی ہے وہ اِسکے اظہار کا بدنما طریقہ اختیار نہین کرتے۔ جناب مفتی صاحب چونکہ جلیل القدر عالم اور نہایت پرجوش محب اہلبیت تھے اُنھون نے جو کچھ لکھا یا کہا ہے وہ مہذب طریقے سے۔

اگرچہ دوسرے گروہ کے حضرات کنایۃً اور اشارۃً بھی دیکھنا یا سننا ایسی چیزون کا گوارا نہین کرتے اور یہ سوانح عمری عام ناظرین کے لیے ترتیب دی گئی اسلیے ہم نے جا بجا سے ایسے مطالب قطعاً حذف کر دیے ہین لیکن اگر بالکل یہ ذکر نظر انداز کر دیا جائے تو سوانح نگاری کے فریضہ مین فرق آتا ہے اس لئے ہم بطور نمونہ اس مقام پر کچھ لکھ کے ناظرین سے معافی چاہین گے۔

گر دلا خواہی رہ صدق و صفا	باش محو اہلبیت مصطفےٰ
شرع عرش و ہم ارکانند	علم کنز و ہم خزانہ
این دہ و دو برج چرخ عزت اند	بحر دکان علم و فضل و حکمت اند
بودہ از تکوین وجود شان غرض	طاعت شان برجہان شد مفترض
یاد داری وال من والاہ را	خواندہ حرف اطیعوا اللہ را
دمبدم دم از ولاے شان بزن	سکہ شان بر دل ایمان بزن
سیدا لاف تولا میزنی	دم ز عشق آل طٰہٰ میزنی

اخذ علم و حکمت ایشان بکن — طاعتی چون طاعت ایشان بکن
با چنین اطوار طاعات توجیست — عار ایشانی مباہات توجیست

اظہار تولّا میں ارشاد فرمایا ہے:-

صل یا رب علی احمد ختم الرسل — وعلی القاسم للجنۃ والنار علی
وعلی فاطمۃ ثم زکی حسن — وحسین دمہ منہم فی الرمل
وعلی بن حسین وعلی باقرہم — وعلی صادقہم موضح خیر السبل
وعلی الکاظم موسی وعلی الطہر رضا — وتقی ونقی ہو للہ ولی
ثم ذی العسکر والحجۃ مہدیہم — ہو فی الناس خفی ولہ الفضل جلی
ہم شموس وعلیہم صلواتی ابداً — عند اشراق ضحی الشمس وعند الطفل
ہم اذا ما سعر الحرب کالساد شری — واذا ما ذکر الجود کسحب ہطل
قد صفا مشربہم نشرب من کوثرہم — جرعاً صافیۃ حالیۃ کالعسل
واسع ساحتہم مفترض طاعتہم — ثابت دولتہم وہی قصاری املی
ہذہ مدحتہم جہزّہا عباس — کعروس رفلت فی حلل ذات حلی
ان ہاذی حسنات کشفت لمعتہا — ظلمۃ الظلم عسی اللہ بہا یغفر لی

یہ رباعی بھی قابل ملاحظہ ہے اور جو اقتباس اسمیں ہے وہ کسقدر قابل قدر ہے۔

حقیر در نظرم آید این جہان دنی — چنانکہ سائل محتاج درگہ غنی
علی و فتح در اسلام کعب بو بکر — خلیل و اکبر اصنام بود و بت شکنی

دیگر

گویند ز شیخین بدین نفع رسید — قل اثمہما اکبر من نفعہما

قصیدۂ بائیہ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں یہ قصیدہ مشہور و معروف ہے:۔

لی من الله امام قرشیٌّ عربی ... طیّب المولد والنسل اغر اللقب

امن الناس علی الطوع او الکره به ... والذی ینکره فهو غوی و غبی

زعموا الصحب نجوما فغدوا و اذ نا با ... لثلاث نحسات کذوات الذنب

سقطت عن درج الغز و علی عداتها ... فعن الحرب تولت و نزت فی الهرب

هو من احمد کالنفس وقد سبوه ... و یصلون علی احمد یا للعجب

ردت الشمس له ثم دنت من افق ... ولئن صیرها راکدة لم تغب

و هو فی المسجد صلی و تزکی فیها ... یالها من قرب فی قرب فی قرب

ذکره یحیینی لا نغم مجبة ... حبه یسکرنی دون شرب العنب

اه مما احتمل الظلم و فی العین قذی ... لتراث ذهب القوم به کالنهب

کما اصیبت رسل قبل و لدا الزهرا ... قد دهاهم محن غیرهم لم یصب

نطق العجم بآیات علاهم و لقد ... خرس الالسن مهما نطقوا بالخطب

انا سلم لکم لا لعداکم ابدا ... معکم لا مع من خالفکم منقلبی

ایک قصیدہ کے اور چند اشعار قابل ملاحظہ ہیں:۔

حب الکرام السادة الامجاد ... قد حل من بدو الصبی بفوادی

فی حبهم کفارة لذنوبنا ... وطهارة الارواح والاجساد

و بفیضهم فاض السحاب وامسکت ... بهم السماء بلا وجود عماد

اهل الکسا زعم المخالف انهم ... مع ترك دینکم حلیف وداد

لا والذی اولاکم نور الهدی ... کم بین منطقه و بین فواد

ايحب فلذة كبد احمد وهو	مشغوف بخلة اكل الاكباد
كلا وكم بين الولاة وغيرهم	لا تستقيم محبة الاضداد
عباس مهلا لا تضيع وقتنا	ذرهم فربهم لبالمرصاد
اهل الكسا جودوا على بقطرة	من ماء كوثركم فانی صاد
عذرا اليكم يا كرام فما انا	بمثيل اسمعيل والحماد
مدحی لشانكم كتحفة نملة	نحو ابن داؤد برجل جراد

جناب مفتی صاحب نے ایک دو غزلہ نظم فرمایا ہے جو مدح و منقبت و ثنا و اظہار جوشش ولا میں ہے وہاں کے چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں۔

غنچہ دلتنگ رخاموشی لبہائے شماست	گل کہ سرخ است خجل از رخ زیبائے شماست
کوہ موسیٰ نتواند کہ بماند برجائے	گر باین طور سر طور تجلائے شماست
سخنم کاین ہمہ مجموعہ حسن و خوبی است	سبب آنست کہ از مدح سراپائے شماست
مژہ پر خون و چو گل جادہش بر سر و چشم	گرچہ خارست ولیکن چمن آرائے شماست
نہ ہمین من دل و جان را بشما باختہ ام	کہ مسیحا گرو زلف چلیپائے شماست
آل طٰہٰ سجل شرع ز املائے شماست	زینت نامہ ایجاد ز طغرائے شماست
انچہ در غیر نبودست و نخواہد بودن	علم و فضل و شرف و عصمت و تقوائے شماست
چہ سخاوت چہ شجاعت چہ عبادت چہ ورع	ہر کجا ہست چو یک قطرہ ز دریائے شماست
کعبہ را حرمت احرام ز میلاد علی است	خلق را باب حوائج در موسائے شماست
نہ ہمین بر دل من نام شما منقوش ست	زینت عرش و سموات ز اسمائے شماست
ذرہ یافتہ از مہر شما ماہ منیر	آفتاب آئینہ طلعت غرائے شماست

دوزخ آتشکدهٔ قهر شما می باشد   خلد گلدستهٔ از بهر تماشای شماست

آل یسین بعراق است عرق ریزی ما   هند با شیعه نسازد که ز اعدای شماست

حیف باشد غم و دردان دل ما را شکند   که همین شیشهٔ صهبای تولای شماست

ساکنان فلک آیند زیارت بکنند   ما نه بینیم زمین مسکن و ماوای شماست

پیری و ضعف و غم و رنج هلاکم کردن   نفسی چند که مانده بتمنای شماست

آ بجوی قلمش در حسین منقبت است
نظر لطف بعباس که سقای شماست

مخمّس

گویا گذرے نیست دران باغ صبا را   گز زا برساند سلام اهل حمی را

اے آه بگیر از دل من وام هوا را   بگذر بر شان و برسان قصهٔ ما را

کامد چه وفا را و کجا رفت مدارا

یاد آن همه دلداری و شیرین سخنیها   کے بود بوهم آن همه پیمان شکنیها

اے وای دل شیشه و آن سنگ زنیها   این سنگ دلی با همه نازک بدنیها

راهی نبود در دل تان ترس خدا را

نے نے نبود اینهمه شایان دل من   گردے نرسیده است بدامان دل من

برتر بود از عرش برین شان دل من   گز روز الست آمده ایوان دل من

در ملک کسانیکه امینند خدا را

اعلام هدی بشیر و بشیر دانند   انوار خدا باعث تکوین جهانند

ما وائے وری بادشہِ کشور جانند　　افلاک کمالند و ہم اقطاب زمانند

گر ہستیِ شان ہست قوام ارض و سمارا

مصباح دجیٰ عروۂ وثقائے یقینند　　مرآۃ جمال حق و الواح مبینند
مشکوۃ ضیا حصن حصین حبلِ متینند　　فرمان دہِ دین مختلف روح امینند

اختارہم اللہ علی الارض منارا

آیاتِ کرم باعثِ فیضانِ الٰہی　　دریائے حِکم حجت و برہانِ الٰہی
شد الفتِ شان اجرت احسانِ الٰہی　　پیداست میان ہمہ شان شانِ الٰہی

فاسلم صلی الجنۃ والراد تارًا

یا سادۃ اصبحت مشوقًا بلقاکم　　بالیت لعینیّ حلولا بذراکم
ہاکم انا ذا اقرع ابواب رجاکم　　ہل من نظر عن کرم دام علاکم

شاہان بنگاہی بنوازند گدا را

بے حبّ شما نعمت جنّت نتوان یافت　　بے لطفِ شما بہرہ ز رحمت نتوان یافت
با بغض شما راہ سلامت نتوان یافت　　بے فیض شما رفعت و عزّت نتوان یافت

من منتظرم دولت و اقبال شما را

الدین بکم اکمل، والنعمۃ تمّت،　　والرحمۃ عمّت وعلی العالم عمّت
شد فرض تولائے شما بر ہمہ اُمّت　　می باش و لا مست ز صہبائے محبّت

بیخود تشوی یوم تری الناس سکاری

آن مدح کدام است کہ در شانِ شما نیست　　وان کیست کہ شرمندۂ احسانِ شما نیست
یارب چہ کس است آنکہ ثنا خوانِ شما نیست　　سید ہم از دل ز غلامانِ شما نیست

امنت بکم امدح لیلا و نہارا

اخلاص و اخفای عمل

جناب مفتی صاحب کا مرتبۂ اخلاص اسقدر عالی و بلند تھا کہ مؤلف کا وہم و خیال بھی وہان تک نہین پہونچ سکتا اُن کا صحیفۂ اعمال توحید و معرفت کا ایک خزانہ تھا تمام اُمور اُن کے خدا کے لئے ہوتے تھے ریاکاری وہی کرے گا جسے دنیا کی خواہش نام و نمود کی تمنا عیش و راحت کی فکر عزت و رفعت کی آرزو مال و دولت کی رغبت ہو لیکن جس شخص کا دل محبت آلٰہیہ کا مخزن انوار تقرب کا مطلع بحار معرفت کا سرچشمہ ہو اُس سے اور ریا سے کیا تعلق؟ ایسے شخص کا جو عمل ہوگا خالصًا لوجہ اللہ ہوگا جو کام ہوگا ابتغاءً لمرضات اللہ ہوگا۔ ہمارے بیاناتِ سابقہ مین اخلاص کے حالات اور اخفاے عمل کے حکایات متفرق طور پر آچکے ہیں جنکے تکرار کی ضرورت نہین۔ لیکن اس مقام پر چند شعر من و سلوی کے ملاحظہ ہون۔

در عبادت محترز باش از ریا	پیش حق با طاعت خالص بیا
خواہی از حق اجرتِ اعمال خویش	یا اُمیدت ہست از امثال خویش
دل بعیش بے بقا مائل مکن	نعمتِ پیوستہ را زائل مکن
مولوی در بند جاہ و حشمت است	در تلاش رنگ رنگ نعمت است
گاہ در حوض است جسم اطہرش	گاہ یک حوض مدوّر بر سرش
دست بوسش میکنند اہل غرض	طاعتش نزدِ مریدان مفترض
سر بوقت درس بر بالش نہد	چون امیرے پیش آید بر جہد
می فرستد رقعہ ہا در جہات	تا بدست آرد زر خمس و زکوٰۃ

از امیران سوے خود درہم کشد   وز فقیران روی خود درہم کشد
از عبا و جُبّہ و دستارِ او   گرم چون بزاز شد بازارِ او
گر کسے تعظیمِ مولانا نہ کرد   مولوی تکفیر بے باکانہ کرد
اینچہ حُکم است اے جنابِ مولوی   از چہ رو آزردہ خاطر میشوی
نفع و نیت نیست در تکفیر کس   نیست تعظیم تو در تحقیر کس
زائر و ملا و حاجی گشتہ   ہیچ میدانی کسے کہ ناجی گشتہ
ای نشان سجدہ بر سیمای تو   نعل بغداد بست زیب پای تو
جسم تو از غسل چون بلور صاف   ریش پاکت از زنخدان تا بناف
دست چون مرجان حنائی کردہٗ   طرفہ رنگِ خود نمامی کردہٗ
واعظ و علامہ و قاری شدی   باز سر گرم ریا کاری شدی
طاعتت از آسمان افتادہ است   شور مدحت در جہان افتادہ است
از برای کبریا کارے بکُن   خالص از ریبِ ریاکاری بکن
گر ثنا خوانت نباشد ہیچ کس   بہر تو خوشنودی اللہ بس

اُمرا سے ملنا آپ کو شاق ہوتا تھا اگر مُلاقات ہوتی بھی تو بسا اوقات کھرا اور خشک جواب دیدیتے تھے جو بار خاطر ہوجاتا تھا۔ اکثر ایسے حضرات کی تعظیم کے لئے اُٹھتے بھی نہ تھے البتہ وہ اُمرا مستثنیٰ تھے جو لیاقتِ علمی سے بھی متصف ہون۔ اخلاص عمل اور اجتناب عن الریا کے یہ ظاہری آثار تھے ورنہ اسکی داد تو اُسی ذات سے ملسکتی ہے جسکی رضامندی کے لئے یہ عمل ہوتا تھا اور وہی عالم الغیب اُن مواقع سے مطلع ہوسکتا ہے جہان دل کے جذبات محسوسات خارجیہ کی طرح معلوم ہوجاتے ہین۔

صلۂ ارحام

اِس صفت مین جناب مفتی صاحب نہایت عالی مرتبہ رکھتے تھے عزیز و اقارب کی
کی خبر گیری مین بہت سرگرم تھے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اور دیگر اقارب قریب
سب کا بار اُنھین کی ذات پر تھا اور سب کو بقدر مناسب عطا فرماتے تھے کسی کی کفالت
سعی و سفارش سے اور کسی کی حاجت روائی دست حق پرست سے کرتے رہتے تھے۔
کھانے کا انتظام جُدا، اور لباس کا بندوبست علحدہ اور لڑکون اور لڑکیون کی شادی
کا اہتمام اُن کے قرض کی ادائی کی تدبیر ایک طرف۔ یہ سب کچھ ہوتا تھا اور کوئی
بھی نہایت محبت و شفقت اور مودت و رافت کا طریقہ ملحوظ رکھتے تھے۔
سید محمد موسوی آپکے چھوٹے بھائی کربلائے معلی تشریف لیگئے تھے، یہان سے اُنکی
برابر اعانت فرماتے رہتے تھے۔

اِسمین شک نہین کہ ایسا طرز عمل آسان نہین ہے وہی کرسکتا ہے جو صلۂ ارحام
کے مرتبہ کو اچھی طرح سمجھے ہوئے ہو ان اُمور کے علاوہ تعلیم کی بھی فکر فرماتے تھے خود
پڑھاتے تھے رغبت دلاتے تھے پڑھواتے تھے، اپنی اولاد کی پرورش و خبر گیری مین
اپنے نفس پر جو تحمل مشاق فرماتے تھے وہ تو بہت کچھ ہے۔

صبر و رضا

یہ صفت بہترین صفات انسانی اور پسندیدہ بارگاہ یزدانی ہے اِس صفت سے
متصف ہونا معمولی آدمیون کا کام نہین ہے۔ اُنھین افراد مین یہ صفت پائی جاتی ہے

جنکے سینون مین انوار آلٰہیہ کی شعاعین ضوفگن ہوتی ہین اور دنیا کو حقیقی نظرِ عبرت سے دیکھکر سرائے فانی سمجھ لیتے ہین اور اوسکے رنج وراحت مصیبت ومسرت کو بے اعتبار مان لیتے ہین اور اس عالم کی چیزوں کو گذرگاہ کا سامان یقین کرکے کسی چیز سے دل نہین لگاتے جناب مفتی صاحب اس صفت مین بہت بلند پایہ اور نہایت عظیم مرتبہ رکھتے تھے چنانچہ اپنے طرز زندگی کی ایک شعر مین تصویر کھینچتے ہین۔

رہ می برم زکوچۂ دنیا بسوی او	ورنہ مرا بمنزل فانی چہ کار بود

جناب مفتی صاحب اکثر مبتلاے مکارہ وآفات رہے لیکن صبر ورضا کا دامن ہاتھ سے نہین چھوڑا۔ والد ماجد نے وفات پائی جو عابد وزاہد شاکر وصابر خاشع ومتواضع بزرگوار تھے صبر فرمایا پھر والدہ نے انتقال کیا جس کا صدمہ شدید تھا فرماتے تھے ؎

اخرت حاجاتها عن حاجتی	مهجتی ربت فداها مهجتی

اولاد کے صدمات اُٹھائے۔ چھوٹی بڑی اولاد کی مفارقت ورحلت کے صدمات جن کی تعداد بیس سے زائد تھی۔ اوراق الذہب مین جس کی تصنیف ۱۲۶۴ھ ہجری مین تمام ہوئی تحریر فرماتے ہین کہ جتنی اولادون نے رحلت کی اُن مین سے ایک لڑکا سید علی اور ایک لڑکی مجھے زیادہ محبوب تھے اور اُن کا صدمہ بھی مجھے زیادہ ہوا جس کے سبب سے میرے حافظہ مین فرق آگیا لیکن مین اپنے نفس کو تحمل مصائب کیلئے آمادہ رکھتا تھا اور اپنے سب کام خدا کے سپرد کردیتا تھا یہان تک کہ بروز وفات دختر بعض رسائل کے تصنیف مین مصروف رہا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی صاحبزادے کے ارتحال کے دن روائح القرآن سی جلیل القدر کتاب کی ایک کافی مقدار تصنیف ہوئی ہے۔ امراض کثیرہ مین ابتلا رہا مگر رضا وتسلیم سے

تجاوز نہین کیا۔

ایک مرتبہ بمقام کلکتہ پاؤن مین شدید درد ہوا سخت تکلیف تھی۔ اس موقع کے اشعار اُن کی شان رضا و تسلیم کے لیے ملاحظہ ہون جو اپنے بھائی کو لکھ کر کربلا بھیجے تھے ؎

اخی یا ابن امی طال عہدہ فراقی	وکم بین ہذی و بین عراقی
بلیت بامراض صعاب اشدہا	توجع رجلی مع تشنج ساقی
الا فادع لی ربی و ربک دائما	لانجو من دہر یشد وثاقی
والقی الی ارض الغری مکتفا	کعبد الی مولاہ بعد اباق

اور اسی کے متعلق ایک رباعی نظم فرمائی:-

بانفس حرون خویش جنگے دارم	وز سختی دہر سر بسنگے دارم
دردی است کہ برنمی دارد دست	زین راہ زمانہ عذر لنگے دارم

خود تحریر فرمایا ہے کہ ومن اقسام الکریہ۔ فی ایام الغربیہ + وجع یعرضنی اخذا من الفخذ الی الرکبہ + حتی سئمت ومللت۔ حتی قلت

تضجرت یا مولائے من وجع الرجل	ومن ضیق حالی واغترابی ففرج لی

دکیفیت این درد آنست کہ از رکعت اوّل در نماز صبح شروع میشود و مادامیکہ در نمازم شدتش نمیرود و پس از فراغ ہم دست برنمیدارد تا بعد از ساعتی رو بانحطاط می آرد با این ہمہ وقت مستمر است و بجائے خود مستقر اما بخفت نہ بشدت ولکن شب تخفیف بین حاصل و گویا زائل می شود و درین باب بقلم می رود ؎

کردیم نماز سحر درد بپا شد	سر را نکشیدیم چو فرمان قضا شد
آسائش تن گرچہ زکف رفت الم نیست	فرضے کہ حق بود ادا شد چہ بجا شد

شب گرچہ سکون یافتہ روز نہ سکون نیست … کارم حرکت نیست لیس این درد چرا شد
ما از سر انصاف بگوئیم کہ این درد … از لغزش پای است کہ در راہ خدا شد

ایک اور رباعی اسیکے متعلق ہے۔

ما در رفلک بتنگ شدیم … راہ پیماے کوہ و سنگ شدیم
درد پا بر فگند در پیری … چون سفر در رسید لنگ شدیم

اسی واقعہ کے متعلق یہ اشعار بھی ملاحظہ ہون ؎

انقلاب مزاج اِنسانی … آیت قدرتی است ربّانی
طفلی است و جوانی و پیری … تشنگی و گرسنگی سیری
گاہ قید است گاہ آزادی … مرض و صحت و غم و شادی
آدمی صبح و شام در خضر است … در حضر نیز بر سر سفر است
در گرفتار عُذر بتے گردد … ہم ہش تازہ کر بتے گردد
چون شود راہ دور از وطنش … راہ یابد فتور در بدنش
در وطن چون بحال می ماندم … سورہ ہاے طوال می خواندم
سفر شرق چون فتاد مرا … مرضے سخت دست داد مرا
تن کنون بسکہ لاغر و زار است … خواندن حمد نیز دشوار است
چون ولا الضالین بلب گذرد … می شود تنگی نفس از حد
داشتم عادت سحر خیزی … تا کنند دیدہ ہا گہر ریزی
آن ہواے خنک زبرد عجوز … کر رسید ے چو ناوک دلدوز
قوت از بسکہ دست و پا را بود … جسم و جان مرا گوارا بود

حالیا از نسیم صبحدمے	پا بدرد آید و شود درمے
گرچہ بے ساز و برگ می باشم	چشم بر راہ مرگ می باشم
ابدے ذات پاک یزدانی ست	غیر او جملہ سر بسر فانی ست

ملاحظہ فرمائیے کہ درد کی تکلیف اور خدا کی یاد ہے۔ جو خاصان خدا کا شعار ہے نہ شکوہ ہے نہ شکایت ہے۔ اگر ذکر ہے تو اسیقدر کہ عبادت اُس طرح نہین ہو سکتی جس طرح کہ عادت تھی۔ یہ ایک موقع تھا اسی سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ دیگر مواقع مین بھی یہی انداز طبیعت ہوگا۔

منجملہ مکارہ و آلام کے جنپر جناب مفتی صاحب نے صبر فرمایا ہے ایک وہ واقعہ ہے جسے خود اُنھون نے اوراق الذہب مین تحریر فرمایا ہے اور دیگر مقامات مین بھی لکھا ہے۔ یہان ہم اُسکا ملخص ترجمہ عرض کرتے ہین۔

'فرماتے ہین کہ مین نے ایک زمانہ مین ایک کنیز مول لی جو کریہ منظر تھی۔ قیمت بھی اسکی ادا کردی اسکے بعد بائع نے خواہش کی کہ مین اُسے واپس کردون، مجھے بعض موانع کے سبب سے انکار کرنا پڑا شخص مذکور میرے مجالس مواعظ کے حاضر ہونے والون مین سے تھا اور میرا اعزاز و احترام کرتا تھا مگر جب مین نے بمصالح اُس کی بات نہ مانی تو اُس نے میرے ساتھ فریب کیا اور غصب کی تہمت مجھپر قائم کی بلکہ یہ قصد کیا کہ مجھے مخفی طور پر قتل کرڈالے اور بعض مفسدین اُسکے شریک حال ہوگئے اور مین بے ناصر و مددگار تھا۔ اِن واقعات پر مین صبر کرتا رہا اور خون کے گھونٹ پی پی کر خاموش تھا۔ اُس شخص کی طرف سے طرح طرح کی ایذائین پہونچتی تھین اور مین صرف اپنے خدا سے شکایت کرلیا کرتا تھا۔ چنانچہ اسکے متعلق مین نے نظم کیا ہے:-

اتزعم انی قد غصبت ودیعۃ	کذبت وان الکذب شر المآثم
تقول قد ابتاع التی کنت بعتہا	بغیر رضی من زوجتی للمساوم
الم تک تاتینی ملحّاً لبیعہا	تنص علی ملاک لنفسک دائم

(اسی طرح مختلف قوافی مین اشعار کثیرہ نظم فرمائے ہین جن مین سے اکثر رطب لعرب مین شایع ہوگئے ہین) نوبت یہانتک پہونچی کہ اُسنے محکمۂ شریعت مین جناب سید العلما کی خدمت مین مرافعہ کیا اور وہان سے حاضر ہونے کا حکم صادر ہوا جسکا مجھے سخت صدمہ پہونچا مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ مگر جناب سُلطان العُلما کو مین نے تمام واقعہ کی خبر کردی انھیں بہت ملال ہوا اور نہایت شدت سے غصّہ آیا اور فرمایا کہ آپ پریشان نہون وہ عنقریب سزا کو پہونچے گا۔ مگر مین نے باینہمہ وہ کنیز واپس کردی اور چاہا کہ صفائی ہوجائے اور یہی طریقہ مجھے اچھا معلوم ہوا۔

اِس معاملہ مین جناب مفتی صاحب نے جسقدر صبر کیا وہ مخفی نہین ہے اِسلئے کہ مدعی کو بھی سزا سے بچادیا۔

عیب پوشی

جناب مفتی صاحب کی شمائل و خصائل سے یہ امر تھا کہ کبھی کسیکے عیب پر نظر نہ کرتے تھے اور اگر کوئی عیب کسی مین محسوس ہوتا تھا تو اسکی عیب پوشی فرماتے تھے۔ سبب اسکا یہ تھا کہ انھین ہمیشہ اپنے نفس کے قبایح کا اِسقدر تجسّس رہتا تھا اور اسکا ایسا ملکہ راسخہ ہوگیا تھا کہ کسی دوسرے کے عیب پر نظر کرنیکا موقع ہی نہ ملتا تھا، اور اگر موقع بھی ملتا تو مرتبہ خوف وخشیت اُسکے اظہار سے مانع وحائل ہوجاتا تھا۔ بلکہ عادت یہ تھی کہ محاسن پر زیادہ

نظر ڈالتے تھے اور دقت نظر سے مومنین کے افعال مین حسن و خوبی کے پہلو نکالا
کرتے تھے۔ اور جب کسی مومن کا ذکر آجاتا تھا تو اسکا ذکر کسی نہ کسی نیک صفت کے
ساتھ کرتے تھے۔ دوسرون کی معمولی اچھائی کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے
اور اُسے بہت سمجھتے تھے۔

حکایت ایک شخص نے اپنے ہاتھ کا ایک نوشتہ پیش کیا جسے محنت سے
لکھا تھا اور اپنے خیال مین خوشخط لکھا تھا لیکن درحقیقت بدخط تھا اور غرض یہ
تھی کہ آپ ملاحظہ فرماکر مدح کرین اور وہ مدح اُس شخص کیلئے باعث سرور ہو
چونکہ آپ خود بھی خوشخط تھے ملاحظہ فرماکر دیر تک خاموش رہے کہ کیا جواب دون
اگر کہتا ہون کہ خوب لکھا ہے تو کذب اور خلاف واقع ہوتا ہے اور اگر کہتا ہون
کہ اسکا خط اچھا نہین ہے تو یہ شخص خاطر شکستہ ہوگا غور کرتے کرتے فرمایا کہ بھائی
تم نے کیا عمدہ سیاہی سے لکھا ہے جس کے دیکھنے سے آنکھون مین نور آتا ہے وہ شخص
اِس ارشاد سے خوش و مسرور ہوگیا اور جناب کا قدم جادہ صدق سے نہ ہٹا۔

ایک مرتبہ کسی کا ذکر آگیا اور اُن کی کوئی صفت نیک ذہن مین نہ آئی غور
کرتے رہے پھر فرمایا کہ خدا مغفرت کرے قلم خوب بناتے تھے۔

دوسری حکایت مٹیابرج مین ایک بزرگوار شیخ محمد عرب جو صاحب کشف الغطا
حجۃ الاسلام شیخ جعفر نجفی کے احفاد مین تھے اور خود
بھی ادیب اور فصیح الکلام اور خوش بیان شخص تھے جناب کی ملاقات کو تشریف
لائے جناب استاذ الاساتذہ مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ بیان فرماتے ہین مین بھی
وہین موجود تھا انکی ملاقات کے لئے پہلے مین خود گیا دیکھا تو نہایت فصیح و خوش بیان پایا

انھون نے ذکر کیا کہ مین نے جناب مفتی صاحب کے قصیدہ بائیہ کی تشطیر کی ہے جس مین یہ شعر بھی ہے

انتسنا منایانا علی حسین غفلۃ	وقد طالما کنا نخوض ونلعب

اپنے مصرع بھی سنائے اور یدبیضا کی تاریخ کی تخمیس بھی سنائی اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا دیر تک ملاقات رہی وہان سے آکر مین نے خدمت اقدس مین عرض کیا کہ آقا شیخ محمد جوکہ ادیب فصیح شخص ہین آپ کی ملاقات کے لیئے آئے ہین تشریف لیگئے نہایت لطف کی ملاقات ہوئی جناب نے اُنکی جائے قیام دریافت فرمائی اور ارشاد کیا کہ انشاء اللہ مین بھی بازدید کیلئے آؤنگا۔

شیخ موصوف کی بازدید اول تو اس لیے بھی مناسب تھی کہ وہ باکمال شخص تھے دوسرے وہ خود آئے تھے اور عرب و عجم دید کو مسنون اور بازدید کو واجب سمجھتے ہین تیسرے وعدہ بھی فرما لیا تھا مگر باینہمہ ضعف و اضمحلال نے مہلت نہ دی اور بازدید مین تاخیر ہوگئی۔ شیخ منتظر رہے اور آخرکار ضبط نہ کرسکے ایک خط لکھا اور بہت بے عنوانی سے تحریر کیا اور جسارت کے ساتھ عنوان خط مین یہ دو شعر لکھے ؎

ما زلت منتظرا فقد وملک سیدی	متوقعا طرفی لقرع باب
یا کاذبا فی الوعد	من لی بمصّ لسانک الکذاب

جناب نے اِس تحریر کو ملاحظہ فرمایا اور چہرے پر ملال و تکدر کے آثار نمایان ہوے مگر زبان سے کچھ نہ فرمایا بلکہ اُس کاغذ کو تکیہ کے نیچے رکھ لیا یہ حالت دیکھکر مین اپنے مقام سے اُٹھا اور وہ کاغذ نکالکر مین نے دیکھا اور مجھے بمقتضاے حداثت سن بہت غصہ آیا اور مین اُس خط کو لیکر اِس خیال سے اپنے مقام کی طرف چلا کہ اسکا جواب لکھون اور اِس گستاخی کا

عوض لون مجھے بلایا کہ کیا ارادہ ہے مین نے اپنا خیال عرض کر دیا فرمایا نہین مسافر ہین عالم غربت مین ہین صاحب ضرورت ہین پریشان ہین اُن کی طرز تحریر کا مواخذہ مُناسب نہین مین نے عرض کیا کہ یہ سب صحیح ہے لیکن انھون نے نہایت اسارت ادب کی ہے ضرور جواب لکھون گا فرمایا کہ مقتضاے دینداری یہ ہے کہ برادر مومن کے کلام کو نیکی پر حمل کیا جاوے مین نے پھر کہا کہ اس مین صریحًا بے عنوانی و گستاخی ہے اِسمین کوئی محمل خوبی کا نہین معلوم ہوتا اور محمل صحیح کا احتمال بھی نہین ہے ارشاد ہوا کہ حدیث مین وارد ہے کہ اگر برادر مومن کے کلام مین سو وجہین پیدا ہوتی ہون اور ننانوے محمل برائی کے ہون اور ایک محمل خوبی کا تو اُسی پر حمل کرنا چاہیئے۔ مین نے عرض کیا کہ اِسمین توقطعًا کوئی پہلو حُسن کا معلوم نہین ہوتا فرمایا نہین ایک محمل صحیح موجود ہے دریافت کرنیکے بعد ارشاد فرمایا کہ دیکھو مصرع آخر مین لفظ مص لکھا ہے اور اُسکے معنی چوسنے کے ہین اور مصّ لسان کا استعمال معشوق و محبوب کے لئے ہوتا ہے اور معشوق کیطرف کذب کی نسبت مذاق شعرا مین ممدوح و مستحسن ہے قبیح نہین ہے۔

یہ سنکر مین سرتاپا حیرت کی تصویر بنگیا اِسکے بعد مین نے نظر کی تو یہ سمجھ مین آیا کہ درحقیقت جتنے احتمالات تھے وہ سب خلاف تھے اِسکے سوا دوسرا مطلب ہی نہین ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ یہ مرتبہ ایسے ہی بزرگوارون کا ہے کہ جنکے قلوب کو خداوند عالم نے اپنی معرفت کے نور سے منور کیا ہے اور انھین اپنے اولیاے کرام کے علوم کا مظہر بنایا ہے اور فی الواقع نواب ائمۂ کرام ہونے کے لائق ایسے ہی بزرگوار ہین اِسکے بعد بمقتضائے مکارم اخلاق بازدید کیلئے بھی تشریف لے گئے اور کتاب شریعۃ غراکے مطالب بھی انھین سنائے اور اُنکے اُمور مین توجہ بھی فرمائیے جس کا بیان زیادہ تفصیل طلب ہے۔

پایۂ احتیاط

جناب مفتی صاحب کا مرتبہ احتیاط مشہور و معروف ہے۔ خواہ امور دینیہ ہون یا امور دنیویہ۔ ہر بات مین احتیاط کا مسلک پیش نظر تھا۔ مسئلہ لکھنے مین نہایت احتیاط فرماتے تھے۔ استنباط و اجتہاد کے بعد فتوی احتیاط کے ساتھ توام ہوتا تھا۔ اجازہ دینے مین نہایت درجہ احتیاط فرماتے تھے۔ جن حضرات کو اجازہ عطا کرتے تھے اُن کی حالت پر اچھی طرح اطمینان کر لیتے تھے۔ اس معاملہ مین کسی کی خاطر یا فرمائش کا لحاظ نہ فرماتے تھے اجازہ روایت سوائے چند شخصون کے کسیکو نہین دیا۔

لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی

مفتی صاحب کے لطائف لکھنؤ مین زبانزد خاص و عام ہین۔ اُن کی طبیعت کہین رُکتی ہی نہ تھی بعض اوقات وہ اپنی شان کے خلاف لطیفہ کہہ گذرتے تھے۔ آئی پر کبھی چوکتے ہی نہ تھے سیکڑون لطیفے اُن کے سُنے اگر سب لکھے جائین تو مستقل رسالہ ہو جائے گا روزمرہ کی باتون کو کوئی کہان تک ضبط کر سکتا ہے بذلہ سنجی تو اُن کی طبیعت مین داخل تھی بعض واقعات ہدیۂ ناظرین ہین:—

(۱) ایک مرتبہ خارش نکلی انگلیان کھجاتے ہوئے باہر نکلے ایک شخص نے پوچھا کیسا مزاج ہے؟ برجستہ کہا۔

تا کجا شکوۂ خارش بکنم
خار خارم چہ گذارش بکنم

(۲) ایک شخص نے پوچھا کہ قبلہ و کعبہ ہاتھی دانت کی تسبیح پر پڑھ سکتے ہین فرمایا "ہاتھی (ہاتھ ہی) پر کیون نہ پڑھیے۔"

(۳) ایک شخص اصحاب صحبت مین سے روز حاضر ہوا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز نہین آئے۔ دوسرے روز جب آئے تو پوچھا کل کہان تھے اُنھون نے کہا "گر پڑا تھا چوٹ لگ گئی اسلئے نہین حاضر ہو سکا" فرمایا "جلدی ہلدی ہلدی ہوتی"

(۴) بھوجان ایک ضعیفہ خادمہ تھی ایک روز وہ دروازے سے کہتی ہوئی نکلی "میرے گھٹنون کا دم نکلتا ہے" آپ باہر بیٹھے ہوسے تھے فوراً فرمایا "ایسا مصرع بھی کم نکلتا ہے"

(۵) ایک شخص نے مسجد بنوائی تھی اوسکو مؤذن کی تلاش تھی مگر بیچارہ غریب آدمی تھا مفتی صاحب کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا "مجکو ایک مؤذن کی ضرورت ہے غریب آدمی ہون ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہون، آپ کسی کو تجویز کر دین" فرمایا "آٹھ آنہ کا ایک مرغ لیلین وہ پانچون وقت اذان دیا کریگا"

(۶) ایک مرتبہ بیمار ہوئے جاڑے کا موسم تھا۔ سرخ شالباف کا لحاف اوڑھے لیٹے تھے صرف چہرہ کھلا ہوا تھا۔ حکیم شیخ علی محمد صاحب دیکھنے گئے پوچھا کیسا مزاج ہے فرمایا "دیکھیے گھونگچی کی طرح پڑا ہون"

(۷) باہر کمرے مین بیٹھے ہوئے طلبا کو پڑھا رہے تھے مکان کی ڈیوڑھی مین ایک خدمتگار بیٹھا ہوا چہے نامہ چیخ چیخ کر پڑھ رہا تھا۔ اُسکی آواز مخلل انداز ہوتی تھی، ایک مرتبہ بلند آواز سے فرمایا "خاموش" طلبا بے اختیار ہنس پڑے۔

(۸) آپ کی ایک ممتوعہ بسم اللہ بیگم تھین جو خدمت مین بہت گستاخ تھین ایک مرتبہ

کہنے لگین کہ بسم اللہ تو سب کے اوپر لکھی جاتی ہے" فرمایا "یا فتاح اُس کے بھی اوپر لکھا جاتا ہے۔

(۹) ایک بار ایک خادمہ نے دھوپ دینے کے لیے کپڑون کا صندوق باہر نکالا، برسات کا موسم گذر چکا تھا اُس مین بکثرت جھینگر جمع تھے گھبرا کر کہنے لگی کہ اُفوہ! کتنے جھینگر بھر کر مو ہے ہین۔ آپ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا ہان! دیکھو تو "پرائے مال پر جھینگر ناچے"!

(۱۰) مُرادآباد کے لوگ ضلع، جگت، مراعاۃ النظیر کے بہت دلدادہ تھے۔ جناب مفتی صاحب سے بھی جب کوئی اس قسم کی گفتگو کرتا تھا تو آپ بھی ویسا ہی جواب دیتے تھے۔ ایک مرتبہ دہی منگوایا۔ دہی سے رغبت زیادہ تھی۔ جن سے فرمائش کی تھی اُنھون نے اپنا آدمی بھیجا۔ دہی نہین ملا اُنھون نے آکر عرض کیا "قبلہ وکعبہ دہی کا آج کل توڑا ہے" آپ نے کہا آپ کا آدمی شاید میٹھا ہے۔

(۱۱) ایک صاحب ماہ رمضان مین بحالت صوم بہت سے خُرمے نوش فرما گئے جب پیٹ بھر گیا تو مسئلہ دریافت کرنے آئے کہ قبلہ وکعبہ مَین روزے سے تھا اور خُرمے کھا گیا فرمایا "اگر عمدًا تھا تو قضا وکفارہ دونون واجب ہین اور سہوًا تھا تو ہم خرما وہم ثواب"!

(۱۲) ایک روز نواب حامد علی خان کے یہان تشریف رکھتے تھے، گرمی کا موسم تھا کرسی پر دھوپ آگئی نواب صاحب نے کہا حضور اُٹھین تو کرسی سایہ مین رکھ دی جائے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر کرسی رکھ دی گئی، وہان بھی دھوپ آگئی۔ آخر نواب صاحب نے فرمایا کہ کمرے مین تشریف لے چلیے۔ فرماتے ہوئے اُٹھے "این خانہ تمام آفتاب ست"!

عربی مین لطائف ادبیہ بکثرت ہین۔ لیکن یہ کتاب چونکہ اردو زبان مین لکھی گئی ہے اسلئے اُن چیزون کے لکھنے مین عام دلچسپی نہین۔ بعض لطائف بطور نمونہ درج کئے جاتے ہین :—

(۱۳) ایک عبارت مین تحریر فرماتے ہین۔

ثلثۃ اجناس + من الانجاس + بینہا جناس + وقد جنبہا اللہ عبدہ + وحببہا الوسواس الخنّاس + الی مزاج ناس + الرّبا، والرّیا، والزّنا + وقلما یقترفہا اہل الفقر والعنا + واکثر ما یقترحہا اصحاب الغنا + مضافۃ الی الغنا۔"

تین قسمین کثیف اور نجس اعمال کی ایسی ہین جن مین باہم تجنیس ہے اور خدا نے اُن سب سے اپنے بندون کو بچانا چاہا ہے، شیطان دلون مین اُن اعمال کی محبت ڈالتا ہے اور وہ اعمال ربا، ریا، زنا ہین، فقیر و مصیبت زدہ اشخاص کمتر ان مین مبتلا ہوتے ہین۔ زیادہ تر ارباب ثروت ان کے مرتکب ہوتے ہین اور غنا و سرود کا اضافہ کر دیتے ہین۔

(۱۴) ایک عبارت مین تحریر فرماتے ہین :—

یقول ان السیّد محمّد بن السیّد احمد المدنی التمس منّی ان اکتب لہ کتابا فکتبت حسبما اقترحہ و طلبہ + فاعجبہ ذلک واطوب + وجعل یقبل راسی ولحیتی ویقول انت اخی لابی وامی فقلت لہ "یا بن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی"

(ترجمہ) سید محمد بن سید احمد مدنی نے ایک خط کی خواہش کی مفتی صاحب قبلہ نے اُن کی فرمائش کے موافق خط تحریر فرمایا اُن کو اُس کی عبارت اس قدر پسند آئی کہ

موسم مین سایہ مسجد کا اسکے مکان مین پڑا ہوگا شاید گنبد کے سایہ کی جگہ روپیہ دفن کردیا ہوگا جسے دوسری صورت مین اُسنے ظاہر کیا میرا خیال بالکل صحیح نکلا اور جب مین نے پھر اُسی موسم مین سایہ کا حساب کیا تو گنبد کا سایہ اُسکے مکان مین ٹھیک معلوم ہوا۔

لباس

مفتی صاحب کی سادگی مزاج اور لباس کے لئے بھی افسانے ہین دیکھنے والون نے اُن کو عجیب عجیب لباس مین دیکھا ہے مگر یہ کہکر سب خاموش ہوگئے ہین۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ میپوش — من انداز قدرت رامی شناسم

اُنکی جلالت قدر اور علوِ مرتبہ اخلاقی شان و شکوہ اِس مرتبہ پر تھی کہ کسی شخص کو جرأت نہ ہوسکتی تھی لیکن اگر ان اوصاف سے معرّا کوئی شخص اِس سن و سال و شکل و شمائل پر ایسا ناموزون لباس اختیار کرتا تو ضرور ہنسا جاتا۔

معمولی لباس جو اکثر اوقات زیب بدن رہتا تھا۔ لانبا کرتا گھنڈی دار۔ پائجامہ دوپلّی آڑھی ٹوپی گھیتلا جوتا زیرپائی یا بغدادی کفش کبھی شمر گوٹ دار اونچی چوبی کا انگرکھا جب کہین جاتے تھے تو گلے مین ڈوپٹہ اور دوش پر عبا ہوتی تھی۔ کبھی کبھی عمامہ بھی باندھ لیتے تھے۔ مگر نہایت سادہ بلا تصنع نہایت معمولی قیمت کا لباس ہوتا تھا۔ نینو بہت پسند تھا اُسکے انگرکھے اکثر بنواتے تھے زیادہ سے زیادہ تین چار آنے گز کا کپڑا ہوتا تھا۔

ابتدائے سن مین کبھی کبھی دیکھنے والون نے یون بھی دیکھا ہے کہ نفری بوٹی کے نینو کی ٹوپی اُس مین سرخ شالباف کی گوٹ لگی ہوئی اور ڈھاکے کی جامدانی کا انگرکھا گوٹ دار نیچے اُسکے کمانیان اور ستہری کمر توڑی لگی ہوئی نہایت صاف دھویا ہوا مگر

زیر جامہ نہایت میلا کچیلا۔ کبھی یہ ہوتا تھا کہ اعلےٰ قسم کے سبز یا اودے یا پیازی رنگ کا مشروع کا پائجامہ اوسمین سُرخ شالباف کا نیفہ لگا ہوا۔ اُس پر تین آنے گز کے نینو کا انگرکھا یا صرف معمولی تنزیب کا کرتا اور اُسیکی ٹوپی کاندھے پر عبا گلے مین ڈوپٹہ حکیم بندہ مہدی خان صاحب کی مسجد مین بالاے منبر بیٹھے وعظ فرما رہے ہین۔ ماہ محرم مین ہمیشہ کرتا اور دوپٹہ سبز رنگا ہوا ہوتا تھا۔

جاڑے مین بانات یا کشمیرے کا انگرکھا ہوتا تھا اُسپر کبھی دوشالہ بعض بے تکلف احباب اس بے جوڑ لباس پر اعتراض کرتے تھے اُن کو جواب ملتا تھا کہ مین نے اپنی خوشی سے نہین پہنا جیسا لباس مجھے پہنا دیا جاتا ہے پہن لیتا ہون۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ یہی لباس پہنے ہوے نخاس سے تشریف لا رہے تھے۔ اُس پر طرہ کہ آغوش مین ایک مور بھی لئے ہوے راہ مین رؤساے شہر مین سے ایک صاحب جا رہے تھے اُنھون نے اس ہیئت کو دیکھکر عرض کیا کہ حضور یہ مور مجھے عنایت ہو مین لیچلون۔ آپنے بمقتضاے سادہ دلی بے تکلف وہ مور اُن کو دے دیا۔ اُن کو لے چلنے مین سخت غیرت دامنگیر ہوئی آدمی کو آواز دی آپ نے فرمایا کہ اگر آپ کو تکلیف ہے تو مجھے دے دیجئے مین خود لیچلونگا۔

عادت استخارہ

ہر کام مین معمول تھا کہ استخارہ ملاحظہ فرماتے تھے جب تک استخارہ مساعدت نہ کرتا تھا کوئی کام نہ کرتے تھے یہانتک کہ کوئی شعر اور کوئی عبارت مصنفات مین ایسی نہ ہوگی جسپر استخارہ نہ کرلیا ہو۔ اگر استخارہ نہ آتا تھا تو لکھے لکھائے مضمون کو نظر انداز فرما دیتے تھے اسی بنا پر جب غذا نوش کرتے تھے یا کہین سوار ہوتے تھے تو پہلے استخارہ کرتے تھے لیکن یہ معمول تھا کہ کبھی خود نہ دیکھتے تھے

جو شخص پاس بیٹھا ہوتا تھا اُس سے دکھواتے تھے۔ جب تک استخارہ نہ آتا تھا کھانا یا سوار ہونا ملتوی رہتا تھا۔ پابند استخارہ بہت تھے اور خود استخارہ نہ دیکھنا دلیل انکسار طبع تھا جملہ امور دینی و دنیوی مین استخارہ منجملہ فرائض معمول ہو گیا تھا چنانچہ فوائد و مصالح استخارہ اور جو جو حکمتین اُس مین جلوہ نما ہوتی رہتی تھین اُنھین جا بجا قلم بند بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ سب کی سب یکجا کر دی جائین تو ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے استخارہ کے متعلق ایک مثنوی مین فرماتے ہین۔

دلا استخارات وحی خدا ست — کہ منقول از عترت مصطفےٰ ست

مبرا ز عیب و ز ریب است این — ہمانا مفاتیح غیب است این

چنین فیض سابق کجا بودہ ہست — کہ وحی از پئے انبیا بودہ است

بود از خواص رسول کریم — کہ در اُمت این وحی ماند عمیم

مرا بارہا اتفاق اوفتاد — کزین کار سربستہ ام بر کشاد

بفعلے کہ در ظاہرم بد نمود — شدم متحیر و ہمان نیک بود

بیک دم پدیدار شد مصلحت — نمایان در آن کار شد مصلحت

امورے درین باب سر زد ز من — کہ در نقل آنہا ست طول سخن

عزیزے ز طلاب و احباب بود — کہ تزویج خود با زنے می نمود

چو کردم نظر منع شد آشکار — بگفتم مرو گرد او زینہار

نگر دید گردش چو ممنوع شد — وفات زن از بعد مسموع شد

عزیزے دگر رفت بر عکس حکم — کہ بو دست از مردم صم بکم

ز خویشان زن دیدہ جور و فساد — در انواع و اقسام محنت فتاد

دلش مردہ شد گرچہ خود زندہ است	ز کاریکہ کرد است شرمندہ است
زنی دختری داشت ناکتخدا	بتزویج شد مستخیر از خدا
چو نعش عیان گشت فرمان نبرد	پس از چند ایام داماد مرد
کنون در مصیبت بسر میبرد	غم دختر بیوہ اش می خورد
پدر استخارات را رد نہ کرد	چو با منع نفعے بر آمد نہ کرد
گرش مصلحت ہم نہان بودہ است	ذوقش بران ہمچنان بودہ است

شب بیداری

رات کو سوتے بہت کم تھے۔ اکثر حصہ رات کا بیداری مین گذرتا تھا۔ کبھی تفکر و تدبر آیات آلہیہ مین کبھی تلاوت آیات قرآنیہ مین کبھی عبادت و مناجات مین کبھی مضامین علمیہ کے خوض و غور مین مصروف رہتے تھے۔ اور عبادت و مناجات کے ساتھ گریہ و زاری و نالہ و بیقراری اہل ہمسایہ اور قرب و جوار کے رہنے والون کو بیقرار کردیتی تھی۔

سوتے وقت دعاے عدیلہ باضافہ بعض فقرات پڑھا کرتے تھے اور سوتے سوتے جب آنکھ کھل جاتی تھی تو آیات ذیل کی تلاوت فرماتے تھے إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ

سوتے وقت اکثر اشعار نعتیہ یا مناجات پڑھا کرتے تھے۔
بیشتر اوقات باطہارت سوتے تھے اور جب آنکھ کھل جاتی تھی تو پھر اٹھکر وضو کر لیا کرتے تھے۔اور سجدہ کرتے تھے۔

سحرخیزی

صبح کو سپیدۂ سحری کے طلوع ہونے سے قبل اُٹھتے تھے اور نماز مین طولانی سورے پڑھنے کی عادت تھی دوشنبہ و پنجشنبہ کو سورہ دہر بکمال خوش الحانی حزین و درد انگیز لہجہ سے نماز صبح مین پڑھا کرتے تھے۔نماز صبح کے بعد سورۂ والصافات کی تلاوت کرتے تھے اور تھوڑی دیر تعقیبات پڑھنے کے بعد آیات و مناجات پڑھتے ہوئے ٹہلا کرتے تھے اور اپنے مقام سے باہر کسی طرف چلے جاتے تھے۔چنانچہ خود فرماتے ہین ؎

داشتم عادت سحرخیزی   تا کند دیدہ ہا گہر ریزی

غذا

ابتداے سن مین تحصیل علم کا ذوق اسقدر غالب تھا کہ غذا کی فکر بھی نہ ہوتی تھی جب وقت آگیا گھر مین جو کچھ سامنے رکھ دیا گیا وہ کھا لیا اگر روٹی آگئی اور سالن کے آنے مین کچھ دیر ہوئی تو روکھی روٹی کھانا شروع کردی تاکہ جلدی شکم سیر ہو جائے اور کتاب کیطرف متوجہ ہو جائین۔
زمانہ شباب تک عمدہ غذائین ہوتی تھین اور مقدار غذا بھی زیادہ ہوتی تھی۔مان بہنین پردہ ڈال کر علحدہ کھانا کھلاتی تھین۔کثرت اشتغال علمیہ انحطاط قوی سے غذا گھٹ گئی اور وسواس دواہمہ بڑھ گیا۔یہانتک کہ آخر مین اکثر اوقات وزن کرکے چار پانچ تولہ سالہا سال غذا ہوتی رہی اور وہ بھی استخارہ پر منحصر جب تک استخارہ نہ آتا تھا کھانا کھاتے ہی نہ تھے۔معدہ اسقدر کمزور ہو گیا تھا کہ ڈرتے ڈرتے ایک لقمہ کھاتے تھے کہولت کے

سن سے پیری تک یہی حالت رہی۔ کسی جگہ دعوت مین بھی بہت کم جاتے تھے چنانچہ خود فرماتے ہین ؎

نازم از ضعف معدۂ کہ مراست　　　می رہاند ز بار منّتہا

نیم برشت انڈے غذا مین زیادہ ہوتے تھے شیرنی بہت مرغوب تھی۔ لیکن شاید تولہ بھر سے زیادہ نہ کھاسکتے تھے مربّا بہت مرغوب تھا۔ اکرام رکابدار برابر حاضر ہوتا تھا جس قسم کی شیرنی پر استخارہ آمادہ دے جاتا تھا طبیعت نہایت نفیس اور نفاست پسند تھی۔ اکثر یہ غذا قورمہ ہوتا تھا جسمین عمدہ گوشت اور روغن زیادہ لیکن روغن نکالڈالتے تھے نوش نہ فرماتے تھے۔ گوشت کی بوٹیان بھی چوس کر پھینکدیتے تھے کباب اور یاقوتی سے بھی بہت رغبت تھی۔ مگر ثقیل چیزون سے احتیاط کرتے تھے۔ غذا تولون کی مقدار مین ہوتی تھی لیکن دسترخوان عمدہ کھانیوالون کی طرح نفاست کے ساتھ ہوتا تھا اکثر فاقہ کیا کرتے تھے۔ بعد غذا سورہ قؔ کی تلاوت فرماتے تھے اور دعائے اللّٰھم ھنّئنی الخ اور دعائے الحمد للّٰہ الذی اطعمنی وسقانی الخ پڑھا کرتے تھے پانی پیکر امام مظلوم پر صلوات اور اُن کے قاتلین کے حق مین نفرین کیا کرتے تھے۔

رغبت فواکہ فواکہ مین سیب یا انار اور فصلی چیزون مین خربزہ بیحد مرغوب تھا اور نہایت اہتمام سے منگاتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کاٹتے تھے جو پھل زیادہ شیرین ہوتا تھا اُسکی صرف دو چار قاشین کھاتے تھے۔ خربوزہ کے تعریف مین ایک شیرین نظم پہلے درج ہو چکی ہے ایک مرتبہ وزیر صاحب نے ایک عریضہ بھیجا جسمین لکھا تھا کہ خربوزے امسال اچھے نہ تھے ورنہ روانہ خدمت کرتا۔ یہ تحریر ناپسند ہوئی اور جوابمین تحریر فرمایا

" از فرط الفت و جوش مُحبّت در خطوط شیرین چون قند مکرر نوشتید کہ یکمن و دو من

من میخواستم خربزه بفرستم ولکن ہمہ زد بود یا استخارہ مساعدت نمود نفرستادم مفرنزد من بشنو پند من "کردن وگفتن خوب است" + "وگفتن ونکردن معیوب" یعنی درباب ہدایا بہتر آن ست کہ ارسال دارند وذکرش اناول برلب نیا دند + نہ اینکہ بے نشان باشد وہمش برزبان بعضے از عجم کہ عیب جویند این را بالازنی میگویند۔ اگر ہمزہ بود باز ہم خربزہ بود وگرنہ بس ذکر خشک ہم مزہ نداشت۔ بلکہ کاہست کہ باعث نشم بلیش الالات ذکر العیش نصف العیش

"اگر ہمزہ بود باز ہم خربزہ بود" صرف یہ فقرہ اسکی شرح کرسکتا ہے کہ مفتی صاحب کو خربوزہ سے کس قدر رغبت تھی۔

آمون سے نفرت مرحوم کے لطافت ذوق سے اگر مؤلف کو کوئی شکایت ہے تو یہ آمون سے نفرت تھی۔ سنا ہے کہ چالیس پچاس سال کی مدت مین شاید دو تین آم نوش کئے ہون۔ وہ بھی بکراہت۔ آمون کی مذمت مین چند اشعار بھی سابقاً درج ہوچکے ہین۔

حقہ کی رغبت حقہ پینے کی بہت عادت تھی حقہ نفیس اور تمباکو نہایت اعلے بیش قیمت استعمال کرتے تھے۔ جب باہر تشریف رکھتے تھے اور حقہ نوش فرماتے تھے تو تمام گلی خوشبو سے مہک جاتی تھی۔ حقہ کے تعریف مین ایک تحریر انکی دیکھیے۔

دمساز محبت وہمراز مودت سلامت۔ شبے کہ ازان بوے گل میرسید وشاخ سنبل میدمید قلیانے کہ باکلہا پیچیدہ بود بنظر درآمد بالجملہ یک نفس کشیدم وصد برگ عیش و ہزار گل عشرت چیدم ؎

حلقۂ گیسو ہست این یا عنبر خوشبو ہست این
نافۂ آہو ہست این یا دود تمباکو ہست این

تجلیات تاریخ عباس از عزیز لکھنوی میرزا محمد ہادی
17423

این دخان و نکہت قلیان گل پیچیدہ نیست	حرفہائے پیچ پیچ از لعل آن گلروست این

گویا کہ صاحب بینا بازار درحق ہمین حقہ گفتہ والحق کہ جواہر آبدار سفتہ۔ قلم وقت مدحش نشہ بادۂ ریحانی رسانیدہ واندیشۂ تعریفش از زین سخن صد دستہ ریحان دوانیدہ ہمبا نوی تلخش بمذاق شیرین شیرین ادایان آشناست وتلخی او چون تلخی خوئے شکرلبان بکام جان گوارا لکاتبہ:۔

رسیدست قلیان درین انجمن ؎	دمیدست تو بادہ درچمن ؎
چہ قلیان کہ خوشبو معطر ز گل	عروسی است پوشیدہ زیور ز گل
مشام دل آسودہ از بوی اوست	گلابی ست آبے کہ در توی اوست
سرش سر بسر رنج و غم میبرد	الم از دلم این چلم میبرد
نیش چون نے خامۂ نکتہ رس	چو باد سحرگاہ شکین نفس
صدایش مرا دوش آمد بگوش	دل مست بیہوش آمد بہوش

تازہ ترانیکہ خود چاغ کردہ فرستادہ بودند۔ ویدم جانفزایش غبار محنت از آئینہ سینہ زدودند۔ لکاتبہ۔

حقہ دودی است این یا مجمر عودی است این	نیست این آواز قلیان لحن داؤدی است این

امید کہ بر ہمین قرینہ یاد آور ہمنفسان دیرینہ بودہ باشند تا حقۂ فلک بگردش است طبع پاک منش در جمیع اوقات داماکن مطمئن وساکن بودہ باد۔ والسلام

عادات شباب شباب کے زمانہ مین اور سید العلما طاب ثراہ کی حیات مین مفتی صاحب کی عادت تھی کہ دو بجے آخر شب مین با چشم اشکبار بیدار ہوتے تھے اور سورۂ مزمل اور سورۂ نوح بکثرت آواز بلند سے تلاوت فرماتے تھے نماز شب پڑھکر

۹۲۳۶۷
ع م ب ج

چند کش حقہ کے پیتے تھے اتنے مین حسین علی جمعدار ملازم فانوس جلاکر تیار کرتا تھا اور آپ خرامان خرامان باچشم گریان نواب سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان طاب ثراہ کی مسجد کی طرف کوچہ سلطان العلما سے ہوتے ہوئے داخل مسجد متبرکہ ہوکر صحن امام باڑہ مقدسہ مین ٹہلا کرتے تھے اور آنسو آنکھون سے متصل جاری رہتے تھے کبھی کبھی اکثر احباب یا اہل محلہ بھی جو خالص الولا تھے ہمراہ ہوتے تھے۔ اس طرف جناب سید العلما فنس پر سوار ہوکر ادھر ادھر دو مشعلچی اپنے مکان سے مسجد مین نماز جماعت کیلئے تشریف لاتے تھے کبھی وہ پہلے سے تشریف لاتے تھے یہ صحن مین چہل قدمی کرکے اُن کا انتظار کرتے تھے۔

اچھی طرح تارون کی چھاؤن اور آثار شب نمایان رہتے تھے۔ طلوع صبح کاذب و صبح صادق کی دید و اوید اور اس مسئلہ کی استاد شاگرد مین گفت و شنید و بحث شدید رہا کرتی تھی شاہی توپخانہ سے صبح کاذب کی توپ بہت ہی سویرے چلتی تھی اور چھاؤنی کی توپ طلوع صبح صادق بلکہ طلوع آفتاب پر سر ہوتی تھی لیکن حضرت سید العلما نماز صبح اول طلوع فجر بغیر انتظار ان علامات کے ادا کر چکتے تھے اور بعد اوراد وظائف سائلین و محتاجین کا اجرائے کار کرکے بفراغت تمام مسجد سے دولتسرا تشریف لاتے تھے۔ مشغلہ درس و تدریس اور لوگون کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ مفتی صاحب اور ممتاز العلما سید محمد تقی صاحب (فرزند سید العلما) حاضر حضوری رہتے تھے۔ مفتی صاحب پڑھکر اپنے مکان جاتے تھے اور ایک گھنٹہ بیٹھکر مدرسہ سوار ہوجاتے تھے وظائف مین سورۂ یسین و سورۂ واقعہ و ادعیہ صحیفہ کاملہ و دعائے توبہ و مکارم الاخلاق و عافیت وغیرہ وغیرہ راہ آمد و رفت مسجد مین پڑھا کرتے تھے قبل دوپہر مکان پر آکر غذائے قلیل نوش کرکے ایک ساعت قیلولہ کرتے تھے دو بجے تک پھر مسجد نواب حسن رضا خان

یہ مسجد اب وکٹوریہ پارک مین مستہلک ہوگئی ہے کھجور کا درخت اُسکے شہادت کے لئے باقی ہے۔

مین نماز ظہر مین سید العلماء کے ہمراہ پڑھ کر پھر مکان میں تشریف لاتے تھے چند ساعت تفریح طبع و اصلاح حال اولاد و اعزا کی جانب متوجہ ہوکر وزارت کی کچہری کا عزم کرتے تھے کہار قبل سے فنس لگائے رہتے تھے دو خاص بردار دست بقبضۂ شمشیر دونو جانب فنس کے ہوتے تھے کسی مقدمہ یا روبکاری مین اگر طول ہوگیا اور وزیر اعظم جلوہ افروز وزارت رہے تو خیر ورنہ مسجد مکہ مسجد مدینہ متعلقہ درگاہ بارہ امام مین نماز مغرب مین پڑھکر مکان آتے تھے اور سر شام غروب کی توپ سر ہوتی تھی ادھر نقار خانہ شاہی مین نوبت سلامی ایوان شاہی مین بجتی تھی۔ہائے وہ زمانہ ہائے وہ لوگ۔

پردہ داری میکند بر طاق کسری عنکبوت
چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

قدیم سکونت

مفتی صاحب کے عینی چھوٹے بھائی سید محمد تھے اور چار بھائی سید علی نقی سید محمد ہادی و سید محمد باقر و سید بندہ حسین عرف سید بندہ و برادران علاتی تھے یہ سب کے سب مع ان کے والد کے مدرسہ سلطانی واقع مقبرہ نواب سعادت علی خان مین مقیم و ملازم تھے۔جناب مفتی صاحب مدرس تھے۔

امجد علی شاہ کے عہد دولت مہد تک یہ مجمع اسی طرح رہا ۱۲۶۳ھ مین جب جلوس سلطان عالم واجد علی شاہ ہوا تو مدرسہ مقبرہ سے امام باڑہ نواب آصف الدولہ مین منتقل کیا گیا اور ساکنین مدرسۂ عالیہ کا مجمع متفرق ہوگیا چنانچہ مفتی صاحب مختلف مکانات مین قیام پذیر رہے لیکن ہر پھر کر محلہ فرنگی محل قریب مکان سلطان العلما و سید العلما املاک میرزا کاظم صاحب مین اور آخر مین ایک مکان خرید کر لیا تھا اس مین قیام پذیر رہے۔

ف مولف موجۂ کوثری فی شرح قصیدۂ اکبیری ۱۲

فرنگی محل وجوہری محلہ یہ دونون محلہ لکھنؤ مین قریب جلوخانہ شاہی مین واقع ہین جہان
ایک وقت مین علما کا معدن اور فضلا و اطبا کا مخزن تھا اور ایسے کامل الفن یگانہ روزگار
اس بستی مین بستے تھے جن کا نظیر آسمان ڈھونڈھتا رہے گا مگر نہ ملے گا یہین کا چپہ چپہ
دفتر عبرت ہے یہین کا ذرہ ذرہ زبان حال سے کہہ رہا ہے :-

ہر کجا خشتے بود افتادہ در ویرانہ	ہست فرد دفتر احوال صاحب خانہ

مکان ویران، مکین پیوند زمین، دیکھتے دیکھتے وہ مجمع پریشان ہوگیا - لمولفہ

تھین جو کل تک جلوہ افروزی مین شمع انجمن
آج وہ شکلین چراغ زیر دامان ہوگئین ؎

اسی محلہ مین قریب امام باڑہ آغا باقر سوداگر مسافر خانہ شاہی تھا جس مین حاجی
وزائر و واردین شہر مہمان ہوتے تھے
ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۵ھ مین قریب مسافر خانہ ایک مکان مین مفتی صاحب آکر رہے

اصحاب صحبت

گذشتہ صحبتون کے یاد دلوانے سے کیا حاصل
نہ چھیڑ اے ہمنشین یہ داستانین عبرت آگین ہین

جس کی آنکھون نے یہ سمان دیکھا ہے اور جو لوگ ان مجلسون مین شریک رہے ہیں
اب ان کا پتہ بھی نہین میرے والد مرحوم اکثر بیان فرماتے تھے کہ اس مکان مین سہپہر
کے وقت مفتی صاحب باہر بیٹھے تھے - حکیم نبا صاحب - حکیم محمود علیصاحب حکیم حید علیصاحب
میر ببر علی صاحب انیس - سید خورشید علی صاحب نفیس - پھر ایک زمانہ مین مولوی علی نقی صاحب

حکیم شیخ علی محمد صاحب جناب بو صاحب جناب مولوی حیدر علیصاحب جناب مولوی شیخ تفضل حسین صاحب وغیرہ کس کس کے نام لوں شہر کے منتخب و ریگانہ روزگار افراد علما اطباء شعرا۔ اس علامۂ روزگار کو گھیرے رہتے تھے۔ کسی بادشاہی دربار کی حقیقت اس مجمع کے آگے نہ تھی۔

یہ صحبتین اس قابل تھین کہ ان کی تصویرین اور ان کے تمام واقعات ہر وقت پیش نظر رہتے علمی مباحث اور لطائف و ظرائف مین یہ صحبتین ہر وقت گرم رہتی تھین۔

چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند

باب ہشتم

باب الاسفار

مفتی صاحب قبلہ کے زہد کی ہر ساعت کسی نہ کسی ایسے واقعہ پر مشتمل نظر آتی ہے جو نہ تنہا ان کے ذاتی فضل و شرف پر مشتمل ہے بلکہ دوسرون کے لئے بھی نصیحت و حکمت کی معلم ہے سفر ہو یا حضر ہر حالت مین اُن کی مقدس ہستی حکمت آموز تھی۔ زمانہ ہمیشہ اہل کمال کی قدرشناسی سے قاصر رہا ہے ورنہ ایسے بزرگوار کی حیات لمحہ لمحہ قلمبند کرنے کے قابل تھا مفتی صاحب قبلہ کو سفر کا اتفاق بہت کم ہوتا تھا مگر پھر بھی جو مواقع پیش آئے ہین انکا ذکر کیا جاتا ہے۔

سفر کانپور ایک لکھنؤ سے کانپور کا سفر تھا جو بمنزلہ حضر کے ہوگیا تھا اور وہان کے واقعات جو کچھ معلوم ہوئے نواب باقر علی خان صاحب کے ذکر کے ساتھ جداگانہ لکھے گئے اور مسلسل حالات زندگی کے ضمن مین کچھ درج ہوئے ہین اس سے زیادہ بتانے والا کوئی شخص میسر نہین ہوا ورنہ ایک مبسوط باب مرتب ہوجاتا۔

سفر کلکتہ

دوسرا سفر کلکتہ کا ہے جسے خود مفتی صاحب قبلہ نے بطور روزنامچہ لکھا تھا اور تلخیص کر کے مسلسل حالات زندگی کے ضمن مین درج کیا گیا پھر کلکتہ کا دوبارہ سفر تھا جس کے ملخص حالات بھی اسی باب مین مذکور ہو گئے ہین اور کچھ حضرت واجد علیشاہ مرحوم کے حالات کے ضمن مین مذکور ہوئے ہین۔

سفر آگرہ و بہرسر

ایک مرتبہ آگرہ تشریف لیگئے تھے جسکی تفاصیل معلوم نہین ہوئی غالباً شہید ثالث علیہ الرحمۃ کے مزار پر بھی تشریف لیگئے ہون اس لئے کہ وہ جناب بھی شوستری تھے اور جناب مفتی صاحب بھی شوستری تھے علاوہ اسکے عالم کی دینی خدمتون کی قدر عالم سے زیادہ کون کر سکتا ہے۔ آگرہ اور بہرسر کے مومنین کو مفتی صاحب کی خدمت مین خاص ارادت تھی اور حاجی سید محمد صاحب ساکن لوہامنڈی شاگرد اور خاص ارادت کیش تھے۔ اور مولوی سید محمد صاحب مولف تنزیہ الفرقان بھی وہین کے باشندے تھے

لطیفہ

اسی سفر مین ایک شخص کے مکان پر قیام ہوا جو باوجود متمول نہایت تنگدل تھے جناب مفتی صاحب کو حقہ کا بہت اہتمام رہتا تھا اور آگرہ مین کوئلے اچھے نہ ملتے تھے ہر روز تلاش ہو کر آتے تھے مگر پسند نہ آتے تھے۔ کئی دن کے بعد عمدہ کوئلہ دستیاب ہوا دیکھکر فرمایا کہ "ہان یہ کوئلے مُہر کے قابل ہین"

سفر پارہ

ایک مرتبہ جناب سید صغر حسین صاحب کی لڑکی کی شادی مین جو جناب کے شاگرد رشید اور مخصوص احباب سے تھے بمقام پارہ ضلع غازی پور تشریف لیگئے تھے مومنین مین ایک عید تھی۔ اس سفر کے متعلق بھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ ایک مقام پر صرف دو شعر دستیاب ہوئے جو صعوبات سفر کے باب مین بزبان ہندی تھے۔

سفر پارہ کا جب ہم نے کیا دل پارہ پارہ تھا + وہ کثرت تھی وہ محنت تھی مین تم سے کیا کہون کیا تھا

بڑی تکلیف اُٹھائی تھی دلون کی یہ صفائی تھی	کہ غازی پور و پارہ تک بہا و نفس پورا اٹھا

سفر مرشد آباد

سنہ ۱۲۹۹ھ مین مرشد آباد کا سفر کیا نواب عظیم علی خان صاحب نے نہایت اہتمام کے ساتھ بعض حضرات کو لکھنو بھیجا اور زحمت دی کہ مرشد آباد تشریف لائیے قبول نہ فرماتے تھے لیکن جب اصرار کو طول ہوا تو منظور فرمایا اور تشریف لیگئے جناب نجم العلما مدظلہ اور ایک شخص ضلع فیض آباد کے رہنے والے آپکے تلامذہ مین ہمراہ تھے جب وہان پہونچے تو نہایت اہتمام و احترام ہوا لیکن وہان کے حالات پسند خاطر نہ ہوئے اور بہت کم قیام کر کے واپس آ گئے۔ آب و ہوا بھی وہان کی خراب تھی رطوبت کا غلبہ وہان اس قدر تھا مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ بیان فرماتے ہین کہ پھولون مین بجائے خوشبو کے بساند آتی تھی۔ آم وہان کا بہت مشہور ہے نہایت شرین لیکن خوشبو اُس مین بھی ندارد

ایک قطعہ تاریخ دستیاب ہوا ہے جو نواب منجھلے صاحب برادر نواب بہادر مرشد آباد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور غالباً انھین کا نظم کیا ہوا جناب مرحوم کے مرشد آباد کی تشریف آوری کی تاریخ ہے جو ذیل مین درج ہے۔

مژدہ اے طالب گنجینۂ اسرار خدا	خازن دولت ایمان و شریعت آمد
مفتی شرع مبین سید عباس لقب	کز ازل جرعہ کش بادۂ وحدت آمد
در حسب خضر رہ وادی تلقین و یقین	در نسب غنچۂ گلزار سیادت آمد
سرمۂ دیدۂ تکمیل غبار قدمش	سایہ اش پیرہن جسم فضیلت آمد
حق تقریر برد فیض ز تحریک لبش	ط حت آمد
صوت تسبیح ملک شد ز صریرش پیدا	کلک او چون پے تحریر بحرکت آمد
آستان شرفش مرجع خواہان علوم	ذات او مظہر صد گونہ ہدایت آمد

[illegible]

شمع معنی شده از جودت طبعش روشن	نطق او جوہر آئینهٔ حکمت آمد
چون سخن رفت بمجلس زکمال زہدش	طائر سدره بتکمیل شہادت آمد
تا جہان بود نظرش بصفات ملکی	در نگاهِ فلکِ پیر بدقت آمد
عطر افشان شده ازبسکه بہار علمش	مرشد آباد چو گلشن بنضارت آمد
چون سلیمان ز زوال لستہ بتقلید کمر	گفت تاریخ درود و بزیارت آمد
حرف ممدوده آمد بدی شد قائل	تا باطرافِ جہان قابل شہرت آمد

شد چنین مصرعِ تاریخ ضیا بخش قلوب
عندلیب چمنستان امامت آمد
۱۲۱۹ھ

سفر حسین آباد حسین آباد ایک مرتبہ حسب اصرار نواب علیخان صاحب تشریف لیگئے
نواب صاحب ممدوح اہل کمال کے جوہر شناس ور جود و سخا اور زہد و اتقا مین عدیم النظیر تھے
اور صوبہ بہار مین نام برآوردہ افرادمین تھے جب جناب مفتی صاحب تشریف لیگئے تو
نواب صاحب مع حاشیہ بوسان بساط بیرون حسین آباد تشریف لیگئے اور بمقام سومین ندی جو
حسین آباد سے تقریباً دو میل مشرق کیجانب واقع ہے بغرض استقبال قیام کیا اور نہایت جوش و
خروش سے جناب مفتی صاحب کا خیر مقدم کیا اور بکمال اعزاز واکرام کے ساتھ حسین آباد مین
فروکش ہوئے نواب صاحب نے اپنے مدار المہام مولوی شاہ رفعت حسین صاحب کو جو علوم عربیہ
وفارسیہ مین ملکہ تامہ رکھتے تھے جناب مفتی صاحب کی خدمت مین حاضر باشی کا حکم
دیا۔ جناب مرحوم کو ان سے بیحد دلبستگی رہی۔ ایک روز مولوی صاحب سے فرمایا کہ
چند شعر نواب صاحب کی مدح مین لکھ لیجیے ؎

سفر امروہہ

سنہ ۱۲۹۶ھ مین جناب مفتی صاحب قبلہ کی ایک صاحبزادی نے انتقال کیا جس سے جناب ممدوح کو نہایت انس تھا۔ اس صدمۂ روحانی کے سبب سے مصمم ارادہ کیا کہ چند روز کے لئے کسی مقام کا سفر کرین اور ملاقات مومنین سے یہ حالت غم مبدل بہ تسکین ہو۔ جناب نجم العلما نے عرض کیا کہ اگر ایسا خیال ہے تو بہتر ہو گا امروہہ تشریف لیچلیئے وہان کے مومنین بہت مشتاق بھی ہین منظور فرمایا اور استخارہ پر بنا کی۔ استخارہ بھی بہتر آیا تو حضرت نجم العلما نے اجازت لیکر پیشتر سے امروہہ کے حضرات کو آگاہ کیا سب کو بیحد خوشی ہوئی۔ ورود امروہہ سے پیشتر مومنین نے عجیب و غریب خواب دیکھے تھے جن کا اس سفر سے خاص تعلق ہے۔ اسلئے یہان وہ خواب نقل کیے جاتے ہین۔

سید علی احمد صاحب نے خواب مین دیکھا کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام امروہہ تشریف لائے ہین۔ ہم تین چار ہزار آدمی استقبال کے لئے جانب جنوب شہر گئے ہین جب شبیہ کربلا تک پہونچے تو معلوم ہوا کہ حضرت شہر مین داخل ہوگئے اور دانشمندون کے محلہ مین تشریف لیگئے ہم لوگ واپس چلے آئے۔ دیکھا کہ اس محلہ مین ہر جگہ پہرے ہین اور لوگون کا ازدحام ہے اور حضرت ایک مکان مین جو سید علی حسن خان کے مکان کے پاس مقیم ہین۔ جاکر قدمبوس ہوئے وہان کچھ مرثیہ رکھے ہوئے تھے حضرت نے ایک ایک مرثیہ ملاحظہ کیا۔ جب یہ مرثیہ ملاحظہ فرمایا ع سر حسین کو اعدا جو شام مین لائے تو ارشاد کیا کہ یہ مرثیہ ہمین دیدو۔ لیکن صاحب مکان نے تامل کیا۔ اُسوقت حضرت نے پہرہ والے شخص سے دریافت کیا کہ یہ مرثیہ ہماری اولاد مین پہونچ گیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ پہونچ گیا ہے۔ اِسی کے چند روز کے بعد مفتی صاحب قبلہ کا ورود امروہہ مین ہوا اور جس مکان مین قیام فرمایا وہ علی حسن خان صاحب کے مکان سے متصل ہے۔

سید معصوم احمد صاحب ایک جوان صالح ہین۔ بیان کرتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ جناب امیر علیہ السلام میرے یہان امام باڑہ مین تشریف لائے ہین اسپ سفید رنگ پر سوار ہین چہرۂ اقدس پر سبز رنگ کی نقاب ہے شہ نشین کے اندر سر مبارک جھکا کر ارشاد کرتے ہین کہ کیا یہان ہمارے لخت جگر نور نظر حسین کا تعزیہ ہے جناب مفتی صاحب کا ورود جب امروہہ مین ہوا اُس امام باڑہ مین بھی تشریف لیگئے اور اُس مسجد مین نماز جماعت بھی پڑھائی۔

جمادی الثانی کے مہینہ مین آمادہ سفر ہوئے اوس زمانہ مین مابین امروہہ و مراد آباد کے ریل نہ تھی۔ مراد آباد پہونچے اور نواب محمد علیخان صاحب کے مکان پر جو (لکھنو کے قدیم باشندے اور حسن نظم مین مشہور تھے لوگ اُنھین بلبل ہزار داستان کہا کرتے تھے) مقیم ہوئے امروہہ سے بعض حضرات استقبال کے طور پر مراد آباد گئے اور جناب قبلہ پر مراد آباد سے روانہ ہوئے ابھی امروہہ دو میل کے فاصلہ پر ہوگا کہ باغات مین ایک مجمع کثیر نظر آیا جو بغرض استقبال بکمال اشتیاق موجود تھا اور اُس مجمع کی نگاہین جناب کی سواری پر تھین جب سواری وہان پہونچی تو ایک پر ایک سبقت کرتا تھا کہ دست بوسی و قدمبوسی کا پہلے شرف اوسکو حاصل ہو۔ تھوڑی دیر وہان توقف کر کے جانب شہر روانہ ہوئے جو حضرات سوارین پر آئے تھے اُنھون نے اپنی سواریان چھوڑ دین اور قبلہ کے گرد حلقہ کیے ہوئے داخل شہر ہوئے صرف چند سوار بشان جلوس آگے آگے جا رہے تھے وہ دن امروہہ کی تاریخ مین ایسا مبارک دن تھا جسکی نظیر وہان تا قیامت نہین ملسکتی۔ اور جو شرف و افتخار اہل امروہہ کو اس ورود میمنت آمود سے ملا وہ آیندہ نسلون کے لئے مستمر رہے گا۔ یہ مجمع محلہ دربار کلان مین بڑے بازار کی طرف سے گزرتا ہوا محلہ دانشمندان تک پہونچا۔ شہر کے گرد و کنار اور تمام باشندے

حیران تھے کہ کون بزرگ ہین کہ تمام معزز سادات اِس خاکساری و تواضع کے ساتھ فنس کا پایہ پکڑے ہوے تفاخر و مباہات کرتے لا رہے ہین۔ ہر جگہ راستے ناظرین سے مملو تھے اور دمبدم مجمع بڑھتا جاتا تھا تا اینکہ اپنے داماد کے مکان پر پہونچکر قیام فرمایا اہل شہر کا جوش وخروش اور صبح سے شام تک تحصیل ابدی کیلیے حاضر باشی اور خدمت گذاری اور راحت رسانی پر آمادگی اور ہر شخص کی یہ تمنا کہ اُسکے گھر کو حضور اپنے قدم مبارک سے مشرف فرمائین اور نان و نمک قبول کرین) بیان مین نہین آسکتی اِسلیئے کہ جناب کا دس بارہ دن کا قیام اور کئی ہزار مومنین کا مجمع کس کی خواہش منظور کیجائے کس سے عذر کیا جاے۔ ان حالات کی تفصیل کے لئے بجاے خود ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے۔

پہونچنے کے بعد شب کا وقت ہے سید علی حسن خان صاحب رئیس امروہہ جناب کے ہاتھ پاؤن دبا رہے ہین اور اس خدمت کو اپنے لئے سرمایۂ فخر و مباہات سمجھے ہوے ہین۔ یکایک اُن کی نظر پڑی کہ جناب پر گریہ طاری ہے سبب پوچھا تامل فرمایا، اصرار کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ مجھے یہ خیال آیا کہ آج امروہہ کے مومنین مجھے کس اعزاز و احترام سے کس اشتیاق کے ساتھ استقبال کر کے لائے ہین اور اُن کے دلون مین میری کس قدر عظمت ہے لیکن کل بروز قیامت جب میرے قبائح اعمال پر انھین آگاہی ہوگی اور وہان میرے معاصی کے نتائج انھین معلوم ہون گے تو مجھے کس قدر ندامت و شرمندگی ہوگی۔ سید علی حسن خان صاحب کو اس کلام سے بہت حیرت ہوئی اور دوسرے دن اُنھون نے بیان کیا۔ جناب کے ورود کی تاریخین اہل امروہہ نے بہت کچھ نظم کی تھین جن مین سے بعض درج کیجاتی ہین:۔

قطعہ تاریخ سید ابن حسن صاحب کلیم شاگرد جناب سید جواد حسین صاحب شمیم

حسن طالع سے آج نجم سعید	ماہ کامل کو اپنے گھر لایا

یعنے مفتی نیّر العلما — باقر مجلسی کا ہمپایہ
نائب خاص مہدی ہادی — مصحف علم و فضل کا آیہ
منزل نجم پر یہ مہ اترا — مہر کی ہمسر لطف فرمایا
لکھ دو تاریخ نور بار کلیم — شاہ خاور بسوے نجم آیا
۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ تصنیف رشید فرزند جناب سعید امروہوی

قبلۂ و کعبہ چون بامروہہ — صورت مژدہ بہار رسید
از سر دین رقم نمود رشید — نائب شیر کردگار رسید
۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ تصنیف سیّد فضل حسین صاحب سعید امروہوی

اے سعید آج ہے امروہہ سراسر پرنور — کون سا نائب محبوب خدا آیا ہے
آئی کانون مین یہ آواز کہ سید عباس — مفتی صاحب کا جنھون نے کہ لقب پایا ہے
صد و سی سال رہین مسند دین پر قائم — ہر مومن شرف ظل ہما سایہ ہے
صد انسکے طبیعت ہوئی از بس محظوظ — سمجھے ہم نخل تمنا کا ثمر لایا ہے
پھر تاریخ ہوئی فکر تو خرم ہو کر — کہا ہاتف نے کہ آج اختر دین آیا ہے
۱۲۹۶

قطعہ تاریخ تصنیف سیّد مرتضی حسین صاحب بدر امروہوی

فرحت سے کیون نہ شیعونکے پھر نیر نور آئے — امروہہ مین حضور کرامت ظہور آئے
تاریخ تو کلیم ہی فرما چکے ہین بدر — ہم نے بھی لکھ دیا یہ ہمارے حضور آئے
۱۲۹۶

ایک قطعہ تاریخ سید جواد حسین صاحب شمیم نے بھی نظم کیا تھا جس کا مادہ تاریخ یہ ہے باقی اشعار یاد نہیں رہے۔

سر حاسد کو قطع کر کے شمیم	الکھذ۔ والشمس والضحےٰ آیا

قطعہ تاریخ طبع زاد جناب سید حسین صاحب متخلص ضیا ابن سید ابو الحسن صاحب مفتی مرحوم

در صنعت تلمیح

درام رہہ ز رحمت یزدانی	چون مفتی ما کردہ نزول ارزانی
صد شکر کہ خانہ دل ہر مومن	از مشعل وعظ و پند شد نورانی
حقا کہ بشان تو ہمین میگویم	در عالم ایجاد ندار ی ثانی
در مسلک حق خضر توئی در عالم	در بحر علوم دین در غلطانی
خوش رنگ شدہ است باغ عالم از تو	در گلشن این مصطفے زمانی
محروم نمی شود ز فیضت سائل	از بہر جواب دین حق برہانی
در ذات مقدس تو بس حیرانم	سید تو فرشتہ و یا انسانی
فی الخلق فلا شلک یا مولانا	الحق کہ تو حق علم را میدانی
از راہ طرب گفت ضیا عید است این	ہاتف داد ندا بہ خوش الحانی
تاریخ ورود را چہ نسبت با عید	بہ ہفدہم ماہ جمادی الثانی

ایضاً از طبع ضیا

خوشا قسمت کہ آیا موسم گل	چہکتی ہے ہر اک گلشن مین بلبل

نشاط فرحت و عیش و طرب ہے — خوشی بلبل کے دلکی لب بلب ہے
ترانہ سنج ہین مرغ خوش الحان — ہر اک حباب ہے ہم عشرت کا سامان
ہر اک طاؤس رقصان ہے چمن مین — نشاط و خرمی ہے انجمن مین
جھکائے ہین شجر سجدے مین سر کو — مصلّے ہین بچھے دیکھو جدھر کو
ہر اک مسجد یہ کعبہ کا گمان ہے — اقامت کی صدا بانگِ اذان ہے
تعجب تھا کہ یہ کیسی ہے شادی — یکایک ذہن نے دل کو ندا دی
قدم رنجہ ہوئے ہین سید عصر — ہوا رونق فزا ہر بام اور قصر
در دریاے علم و زہد و تقوے — کہ ہین گلزار عالم مین وہ یکتا
سمّی ابن حیدر مفتی شرع — سراپا زہد و تقوی صاحب ورع
علمدار سپاہِ شرع احمد — بلا شک حامی دین محمد
جہان کا مجتہد شیعون کا سردار — حسینی قافلہ کا ہے علمدار
امامِ عصر ہین عباس ہے نام — کہ ہر ایک مقتدی پر فیض ہے عام
مثالِ آیۂ رحمت ہین آئے — وہ امروہہ مین ہین تشریف لائے
خوشا قسمت پھرے دن انجمن کے — ہوئے مہمان اعجاز حسن کے
ورودِ آفتابِ دین ہوا جب — ضیا نے فکر کی "تاریخ کی تب
صدا ہاتف نے دی ہے روز معراج — کہ امروہہ ہوا بیت الشرف آج

سنہ ۱۲۹۶ھ

ایک دن کا ذکر ہے کہ محلہ دانشمندان مین تشریف فرما تھے ایک بزرگوار سادات امروہہ سے بیٹھے ہوئے تھے۔ رخصت ہو کر گھر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اس حیثیت سے واپس آئے

کہ کھڑاؤین پاؤن مین اور صرف ایک جانگیہ پہنے ہوئے جناب کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ خیر تو ہے کہنے لگے قبلہ وکعبہ جب مین مکان پہونچا تو صحن مین بھینس بندھی ہوئی تھی۔ اُسنے شرارت کی جس کے سبب سے مین گر پڑا اور کپڑے خراب ہوگئے آپ نے فرمایا کہ "عقل بڑی یا بھینس"

مولوی رافت علی ایک فاضل اہلسنت نے متعدد سوالات جناب کے پاس بھیجے آپنے متعدد جواب لکھے مگر اُن کے سوالات کا سلسلہ قطع نہ ہوتا تھا ایک دن ایک شعر جناب نے نظم فرمایا جو درج ذیل ہے:۔

ہیچ قسم زرافت علی مجو رافت ۔۔۔ کہ گر سرش تبراشند آفتش باقی است

جامع مسجد مین نماز جمعہ پڑھانا اور متعدد مقامات پر موعظہ فرمانا اور ہر صُحبت کے لطائف وظرائف اور مومنین کے ساتھ لطف وعنایت طولانی کارنامے ہین نوبت یہ پہونچی کہ جناب مراجعت کا ارادہ کرتے تھے اور مومنین کسی طرح راضی نہوتے تھے آخرکار یہ انتظام کیا گیا کہ مخفی طور پر سواری کا انتظام کرکے دوسرے راستہ سے مرادآباد کیطرف مراجعت فرمائی جب مومنین مطلع ہوئے تو نہایت غمگین ہوئے۔

مفتی صاحب اور نواب سیّد باقر علیخان صاحب

نواب سید باقر علیخان معین الدولہ وزیر اودھ آغا میر صاحب بہادر کے صاحبزادے ایک فرد منتخب اور جوہر قابل تھے ابتداے سن سے علم وکمال کا شوق رکھتے تھے۔ فارسی وعربی مین اعلی استعداد اور نظم سے طبیعت کو خاص مناسبت تھی۔ فن طب مین ماہر تھے۔ فہم وذکا مین اُنکا پایہ بہت بلند تھا اور ہمت عالی تھی۔ مفتی صاحب قبلہ کے ساتھ انھین

دلی اختصاص تھا۔

جب ۱۲۷۵ھ مین مفتی صاحب قبلہ کلکتہ تشریف لیگئے تو کانپور مین نواب صاحب کے بھی مہمان ہوے۔ خلوص عقیدت کا یہ نتیجہ ہوا کہ مدۃ العمر اُن کی مفارقت گوارا نہ کی۔

نواب صاحب ممدوح کے محامد صفات و مکارم عادات و کمالات نفسانیہ کا بیان یہان مقصود نہین اور نہ یہان تفصیلا بیان کی گنجائش ہے صرف جناب مفتی صاحب قبلہ کی ایک تحریر یہان پر درج کیجاتی ہے جو نواب صاحب ممدوح کی وفات کے بعد مرقوم ہوئی ہے جس سے اُن کے صفات و کمالات پر روشنی پڑتی ہے:۔

قال اللہ سبحانہ فی سورۃ الرحمٰن

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

از نقالیب روزگار و تصاریف فلک دوّار، آنکہ عالیجناب، قمر رکاب، فلک قباب نواب معلے القاب، مصدر آثار رحمت، مخزن اسرار معرفت، عالی ہمت، والا نہمت، آسمان رفعت، آفتاب طلعت، دریاے عمان سخاوت، شیر نیستان شجاعت، بقراط یونان طبابت شمع ایوان مہابت، خورشید آسمان جلالت، گل گلستان رسالت، شرف بخش مسانید آثار شرفیاب مشاہد زیارت، زائر ذرارے ائمہ ہدیٰ، والہ ولاے سید الشہدا۔ فائز معلی ورقیب جامع آداب تہذیب، سحر طراز، نکتہ پرداز، علامہ نکات ناضی، ماطورہ ریاض ریاضی، ہادی دقائق علوم سابق سوابق فہوم، موید العلما، موید من السما، شائستہ اکلیل سلطنت، بائستہ دیہیم مملکت، بشیر و کاروان بلاغت، خسرو شکرستان فصاحت، نادر بردست نوالش ناظر، و قیصر از قصر جلالش قاصر، عالم پناہ، عرش بارگاہ، ماحی بدعت، حامی شریعت،

وحید آفاق مستغنی عن الاغراق ممدوح علماء عراق معین الدوله انتظام الملک نواب سید
باقر علیخان بهادر ظفر جنگ اعلی الله درجاته وضاعف حسناته که بظاهر شایان اکلیل شاهی
بود و در باطن نمونه قدرت الهی در املاء سحر طراز و در انشا نکته پرداز در درست کرداری بجدیکه
مه جگلاهان زلف شکن نمی شنود و در راست گفتاری بشائبه که در حکایت اقوال نقل
بالمعنے راضی نبود و در سیر سفن ساهر و در شعر و سخن ساحر برهم زن کارنامه شاعران نغز گفتار
رونق شکن بازار کاتبان تازه کار متطبب حاذقے که بوعلی سینا در بارگاهش زانوی ادب تہ کند
متکلم محققیکه بنان بیانش اشجار تشاجر از بیخ و ریشه کند جامعیت علوم عدیده بحدی رسیده
که زبان ناطقه از بیانش لال است + و در علو همت و معرفت نکات حکمت بمقامی فائز
گردیده که تعریف و توصیفش محال حکمش نادری و اقبالش اسکندری علمش وهبی و کاوش
حق طلبی، شبے مطالعه کتب بروز می آورد و باز هم از سیری نمی شد - و میفرمود که کاش
یکشب برابر دو شب می بود مجمع البیان حکم ماهر لسان عجم چنانکه ملک الشعراء ایران کلاش
را اخت کلام اهل زبان فهمیده و هفت شوط گرد سرش گردیده، خلاصه اگر چرخ هزار دور
بلند گمان نمی برم که چنین علامه را از کتم عدم سر زند آخر کار چشم زخم روزگار باین بزرگوار
رسید و از دست فلک نیله رنگ روز پنجشنبه عصر تنگ بوجع الفواد مبتلا گردید و در یک ساعت
همان روز که روز یازدهم از جمادی الثانی سنه ۱۲۹۱ھ بود از دار فانی رخت سفر بربست و خار خاری
در دل دولتخواهان شکست صاحبزادگان عالی تبار و فرزندان نامدار نرگس وار حیرت زده
گریبان چاک دلها دردناک با رخ زرد و آه سرد همراه نعش اطهر سراسیمه و حیران در مثل
ماهی بے آب طپان گاهی سرگرم ناله و فغان و گاهی مثل غنچه خموشان با جمع کثیر و احتشام
شاهانه تا بغسلخانه روانه شدند و بعد از تغسیل و تکفین نماز جنازه پشت سر مجتهد العصر و الزمان

خواندند۔ ودرمقبرہ منورہ آسمان رابخاک سپردند وباز شور وفغان سرکردند قلم اینجا رسید وبشکست یکی از فضلاے عصر تاریخ سن عیسوی چنین موزون کردہ

چون معین الدولہ سید باقر علم یقین
رفت زین گلزار فانی بر در خلد برین

از لب عیسی بتاریخ شبے از روے ادب
میرسد آواز طبتم فادخلوھا خالدین
سنہ ۱۲۹۱

اس تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ نواب صاحب علم وکمال مین کیا پایہ رکھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ جناب مفتی صاحب قبلہ سے اُن کے روابط بہت زیادہ تھے اور انھین مفتی صاحب سے ارادت خاصہ تھی اور باہمی مکاتبت جاری رہتی تھی چونکہ زمانہ گذرا اور وہ حالات بتانے والا بھی کوئی نہین رہا اسلیئے پورے واقعات کسی طرح قلمبند نہین ہوسکتے تاہم جو کچھ پتہ ملا ہے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے :۔

ماہ شعبان ۷۳ھ مین جناب مفتی صاحب قبلہ نے نواب صاحب کو یہ خط لکھنؤ سے لکھا:

شد مدتے کہ گفت وشنو با تو روندا د
اے بے نصیب گوش وُاے بے نوا لبم

ادام اللہ اقبالکم وضاعف اجلالکم ومد ظلالکم وعم اطفالکم

بعد عرض میرساند زمان بسیار گذشتہ کہ از خیریت مزاج برکت امتزاج خبری دار قلم وُمہر وفا نامہ بری نرسید ودرین عرصہ عریضہ مکرر در ائیش نگاشتہ ارسال خدمت عالی داشتہ ام حیرانم کہ ہر گاہ در انجام کار ترک عاطفت وملاطفت یکبار پیش نظر داشتند آنہمہ در آغاز باکرام واعزاز پرداختن وطوق گران بار احسانات فراوان بر گردن این ناتوان انداختن ودل وارستہ را پابستہ محبت ہاے بیغایت ساختن چہ ضرور بود

بہر حال مضی ما مضے اکنون غایت مدعا و نہایت تمنا آنکہ جیفۂ توقیعے مشتمل صحت و اعتدال مزاج مبارک زیب بخش تارک شود ۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف غریبے حسب حال بطریق ارتحال ثبت افتاد چونکہ دماغ آشفتہ کار ہا دارد لب بلامت نباید کشادے

آنراکہ در کمند ولا مبتلا کنی — گر سر دہی ز قید حیاتش رہا کنی
لبہائے زخم جان دلم بستہ میشود — گر نافۂ ز خامۂ مشکینہ وا کنی
گر بر سرم بفگنی از مہر شقۂ — خوشتر از آنکہ سایۂ بال ہما کنی
در عشق حسن سیرت خود مبتلا کنی — گر از سواد دیدۂ من توتیا کنی
روشن شود مرارت شام فراق تو — صبحے اگر ز خون دلم ناشتا کنی
آئینہ ہیچ کار ندارد بجز قبول — محو توام وفا بکنی یا جفا کنی
بیجاست شکوہ ام کہ دلم ہست جائے تو — بر وے اگر جفا بکنی ہم بجا کنی
از وصلت دو روزہ ما میشوی ملول — فردا پس از فراق جہا یاد ما کنی
قانون طب بدست تو و من در اضطراب — وقت است گر تو این خفقان را دوا کنی
تا چند سید اگلہ از کار و بار دوست — او ہر چہ کرد کرد تو باید دعا کنی

نوزدہم شہر شعبان سنہ ۷۳ھ — من اضعف الناس سیّد محمد عباس عفی عنہ

اِس خط کا جواب دستیاب نہین ہوا سنہ ۷۴ ہجری مین غدر ہو گیا اور اُسکے سلسلہ مین نواب باقر علیخان صاحب پر بھی بغاوت کا الزام قائم ہوا اور وہ قید کر دیے گئے یہانتک کہ پھانسی کا حکم ہو گیا مفتی صاحب نہایت مضطرب تھے دعائے شبانگاہی و سحری مین مشغول رہتے تھے یہانتک کہ ذی قعدہ سنہ ۷۵ ہجری مین رہائی ہوئی ۔ رہائی پاتے ہی فوراً نواب صاحب نے جناب مفتی صاحب کو اطلاع دی اور یہ خط روانہ فرمایا اور تشریف آوری کانپور کا

کمال شوق تحریر کیا۔

بعرض اشرف والا امیر ساند ازہبوب نسیم لطف باری عز اسمہ شگوفہ مامول سنین وغنچہ امید دیرین اشگفت اعنی اثر ادعیہ سحریہ شریف کہ عبارت از انفکاک یحیف باشد دوم شہر ذیقعدہ ۱۲۷۷ھ گل کرد والحمد للہ علی ذالک اما درحقیقت نجات از غموم فرقت ہمان ست کہ مواصلت صوری بند دبفرمایند کہ کے باین تمنا فائز میگردانند۔

مفتی صاحب قبلہ تو اس مژدہ جانفزا کے گوش بر آواز تھے بے انتہا مسرور ہوے اور جواب مین یہ مختصر تحریر روانہ کی

بعرض میر ساند بعد از وصول خبر تار برقی تار ہاے نشنودم در حیرتے گرفتار بودم کہ آیا سبب تاخیر چیست و باز خود را تسلی نمودم کہ دیر آید درست آید تا اینکہ توقیع رفیع باسطور مشکبار چون قافلہ تتار رسید و بنکہت وصال مصدق خبر تار گردید ؎

شادم بآن حدیث کہ اول ز تار بود — آخر دمید صبح شب ما کہ تار بود
آن تار برقی کہ مرا بیقرار کرد — برق تجلی رخ آن گلعذار بود
حرفے اگر خلاف ادب برقلم گذشت — عذرش قبول باد کہ بے اختیار بود
سر رشتہ ندارم از انہا جز انیقدر — کان تار خیط ابیض صبح بہار بود

ہر چند شبستان علائقے کہ دارم مدت دو سہ ہفتہ میخواہد کہ بسر آید ولکن می خواہم زود بمحفل مبارک باد رسیدہ از شکنج غم برہم و گوشے بصداے مطربے دہم کہ بصد تہنیت بر آید و این غزل سراید ؎

رفت دے موسم بہار آمد — نخل امید ما ببار آمد
از سر شکے کہ صبح و شام چکید — تازہ آبے بروے کار آمد

ازگل عیش دامنے چیدیم	کہ بچشم حسود خار آمد
گر جہانے رود ز دست چہ غم	شادم از مژدہ کہ یار آمد

زاد اللہ اجالکم وعمر اطفالکم وستر عیالکم ۔

چند روز کے بعد مفتی صاحب قبلہ کانپور تشریف لیگئے ملاقات ہوئی نوابصاحب نہایت مسرور و شکر گزار ہوئے مفتی صاحب قبلہ بھی نوابصاحب سے ملکر بے حد خوش ہوئے ۔

اسکے بعد مفتی صاحب قبلہ کا قیام مستقل کانپور مین رہا۔ سنہ ۱۲۲۹ء مین جناب نواب صاحب مع متعلقین کربلائے معلے تشریف لیگئے مفتی صاحب قبلہ لکھنؤ تشریف لے آئے۔ خط کتابت اس عرصہ مین بھی جاری رہی جب نواب صاحب وہان سے واپس تشریف لائے تو پھر جناب مفتی صاحب قبلہ کو بلالیا۔ نواب صاحب بے انتہا اعزاز واحترام فرماتے تھے اور کوئی دقیقہ راحت رسانی و خدمتگزاری مین اٹھانہ رکھتے تھے وہ علمی صحبتین ہمیشہ کے لئے یادگار ہین جو مفتی صاحب قبلہ اور نوابصاحب ممدوح سے گرم رہتی تھین نواب صاحب کا اشعار آبدار نظم کرنا اور مفتی صاحب قبلہ سے اصلاح لینا اور مفتی صاحب قبلہ کے فوائد و تحقیقات سے روحانی حظ حاصل کرنا اور ایک ایک دقیقہ کو انکی صحبت کے مغتنم جاننا فراموش نہین ہوسکتا۔ نواب صاحب ممدوح جسوقت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے تو اس طرح آتے تھے جسطرح سلاطین کی خدمت مین حاضر ہوتے ہین نشست و برخاست و سکوت و تکلم مین ادب و آداب کا کامل لحاظ فرماتے تھے۔ جب مرخص ہوتے تھے تو جہانتک مفتی صاحب قبلہ کا سامنا رہتا تھا الٹے قدم جاتے تھے۔ جب کبھی جناب مفتی صاحب قبلہ نواب صاحب کی ملاقات کیلئے تشریف لیجاتے تھے تو دور سے استقبال کرتے تھے اور مودبانہ سامنے بیٹھتے تھے۔

نواب سید جعفر علیخان صاحب جناب نواب صاحب ممدوح کے صاحبزادہ کا بیان ہے

کہ جناب مفتی صاحب قبلہ کی نشست کا مقام زنانے مکان سے متصل تھا جناب نواب صاحب ایک مرتبہ وہان حاضر ہوئے اور چند شعر ایک غزل کے جو نظم فرمائے تھے سنا رہے تھے کہ دفعتہً ساکت ہوئے اور رخصت ہو کر فوراً چلے آئے اور آنیکے بعد ذکر کیا کہ آج مجھے بے حد شرمندگی ہوئی کہ مین نے قبلہ وکعبہ کی زنانی ڈیوڑھی کے قریب غزل کے شعر پڑھے اسکا بیحد تاسف کرتے رہے۔

ایک مرتبہ نواب صاحب بہادر کے (بخشی) نے اتنا کہا کہ مفتی صاحب قبلہ کی تنخواہ ابھی نہین گئی نواب صاحب نے جناب مفتی صاحب کے نام کے ساتھ لفظ تنخواہ کا جب سنا بیحد برہم ہوگئے اور بہت خفا ہوئے کہ مفتی صاحب کو تم کیا سمجھے ہو۔ میرے بھی یہ حقیقت ہے کہ مین مفتی صاحب کو تنخواہ دون جو کچھ مجھے ملتا ہے یہ بھی اُن کی بدولت اور انھین کی برکت ہے اسکے بعد غالباً اُسے معطل کردیا جناب مفتی صاحب نے سفارش کرکے پھر بحال کرایا مفتی صاحب قبلہ نماز جمعہ مسجد مقبرہ پر پڑھتے تھے اور شہر کے حضرات باوجودے کہ گوالٹولی شہر سے فاصلہ پر ہے یہین حاضر ہوجاتے تھے۔ اور نماز کے بعد مواعظ حسنہ سے جناب مفتی صاحب کے مستفید ہوتے تھے۔

جمعہ کے دن نواب صاحب گاڑی کیلئے حکم دیتے تھے اور جب گاڑی حاضر ہوتی تھی تو خود بھی اُسکے ساتھ آتے تھے اور اسطرح مفتی صاحب قبلہ کو اطلاع کراتے تھے جسطرح کوئی خدمتگار اطلاع دے کر منتظر رہتا ہے۔ مفتی صاحب باہر تشریف لائے اور نواب صاحب نے ہاتھ پکڑ کر انھین گاڑی کے صدر مین بٹھایا اور آپ مودب سامنے بیٹھے۔ اور عصا جناب کا اپنے پاس رکھ لیا جب گاڑی سے اُترتے تھے تو جریب (یعنی عصا حاضر کرنے کے بعد ساتھ ساتھ مسجد مین پہونچتے تھے۔ ادھر قبلہ وکعبہ داخل مسجد ہوے اور ادھر نواب صاحب نے

عصا اور نعلین کو اپنے ہاتھ سے اُٹھایا اور ایک گوشہ مین جاکر رکھدیا۔ نوابصاحب نے جو قدرشناسی فرمائی خارج از حد بیان ہے۔

جناب مفتی صاحب قبلہ بھی نواب صاحب کی نہایت قدردانی فرماتے تھے اور اُن کے کمالات ذاتیہ کی بہت عزت کرتے تھے اور اُن کے اشعار رنگین وعبارت خوش آئین سے نہایت محظوظ ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ نواب صاحب بغرض شکار تشریف لیگئے مفتی صاحب قبلہ کانپور مین مقیم رہے نوابصاحب نے وعدہ کیا تھا کہ ایک ہفتہ مین واپس آجاؤنگا اتفاقاً تاخیر ہوگئی مفتی صاحب قبلہ کو بہت پریشانی ہوئی اور نواب صاحب کے نام یہ خط تحریر فرمایا۔

مراسلہ بعرض میرساند۔ سابوع گذشت ومن این دشت احاطہ خاتمی است بے نگین و بنگلہ طارمی است بے پروین والحق کہ شرف المکان بالمکین حالا وقت است کہ از طلوع طلعت برکت رونماید واز وقوع رجعت دولت افزاید کہ غیبت طول کشید و فرقت بپایان رسید عصرے بگلگشت باغ رفتم وخطے بگرفتم **اشعار**

ہر غنچہ بفکر تو خاموش گشتہ است	ہر بلبلے بذکر تو فریاد میکند
لبریز گشتہ از عرق انفعال نہر	از بسکہ بحر فیض ترا یاد میکند
اے طائران قدس بشوق شکار تو	صیدے دگر چہ شوق تو ایجاد میکند
تو در شکار صید و دلم دارد از خودم	آن وحشتی کہ صید ز صیاد می کند
معمور از تو دشت و من این دل خراب	غیر از تو این خرابہ کہ آباد می کند
نخچیر تو شدہ است مگر مرغ نامہ بر	ورنہ چو ہدہد دل من شاد میکند
بنویس شقہ کہ یک رشحہ کلک تو	محو نگار خانہ بہزاد میکند

یک هفته بلکه مثل زمان رفته رفته رفت
باز آے ورنه هجر تو بیداد میکند

باز آکه آفتاب کنون صیدگاه را
آتشکده چو کوره حداد می کند

زیاده زیاده ادام الله اقبالکم وضاعف اجلالکم وعمر اطفالکم واراناجمالکم

مراسله

بعرض میرساند فقیر درکشمکش افتاده وطاقت از دست داده ـ وضعف معده چنان قوت گرفته که کار از کار رفته و معهذا وفور مسائل وورود رسائل ـ وضعف صوم وغلبهٔ نوم وتوارد قوم در هر یوم وتهیه وعظ وجماعت وتوطیه وظائف طاعت مشوش حواس ومقلب انفاس است ؎

طاقتے چندان نداریم و مکرر کوه را
چون پر کاهے بباید از زمین برداشتن

طالبان علوم دینیه وجویندگان معارف یقینیه گاه بے گاه رو می آرند و صاحبان بحاجت مارا ملی گزارند ؎

خشکید از هجوم عزیزان دماغ ما
پروانه بسکه پر زده گل شد چراغ ما

استخاره در سفر مساعدت نه کرد لهذا صبر در مساعدت ورزیدم ودرین باره چاره از اتباع استخاره ندیدم من بعد دو صحیفه شریفه متضمن مضامین لطیفه رسید ؎

وکم لله من لطف خفی
یدق خفاه عن فهم الزکی

وقوع تاخیر در جواب از اقل الطلاب روی خطاب بسوے بعض احباب بسبب شرم حجاب آنجناب بودنه از راه تقدیم قدما بر عظما بلے بنده عاصی رو بآسمان نمی کند و سر بر زمین می افگند منشی باقر علیصاحب روزے قدم رنجه کرده و نسخه خوبے از جنته واقیه آورده میگفت تحائف دیگر ها براے جناب عالی دارم و می خواهم بجا دمی از خود و آدمی از تو بیارم تا بآنجناب برساند گفتم خوبست بعد ازان صدا و ندائے ازش برنخاست ؎

مراسله بعرض میرساند مدتی است که ازافق عطوفت صبحی چون نسترن ندمیده وازمصر محبت بوے پیرہن نرسیده شبانگاه درتصور جمال . خورشید تمثال بودم واستخبار حال خجسته مآل ازمرآت خیال باین منوال می نمودم ؎

اے نیر آسمان ایمان چونی — اے یوسف خسته جان اخوان چونی
یونس که چهل شبے زماهی نالید — اے عارف ماهیت عرفان چونی
عالم شده بے تو درنظر تیره وتار — اے شمع وچراغ زیر دامان چونی
اے جاے تو در سفینهٔ آل نبی — چون نوح فتاده بطوفان چونی
رونق زتو یافت تخت بلقیس کمال — درخانهٔ مور اے سلیمان چونی
شادم بامید انجلاے رخ تو — اے ماه گرفته در شبستان چونی
اے قائم آل طول غیبت تاچند — اے جان جهان بچشم پنهان چونی
بگذشت زمان وشت پیماے تو — اکنون تو بکنج رنج وحرمان چونی
بیماری غم کشیدی از شام ستم — اے سید عابدین بزندان چونی
اینها همه یکطرف زما هم دوری — بارے بنویس حال هجران چونی

مکتوب تا به اینجا نوشته بودم که ناگهان خطے ازمولوی مرزا محمد حسین صاحب مشتمل بر قطعه برات وشعر برناخوشی طبع مبارک آن عالیدرجات رسید هوشم از سرم پرید خداوند عالم بحق بیمار کربلا شفاے کامل وصحت عاجل عطا فرماید خواستم که ازین بلده حرکت وچندے ادراک صحبت بابرکت نمایم استخاره براے این ماه مساوی وبراے ماه آینده د اسیب آمد انشاء الله در اول رجب باداے ماوجب می پردازم ودیده ودل را ازلقاے فرحت انتما مایهٔ نور وسرور می سازم جوش دریای نوال درچنان ضیق مجال نظر باکتاب ثواب کار آن عالی جناب است اسبغ الله علیکم نعمائه

واجزل لکم الاثر - اضعف الناس السید محمد عباس جعله الله من الصابرین حین البوس والباس

دعاے حضرت یعقوب برائے آن یوسف مصر خوبی خوبست یامن لایعلم کیف ھو وحیث ھو وقدرتہ الاھو یامن سدّ الھوا بالسماء وکبس الارض علی الماء واختار لنفسہ الاسماء ائتنی بروح منک وفرج من عندک

ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب نے کانپور سے لکھنؤ تشریف آوری کا ارادہ کیا اور نواب صاحب کو اپنی رائے سے اطلاع دی اور اپنے روابط کے لحاظ سے اجازت طلب فرمائی اس موقع پر جو مکاتبت ہوئی اُس سے باہمی روابط اتحاد اور نواب صاحب کا خلوص ارادت اور مقام عقیدت اچھی طرح نمایاں ہے -

مراسلہ مفتی صاحب بعرض میرساند بسبب بعض ضرورات ارادہ لکھنؤ دارم امیدوارم کہ مجاز فرمایند ودست رد بر سینہ ام نگذارند -

مراسلہ نواب صاحب در جواب بعرض اشرف والامی رسانم - کسی یارا ندارد کہ خلاف مرضیات ومطلوبات عالی راہ رود اعم ازانکہ خلاف طبائع ما ہا بودہ باشد یا نہ بلکہ دریں جا نکتہ پیدا شد یعنی مرضیات عالی ہمہ بروفق مرضیات الٰہی است پس درخلافش برائے ما چہ باشد مگر در امر خاص مفارقت ومہجوری کفر حضوری لا بد از اسلام دوری میدانم وقطع نظر از جوش ارادت و عقیدت کہ غیبتش پاکیزہ تر از شہود است میخواستم کہ اگر امسال روزے از روزہاے عشرہ محرم ذکر حال کربلا ومصائب سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا بر زبان فیض ترجمان عالی سامعہ افروز مومنین گردد و باشک حسرتے کہ بر رخسارہ ہاے شان جاری شود دفتر گناہ خود را بآسانی توان شست آما نمیدانم کہ تقدیر حیثیت بالجملہ بتذکر معانی فنافی اللہ کہ دور از کفر وضلال صوفیہ گمراہ کہ جناب علیین مآب طاب ثراہ فرمودہ اند و اصلاح زندقہ شان نمودہ توان گفت کہ حالا فنافی الشیخ

ہم صورتے داشتہ باشد المختصر ؎ راقمہ

ہر چہ بخواہی آن کن لیاقت حفانہ کار نیست	درد و دوا ے ما ہمہ در کف اختیار تست

زیادہ حد ادب — احقر تلامذہ باقر علی عفی عنہ

مراسلہ مفتی صاحب بعرض میرساند چونکہ رضاے رب الارباب بر من جناب لازم و بر وفق معنے صحیح فنا فی اللہ ہم تحتم است پس بناے کار خود بر استخارہ وچندے سنگ صبر بر سینہ میگذارم جناب ہم درین عشرہ محرم این غم والم بتاسی اہلبیت علیہم السلام بر خود گوارا کنند

مراسلہ نوابصاحب بعرض اشرف والا می رساند ہر چند کہ یاراے خلاف باراے آن سراپا انصاف ندارم وتن ہمہ تن بہ تسلیم و رضاے آن مقبول ذو المنن می گذارم اما دل ناصبور بدگمان راچہ علاج کہ بچنیدین عبارتہاے شیرین وتوجیہات نمکین تسلی نگشتہ ہر آن سر از گریبان تردد وتلاش تازہ برمی آرد لہذا شعرے گستاخانہ بعرض آن وحید زمانہ رسانیدہ طوریکہ دل می خواہد استدراک حال می کنم ؎

اما نہ لائق است ترا سر بریدنش	ساحر چو سر نہاد بہ تیغت نہادہ باد

از براے عزت رب العزت وعلو حق بعثت جناب ختمی مرتبت وعفو اختیارے شاہ خیبر کشا جناب بفرمایند کہ چرا تشریف می برند زیرا کہ مفارقت مجبورانہ انسانرا بغم والم ناچاری آشنا می کند واز مفارقت ارادی بوے شکیباے باستبداد جداے برمی آید وہذا الفراق من شق الآخر فیا حسرتا علی سوء حال الساحر چشم براہ جواب زیادہ حد ادب وآداب

مراسلہ جناب مفتی صاحب لاعلاج سفر را خلاف مزاج وہاج دانستہ موقوف گذاشتم

مراسلہ نواب صاحب بعرض اشرف والا میرساند سرور وحبور نامحصور کہ ازین لطف ومرحمت لاحق این سراپا قصور گردید از تقریر لذت آسایش آنچنان عاجزم کہ در اداے شکر

وسپاسش از وقتیکه باین مژدۂ جانفزا رسیدم گہے برلطف وعطاے والا نازیدم وگہے بر اثر آہ رسا۔ ایزد باین ذرّہ نواز بہا سایہ والا از سرما کم نہ کناد ہزار ارادہ پا انداز فسخ این یک ارادہ ڈاک گاڑی وقتیکه ارشاد ورود حاضر در دولت گردد انیہمہ تاخیر که در استفسار وتعین وقت رونمودہ ازان است که بندہ ناچیز بعد از چیز خوردن بخواب رفتم ؎

انجام کار خویش بغفوت سپردہ ایم

زیادہ حد ادب

احقر تلامذہ باقر علی عفی عنه

ان تحریرات سے واضح ہوجاتا ہے کہ نواب صاحب خود بھی باکمال شخص تھے اور یہی سبب تھا کہ وہ جناب مفتی صاحب کے قدر شناسی کی پوری قابلیت رکھتے تھے اگر ان واقعات کو بسط دیا جاے تو موضوع کتاب سے بہت بعد ہوجاے لہذا اس مقام پر صرف چند شعر جناب نواب صاحب کے اور بھی درج کیے جاتے ہین۔

حرف تلخ از لب شیرین می نابست اینجا حافظ آبروے توبہ که باشد امروز ناصحا گر سخن از ترک محبت داری	نگہ گرم بہ از سیخ کبابست اینجا یار جامے بکف و جوش شبابست اینجا حرف آہستہ که آن خانہ خرابست اینجا
دین بود ندد دل خانہ خرابم دادند	مصحف سوختہ یک سادہ کتابم دادند
یک گریہ بود از پے تسکین سوز دل	آنہم جواب داد که نم در جگر نماند

فصل گل شد و سے جنون باقیست		جان تن رفت و جوش خون باقیست	
دل جدا شد در ابتداے فراق		آه سازو چه انتهاے فراق	
	مطلع		
گره ز قطرهٔ اشکم کشاد جیحون شد		غبار خاطرم اوج گرفت گردون شد	

مراسلہ مفتی صاحب بعرض میرساند نسیم وصال و شمیم اقبال یعنے صحیفہ شریفہ بدیع المثال که آئینه جمال و مرأت کمال آن مجمع شرائف خصال و مظهر الطاف ایزد بے همال بود رسیده مکرر دیده شده

دیده از دیدنش نگشتی سیرا	هم چنان کز فرات مستقی

باوجودیکه آثار فرط ملال و کلال و انحراف مزاج اقدس از اعتدال و تالم خاطر مبارک از فرقت و بعاد و شدت صداع که نصیب دشمنان بهاد از فحاوی و مطاوی آن چنان هویدا شد که از رهگذر استعجال و ممر ارتجال و تغیر حال لاتقنطوا ابتاے ثنا ته دخصوص سین بزبان قلم مشکین رفته ولیکن معهذا از حلاوت کلام و طلاوت نظام چنان حظ وافر و بهره کاثر داشت که انگشت نیل برخوان خلیل میکشید و از رشحات عطوفت و دلجوئی این رنجور و پرسش و نوازش این مهجور چنان لبریز و معمور بود که بیاضش مرهم دل خسته و سوادش مومیائی بازوے شکسته گردید الحال بفضل اله و توجه باطنی آن عالی جاه صبیه را تخفیف بین در عوارض بهم رسیده تردد را پیرامون خاطر دریا مقاطر راه ندهند و گاه گاهے بر همین نسق در زمان دوری و مهجوری از ارسال تحائف صحائف مرهم کافوری بر دل افکار نهند که هر چند نوازش نامجات سابق نیز دافع سموم هموم و قاشع غمام غموم می گشت امّا چون الحال تغیر ایام ولیال مانع از

گلچینی گلشن وصال است رشحات اقلام را درین خشک سال نفعی او فرد ثمر داثرے دگر خواہد والامضمون ذکر العیش من بضائع المساکین در آرایش بزم خیال بر تذکر اخلاق کریمہ والطاف قدیمہ آن تیر اوج کمال اکتفا خواہم نمود وقطع نظر از جمیع اشفاق سابقہ ہمان معانقہ کہ بوقت وداع جزء اخیر علت التہاب والتاع گشتہ بود تذکرش نشترزن شریان وتصورش نمک ریز دل بریان است بالجملہ گاہے از حیات تنگم و گاہی باخود درجنگ ولیکن می دانم کہ چون جانبین راجست ہمدیگر للہ وفی اللہ بودہ است ایزد بے چون ونقشبند کاف ونون خوش جلگرے راتغیرے وآہ سحری راتاثیرے خواہد بخشید ۵

بیدل نیم ہنوز بہ بینم چہ می شود	

قصد قصیدہ کہ فرمودہ اند اتمامش ضرور وابلاغش موجب سرور والسلام خیر ختام ۵

معروضہ رابعد ملاحظہ پارہ پارہ کنند وحرفے راکہ خلاف آداب در طے این طومار مشاہدہ کردہ باشند از لوح سینہ تبر اشند کہ دل شیفتہ ودماغ آشفتہ کار ہا دارد زیادہ ایام بکام باد

مراسلہ مفتی صاحب

زاد اللہ اقبالکم وضاعف فضلکم وکمالکم - بعرض میرساند - چونکہ شوق زیارت از مدتے گریبان گیر بودہ والحال از تلویح وتوضیح سرکار آشکار شدہ کہ بدولت آن دلی نعمت عن قریب کام دل حاصل میشود وگفتہ اند ۵

وعدہ وصل چون شود نزدیک	آتش شوق تیز تر گردد	

ومعلوم است کہ درین سفر کہ آنرا سفر آخرت میگویند استخلاص از شغل الذمگے وتدارک زاد وخیال عیال وواماندگان واجب است ووقت خیلے تنگ پس درنگ غیر مناسب بنابرین واجب بعرض اجمالی یا تفصیلی ہرچہ ارشاد شود از نظر انور بگذرانم وبعد از وصول لما موالصدد

اداے دیون و تہیہ زاد سفر برایم زیادہ

مراسلہ نوابصاحب بعرض والا میرساند۔ السیاحۃ طویلۃ والفرصۃ قلیلۃ والنذر قاصر والمطیئۃ عاقر والطریق طامس والرفیق عامس والشوق جازم والضعف لازم این بود کہ شرح اسباب تعویق موجزاً بسمع آن مدقق قانون تقلید و تحقیق رسانیدم و طالب اعانت گردیدم لوازمیکہ پیش نظر سرکار است بیش ازان حقیرم در تہیہ اش گرفتار و تشویش دل و دماغ خانہ فکر و تدبیر را بےچراغ کردہ است من حالم اینست و زمانہ براے خود بودہ بفرصت کمین نہ یاری دارم نہ غمگسارے غیر ازین کہ این جماعہ گوش بران چند از صبح تا شام براے مطلب خود وقت مرا تلخ می کند چنانچہ در بین تحریر این چار سطر عرض و معروض شان چون مگسان پر و پر ابقدر برمن ہجوم آوردہ کہ اتمامش در نظر محلل می نمود باقی ماند ذات بابرکات آن افضل الاماثل پس در استمداد و اقتباس رادی ازان انتشار حواس مخل نمیدانم کہ انجام من چون است نیک ست یا زبون ست دستے از پردہ برون آید و کاری بکند

نواب صاحب زیارت سے مشرف ہوکر جب پلٹے تو کتاب غایۃ المرام اور ایک صندلی قلمدان بطور تحفہ بھجوایا جناب مفتی صاحب نے یہ قطعہ شکریہ مین لکھا۔

اے فضل تو چو نص علی ولی جلی است — دیدن ترا و مثل ترا جستن احولی است
بے زحمت سفر ز عطایت رسیدہ ام — تا غایۃ المرام کہ مداح علی است
ترسم مدیح و شکر ترا در دسر دہم — امّا باین خوشم کہ قلمدان صندلی است

نواب صاحب نے اِس قطعہ کو بیحد پسند کیا اور فوراً جواب مین یہ قطعہ تحریر کیا۔

مانند صبح صادق صدقم بتو تمام است — عباس دوست بودن مذہبم حرام است
در ہدیہ محقر گرجان برم بسویت — زیبد و لے قبولت خود غایۃ المرام است

جائیکہ عطر خلقت عنبر فشان نباشد	صندل چو بوے گلہا خود مایۂ زکامست
تبدیلی دہانرا غیر از ستائش تو	جستن ز نخل خرما این آرزوے خام است

ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب قبلہ نے نواب صاحب سے باغ کے مالی کو مع چند درخت انار بھیجدینے کی خواہش کی پہونچنے مین کچھ دیر ہوگئی تو یہ رقعہ نواب صاحب کو تحریر کیا۔

انار الله برهانكم وخضر بستانكم ونضر ريحانكم مالى وللناطور ما اتانى وهو مامور قد امرته باحضار اشجار ممّا يستلذ اكله واكله وليس فى الزمان الاشكله اعجبنى حبّه وغلبنى حبه اذ فيه من الجنة حبّة ومن اكله انار قلبه وهو الذى قال فيه ادم اذا اكلته وانت جائع اجزأك وان اكلته وانت شبعان امرأك اما الخطاب الفاصل فحاصل واصل وثمنه اوّل الجمّل مع كسره الاول ادام الله اقبالكم وضاعف اجلالكم وفضلكم وكمالكم۔

ایک مرتبہ کوہ منصوری سے نواب صاحب نے اروی بھجوائی جسکی نسبت خود مفتی صاحب قبلہ اپنی کشکول مین تحریر فرماتے ہین۔

اروی ہندی از قسم ترہ وسبزی غالبًا درین اطراف بقدر چہار پنج انگشت میشود ونواب کہ از کوہ منصوری برگشت یکدانہ ازان بسیار بلند پیش حقیر فرستاد وگفت کہ در آنجا بقدر یک ونیم ذرع میشود فقیر این خبر تازہ را باین عبارت نوشتم ۲۷ شعبان ۱۲۸۳ھ

اروى هذا الحديث العجيب بطوله ففيه دلالة على صنع الله فى ذروع الجبل وبقوله وانہ کہ فرستاد قریب دو وجب است باليقين فتبارك الله احسن الخالقين ۵

نواب صاحب نے ایک حقہ جناب مفتی صاحب کیخدمت مین بھجوایا اُسکی رسید مین
حسب ذیل اشعار تحریر فرمائے ۔

اے نے قلیان تو این پیچ و تاب — بہر چہ سرگرم فغان گشتۂ
قامت تو راست تراز تیر بود — بہر چہ خم مثل کمان گشتۂ
مجمرہ گردان حریفان شدی — تخلخلہ سازِ خفقان گشتۂ
دست دہد وصل تو در روز عید — گرچہ جدا در رمضان گشتۂ
مرہم زخم جگری صبحدم — ہمچو صبا مشک فشان گشتۂ
مونس شبہای سیہ بودۂ — محرم اسرار نہان گشتۂ
بوسہ زنی بر لبِ شیرین یار — در دہنم تلخ چسان گشتۂ
میکشی از بسکہ ز دل آہ گرم — ہمدم جان سوختگان گشتۂ
بسکہ کنی پشت بخدمت دوتا — ہم سخن پیر و جوان گشتۂ

مراسلہ مفتی صاحب[سلہ] طال بقاءہ ۔ دام اقبالکم شب سرفہ شدت گرفت طاقت یوماً فیوماً بلکہ آناً فاناً کم می شود و فکر قرض زیاد و اضطراب دل در اشتداد ۔ این وقت رقعہ جان فزائے در کاغذ بر آمد ملاحظہ کنید و پس دہید کہ مرہم خاطر خستہ است و مومیائی دل شکستہ است عمرائے اطفالکما و ضاعف اقبالکما ۔

رقعہ جانفزائے نواب مرحوم بسم اللہ الرحمن الرحیم اے سرمہ دو دیدہ من خاکپائے تو ❊ نورانی است روز سیاہم ز رائے تو ❊ کافر باشم اگر از بابت دلخوری چیزے نوشتہ باشم بلکہ میخواستم کہ بفحوائے ۔ کرمہائے تو مارا کرد گستاخ ❊ عبارت را بلباسی دا کنم کہ طیب خاطر شود ۔ اما ترسیدم کہ مبادا از کجا بگویم و خیال از کجا شود خود را نگہداشتم و باین عنوان مطلب را راہ انداختم

سلہ بنام مرزا ب سید علیخان صاحب فرزند اکبر نواب صاحب ۱۲

اما آنہم نشد بلکہ تبرا زو شد۔ از برائے مرحمت خود حقیر را یکے از نوکران در خانہ خود تصور بفرمایند وحاشا ثم حاشا کہ مطلب من چیزے دیگر باشد فقط کجی زبان است کہ حرف راستم راکج کرد فالعفو عند کرام الناس مقبول۔

جواب از نواب ممدوح اللہ یشفیکم بالعجل وابقاکم بالفضل علی رؤسنا۔

	اے نور دیدہ کان مرا آمد عطائے تو		سید ہزار جان حسینم فدائے تو	

شکر این نعمت عظمی کہ از مراحم والا دیدہ ام بکدام زبان و بکدام لسان ادا کنم خداوند سایۂ عالی سرکار را از سر ما ماندگان کم نکناد و از عوارض جسمانی و روحانی دور داراد آمین۔ بارے دو تا کحل الجواہر کہ بہر دو دیدگان حکم تنور داشتند نزول آوردہ ولے در خصوص یکے امر استرداد آمدہ پس دست بستہ بصد عجز و نیاز معروض میدارم و بر حمت سرکار محول میکنم کہ آیا راضی ہستید یکچشم بے نور باشد و یکے پر نور بفحوائے الامر فوق الادب ملفوف است اما نظر مرحمت عالی نمودہ چشم انتظار برور دو ثانیا در خصوص در امر معلوم قبل از انکہ بزیارت صحیفہ والا مشرف شوم طلبیدہ ام و بعض عرائض دیگر انشاء اللہ بشرف حضوری بسمع عالی می رسانم زیادہ ادب مانع

احقر و کمتر علی عفی عنہ

مراسلہ مفتی صاحب زاد اللہ اقبالکم و عمر اطفالکم ۔طبع عالی بطبع این کتاب خود مائل بود و ہرگز ایما و اشارہ بسخاوت حسین یا بدیگرے نفرمودہ بودید کہ چاپ زند ہم ایما و اشارہ سرکار شما را تقریراً و تحریراً اظہار نکردہ ام حاشا و کلا۔ و سخاوت حسین ہم مدعی نیست بلے عبارت جناب سید علی نقی صاحب موہم این مطلب است ظاہر انشی سرکار ایشان مطلب سخاوت حسین درست نفہمیدہ و نتوانست کہ درست ادا بکند و الداعی اللہ مقامی فرمودہ کہ ہندیہا مطلب خود را ہم درست نمی توانند بنویسند خلاصہ قصور عبارت است نہ قصور من

بنام نواب سید جعفر علی خان زید مجدہ العالی

عیری جنی وانا المعاتب فیکم	فکاننی سبابة المتندم

حال فقیر این است که یکطرف اطفال بیمار افتاده اند و یک طرف خود در آلام روحانی واسقام جسمانی گرفتارم ازین ممر باوجود فصل تنقیه نبود تنقیه کردم در اسهال افراط واقع شد سبب شیب وقوت قوت ودفع رطوبت صالحه برنشستن تا یکساعت قادر نیستم وانگهی حرکت ازفحوائے کلام حکیم اچھے صاحب معلوم شد که آن ثمرهٔ شجرهٔ اقبال را مقصود آن میباشد که ماه مبارک را درانجا بگذرانم هرچند امراض وبعض موانع شرعیه موجود است واستخاره هم بنهضت خوب نیامد با این همه اگر رضا وخوشنودی دران مطوی باشد که بیایم پس خود را بخدمت میرسانم وماه مبارک را بهر نوع در آنجا میگذرانم والا بعد ماه صیام انشاء الله قصد حتمی دارم اظهارے که از میر سخاوت حسین صاحب گرفته ام ملفوف رقیمة الخلوص است پرپرزه بسبب شدت امراض واعراض صبیه که بهدست حکیم صاحب نفرستادم زیاده التماس دعا ـ ادام الله اقبالکما وزاد اجلالکما وعمر اطفالکما ـ

جواب نواب صاحب بعرض ملازمان عالی می رساند صحیفه شریفه ونمیقه انیقه که هر سطرش تعلیمی درست داشت وهر کششش سیلے استاده بود نزول اجلال آورد واز ادراک بے لطفی مزاج وهاج که انشاء الله همیشه نصیب عداے سرکار قبله باد حالتے که بعقیدت کیشان رو داد چه عرضه دهم همین که می خواستم که فرزند بخدمت حاضر شده کمر خدمت گذاری بربندم واز حیات مستعار آنچند نفس را عمر ابدی شمارم لکن دوام سد باب وسنگ راهم شدند یکے ضعف واضمحلال که از یکماه یا کمتر لاحق حال است وثانیاً خدا نکرده خوف بیم آشفتگی طبع واعلاے قبله وکعبه که نسبت احقر واذل است که از بعض عبارات والفاظ توقیع رفیع مترشح شد چنان در دل اخلاص منزل جا گرفته است که حوصله باختم ودیگر بخود جرأت نیافتم که

قبل از رفع ملال حاضر شوم یعنی العیاذ باللہ و نستجیر باللہ کہ حقیر نسبت امر غیر واقع را ابولائے خود کردہ ام حالانکہ اشہد باللہ و کفی باللہ شہیدا اگر ہیچ نحو مکنون خاطر حقیر بودہ باشد کہ حسب ایمائے سرکار قبلہ این کتاب را میخواہند بنام من چاپ زنند بلکہ مرجع خاص و عام دانستہ رجوع بسرکار قبلہ کردم کہ حال اوضاع دنیا بدینجا رسیدہ کہ ہمچنین رنگہا می ریزند۔ و علاوہ براین چونکہ بجہت علالت اعتماد وثوق بر یاد خود نداشتم کہ حقیر چنین خواہشے ازانہا کردہ ام یا نہ لہذا برائے رفع اشتباہ تا انجام کار رنجالت کشیدن نشود حکیم صاحب نجف من ملازمان عالی روانہ کردم کہ بلکہ خودم بخدمت عرض کردہ باشم کہ بانہا ہدایت شود یا بمعرفت احدے دیگری بانہا پیغام فرستادہ باشم و حال از یاد رفتہ باشد پس بہتر است کہ این امر در حضور سرکار قبلہ انفصال یابد و غیر ازین ہیچ منظور نداشتم و کافر باشم اگر از راہ دیگرے این معروض داشتہ باشم وانچہ در خصوص ایاب سرکار خود قلمی فرمودہ اند لوحش اللہ کہ منوی و مدعی حقیر این باشد کہ سرکار قبلہ درماہ مبارک درین کوردہ رونق افروز شوند بلکہ و فور اشتیاق ملازمت را در عبارتیکہ بعرض رساندم از طالع واژگونم نتیجہ برعکس دادہ بنا برین قصد داشتم کہ جملہ تقریر خود را کہ بزبانی حکیم صاحب بموقف عرض آوردم اعادہ کنم ولے بلحاظ اطناب مخل و خیال فتور اوقات شریف ملتوی بر حضوری گذاشتم ورنہ قطع نظر ازین کہ اگرچہ دوری ملازمان عالی خیلے صعب است اما ارادت میدان نیاز کیشان را خوشنودی از خوشنودی سرکار میباشد و رضا برضائے مولا از ہمہ اولی است والعذر عند کرام الناس مقبول زیادہ سلامتی سرکار

شنبہ ۳ شعبان ۱۲۹۱ھ احقر نالائق جعفر علی عفی عنہ

جواب مفتی صاحب ادام اللہ اقبالکم و ضاعف اجلالکم و عمر اطفالکم انچہ از محاسن صفات و فضائل و محامد خصائل و شمائل و مراتب علو ہمت و مدارج الفت و محبت

ومراعات ادب وتهذیب قدرشناسی ومروّت وتعظیم وتکریم اساتذه درخمیر وضمیر آن امیر
ابن امیر مثل نور در بصر وآب ورنگ در گوهر مندمج ومندرج گشته از حد بیان وتوصیف
گذشته است اگر قلیلے ازان درمعرض بیان آید محمول بر مبالغه یالق میشود واگر بالمرّه
طے کشح ازان کرده شود کفران نعمت وکتمان حق پس فکریم که چگویم وچه بنویسم وهمچنین
محبت ورضا وخوشنودی که مرا نسبت بسرکار نه اززمان دراز بلکه ازعهد الست درطبع نشست
نه چنان است که منجر بملال یا مشرف بزوال بوده باشد ۔ خلاصه ملالے وخیالے درهیچ
جائے نداشتم ونه ندارم واما اوضاع دنیا بجائے که رسیده است پس ازان نه چندان دلفگارم
که یکے از هزار بشمارم یا برنگارم اما نقل ایاب حق این است که حکیم صاحب همین قدر گفتند
که حضور فرموده اند که ماه رمضان بغیر شما مثل روزه ایست بے نماز وبدیهی است کاین عبارت
ناشے از کمال اشتیاق وشاق بودن فراق است لکن چون اشعارے وفحوائے بر حسن طلب
بارعایت ادب دارد لهذا نوشتم آنچه نوشتم وفقراتے که در آخر رقعه شما مندرج بوده باعث
سرور موفور وحبور غیر محصور گردیده که حرف حرفش از حسن عقیده وارادت والتفات آن
حمیده صفات لبریز ومملو است ۔

مراسله نواب صاحب یا کاشف السر والاسرار ویا صاحب العلم بالآیات والاخبار
یا حلال العلما ویا افضل الفضلا ویا عمدة الخلائق وعیبة الدقائق خیر الناس مولانا ومقتدانا
المفتی السید محمد عباس ادام الله ظلاله علی رؤس التلامذه

یامولای قد کنت فی البارحة مصروفا فی تلاوة القرآن حتی بلغت الی
قوله سبحانه ان الله علی کل شئ قدیر فا[illegible]ل علیها شخص ان من الاشیاء خلقه
واخراجنا عن حدود مملکته وهو لا یقدر علی ذلك کما هو المعلوم فکیف یصح

كونه قادراً على العموم۔

جواب مفتی صاحب یا دوحة المراد وفرحة الفؤاد ثمرة شجرة الابهة والجلال ایدک الله برایات الاقبال واصعدک مدارج العلم والکمال۔

قل لمن استشکل الایة الکریمة الناطقة بالقدرة العمیمة ان القدرة متعلقة بکل امر یمکن وجوده فی الاعیان واما المحال ففی نفسه عیب ونقصان فلا یتعلق به القدرة ولا تنقص وما من عام الا وقد خص فافهم وعش واسلم۔

شہر آشوب حسب حال

بگذار شکایت جفا را — گویم بتو شکوهٔ وفا را

یاران که خطوط می نویسند — پیچیده هزار عقده ها را

جمعی بامید اینکه گویم — تاریخ حوادث قضا را

برخی بهوای اینکه سازم — چون فرش حریر بوریا را

این شکوه ز جور چرخ دارد — تا دور کنم ازو بلا را

وین می طلبد وسیلهٔ من — تا ره بدهم باد عطا را

وین فتوی حکم شرع جوید — وین نفع و مضرت دوا را

این نکته نظم و نثر پرسد — وین سوره و آیه و دعا را

خواهند رضای خویش از من — با اینهمه اختلاف آرا

تنها من و این جماعت خلق — کلک از نی و راه سنگ خارا

بیماری و رنج و فکر و پیری — بیکار فگنده دست و پا را

تدبیر سوال خلق سازم	یا حیلہ پرسش خدا را
شد تلخ بہ بندہ جام شیرین	این غصہ چسان کنم گوارا
چون عذر کنم ہزار و نالی	گویند نہان و آشکارا
اے چشم تو کور گریہ تا کے	بنویس جواب خط ما را

مفتی صاحب اور جناب سیّد العلما

سید العلما جناب مفتی صاحب کے اُستاد تھے مفتی صاحب نے تکمیل علوم کے بعد شرعیات کی تکمیل کے لئے سید العلما کی خدمت مین زانوے تلمذ تہ کیا جس کی تفصیل اساتذہ کے ذکر مین تحریر ہو چکی ہے جس سے ناظرین اندازہ کر چکے ہونگے کہ سید العلما مفتی صاحب کو کس قدر عزیز رکھتے تھے اور اُنکی قدر و منزلت اُنکی نگاہ مین کسقدر تھی لیکن بعض حالات و واقعات یہان بھی ذکر کیے جاتے ہین تاکہ ناظرین کو زیادہ استفادہ کا موقع ملے۔

ایک مرتبہ سید العلما نے ایک شخص کی سفارش مین یہ رقعہ تحریر فرمایا تھا:

ایہا السیّد الاجل الاکمل ذو البہاء والشرف والفضل بین الناس السیّد محمّد عباس حرسہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ وبعد فان حاوی المفاخر آغا طاہر سلمہ اللہ الغافر یروم ان یدخل نفسہ فی عداد تلامذتکم ویستفید من خدمتکم فان امکنک ہذا فامنن علیہ بذلک سرک اللہ ومن علیک واحسن احسن اللہ الیک والسّلام خیر ختام

کتبہ السید حسین صانہ اللہ عن کل شین — شہر شوال ۱۲۶۱ھ

اسکا جواب مفتی صاحب قبلہ نے حسب ذیل عبارت مین تحریر کیا:۔

سیدی معتمدی مستندی والذی خلته فی خلدی وهو فوز ابدی صانه الله عن الشر وعافاه عن الضر وابقاه مدی الدهر ولقاه من العیش سرورا ومن النفس مناها بیاسین وطه وصل المهرقه الطیبة الموتقه الرائعة الفائقه الیوم الی العید وقد کان حزینا شجی القلب شجینا فواها و تلاها فوشمس وضحها نور العین سناها ولقد فاح شذاها وأراحت رمقی ثم ازاحت قلقی بکلام عبق فتفطنت لما اودع فیها رغبا من معان کلآل تزدری عهد صبی فی مبان کزلال هو یجری کصیا او کنخل ابنة عمران متی هزلها الجذع تساقط رطبا ومطاو شرفت فی فقرات لطفت وهی تحاکی ذهبا فسمعت واطعت رهبا بل ادبا معما شتت بالی من هجوم الطلبا زادك الله الی عزك عزا والی جاهك جاها مثلما قرت من الفضل بما لا یتناهی ۵

سیکڑون واقعات باہمی روابط کی تصویر پیش کرنے والے شب و روز پیش آتے رہے جنمین سے ایک کا ذکر جناب مفتی صاحب نے خود اوراق الذہب مین تحریر فرمایا ہے:۔

قد مرضت فی بعض السنین فعادنی بعد حین فاردت ان اقوم اکراماله واعظاما فمنعنی ارفاقا منه وانعاما وجلس عند رجلی وتوجه لاجلی وجعل یذب عنی الذباب ویلاطفنی فی الخطاب هذا نبذ مما جری وما کان حدیثا یفتری

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہین:۔

وکان عطفه کان یزداد یوما فیوما وانا فانا حتی صرت من اقرب الناس

الیہ مکاناً واختصصت بہ کتباب جلدہ لا یفرق بینی وبین ولدہ۔ اگر چند اموز ہوتے تو اُن کے جمع کرنے کی کوشش بھی کی جاتی لیکن جب روز مرہ کی باتین ہون تو کہان تک ضبط ہوسکتی ہین۔ علمی مذاکرات انواع تحقیقات اقسام ملاطفات اِن سب کے بیان کے لئے جداگانہ ضخیم مجلّد کی ضرورت ہے۔

مفتی صاحب قبلہ نے اپنے اُستاد کی جو قدر شناسی کی اور جس قدر نشر فضائل مین اہتمام کیا بہت مشکل ہے کہ کوئی شاگرد اپنے اُستاد کی اتنی تعظیم وتکریم و بزرگداشت کر سکے۔ اُنکا یہ طرزِ عمل آیندہ نسلون کے لئے ایک اخلاقی سبق ہے۔ تصانیف کی کثرتِ تعداد پر نظر ڈالنے کے بعد غور فرمایئے کہ کمتر ایسی کوئی کتاب ہوگی جسمین کسی نہ کسی مناسبت سے اُستاد کا ذکر خیر شامل نہ کردیا ہو اور اُن کی مدح وثنا سے اُس کتاب کو خالی چھوڑ دیا ہو اِس بیان کا وہ حضرات اچھی طرح فیصلہ کرسکتے ہین جو مفتی صاحب قبلہ کی ملفوظات وتصنیفات وتحریرات کے ناظرین ہین۔ نمونہ کے طور پر مثنوی آب زلال کے اشعارِ ذیل ملاحظہ ہون:-

حسین آن آفتاب خاورِ علم	کلامش آب وتابِ گوہرِ علم
مدادش بہتر از خون شہیدان	طراز نامہ ہاے روسفیدان
زفیضش مسکن اسلام آباد	زعقلش خرمن اوہام برباد
جمالش مایۂ انوار ایمان	کلامش یوسفِ بازارِ ایمان
خصالش نافۂ مشکِ تتارست	ز اخلاق محمد یادگاراست
برفعت چرخ اطلس مسندِ او	ہنوز از خاکساری خم قدِ او
بوعظ و درس وفتوی وعبادت	بتصنیف و بتمریض و عیادت
بانجاح مرام دلفگاران	باعزازِ مقامِ خاکساران

فراغ از صبح تا شامش نباشد   زشب تا روز آرامش نباشد
فقیہ کامل نحریر وحید   مجید مدرہ حبر مجید
تبحر فی الاصول وفی الفروع   وبالغ فی التواضع والخضوع
له نور تفتق فی البلاد   واشرق فی سماء الاجتهاد
وفوق جبینه اثر السجود   کنجم ساطع عند الصعود
له خلق عظیم کالنبی   وطبع مدهش لابی علی
یفوز من النکات بفکر ساعة   بما یلهو بافکار الجماعة
ویدرک عند شغل دنیوی   خفایا العلم بالنظر الجلی
له نکت دقاق لاتبین   وحور قاصرات الطرف عین
معارجه علی فلک الفخار   بدت کالشمس فی نصف النهار
اگر خورشید بر روی زمین است   همین است همین است و همین است
بگیر از خامه اش چندانکه خواهی   دُرِ شهوارِ اسرارِ الهی
زفیضش خامه نهر سلسبیل است   بدستش خامه بال جبرئیل است
ز دوزخ وارهاند خدمتِ او   بهشت نقد باشد طلعت او
اخذت باذره روحی فداه   واعلم ان من رفضوه تاهوا
اما عرفوا مراتبه الرفیعه   ولولاه لما عرفوا الشریعة
الا یوما اعاین فیه حسینا   کیوم لا اری فیه حسینا
فان لقاءه اقصی مرادی   حماه الله عن شر الاعادی

مثنوی خطاب فاضل جو مثنوی دمغ الباطل کے جواب میں شایع ہوئی ہے

جب اِس کی تصنیف مین مشغول تھے تو فقدان اسباب پر نظر کرتے ہوئے ایک دلچسپ خط جناب سید العلما طاب ثراہ کو تحریر کیا ہے ان اشعار سے جو خلوص و اختصاص ظاہر ہوتا ہے وہ ارباب معنی سے پوشیدہ نہین - یہ اشعار خطاب فاصل مین موجود ہین:-

در حیاتِ جناب سید ما	آیۃ اللہ سید العلما
کہ از و سر بلند نامِ خدا	بود ہمنام سید الشہدا
فاضلے از اراذل نصاب	کرد تسوید یک دو جلد کتاب
من دران عہد از حمیت دین	خواستم تاکشم کمان زکمین
لیک چون ماخذ و مواد نبود	ہیچ جز خامہ و مداد نبود
بنوشتم بسید العلما	بشنو اے پیشوائے راہنما
سید برق دم کہ مست شماست	ذو الفقارِ علی بدست شماست
نہ صف آرائی از تو می خواہم	کار فرمائی از تو می خواہم
عرصہ بر دشمن است تنگ از من	از تو فرمان جنگ جنگ از من
علمی در کف از قلم دارم	تو حسینی و من علمدارم
گرچہ شانم نہ شانِ عباس است	لیک نامم نشانِ عباس است

ایک دوسری مثنوی مین فرماتے ہین:-

میتوان دریافت شرحِ انتقام	از افادات امام ابن امام
آیۂ رحمِ الٰہی بر عباد	آفتابِ آسمانِ اجتہاد
سید السادات مولی الخالقین	رہبر و استاد ما سید حسین
انہ حبر علیم ماہر	انہ نجم مضی زاہر

انہ غطریف اصحاب العلوم ۔ انہ فیہم کشمس فی النجوم

اوراق الذہب مین چند مواقع خود تحریر فرمائے ہین اُنھین مین سے یہ اشعار ہین ؎

هذا النبيه احوذي اوحد	علامة متبحر متوقد
هذا امام في العلوم باسرها	هذا فقيه مثله لا يوجد
شمس الضحى بدر الدجى طود العلى	علم الهدى بدل همام سيد
ما حام حول سماء تحقيقاته	احد وما نالت معاليه يد
سبحان من اولاه علما نافعا	وحباه فضلا شائعا لا ينفد
قد حار لبي في نبالة شانه	فكانه ملك ولا يستبعد
هو باقر علما وفضلا صادق	قولا وفي الخلق العظيم محمد
وهو الذي احيى شريعة جده	نبجده نيرانها تتوقد
واليوم ما فينا وفي امصارنا	من مؤمن الا عليه له يد

یہ پورا قصیدہ رطب العرب مین شایع ہو چکا ہے اور ایک دوسرا قصیدہ مصائب اہلبیت کرام مین تحریر کیا تھا جس کے تتمہ مین استاد کی مدح کی ہے مطلع اُسکا یہ ہے:-

اذا الزمان علی دابہ یعادینا ۔ یجول فی خلدی حب آل یسینا

یہ بھی رطب العرب مین موجود ہے "جناب سید العلما ایک مرتبہ اپنے وطن جائس بغرض شادی جناب سید محمد تقی صاحب نصیر آباد تشریف لیگئے۔ جب وہان سے مع الخیر واپس آئے تو مفتی صاحب قبلہ نے یہ اشعار نظم فرمائے ؎

سقانی الهموم السم والهجر نافع ۔ ورزق ثواب الصبر والوصل رافع

نزلتم بنا اھلا وسھلا ومرحبا — اُعدت لکم فوق العیون مواقع
لقد حزت علما نافعا ونشرته — وفی وصف نبذ منه حار للصاقع
بحبک قلب المتقین منوّر — ودور الصدور المبغضات بلاقع
مضی یوم نحر والغدیر امامنا — ولقباک عید بین عیدین واقع
فوجه الذی والاک احمر مشرق — ووجه الذی عاداک اصفر فاقع
یدل علی العباس ابیاته کما — یدل علی شاکی السلاح القعاقع

ایک مرتبہ سیّد العلماء سخت علیل ہوئے ماہِ صیام کا زمانہ تھا غسل صحت کے بعد بھی اسقدر ناتوان تھے کہ موعظہ کے واسطے نہ جاسکے۔ نیابۃً مفتی صاحب کو بھیجا اِس موقع پر یہ اشعار آپ نے نظم کیے:۔

ھذا المحل للامام الاعلم — نور الامامة فی الانام مسلم
الله ناصره واحمد جده — وابوه حیدر والحسین له سمی
من اھل بیت کان قبله حاجنا — ومحل فیض مثل ماء الزموم
ھذا الخطیب مصقع یرقی المنا — بر ناطقا عن ظهر قلب ملهم
لکنه فی عامنا ھذا ضئیل — بعد ما عرضته ام ملدم
فکانه بدر التمام قد انحنی — فبقده حاکی ھلال محرم
فاقامنی فیکم فقمت افوه عنـ — ـه بما افوه واین من فمه فمی
من لی بناطقة وان له لسـ — ـانا منه یکشف کل امر مبهم
من لی بمعرفة وان له معـ — ـارف حیثما انظر الیها انجم
فادعوا له حتی یعود کبدئه — فالله یقدر ان یشا یترحم

سید العلما طاب ثراہ کو جو مرحلہ علمائے عراق کے خطوط کے جواب کا پیش آتا تھا اُس کا بند و بست صرف جناب مفتی صاحب کی طبع عالی اور کلکِ گہر سلک سے ہوتا تھا ورنہ فصحائے عراق اور اکابر مجتہدین اور عرب عربا کی تحریرات کا جواب ہندوستان سے روانہ ہونا سخت دشوار ہوتا اور اگر روانہ بھی ہوتا تو سید العلما کی شان عالمیت کے مناسب نہ ہوتا بلکہ ممکن تھا کہ ہندیون کی عربی عبارت وہان کے حضرات کی نگاہون مین اِن حضرات کی جلالت شان مین کمی پیدا کر دیتی لکن یہ مفتی صاحب قبلہ کے زورِ قلم کا اثر تھا کہ فصحائے عرب یہان کی تحریرات سے دنگ ہوگئے اور اُن کے اُستاد کی شان عالی مین بھی اور چار چاند لگ گئے جس شخص کو تفصیلاً وہ عبارات لطیفہ اور مکاتیب فصیحۂ انیقہ دیکھنے ہون وہ ظل ممدود ملاحظہ کرے۔

مفتی صاحب قبلہ نے اپنے اُستاد کی کتاب روضۃ الاحکام باب المیراث پر حاشیہ تحریر فرمایا ہے اور مبحث کُر کی شرح تحریر کی ہے اور بعض متفرق مسائل کی بھی شرح لکھی ہے کہ کاتب الحروف کو اُن صحبتون کے حالات دستیاب نہین ہوئے ورنہ ایک ذخیرہ ہدایت ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا۔

مفتی صاحب کو جو حُسنِ عقیدت اور محبت اپنے اُستاد سے تھی وہ اِس شعر سے ظاہر ہوتی ہے ؎

سیّد از زندہ بماندیم بدنیا، الّا نفسی چند کہ با سید علامہ گذشت

مفتی صاحب قبلہ نے دو کتابین بالخصوص اپنے اُستاد کی مدح و ثنا اور اُنکے حالات و واقعات مین تحریر فرمائین ایک اخلاق حسینیہ بزبان فارس دوسرے اوراق الذہب جو ایک نادر الوجود کتاب ہے جس نے جناب سید العلما کو دنیا مین زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

یہ کتاب اگرچہ تذکرہ اور تاریخی کتاب ہے لیکن اسی کے ساتھ ادب کی بھی نفیس اور اعلیٰ
اور بے نظیر کتاب ہے اس کتاب کی فہرست یہان درج کی جاتی ہے۔ المقدمۃ فی
غرض التالیف وسببہٗ المعدن الاول فی اسم الممدوح ولقبہ المعدن الثانی فی
فضائلہ ورتبہ المعدن الثالث فی مواعظہ وخطبہ المعدن الرابع فی مشاغلہ و
تعبہ المعدن الخامس فی مصائبہ وکربہٗ المعدن السادس فی مآثرہ وقربہ المعدن
السابع فی رسائلہ وکتبہٗ المعدن الثامن فی شرفہ وحسبہٗ المعدن التاسع فی
اصلہ ونسبہٗ المعدن العاشر فی فرعہ وشعبہٗ خاتمہ فی فراغ القلم من ادبہٖ۔

سید العلما طاب ثراہ نے بھی ہمیشہ مفتی صاحب کی قدر دانی فرمائی۔ متعدد مرتبہ
انھین اجازہ دیا اور اجتہاد و استنباط کی طرف برابر آمادہ کیا۔ بارہا ترغیب فرمائی۔ اپنی جگہ
وعظ کہلوایا۔ درس دلوایا۔ انکی تصنیفات پر تقریظین لکھین بعض تالیفات اُن کے خود لوگون کو
پڑھائے۔ بعض مصنفات کے مضامین اپنے تصنیفات مین داخل کئے اُن کے کمالات کے
مداح رہتے تھے جس طرح اس کتاب کے ابواب مختلفہ مین ان امور کی طرف اشارہ ہوا ہے
غرض سید العلما کی حیات تک یہ روابط دمبدم ترقی پذیر رہے تا اینکہ ماہ صفر ۱۲۷۳ھ ہجری مین
سید العلما نے دنیا کو خیرباد کہا یہ وقت لکھنؤ کے لئے نہایت مصیبت خیز تھا۔ اسلئے کہ وہ دودمانِ
اجتہاد کے چشم و چراغ اور فرقۂ امامیہ کے آفتاب عالمتاب تھے بیجا نہ ہوگا اگر اُن کے شرف و
فضیلت مین صرف یہ کہا جائے کہ مفتی صاحب سا شاگرد اُنھون نے چھوڑا جسکا نظیر طبقۂ اسلام
مین آج نہین ملتا اور ایسا جامع کمالات نظر نہین آیا۔ جو صدمۂ والم جناب مفتی صاحب کو
سید العلما کی وفات سے پہونچا اُسکی تصویر کشی منشی و دبیر کے قلم سے کھنچ نہین سکتی لیکن اُنھین کے
الفاظ سے جو مصیبت ناک حالت محسوس ہوتی ہے اُن کے اشعار سے نمایان ہو رہی ہے

اس مقام پر اُن مین سے کچھ اشعار نقل کیے جاتے ہین مثنوی

السّلام اے مقتدائے اہلِ دین — السّلام اے پیشوائے اہل دین
السّلام اے چشمۂ فیضِ عمیم — السّلام اے صاحبِ خلقِ عظیم
السّلام اے سالکِ راہِ خدا — السّلام اے تابعِ حکمِ قضا
السّلام اے وارثِ پیغمبران — السّلام اے خاتمِ دین پروران
ہادیِ اولادِ آدم السّلام — ملجا و ماوا اے عالم السّلام
یا ولی اللہ مولے الخافقین — سیّد و استاد ما سیّد حسین
در شرف جان جہانے بودهٔ — بر زمین چون آسمانی کردهٔ
رونقِ علم و عمل می شد زِ تو — مشکلات خلق حل می شد ز تو
رفتی و دینِ پیمبر شد تباہ — مسجد و محراب و منبر شد تباہ
در جہان بے مثل و مانا بودهٔ — بودهٔ با ما و بے ما بودهٔ
ماند چندے یک زمانِ ما و تو — بود قربے درمیانِ ما و تو
از سرِ ما بال ہما برداشتی — سایۂ رحمت ز ما برداشتی
آہ چون فضلت کنون آید بدست — دامنِ پاکِ تو چون آید بدست
شد میانِ ما و تو فرقے چنان — من درین خار و خس و تو در جنان
گل ز گلزارِ تو چیدن مشکل ست — طلعتِ روی تو دیدن مشکل ست
ما ہمہ شایانِ نیران جحیم — تو بگلگشتِ گلستان نعیم
شرط انصاف ست ای عالی نژاد — می رسیدم بر درت ہر بامداد
بے رخِ بابِ تو آرامم نبود — بے تو صبحم کمتر از شامم نبود

شد نهان از من جمالِ پاکِ تو — هیچ پیدا نیست غیر از خاکِ تو
از چه تسکین دلِ محزون کنم — با چنین حالت چه سازم چون کنم
پیش ازینها لطف با من داشتی — بر سرم از مهر دامن داشتی
حالیا بر من نگاهی از تو نیست — رحم بر فریاد و آهی از تو نیست
این منم فرسودهٔ این خاکدان — وز برای تست علیین مکان
من کجا و صدرِ ایوانت کجا — شمع سان سوزم ز بزمت جدا
درمیانِ ما و تو صد منزل است — در حریمت باریابی مشکل است
آری آری گر تو یاد آری ز ما — بشنوی این نوحه و زاری ز ما
پیش یزدان عذر خواهِ ما شوی — شافعِ جرم و گناهِ ما شوی
نیست از فیضِ عمیمِ تو عجب — نیست از خلقِ عظیمِ تو عجب
نفسِ من گرچه سراسر عیب هست — لیک در نفسِ تو حفظ الغیب هست
با تو بودم ای کریم ابن الکریم — یاد کن باری ازان عهدِ قدیم
بر دلم مپسند درد و یاس را — بار ده در بزمِ خود عباس را
یاد آن رفتن بمسجد صبحگاه — دمبدم سوی افق کردن نگاه
یاد آن سوز و گداز صبحدم — با جماعت ها نمازِ صبحدم
بعد تعقیبات رو کردن بما — با محبت گفتگو کردن بما
گر نمی رفتم دو روزی بر درت — بهرِ من میشد پریشان خاطرت
از تلطف رنجه میکردی قدم — حال می پرسیدی از من دمبدم
از رخت پر نور میشد خانه ام — جلوگاهِ طور میشد خانه ام

حالیا از پست روز افزون شده
کز فراقت سینه ام پر خون شده

می طپد جانم جدا و دل جدا
تو نپرسیدی که چونی سیدا

در غم و محنت مددگارِ تو کیست
مونس و دمساز و غمخوارِ تو کیست

این ره و رسم از شما جاری نبود
این چنین شرطِ وفاداری نبود

بشنو ای مولای من آقای من
ناله و فریاد و هایاهای من

در خیالِ وصل بی تابم بیا
یک شبی در عالمِ خوابم بیا

جز بنزدیک توام با من نبود
این جدائی در گمانِ من نبود

رفتی و از جسم و جان آرام رفت
رونق گلدستهٔ اسلام رفت

کاشکی در روزگارت بردمی
سبقتی در دین و دنیا مردمی

تا سر بالینِ من می آمدی
وز پی تلقینِ من می آمدی

رحم بر من از خدا میخواستی
بخشش من در دعا میخواستی

می نشستی یک بیک بر خاک من
می شد از بوی معطر خاک من

جامه عمر تو ای واچاک شد
آه آه این آرزوها خاک شد

تاریخ

نعش او چون درمیان اربعین برداشتند
شور و شیون تا سپهر هفتمین برداشتند

رفت از دنیا سمی خامس آلِ عبا
سایهٔ رحمت ز فرقِ اهلِ دین برداشتند

شد رقم تاریخ سال فوت آن عالیجناب
آسمانی بود ای وا از زمین برداشتند

١٢٧٣ھ

ایضاً

تلقی سید العلماء حینا	فتبکی واحسینا واحسینا
وخفنا الشامتین بما دهانا	فساعدنا العدی لما بکینا
الا قد کان یقضی لنا من دینا	ویقضی عن حلیف الباس دینا
فاجدیت الارامل والیتامی	واعینهم عیون قد جرینا
فقدنا عینه بعد التدانی	فتهمی العین شینا او ابینا
وبینا نحن فی قرب ووصل	اذا نقلبا لنا بعدًا وبینا
مصاب من اصیب بها مثاب	یعین الاصفیاء المصطفینا
الا فلثلمة فی الدین فاحزن	ولا تغمز علینا ان رثینا
وارخ بعد قطع البیت راسا	لقد جلت مصیبة علینا
	۱۲۷۳ھ

تاریخ

فوت شد مولای ما سید حسین	آنکه بود اندر جهان بی مثل و ند
بهر تاریخش بسال مهدوی	گفتم آه الیوم مات المجتهد
	۱۰۱۷ھ

تاریخ صوری و معنوی

آمد امشب چه بلای جانکاه	فوت شد مجتهد انا لله
این چه روزست و چه سال است و چه ماه	صفر و هفتدهم شنبه آه
	۱۲۷۳ھ

تاریخ

پیشوای اهل دین سید حسین	بود بیشک صاحب خلق عظیم

از زبان و کلک او بر شیخ و شاب	آشکارا شد صراط مستقیم
داشت صد نازش بدانش اجتہاد	خلق را بود از کفش فیض عمیم
در علوم عقلی و نقلی تمام	ہیچکس ہرگز نبود او را سہیم
ہفتم ماہ صفر پیش از سحر	رفت زین گلشن بگلزار نعیم
سال تاریخ وفات آنجناب	گفت سید آہ لی رزء عظیم ۱۲۷۳ھ

عربی تاریخ

آہ من موت الامام المجتہد الفذ العلیم	اوحد الاعصار والامصار ذی الخلق العظیم
قد فقدنا واحدا فردا فارخنا لہ	حل فی روح وریحان بجنات النعیم ۱۲۷۳ھ

ایضاً

بعد الدنیا انہا شرك الردی	ان اضحکت فی یومہا ابکت غدا
ان لہا قد غادرت ساداتہا	وولاتہا حتی اماما اوحدا
متبحرا متبصرا متذکرا	متوقدا متمجدا متہجدا
متدینا متحننا متحزنا	متعطفا متعففا متعبدا
کہف الیتامی والارامل رحمۃ	خیر الاماثل والافاضل محتدا
ہو سید العلماء مجتہد الزمان	ومن تفرد فی البریۃ سوددا
وتواضعا وتخشعا وتخضعا	وتورعا وتقدسا وتزہدا
بدر الدجی شمس الضحی کہف الوری	طود العلی نور الہدی بحر الندی

اعنی سمی ابن البتول المطہر من … اضحی بطف الکربلا مستشہدا
نصر المحب علی العدو وفضلہ … لم یختلف فیہ الاحبۃ والعدیٰ
فحیوتہ کانت حیوۃ للوریٰ … ووفاتہ قد اولغت فینا المدیٰ
اخلت عن الذکر الشریف مجالسا … ومدارسا ومنابرا ومساجدا
والدین یثلم والشریعۃ ایتمت … والعلم یندب حیث صار مشردا
قد ارخ المہدی یوم وفاتہ … لتہدمت واللہ ارکان الہدیٰ

سنہ ۱۲۶۳ھ

اسیطرح فارسی عربی کی متعدد تاریخین نظم فرمائین جنکا مجموعًا درج کرنا موجب طول ہے۔

مفتی صاحب قبلہ اور سلطان عالم واجد علیشاہ

مفتی صاحب قبلہ حضرت شاہ مرحوم امجد علیشاہ کے عہد مین محکمۂ وزارت کے مفتی قرار دیے گئے تھے اور حضرت واجد علیشاہ مرحوم کے زمانۂ سلطنت تک بدستور یہ عہدہ انکے متعلق رہا۔ واجد علیشاہ مرحوم کو جناب مفتی صاحب سے بیحد حسن عقیدت تھی۔ علی الخصوص مفتی صاحب کے اشعار و منظومات سے خاص وابستگی تھی۔ چنانچہ مفتی صاحب کو خبر معلوم ہوئی کہ مثنوی من وسلوی کسی ذریعہ سے شاہ ممدوح کی نظر سے گذری اور بہت مرغوب ہوئی یہ سنکر نظم فصیح شاہ ممدوح کی خدمت میں پیشکش فرمائی۔ یہ نظم جناب مفتی صاحب کی ایک کشکول میں ملی جو مع عبارت عنوان درج کیجاتی ہے۔

۲۹- جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۶۵ھ

مسموع شد کہ مثنوی من وسلوی را کسے از ارکان سلطنت بخدمت سلطان معظم ابو المنصور

ناصر الدین سکندر جاه بادشاه عادل قیصر زمان سلطان عالم محمد واجد علیشاه بادشاه خلد الله ملکه برسانید۔ وشاه آنرا بنظر التفات ملاحظه فرمود جناب مسیح الدوله که درانوقت حاضر بودند یکباره از راه حفظ غیب مدح این سراپا عیب نمودند و بعد انقضاے صحبت سلطان باین هیچمدان فرمودند که یک نسخه را ازین کتاب مزین به ثناے بادشاه ساخته بموقف حاشیه بوسان بساط قدس ارتباط باید رسانید چنانچه حسب ایماے حکیم صاحب این چند شعر در ابتداے کتاب افزوده شد۔

شکر کاین نظمِ لطیف و خوشگوا	طبع شد در عهدِ شاهِ نامدار
بادشاهِ دین پناه انجم سپاه	نیّرِ بُرجِ علا ظلّ آله
حامیِ دین باسطِ امن و امان	حضرتِ واجد علیشاهِ زمان
چیند از نوشیروان معدلت	شد ازو نوشین روان معدلت
چون سلیمان حاکم دیو و پری	پیش او شاذ است حکم نادری
فرّ افریدون چه دون شان او	قصر قیصر قاصر از ایوانِ او
زو بساط حاتم طے گشت طے	داشت این اعزاز کیکاؤس کے
لحن داؤدی بخوشخوانی ازو	زینت تخت سُلیمانی ازو
بیند از جمشید این انعام را	کاسهٔ دریوزه سازد جام را
مهرِ او بر دهر ضو انداخته	سلطنت را طرحِ نو انداخته
خلقت خاقان برین تمکین نبود	خصلت خسرو چنین شیرین نبود
داشت در چین روے دل فغفورِ چین	شاه ما را چین نیاید بر جبین
طبع پاکش مثل احکامش روان	تخت و بختش چون سر و بالش جوان

جودت طبعش چنان نام خدا — کز خرد داناست پیش از ابتدا
شد حساب مبلغ عقلش عسیر — عقل عاشر نیست جز عشر عشیر
قوت حفظش بنام ایزد چنان — کز سخنهای کهن دارد نشان
دانش او عقل یونان کرد کم — سر فلاطون بر نمی آرد ز خم
نکته کان را کسی نگشاده است — پادشه را پیش پا افتاده است
جا بگیرد گر سکندر بر درش — میشود آئینه دار چاکرش
بار یابد هم اگر در محفلش — ماند از هیبت برون از در دلش
کیست دارا تا خود آرائی کند — دهرها را فرش دارائی کند
سیل کے سبقت برد بر بخشش او — غیر سیل دست دریا بخشش او
نام پاکش جا گزین در سیم و زر — همچو معنی در دل اهل هنر
آبرو بخشنده از فیض عمیم — هر تهی را بجز در یتیم
از کلید و قفل سیم و زر بجود — سائلان را لب ببست و دل کشود
چشم اختر را نظر بر کوکبش — صد سکندر بسته صف در موکبش
ربنا خلد لنا سلطانه — بل علی الدنیا افض احسانه
شکر لله کاین کتاب وعظ و پند — مثنوی معنوی سود مند
کان جو آبی سر زد از کانون دل — شد از اشک آمد برون از خون دل
در نگاه اقدس شاهی رسید — رفعتش تا ماه از ماهی رسید
عرضه من تا بآن درگاه رفت — ناله من تا بگوش شاه رفت
گرچه سید در نگاه هم خوار بود — دانه اشکم در شهوار بود

میشود گر شاہ با شد مشتری — ذرہ چشمک زن بمہر خاوری

شہرۂ پیشینیان بستردان — شد بتائید سلاطین جہان

بود نظمم گرچہ خضر رہنما — بے طفیلِ شاہ کے بودش بقا

چون کلامم تالبِ سلطان رسید — خضر بر سر چشمۂ حیوان رسید

زد دل مضطر مطالب یافتہ — از شہ این ماہی مراتب یافتہ

غدر کے بعد سلطان عالم کلکتہ بھیجدیے گئے سنہ ۱۲۷۵ ہجری میں نواب علی نقی خان صاحب بہادر نے جناب مفتی صاحب کو بھی کلکتہ کے سفر کی زحمت دی قریب دو سال کے وہان قیام رہا اس ضمن مین جو امور حضرت واجد علیشاہ مرحوم اور جناب مفتی صاحب قبلہ کے فیما بین وقوع پذیر ہوے سوانح کلکتہ مین درج ہو چکے ہین

سنہ ۱۲۹۷ مین جب دوسری مرتبہ کلکتہ گئے تو آٹھ سال تک قیام رہا کبھی کبھی لکھنؤ تشریف لاتے تھے لیکن واجد علیشاہ مرحوم کو اُن کی جدائی شاق تھی چنانچہ ایک مرتبہ جب لکھنؤ آنے کا ارادہ کیا اور بادشاہ سے اجازت چاہی تو جواب دیا کہ آپ میرے نزدیک مثل دل کے ہین اور دل کو کوئی سینہ سے جدا نہین کرتا اگر علٰحدہ کر دیا جائے تو زندگی محال ہے مفتی صاحب نے فرمایا چونکہ ملاقات آپ سے بہت کم ہوتی ہے اس لئے تھوڑے دن کی دوری مین کوئی مضائقہ نہین بادشاہ نے جواب دیا کہ دل کو بھی کوئی آنکھون سے نہین دیکھتا لیکن یہ نہین ممکن کہ پہلو سے جدا ہو۔

جناب مفتی صاحب کو قلت ملاقات ناگوار ہوتی تھی اور خاطر اقدس پر اس کا بار ہوتا تھا چنانچہ ایک عرضداشت سے مترشح ہو رہا ہے ؎

بحضرت سید السلاطین افضل الخواقین معین السلطنت امیر المومنین اعاد الله سبحانه ملکه و سلطانه

شب عرفه شعری چند حسب الحکم بیهما ابتداءً عرض کرده گستاخانه بنظر انور آورده عفو فرمایند۔

عاشق من و معشوق بدست دگران است
چون غرۀ شوال که عید رمضان است

پیر فلک و بخت سیه خصم دل من
خضر و ظلمات من و آب حیوان است

شاها قلم و حکم تو چون آب روان است
شعرت بمذاق فصحا مایۀ جان است

از بسکه رسیده بفلک تیر دعایم
گردون پی تسلیم تو خم مثل کمان است

بالفرض اگر خصم تو بالائے فلک رفت
افلاک برایت سپر حفظ و امان است

فرداست که از فضل خدا لشکر شاهی
از قیصر و فغفور و کیان باج ستان است

گر دشمن تو از جهت کاه ربا شد
رویش ز غم و خوف برنگ یرقان است

حکم است ز سلطان که درین شهر بنام
شاها چه بنامم که نه منزل نه مکان است

امروز دو ماهست که فرمان بر شاهم
یکروز تفحص نمود مزاج تو چسان است

مطلع ز کسی دیگر و مقطع ز کسی نیست
باقی همه اشعار من هیچمدان است

خواهم که ترقی بکند اختر اختر
تا ماه و خور و چرخ و زمین است و زمان است

افزایش دولت و اقبال ترقی بخش والا بحق محمد و آله الامجاد

مرزا جہان قدر مرحوم بیان کرتے ہین سلطان عالم اور جناب مفتی صاحب سے میرے واسطے سے ملاقات ہوئی جناب مرحوم جب تشریف لائے تو بادشاہ اُسوقت بالاخانہ پر تشریف رکھتے تھے مین نے اطلاع کی فرمایا" اچھا بٹھاؤ مین آتا ہون" چند لمحہ کے بعد برآمد ہوے اور جناب مفتی صاحب کو نہایت مودبانہ سلام کرکے سامنے دوزانو بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد جب جناب مفتی صاحب تشریف لیگئے تو مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا مفتی صاحب کالے ہین مین نے عرض کیا کہ حضور تو سامنے بیٹھے ہوے تھے کیا ملاحظہ نہین فرمایا۔ فرمایا مین نے اُن کی جلالت قدر کے سبب سے اُن کے چہرے پر نظر نہین کی صرف پیرون کو دیکھا تھا۔

واجد علیشاہ مرحوم کا چڑیاخانہ ہندوستان مین مشہور ہے بہانت بہانت کا جانور اِس عجائب خانہ مین موجود تھا۔ اُلو بھی بہت سے پلے ہوے تھے۔ جناب مفتی صاحب نے انکی جگہ اُلو پالنے کی کچھ مذمت کی یہ خبر سلطان عالم کو بھی ملی فرمایا۔ دیکھیے اب چڑیاخانہ مین بھی دخل دیتے ہین یہ کہکر مسکرائے اور حکم دیا کہ سب اُلو چھوڑوا دیے جائین۔

شاہ مرحوم کو جو خلوص جناب مفتی صاحب سے تھا وہ معمولی درجہ پر نہ تھا۔ بلکہ بسبب اُنکے کمالات کے عشق کی حد تک پہونچ گیا تھا اُن کی تحریرین اس پر شاہد ہین جو نذر ناظرین ہونگی۔

سفر دوم مین بمقام مٹیا برج ایک روز مفتی صاحب واجد علیشاہ کی ملاقات کو گئے باتین ہو رہین تھین کہ نماز ظہر کا وقت آگیا۔ مفتی صاحب نماز کیلیے اُٹھ کھڑے ہوے سلطان اودھ نے بھی قصد کیا وقت بہت گرم تھا اور مسجد کسی قدر دور تھی خدام شاہی نے واجد علی شاہ پر چتر زرّین لگایا جان عالم نے نہایت حسن عقیدت سے چتر کو خادم سے لیکر

مفتی صاحب کے سر پر لگا یا ہر چند وہ منع کرتے رہے مگر نہ مانا مفتی صاحب نے کہا کہ آپ پر
دھوپ ہے فرمایا مین حضور کے سایہ مین چل رہا ہون - یہان تک کہ قریب اِس پُل کے
پہونچے جو ایک چھوٹی سی نہر پر نہایت مختصر بنا ہوا تھا - اور اُسپر صرف ایک ایک آدمی
کے گذرنے کی جگہ تھی مفتی صاحب قبلہ رک گئے اور چاہا کہ بادشاہ آگے بڑھین - مگر وہ
کہان منظور کرسکتے تھے آخرکار مفتی صاحب آگے آگے اور بادشاہ پیچھے پیچھے اُس پُل کو
طے کرکے اور مختصر مسجد جو قصر شاہی مین تھی وہان پہونچکر بجماعت نماز ہوئی - جب وہان سے
رخصت ہوئے تو بادشاہ نے مفتی صاحب قبلہ کو وہان تک پہونچایا جہان سے وہ رخصت ہوے

آلاک الدولہ کے یہان ایک مرتبہ مجلس تھی جناب بھی تشریف لیگئے اور بادشاہ بھی
تشریف لائے اتفاقاً ایک دروازہ ہوا سے کھل گیا اور جناب پر دھوپ آگئی ممکن تھا
کہ شاہ کسی کو حکم دیتے کہ دروازہ بند کردو - مگر خود بنفس نفیس اُٹھے اور اپنے ہاتھ سے
دروازہ بند کیا - اتفاقاً پھر کھل گیا پھر ایسا ہی کیا - اس سے بادشاہ کا خلوص و حسن عقیدت
جسقدر ظاہر ہوتا ہے اظہار کی ضرورت نہین - اسی طرح ہر محل اور موقع پر اُنکی تعظیم اور
احترام کا خیال رکھتے تھے -

مفتی صاحب قبلہ رخصت لیکر مٹیا برج سے لکھنو تشریف لائے تھے - لکھنؤ مین کچھ
تاخیر ہوگئی جو قانون سرکار شاہی کے شاید خلاف تھی بخشی الممالک نے شہریہ روک لیا
مفتی صاحب قبلہ نے دو مہینہ انتظار کرکے بخشی صاحب کو اس باب مین تحریر کیا بخشی صاحب
نے واقعہ کی اطلاع عرضداشت ذیل کے ذریعہ سے سلطان عالم کو دی - اور روانگی
شہریہ کی اجازت چاہی اُدھر مفتی صاحب قبلہ نے اِس تاخیر کی شکایت بادشاہ کو لکھ بھیجی
بادشاہ بخشی الممالک پر بہت برہم ہوے اور عتاب شدید فرمایا

عرضداشت امانت الدولہ بہادر

جہان پرورا! ایام رخصت تاج العلما مفتی محمد عباس صاحب منقضی شدہ ہنوز نیامدند و در جواب مرسلہ غلام کہ باطلاع قانون مجریہ رخصت منضبطہ این سرکار را بدقرار نگاشتہ اند عالے تشریف آوری نمودہ بود عزیمت روانگی خود رقم نفرمودند ازین جہت خانہ زاد بپابندی قانون مجریہ ارسال زر تنخواہ شان براجازت بندگان اقدس ملتوی داشتہ ہرچہ ارشاد شود بعمل آرد۔ فقط

سلطان عالم نے اسکے جواب مین تحریر فرمایا۔

شرح دستخط خاص

خلاف قاعدہ نمودہ چرا کہ قاعدہ بمجتہد جاری ساختن بجنون خویش یا شد دست شستن و حکم علی الخصوص اندرین باب بنامش صادر گردید مناسب کہ بتحریر خود از ملازمان شان عفو قصور خواہد کہ خطائے من است نہ سہو آقایم و رسید بملاحظہ رساند۔ شانزدہم رجب سنہ ۱۳۰ھ

اسکے ساتھ مفتی صاحب کے نام یہ تحریر بھیجی۔

شرح دستخط خاص

تاللہ و ثم باللہ و واللہ من این جرات بخشی امانت الدولہ بہادر آگاہ نیم نہایت از رنجش شما دل ساختم

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو من بد کنم و تو بد مکافات دہی		آنکس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو پس فرق میان من و تو چیست بگو	

الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ۵ بہزار پشیمانی عفو قصور میخواہم۔ شانزدہم رجب سنہ ۱۳۰ھ

مفتی صاحب قبلہ کے پاس ادھر تو یہ شقہ شاہی پہونچا ادھر بخشی نے فوراً تنخواہ روانہ کیا اور نہایت لجاجت کیساتھ معافی چاہی۔ بادشاہ کے خط کے جواب مین جناب مفتی صاحب قبلہ نے یہ عرضداشت تحریر فرمائی

عرضداشت تاج العلما مفتی سید محمد عباس صاحب

شرح دستخط خاص سلطنت اختصاص را دیدم سرور وافر بخاطر فاتر رسید و عسرت بعشرت مبدل گردید

در شکریہ نوازشہاے موفور و عطایاے نامحصور زبان قلم و قلم زبان بعجز و قصور معترف بہ بیزبانی متصف است
بخشی الممالک امانت الدولہ بر وفق حکم شاہی خط عذر خواہی بتقصیر نگاشتہ وظیفہ دو ماہہ ارسال داشتہ

بس است از ملک فیض بخشی مرا ز دوزخ رہاند بجنت برد	چہ کار است با جرم بخشی مرا نداریم با ہیچ کس دشمنی	خدا از خطاہاے ما بگذرد اگر فرصت قلیل است ما رفتنی

اسکے جواب میں جان عالم نے ذیل کا منظوم خط مفتی صاحب کو لکھا جسکی ہر ہر لفظ سے
استیلاے محبت اور حسن عقیدت پیدا ہی دفتر شاہی سے جو خط بھیجا گیا بعینہ اسکی نقل ہی :-

النقل کالاصل صحیح ۱۲۸۱

شرح دستخط خاص

سرور دة التاج روحانیان
نگین سر عرش رنگین کلام
بہار ریاض قلوب جہان
تمناے جان غریب الدیار
بہمت بجرأت بشوکت ولی
شرفیاب فرزند خیر البشر
حلیم و غنی و طبیب الم
ضیا بخش کون و مکان رشک ہور
سر بادشاہان گردون وقار
ستودہ خصال و ملک خو حسین
بزم جہان شمع گیتی فروز

سرور دل و جان ایمانیان
پے پیروان مرشد خوش امام
انیس و رفیق و دلی غمگسار
لقب مجتہد خو شجعیہ متقی
پے عاصیان سپہر
بادل مخزن خلق و ابر کرم
ہے نور جلی نور روے حضور
ہماے بلندی چرخ بہار
ہلال ابرو آہو نگہ مہ جبین
بزم بیان ناوک دلدوز

نظم میں واجد علیشاہ کی طبیعت نہایت حاضر تھی قلم برداشتہ لکھتے جاتے تھے شعراے کاملین جسقدر جانکاہی
کرتے ہیں اسکی توقع سلاطین سے نہیں ہو سکتی اسی لیے بعض بعض مصرعوں میں بے وزنی کی شان پائی جاتی ہے - مگر
یہان نقل مطابق اصل صرف اسلیے ہی کہ ناظم کے جذبات دلی کا اظہار مقصود ہے ۱۲ (محرر)

حسام یداللہ خیبر شکن
نہال ریاض جہان خوش کلام
سزاوار جود و عطا و کرم
بچرخ بریں
سرت افسر فرق این ذرہ باد
پس از ہدیہ و تحفۂ بندگی
دریغا کہ عمر جوانی گئی
ترستا ہون اس سن مین دیدار کو
الگ پاس سے مین وہ ہر دم تریں
پئے مجتہد ہے عدالت ضرور
نبی ہو کے کیا حال یعقوب تھا
تباعد مین بس حال دل ہو گا کیا
کلام از ادب خالی ہو کیا عجب
خداوند شہ حفظ بر ناؤ پیر
بتاؤ کہ کب تک کرو گے کرم
حسابات ابتر ہین جون گنجفہ
گیا نادری اختری کا مزا
بہت مین نے بخشی کو آن این کہا
حضور آپنے اب کیا جو معاف

ولی سبکجو امام زمن
غنی مجتہد تاج فرق انام
خوش اقبال خوش بخت عالی ہمم
ندانم جزاین در جہان کیت فی بیت
رخبت افسر فرق این ذرہ باد
جہان میں ہمیشہ ہو پائندگی
جوانی نہ کہ زندگانی گئی
مزے کب نوڑے کے اغیار کو
فلک واہ یہ تیکل اچھی نہین
نہ یہ کہ وہ مفتی بھی ہو ذی شعور
ہوا راہی اک تو ہی محبوب تھا
اسیواسطے مقتدا تھا بنا
بہت اب ستاتا ہے فرط تعب
نگین بحر اختر مرے دستگیر
کہ ہونٹو نپہ پہونچا ہے فرقت سے دم
ہری جاتی ہے بازی تاج وفا
مگر گھر کی باقی ہے جور و جفا
کیا عذر بھی مجھ سے کی التجا
تو میرا بھی دل ہو گیا اس سے صاف

مجھے پہونچی دو ماہ کی بھی رسید
دعا پر بس اب کرتا ہون اختتام
نمایان ہے جب تک تدر و سپہر
خرد سر عرش با صوت ہے
جہانمین ہے جبتک کہ قاضی القضات
فراوان نباتات ہین جب تلک

عرضداشت بھی شاکی مہتاب عید
رہے جب تلک مہر و مہ کا قیام
زمانے مین جب تک ہیں مہر چہر
رہے زندگی جب تلک موت ہے
مہ و مہر کا چرخ پر ہے ثبات
نمایان جمادات ہیں جب تلک

بست ویکم شعبان

رہے میرے سید کی طُول حیات
خداوند عالم خدائی تراست

سنہ ۱۳۰۰ھ ہجری

جناب مفتی صاحب قبلہ نے مثنوی صحن چمن سلطان عالم کو بھیجی اوسکی رسید مین یہ اشعار شاہ مرحوم نے نظم کرکے بھیجے۔

اے مہر سپہر کامگاری
تاجِ سرِ شاعران دنیا
مشمول عواطف زمانہ
مخمور شراب حوض کوثر
اکلیل ہمار راستبازی
اے ہو رصفت سمار روشن
اے سرو چمن بہار گلزار
اے محرم راز خستہ حالان

خورشید سمار پختہ کاری
سید نامی علیم و دانا
آب صدف و دُرِ یگانہ
محمود جہان وحُسنِ اختر
ہر دم رہے عمر کی درازی
ہر رنج سے جان و تن ہو ایمن
اے طوطی گلستان شکربار
اے نور وضیار خوشجمالان

اے واقف سرّ کبریائی | اے مخزن علم و پارسائی
اے مجمع زہد و شعر و ادراک | اے روح نفیس و عابد پاک
اے معدن فہم و دانش و جود | خوشفال و سعید و نیک و مسعود
اے مجتہد زمان خوش اطوار | اے باعث حلم چرخ دوّار
اے گلبن تر ریاض عالم | اے پختہ ثمر ریاض عالم
اے آئینۂ صفا و تمکین | خوش مرتبہ خوش صفت عرش آئین
عمرت ز خضر زیاد بادا | عیشت ہمہ بامراد بادا
من بعد سلام دوستانہ | لکھتا ہے یہ احقر زمانہ
سلطان اودھ تراب اقدام | واجد علی جسکا رکھا ہے نام
تاریخ دوم یہی مہینہ | اس سن مین ملا عجب خزینہ
دل جسکا تھا مدتون سے جویا | جو خواب تھا وہ یہی تھا رویا
اب کہے گا حال صحت تن | اب پھولون سے مین بھرونگا دامن
سید محسن سے پوچھا ہر بار | خط آیا ہو تو کرو تم اظہار
وہ بولے سمجھتے ہیں جہانقدر | پاس آیا ہے انکے اک رخ بدر
لکھا ہے عظیم آباد سے حال | ہے صحت خوش سے نیک احوال
سو شکر خدا بجا میں لایا | صد حمد کہ تندرست پایا
پر شکوۂ چرخ بے وفا تھا | ہم سے نہ کبھی وہ مہ ملا تھا
ہم سے نہ کبھی تھی آشنائی | تحریر تلک نہ ہم نے پائی
بلبل یہ چمن ہوا ہے ویران | کیون کھلتی ہین وقت صبح کلیان

اے گل ترے برگ مین ہے نزہت
ہم کو نہ لکھا جو حال اپنا
گہ کہتا تھا ابتدا کرو تم
اب صدر میں جان گھٹ رہی ہے
پھر ضرب حمیّت ایسی گذری
کرتا تھا عروض غم سے باتین
مفعول فعول سے مین گذرا
وافر ہوا رنج تن مین ہر دم
کامل ہوا اِس الم مین رنجور
مجموع غموم تن مین آئے
سالم نہ رہے بدن مین اجزا
اسباب زمانہ بے سبب تھے
کلمہ تھا ثقیل اِس زبان کو
الحمد عریضہ ایک پایا
ہر سطر دم رگِ بدن تھی
دودہ تھا سیاہی شب قدر
نقطے تھے کہ غنچے تھے نمایان
ہر با کی کشش ہلال آسا
ہر میم کا موڑ قامتِ حور

یان رنج سے راتدن قیامت
ہم کس سے کہین ملال اپنا
وان حشو ہے یان وفا کرو تم
کر عجز کہ روح پر بنی ہے
ارکان واصول تن تھی زخمی
کس طرح کٹین گی غم کی راتین
موزون نہ رہے بدن اعضا
اور حزن مدید سے کیا غم
مفروق ہوا حبیب سے دور
اوتاد فلک بھی ڈگمگائے
محذوف ہر ایک جزو تن تھا
ہم ہو کے خفیف جان بلب تھے
دس رکن حجاب تھے بیان کو
آنکھون سے وہین اُسے لگایا
یا بوے رخ و سمن تھی
اور عنبرہ رشک عارض بدر
یا گلشن حُسن کی تھین کلیان
ہر تا کی صفت کمال آسا
ہر تا مثلثہ تھی اِک ہور

ہی ہر الف اک قدِ تمنا
حطی کی تو حا تھی حاتمِ دل
ہی دال سے دال دلکی ظاہر
اور ذال سے ذلتین بدون کو
اور زا کا تھا نقطہ اسپہ بس دال
تھا سین کشش مین ابروے یار
اور شین کے نقطے غنچہ سان تھے
تھا صاد تو صاد بہر فرمان
طا اوسکی تھی نردبانِ افلاک
تھی عین سے عین ماہ روشن
تھا قاف وہ قاف بہر کا حاکم
اُس لام سے تھا نشانِ افواج
ہی واو تھا سر بپا خمیدہ
ہوز کی تھی ہاے غیرت ہور
دم دم مین سمایا جان پائی
احباب کی شادیان بھی دیکھین
جب صحن چمن کتاب پائی
تا خاتمہ ابتدا سے دیکھی
سبحان اللہ رشک دریا

اور جیم سے دلکی رمز پیدا
اور معجمہ خاے حل مشکل
اور نقطے سے خال رخ تھا باہر
پر را سے تھا رشک ستمون کو
ہے پیرہ زن آگے رستم زال
اور عین سے نرگسین تھین بیمار
گویا گلون کے لب و دہان تھے
پر ضاد یہ تھی فدا دل و جان
اور ظا سے ہواے خلد عیاک
اور فا کی کشش سے راہ روشن
اور کاف کا کبریا تھا عالم
اور نون نبی تھا بہر معراج
معشوق کی طرح سے کبیدہ
اور یا تھی جمال شعلۂ طور
گویا کہ پری چمن مین آئی
خشیان یہان بھی وہان بھی دیکھین
فی الفور وہ پھولونین سمائی
رویا اوسی دیکھکر یہ فدوی
یہ نظم ہے یا کہ معجزہ تھا

ہر بیت پہ بیت حق کا دھوکا
سو دل ہون تو نظم ہو نہ ایسی
کنجوس ہوا بیان فیضی
سحبان و فرزدق اور حسان
اس صحن چمن کے آگے ہی خار
اور دعبل و حمیری و مقبل
اور محتشم اسکے بے حشم ہی
ہی حسن جمال یان فقط خاک
کیون چپ ہے جلالی غیظ سے ہو
سودا کو لحد جنون مبارک
فردوسی کو ہے ملا بیابان
افزون کہین میر سے ہے سید
مخفی نہین اسپہ علم دنیا
ہو شبہہ اگر ذرا ہو وسواس
امید لقاے باصفا ہے
یارب جہان وہ دن بھی آئین
مے خانے مین ہون چراغ بے نور
یارب رہے جبتلک سفیدی
جب تک کہ چراغ مہر و مہ ہے

مضمون نہ تھے رخ ملک تھا
لک کلکاٹ لکھ سکین ذرا بھی
اور انوری نے شعاع گم کی
وائل کی بلاغت نمایان
نظام خزان تو زرد نثار
صائب سے فزون ہے ہین بیدل
جو مدح کرون بہت ہی کم ہے
یہ جودت طبع واہ ادراک
ہم پلہ نہ ہم کرینگے اوسکو
اور پھر کلیم خون مبارک
خاقانی گدا سے شہر کریان
ہے پاے جلال اسیر ازحد
طب ہو کہ ہو شعر رشک طوبیٰ
چھٹ دور کرین جناب عباس
ناخن سے یہ گوشت کیون جدا ہے
صورت عباس خود دکھائین
اور لکھنؤ رشک غیرت طور
اور رات مین ہے سیاہی باقی
اور تار دن مین سایونکے ہر شے

جب تک ہی جہانمین اوج باقی — اور جن وملک کی فوج باقی
جب تک گل آفتاب ہے تر — جبتک ہین چمن مین نخل اخضر
جب تک سر شمس پر ضیا ہے — جبتک رخ مہر ضو نما ہے
جب تک ہے عیان جمال عالم — جب تک ہین جلی کمال عالم

خرسند رہین جناب عباس
نے فکر نہ غم ہو اور نہ وسواس

مفتی صاحب نے نظم سلطانی کے جواب مین یہ عرضداشت تحریر فرمائی :-

بموقف حاشیہ بوسان بساط فیض مناط سید السلاطین افضل الخواقین معین السادۃ المومنین اعادھم اللہ سبحانہ ملکہ و سلطانہ

ازانجاکہ فیض مبدأ اجواد بحسب صلوح مواد۔ وقابلیت استعداد۔ برجملہ افراد ۔ درایام ولیالی۔ متواتر ومتوالی۔ می باشد۔ دوتا نعمت عظیمہ۔ وموہبت عظیمہ۔ ازنعماے ایزدمنان۔ ومواہب خالق کن فکان۔ درین زمان۔ وارد گردیدہ کہ یکے مختص باین ننگ بنی آدم۔ ودیگرے شامل حال امم۔ ومتوسلان بارگاہ سلطان انجم خدم است اول آنکہ دراسعد زمان۔ واشرف احیان کہ دعاگوے قدیم بدعاے دوام دولت واقبال۔ وصحت واعتدال۔ وسلامت احوال۔ بندگان سلطان ہمایون فال مصروف بود نسیم صبحگاہی۔ بل نمۂ رحمت الٰہی۔ یعنی شقہ شاہی۔ وتوقیع رفیع عالم پناہی۔ شرف ورود ارزانی فرمودہ۔ ومراحم خسروانی۔ وعواطف سلطانی۔ فخر وافتخار۔ وعز ووقار۔ داعی دولت ابد قرار۔ درہمچشمان روزگار فزود۔ تعالی اللہ توقیعیست فصاحت نژاد۔ یا نگاری است بہزار نقش بہزاد۔ یا جنتی است

مینو سواد۔ رشک ارم ذات العماد۔ همانا اشعار آبدار۔ از نتائج افکار۔ و رشحات کلک مانی نگار مستخرجات طبع سلطان آسمان وقار۔ کار ابر بهار۔ بر صفحه گلزار۔ و مسیحاے روزگار۔ با بیمار کرده خاطر فاتر را از رائحه فائحه بلاغت و براعت با تهتزاز آورد۔ حبذا نظمے که بر صفحه قرطاس فصاحت اساس چون آفتاب عالمتاب بر سمت الراس می درخشد۔ و کام جان فصحاے زمان را حظّے وافر می بخشد۔ هر چند مدح سلطان حق پسند۔ و وصف این نظم بلند۔ و ستائش این کلام ارجمند۔ از من مستمند چنانکه باید بر زبان خامه و خامه زبان نمی آید۔ لکن نظر باداے شکریه الطاف نامتناهی۔ و مراحم بندگان شاهی۔ قدرے اشعار بفحواے قطره از بحر ذخار۔ و ذره از بیداے ناپیدا کنار۔ پیشکش بارگاه عالم پناه می نماید۔ امید که منظور نظر کیمیا اثر و مقبول طبع پاکیزه گهر شود

حبذا شقه منظومه شاه — که نشانی است ز اقبال وحشم
ده چه گلها که فشانده ز صریر — عندلیب قلم تازه رقم
غنچه هایش شده با دل حیران — همچو بادام که باشد توام
طرفه نظمیکه ز مقدار ویست — رونق انجمن انجم کم
از بیاضے که بود بین سطور — صبح اقبال دمد عیسی دم
الفش سرو گلستان جنان — سین آن حیرتِ دندان صنم
دال آن دال بران فیض که رحمت — آبروے درو دینار و درم
غیرت کاکل خوبان لامش — نون آن ماهی دریاے نعم
چیست حاجت بسوے سین سوال — از تو کافی کشش کاف کرم
بسکه فیض تو بحاج رسید — میکشد زمزمه آبِ زمزم

چیست جز کاسۀ دریوزه گری	جام گر پیش تو می آرد جم
وه چه شاهی که ز فیضش یابد	هر دل خسته ز در هم مرهم
زو محبان پریشان خاطر	جمع گردید چو گلدسته بهم
زهر خندے که بر آید ز عدو	بر سرش حلم تو چون قاف قسم
یا الٰهی گل و گلزار جهان	باد از ابر نوالش خرم

دوم اینکه درین زمان سعادت اقتران که ریاض امانی و آمال از مهب شمال، لطف ایزد بیهمال بهار انگیز. و حیاض آرب مطالب البستگان دولت و اقبال از آبیاری سحاب مکرمت رب متعال لبریز. بود خبر فرحت اثر تکمیل باج شهریاری از الطاف اعطاف جناب باری بمسامع مجامع و اعیان دولت لذت تازه و دولتے بے اندازه افزود. حقا که این بشارتی است عظمی. و موهبتی است کبری که روے شاهد مقصود را غازه و جمعیت خاطر را شیرازه می باشد که بهمت موفور و سعی مشکور. شاهزاده عالم و عالمیان مرزا جهانقدر بهادر دام اقباله بمنصبه ظهور رسید. نحیف ضعیف چند شعر لطیف در تهنیت این خبر سعادت اثر و حصول فتح و ظفر بسلک نظم کشیده ۵

وصول مرکز فیضان عالم	گزان خرم شود بستان عالم
فرح بخشید مثل عید نوروز	مبارک باد بر سلطان عالم
ز آه سرد عالم گرم گشته	تنور چرخ بهر نان عالم
زمین آستان شاه بادا	ز نعمت هاے الوان خوان عالم
بماند اختر سلطان درخشان	که جان عالم است و جان عالم

داور دادار سلطان آسمان وقار را مظفر و منصور- و بلطف غیر محصور- فارغ البال و مسرور- و اعادی دولت قاہرہ را مقہور- و سریر سلطنت و کامرانی- بوجود ذیجود بندگان سلطانی- پر نور دار اد بمحمد و آلہ الامجاد- آمین یارب العباد-

داعی دولت سید محمد عباس

منظومہ سلطانی کے جواب مین مفتی صاحب نے ایک قصیدہ بھی نظم فرمایا جو ہدیہ ناظرین ہے

جواب منظومہ سلطان واجد علیشاہ مرحوم

اے ذرہ ز کوے تو سلطان خاوری	وے قطرہ ز جوے تو دیوان انوری
نظم تو در سلم و تحریر سکہ زد	رنگین شدہ است از تو عقیق سخنوری
منظومہ کہ شقہ شاہی مین رسید	لیلے دشتے بغنج و دلال است دلبری
اشعار آبدار و مضامین دلفریب	چون شیشہ است صاف کہ در دے بود پری
بانظم شاہ تحفہ خاقانی است ہیچ	مورے چسان کند بسلیمان برابری
توقیع او کجا و من نارسا کجا	لیکن ز آفتاب بود ذرہ پروری
ہر صاد صبح دولت شاہی ہمی کشد	چون چشم سرمہ در گلوے سحر سامری
انعام شاہ را نہ تواند حساب کرد	گرچہ دبیر چرخ کند کار دفتری
مہر فلک بشمسہ ایوان بادشاہ	مثل چراغ صبح کند جنگ زرگری
از اہل جود دعوے انصاف با ملک	چون از ابو مسیلمہ لاف پیمبری
از ہمدمی او لب معشوق را شرف	نے بر ہلال عید کہ بر چرخ چنبری
غیر از تو در بسیط زمین قاف تا بقاف	غیر از تو زیر قبہ گردون اخضری

اورنگ سلطنت نشود پاے بوس کس — زیباے ہیچ سر نبود تاج سروری
سید مکن تکلفے اندر ثناے شاہ — باشد عذار گل خودش از غازہ کش بری
نازک خیالی مکن اندر مدیح او — در ماہتاب فرش کتان را چہ گستری
یارب ترا قسم بجلال و بعزّ تو — یارب بحقّ شرع نبی دین حیدری
تا ہست بر زمین و زمان سایہ سپہر — تا بر فلک ز مہر بود افسر زری
بادا ہمیشہ بر سر ما سایۂ ملک — بر فرق بادشاہ بود ظل برتری
باشد متاع زمزمہ سازی مدح شاہ — جنس گران بہا کہ شود زہرہ مشتری

مطلع دوم

یک روز در مقابل رہوار اختری — صد جا خورد سمند سکندر سکندری

بادشاہ نے اپنی تصنیف کتاب جوہر عروض مفتی صاحب کو ہدیہ بھیجی اسکی رسید مین یہ عرضداشت لکھی

حضرت ظل سبحانی بحر مواج جود و کرم ماحی اسم حاتم از خاتم عالم اعاد اللہ ملکہ و اجری فی بحور الفضل فلکہ

درین زمان این نا بلد بلد سخندانی از پیشگاہ خاقانی بعطاے گوہر گران بہاے جوہر عروض سراپا
و برو دوش مرصع پوش گشتہ و این دو شعر بر زبانم گذشتہ

شاہ چون جوہر عروض نوشت — در شہوار شد عطا ما را
چہ قدر بحرہا بنظم آورد — جمع در کوزہ کرد دریا را

الحق کہ فقیر با وصفیکہ رسالہ ہاے وافر از نظرم گذشتہ و بر کلام عروضیان و شعراے
کامل واقف گشتہ لیکن درین مدت مدید چنین رسالہ بنظرم نرسید حیرتم کہ چگونہ مدح بر نگارم
یا شکرش بجا آرم کہ زبان بے زبانی کج مج بیان است و قلم نیستانی شکستہ زبان اگر زمانہ

فرصتی می داد شرح جوہر عروض بعرض میرساندم وکتاب طویل وبسیط درحلش نوشتہ میگزراندم لیکن درین زمان کہ اسباب احزان مثل اوتاد درارکان نشستہ وبازار ہنر تختہ بستہ ودلہائی لستہ محزون چون شعر ناموزون شکستہ نقادان فن مثل درم ناروا رواجی ندارند وشاعران سخن سنج مانند ترازوی دیار قحط بیکار اند حال زمانۂ اخرب ہر روزہ تبر ودیوان عالم بسبب المراتبر در شکنجہ قرض ودین چنان گرفتارم واز ہجوم ہموم وافکار بحدے دل افکارم کہ فرصت نفس راست کردن ندارم لہذا بردعا کہ عین مدعا است وبر سائر خلق واجب اقتصار واختصار مناسب دل میدہد گواہی برقدرت الٰہی از ماہ تا ماہی زیر نگین شاہی - ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۹۰ھ

مفتی صاحب کو ایک دن خیال آیا کہ مثنوی گوہر شاہوار بادشاہ کی خدمت میں پیش کریں - لہذا تحریر ذیل کے ہمراہ مثنوی پیش فرمائی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ علی محمد والہ اما بعد مخفی نماند کہ اضعف الناس سید محمد عباس در زمان سلطان عادل حضرت فردوس منزل اسکنہ اللہ جنات تجری تحتہا الانہار مثنوی گوہر شاہوار بسلک نظم کشیدہ بنام والد ماجد مزین گردانیدہ لکن نوبت بملاحظہ آنحضرت نرسیدہ - درین زمان سعادت توامان کہ در سایۂ عاطفت وظل ملاطفت وارث تاج وتخت سلطانی شائستہ ملک سلیمانی سکندر شان فریدون نشان ابر گوہر بار فیض وعطا بحر زخار جود وسخا آفتاب آسمان بسالت، اختر درخشان جلالت رافع لوائے دین تابع احکام شرع مبین سید السلاطین افضل الخواقین السلطان بن السلطان بن السلطان الخاقان بن الخاقان بن الخاقان ابو المنصور

ناصر الدین سکندر جاه بادشاه عادل قیصر زمان سلطان عالم محمد واجد علی شاه غازی اعاد الله سبحانه ملکه وسلطانه وافاض علی العالمین بره واحسانه در مجلسرائے بخشیده شاهی مشغول ذکر الٰهی نشسته مصنفات ومؤلفات خود را که قریب سه صد کتاب بیشتر در صنادیق احتجاب است بوجود نیاورده دلشکسته ام ظاهر است که رواج کتب ودفاتر در زمان غابر بتوجه سلاطین اکابر بوده وخواقین عظام همیشه اکرام واحترام علمائے اعلام نموده شعر

ببین شاه عباس عالی نژاد — که چون او میان سلاطین نژاد
نوشت اردبیلی باد کاغذی — که دروی نبود است خوش آمدی
خطابش بلفظ اخی کرد وبس — روا کرد سلطان ازو ملتمس
بفرمود جانم رود چون ز تن — گزارند این کاغذ اندر کفن
ز سلطان قاچار داری خبر — که با قرب شصت بودش نظر
پیاده بدروازه اش آمدی — بسان گدا حلقه بر در زدی
بگفتی ازین ره پیاده شوم — که خواهم بجنت سواره روم
باین نهج بوده سلوک ملوک — ندارند اکنون ملوک این سلوک
مگر شاه اختر کواکب حشم — که پشت فلک بر درش گشته خم
بر اختر بود ظل فگن آسمان — ز انجم کند انجمن آسمان
شب و روز باعینک مهر و ماه — تماشا کند رفعت بادشاه
نظر بر قصور معلّٰی کند — بهر سو نگاهے ز بالا کند
بر آئینه ها و تصاویر آن — رعیت شود محو آئینه سان
بطاوس منزل نگاهے کند — برقص آید و اشتباهی کند

که بهر چه بانیلگی بر تر او ست	چو طاؤس اینجا دگر کس بر و است
باین حشمت و شهریاری شاه	گذشته ز حد خاکساری شاه
نقود و جواهر بمحتاج داد	بارباب علم و هنر باج داد
گذشته ز انسان بوحش و طیور	بماهی دریا بمار و بمور
که در قصر و سرداب جامی کنند	ثنا می کنند و دعا می کنند
مبالغ بصرف دعامی رسد	ز الوان نعمت چها می رسد
خدا ایش دهد دولت مستمر	کند سبز بخشش بعمر خضر

بنا برین امور بخاطر فاتر خطور کرد که مثنوی گوهر شاهوار را پیشکش حضور لامع النور نمایم و فی الجملہ از عهدۂ شکریہ نعمای نامتناهی بر آیم ؎

قدر گوهر شاه داند یا بداند مشتری

مفتی صاحب نے معراج المومنین بادشاہ کیخدمت مین اکبرتبہ عرضداشت ذیل کے ساتھ پیش فرمائی۔

بحاشیه بوسان آستان ..... الخ کتاب معراج المومنین در طهارت و نماز بتوفیق کارساز و تائید کریم بے نیاز که پیش ازین از زمان دراز برطرز مجتهدین باستدعائے بعض مقلدین نحیف تصنیف کرده یک نسخه ازان بر آستان فلک پاسبان حاضر آورده اُمید که اعلیٰ حضرت در اوقات فرصت آنرا از اول تا آخر ملاحظه نمایند و مخدرات علیا را هم اگر مناسب باشد از بعض مسائل آن مطلع فرمایند الٰهی آفتاب سلطنت و اقبال بے زوال باد بمحمد و آله الامجاد۔

بادشاہ کا جواب

معراج المومنین باین ساکن زمین رسید بسر و چشم حسب الحکم بجا خواهم آورد ۲۳ صفر سنہ ۱۲۸۵ھ

جناب مفتی صاحب قبلہ نے بادشاہ مرحوم کی تاریخ وفات اس طرح نظم فرمائی تھی

شاہ واجد علی عالی جاہ	اختر برج عز و تمکین بود
ہیچ شاہی ز خاندانِ او	نہ چو او در احسانِ مساکین بود
خسروے بامراتے کہ رشید	حرکاتش تمام شیرین بود
رسمہا بود در ملوکِ کہن	نہ چنین تازہ رسم و آئین بود
چتر بردار و دست بوس من	از سلاطین کہ بودہ است این بود
سلطنت رفت از مسلمانان	کہ ہمین شاہ قلعۂ دین بود
جستم از چرخ سال خاتمہ اش	گفت این خاتم السلاطین بود

واجد علی شاہ سی و دو سال بعد انتزاع سلطنت در مصائب شدیدہ از حبس خودش و فوت والدہ و برادر و ولدش و تعین صد ہزار روپیہ ماہواری باوجود گرفتاری کردن شہر یاری کمال تواضع و خاکساری و عزاداری و نماز گذاری و غریب پروری و مہر گستری شیوہ و شعار خود ساختہ و طرح عمارت سازی بنقش و نگارے کہ چرخ زنگاری ندیدہ انداختہ و زیادہ از نصف شہریہ خود برائے ملازمان و کارگذاران مقرر بہ پرورش غربا پرداختہ و در تعظیم و توقیر فقیر ہیچ دقیقہ فرو نگذاشتہ روزے چتر را برداشتہ مثل خادمان پشت سر من از نشیمن تا مسجد کہ خیلے راہ بود پیادہ رفتہ روز دیگر مرا طلبیدہ در اثنائے کلمہ و کلام گفتم شما خاتم السلاطین ہستید گفت بعد از من سلطنت نخواہد ماند برائے تسکین خاطرش گفتم خاتم بمعنی انگشتر ہم آمدہ است خلاصہ با من عظیم عقیدہ داشت لکن صحبت حاسدین و مفسدین او را نگذاشت کہ اشاعت دین با عانت او بر دست من شود تا اینکہ سوم محرم ۱۳۰۵ھ از جہان فانی بملک جاودانی شتافت و از وفاتش دین اسلام اختلال تمام یافت رحمہ اللہ

تاریخ دوم

چو واجد علی شاہ رفت از جہان	پئے خلق جائے پناہے نماند
از و عزتی یافت ہر مرد و زن	کنون خلق را عزّ و جاہے نماند
چنان رفت برباد باغ اودھ	کہ برگِ گل و پرکاہے نماند
چنان سوخت دلہا ز نار غمش	کہ در سینہ ہا دودِ آہے نماند
بتاریخ او جو د سر کردہ گفت	کہ در شہر اسلام شاہے نماند
	۱۳۰۲ + ۳ = ۱۳۰۵ھ

تاریخ سوم

ہر چند کہ بر روے زمین بد کمالم	از دورِ فلک کم شدہ مانند ہلالم
اے دیدہ واے سینہ غم شاہ ز حد رفت	تا کے بکنم گریہ تا چند بنالم
فرمود بمن شاہ کہ ہستی تو دلِ من	او رفت و دلش ماند بجا واے بحالم
تاریخ وفاتش چو ز من خواست دلِ من	گفتم شہِ اسلام دلا رفتہ ز عالم
	۱۳۰۵ھ

تاریخ چہارم بر مادۂ مذکورہ

واجد علی آن اخترِ ما نیّرِ اعظم	شد تیرہ و تار از غم مرگش ہمہ عالم
آن بحرِ کرم رفتہ ازین گلشنِ فانی	گر زنی شدہ ہر خار چو گل تازہ و خرّم
دستِ اجل از خیمۂ زنگاری افلاک	بہر جگر خستہ دلان ساختہ مرہم
شیدائے حسین ابن علی بود و غم او	گردید دو بالا سوم ماہِ محرّم
کنز الفقرا بود و جہانی ز وفاتش	بے درہم و دینار شدہ درہم و برہم

تاریخ وفاتش چو زمن خواست دل من … گفتم شہ اسلام دلا رفتہ ز عالم
سنہ ۱۳۰۵ھ

مات السلطان وبقیت فی ہذہ البلدان فاقد الاعوان باعد امن الاوطان فانما فی امری حیران لکن توکلت علی الحی الذی لایموت فبرحمتہ یتدارک مایفوت ویحصل ما احتاج الیہ من القوت والزمان لایخلو من مودود ممقوت وکل امر محدود موقوت

تاریخ پنجم

شاہ واجد علی آن اختر برج رفعت … از گل وخار جہان رفت سبک مثل صبا
باحسین ابن علی داشت ولائے عجبی … بودہ در بزم عزا اشک فشان چاک قبا
زائرے بیش وے از ارض حسین آمد گفت … خامس آل عبا این تو بخشید عبا
با ادب شاہ بران بوسہ زد و دوش گرفت … کردہ تصدیق وے و دم نزد از شک و ابا
فیضیاب از کرمش وحش وطیور وانسان … علما وصلحا و فقرا و غربا
شور تکبیر و نو اسیر و قلاع دیرقان … چار مہ ماند از و شام و سحر ہوش ربا
کرب مہلک شہ در خلق جمیعا ساری … شد این سانحہ بالا تر و برتر ز وبا
تخت بلقیسی او رفت دریغا برباد … نرسانید خبر مرغ سلیمان زسبا
سوم ماہ محرم چو ازین عالم رفت … بہ کہ یکسال نیاید بجبال اے ادبا
داشت در شعر وسخن دخل وتخلص اختر … ارخوا رحلتہ اہ بنجم غربا
سنہ ۱۳۰۴ھ

میر انیس اور مفتی صاحب

مفتی صاحب کے اصحاب صحبت مین میر انیس ایک خاص شخص تھے اُن سے بے انتہا محبت تھی ان دونون بزرگون کی باہمی نشست اور آپس کی باتین ایسی دلچسپ تھین جو صفحات تاریخ پر یادگار رہتین مگر افسوس ہے کہ وہ یکجا نہین ہو سکتین مفتی صاحب کی ادبی تصنیف ظلِ ممدود مین وہ رقعات درج ہین جو کہ میر انیس کو لکھی ہین بعض لوگون کا خیال ہے کہ میر انیس مشکلات فن مین کبھی کبھی مشورت بھی کرتے تھے اسکے متعلق مین نے اکثر واقعات سُنے ہین۔

آخر مین باہمی کسیقدر شکر رنجی ہوگئی تھی ماہ شعبان ۱۲۲۹ھ ہجری کا واقعہ ہے کہ ایک دن صبح کو مفتی صاحب مرزا محمد ذکی خان کی بارہ دری مین تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ وزیر صاحب سلمہ کی شادی کرنا منظور ہے اور حکیم سید محمد صاحب مرتعش کی پوتی حکیم سید علی اکبر صاحب کی دختر کے ساتھ گفتگو طے ہوگئی ہے۔ استخارہ بھی واجب ہوگیا ہے یہ مکان محفل کے قابل ہے فرش فروش شیشہ آلات جھاڑ کنول سب موجود ہین ہیین عقد ہونا مناسب ہے چنانچہ یہ بات طے ہوگئی اور اہل شہر کو ایک ایک خوان کے دو پنتیس تورے تقسیم ہوئے ملازمین کو جوڑے دیئے ادھر یہ سامان ہوا اُدھر دولھن والون کی طرف سے یہ خبر ملالت آمیز پہونچی کہ اس تقریب کی گفتگو دو سال تک جناب میر انیس صاحب کے فرزند

سلہ اس واقعہ کے متعلق خود جناب وزیر صاحب نے ایک رسالہ راحت رسا تحریر کیا ہے جس کی عبارت نہایت شیرین اور جابجا اشعار دلاویز سے اس کو مرصع کیا ہے۔ یہ پورا رسالہ میری نظر سے گذرا ہے ۱۲ عزیز

میر محمد صاحب کے ساتھ رہی تھی اور جانبین سے تحفہ و تحائف آیا جایا کرتے تھے عقد کی
نوبت نہ پہونچی تھی کہ صاحبزادے کی نسبت اولیاے عروس کو معلوم ہوا کہ وہ عیش و نشاط
مین مصروف رہتے ہین اور صاحب اولاد بھی ہین اسی بنا پر گفتگو درہم برہم ہوگئی مگر
اس جدید کی نسبت کو سنکر اُدھر سے تعرض ہو رہا ہے اور ہم مین جوابدہی کی قوت نہین۔
مفتی صاحب یہ سُنکر بہت متفکر ہوے اسلیے کہ میر انیس سے نہایت مانوس تھے مرزا محمد ذکی
اور حکیم محمود علی صاحب کو بلا کر مشورہ کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مجھے قبل سے معلوم نہ تھا
ورنہ میر انیس صاحب سے ضرور اجازت حاصل کر لیجاتی مگر اب کوئی موقع نہین رہا آخر مین
یہی رائے قرار پائی کہ اب مناسب نہین اور عذر گناہ بدتر از گناہ ہے پھر تورہ بندی شروع ہوئی
بعض حضرات نے یہ صلاح دی کہ میر صاحب کے یہان بھی تورہ رقعہ بھجوا دیجئے وزیر صاحب
کو اُنکے چچا ہمراہ لیکر جائین اِسکے بعد اگر شریک عقد ہون تو بہتر ورنہ شکایت کا موقع
نہ ہوگا حکیم صاحب نے رائے دی کہ بہتر یہ ہوگا کہ مرزا محمد ذکی صاحب حسب معمول میر صاحب
کے پاس جائین اور لاعلمی سے نسبت قرار پانا اور تاریخ شادی معین ہونا اور بعد استقرار
اِس خبر کا معلوم ہونا جو صحیح صحیح واقعہ ہے بیان کرین اُسکے بعد رقعہ اور تورہ بھیجدو لہ
کا جانا مناسب ہے اِس طرح صفائی رہے گی اور گلہ ہوگا تو دولھن والون سے ہوگا۔ چنانچہ
وہ گئے اور میر صاحب سے بیان کر دیا میر انیس نے جواب دیا کہ ہان عورتون مین گفتگو ہوئی تھی
اور ایسی گفتگوئین بہت ہوا کرتی ہین اسبات کا کچھ ثبات نہین نہ مجھے کوئی شکوہ شکایت
کا موقع ہے۔ جب شادی قرار پا چکی تو ضرور ہونا چاہیئے وہ صاحبزادے بھی مثل میری
اولاد کے ہین کچھ غیر نہین البتہ میر محمد اور ان کی والدہ کے ملال کے خیال سے شرکت
شادی سے شاید معذور رہون اپنی طرف سے عرض کر دینا رقعہ اور حصہ نہ بھجوائین۔

مرزا محمد زکی نے وہان سے واپس ہوکر سب کیفیت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین عرض کردی مگر حکیم محمود علی صاحب نے تورہ بھجوادیا میر صاحب نے واپس کردیا ۔

میر محمد صاحب نے یہ واقعہ خواجہ سرائے شاہی میان دیانت سے آٹھوین کی مجلس مین جاکر مفصل بیان کیا مطلب یہ تھا کہ اس معاملہ مین آپ میری دادرسی کیجیئے ۔ میان صاحب نے جواب دیا کہ کوئی بات نہین ایک پلٹن نادری گھنگھور ہزار تلنگا اور سلیمانی رسالہ مع توپخانہ لیجاکر دولھن کی فنس تمھارے گھر پہونچ سکتی ہے لیکن جب تک میر انیس صاحب خود میرے نام رقعہ نہ لکھینگے تمھاری رائے پر عمل نہ کرونگا ۔ یہ خبر شدہ شدہ خانۂ عروس تک پہونچی صاحبزادے نے میر انیس سے اصرار کیا میر صاحب نے خفا ہوکر فرمایا کہ جبر و حکومت سے مجھے لانا منظور نہین ہزار جگہ اس سے بہتر موجود ہین ۔ اُدھر سُلطان العلما کو خبر ہوئی اُنھون نے بعد نماز مغربین مع جناب سید العلما شرکت فرمائی سُنا گیا ہے کہ خبر مذکور کی سبب سے جابجا فساد کا اندیشہ تھا اور مجمع بھی نظر آتا تھا لوگون نے دولہ کی فنس کے دروازے بند کردیے تھے ۔ اور ہر طرف سے حفاظت کرتے جاتے تھے سلطان العلما نے فنس کے دروازے کھُلوادیے اور کہا کہ یہ دولھن کی فنس ہے یا دولہ کی غیر منکحہ دونون بزرگوارون نے عقد پڑھ دیا اور بادشاہ کو اطلاعی عریضہ لکھا کہ دیانت الدولہ کی فوج کا انتظام اہالیان دولت فرمادین بادشاہ نے خواجہ سرا کو بُلوایا اُسنے عرض کیا کہ اگر میر انیس صاحب بادشاہ کے حکم سے مدد طلب کرتے تو ضرور تدارک کیاجاتا لیکن میر صاحب خود ہی متامل ہین ۔ سُنا گیا ہے خواجہ سرا نے بالا بالا سلطان العُلما سے مجلس عقد مین یہ دریافت کرایا تھا کہ آپنے عقد کسکے حکم سے پڑھا سلطان العُلما نے کچھ جواب نہین دیا ۔ دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ خدا اور رسول خدا

حکم سے پڑھا میرے سامنے سے دور ہو جاؤ جب افسر نے عرض کیا کہ حضور مختار ہین۔ مگر دوسرا شخص مجھے اسطرح جواب نہین دے سکتا تھا۔

بہر حال رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔ جو مکاتیب میر صاحب اور مفتی صاحب مین اسکے بعد ہوئے وہ ظل ممدود فارسی مین درج ہین۔ رفتہ رفتہ جانبین سے رفع ملال ہو گیا اور پھر باہم شیر و شکر ہو گئے۔

میر انیس کی نازک مزاجی مشہور ہے اُسی زمانے مین مفتی صاحب کے ایک خط کے جواب مین میر انیس صاحب نے یہ شعر لکھ بھیجا تھا ؎

مرغان دلم را کہ این مرغ وحشی	زبامیکہ برخواست مشکل نشیند

مفتی صاحب مرحوم نے ایک مبسوط قطعہ اُسکے جواب مین تحریر فرما کر بھیجدیا چونکہ وہ قطعہ صاحب واقعات انیس نے اپنی کتاب مین درج کر دیا ہے اس لیے مین مکرر اُس کا لکھنا پسند نہین کرتا۔

انھین مراسم کی بنا پر میر نفیس مرحوم نے مفتی صاحب کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔ اور فارسی کلام پر اصلاح بھی لی جس کا ذکر عنوان اصلاحات مین درج ہے میر نفیس مرحوم نے ایک مخمس عزاے انیس مین اصلاح کے واسطے پیش کیا تھا۔ جس کو بناتے وقت قلم برداشتہ خود بھی ایک مخمس کہدیا جسکے اشعار سے میر انیس کی عظمت اور انکی محبت ظاہر ہوتی ہے ؎

یارب کہ جدا شد کہ چنین ہوش ربائیست	مغموم و حزین خود سخن از درد جدائیست
افسردہ زہجرش چمن مدح سرائیست	از دست غمش صفحۂ قرطاس حنائیست

خون جگری بسکہ ز مژگان سخن رفت

از خامۂ او رایت سلطانِ سخن بود	در قبضۂ او صارم بران سخن بود

در مجلس او زینتِ ایوانِ سخن بُود — از صحبت او بندشِ ارکانِ سخن بود
از رحلتِ او قدرت و امکانِ سخن رفت

بود از قلمش مایۂ دُکانِ حلاوت — میزد ز رقش موج بدریاے سلاست
میریخت ز کلکش شکر و شیر فصاحت — بر خوانِ سخن بود از و شورِ ملاحت
تا رفت ہمہ نعمت الوانِ سخن رفت

در بزم عزا آئینہ دارِ شہدا بود — تصویر کشِ معرکۂ کرب و بلا بُود
با خلق حسن بود انیس الغربا بود — در مرثیہ گوئی خضرِ راہنما بود
او رفت کہ سرچشمۂ حیوانِ سخن رفت

تا رفت بمنبر طپش اُفتاد بہر دل — از سیف زبانش ہمہ محفل شدہ بسمل
در ہند چو حسان و حسن بود چو مقبل — ناگاہ سوے روضۂ رضوان شدہ مائل
چون غنچہ خموشیدہ ز بستانِ سخن رفت

قطعات تاریخ وفات انیس

پژمردہ شد از بادِ خزان ہر گلِ ہند — واز فوتِ انیس شد بپا غلغلِ ہند
گل کردہ بارتجال سال تاریخ — گلزارِ جنان رفت کنون بلبلِ ہند
۱۲۹۱ھ

ذیل کے قطعہ سے میر انیس کی مشہور رباعی کے چوتھے مصرع سے ان کی تاریخ وفات نکالی ہے ؎

تھے انیس الغربا ذاکر و مداح امام — ہے یقین پیش خدا درجہ اعلیٰ ہوگا

اُٹھ گیا دارِ فنا سے وہ مہِ برجِ کمال	کوئی دنیا مین نہ اِس وضع کا پیدا ہوگا
موت کی یاد ہمیشہ تھی دلِ اقدس مین	جو کہا شعر وہ البتہ غم افزا ہوگا
مدح مین اُسکی کسے طاقتِ گویائی ہے	کون ایسا ہے جو اِس طرح کا گویا ہوگا

سالِ تاریخ بھی گویا کہ کلام اُنکا ہے
ہائے[1] جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
سنہ ۱۲۹۱ھ

ثابت صاحب بیان فرماتے ہین کہ ہم سے خود وزیر صاحب سنہ ۱۸۶۴ء مین بمقام آگرہ شاہ گنج ناقل تھے کہ میرانیس نے مفتی صاحب کو ایک مرثیہ سنایا اُسمین یہ مصرع تھا "جب حملہ ور امام کریم النفس ہوئے" مفتی صاحب نے فرمایا کریم النفس نہین مسیحا نفس فرمائیے۔

میرانیس صاحب نے مثنوی من و سلوی کی تاریخ جو نظم فرمائی تھی مفتی صاحب نے ایک نظم کے ذیل مین اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے[1]

ہمچنان کز فیضِ سلطان این کلام	یافت در آئینۂ طبع ارتسام
شب کہ بودم در خیالِ سالِ طبع	این نوید آمد باستقبالِ طبع
کاندر آغازِ جلوسِ خسروی	یافت سرانجامِ طبعِ مثنوی
دل چو از روے جلوس آگاہ گشت	گفت مطبوع از جلوس شاہ گشت
مصرعی کامل ہم آمد در نگہ	گشتہ مطبوع جلوس بادشہ
باز تاریخ دگر کردم طلب	از جنابِ سیدِ والا نسب

[1] صاحب حیات دبیر نے لکھا ہو کہ یہ تاریخ فرقانی نے بھی میرانیس کی کہی تھی۔ اور مرزا دبیر کی تاریخ کہی تھی
"واے جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا"

نور شمع مجلس صدق و صفا / ذاکر مقبول سبط مصطفیٰ
بلبل دستان زن بستان هند / مادح میر عرب سحبان هند
شاعر یکتا رئیس ذاکرین / تارک دنیا انیس اهل دین
ارتجالاً آن وحید روزگار / زد رقم این چند بیت آبدار

تاریخ طبع از سید ببر علی صاحب انیس

طبع شد این نظم از فضل اله / در جلوس میمنت مانوس شاه
خاصهٔ درگاه رب ذو المنن / ظل حق واجد علی شاه زمن
حسب حکم سید معجز بیان / قبلهٔ کونین استاد زمان
فاضل باذل فقیه بالیقین / آفتاب آسمان علم و دین
چون تامل کرد با فکر سلیس / از پے تاریخ آن طبع انیس
داد هاتف این صدای دلپذیر / هست تاریخش کلام بے نظیر

سنه ۱۲۶۳

جناب انیس مرحوم نے جب مثنوی من و سلوی کو پڑھا تو ذیل کا خط جناب مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجا

قبله و کعبهٔ خلوص کیشان دام ظلکم العالی - زبان این کج مج بیان را چه یارا که مدح این اشعار آبدار نماید الحق که درین جزو زمان طرز اعجاز طرازی و سحر پردازی بر ذات فیض آیات ختم گردیده

مو قلم بوده است گوی کلک معجز سلک تو / صفحهٔ قرطاس کردی نگارستان چین

از عین الکمال نگاه داشته سایهٔ هما پایه را بر مفارق خادمان خاص مبسوط دارد او بحق محمد و آله الامجاد ط

مفتی صاحب قبلہ اور مرزا سلامت علی صاحب دبیر

مرزا صاحب کو جناب مفتی صاحب کے ساتھ نہایت درجہ خلوص تھا اور وہ انھین ایک جامع الکمالات مجتہد جانتے تھے اور اُن کے کلام سے نہایت محظوظ ہوتے تھے اور کلام کی بہت وقعت کرتے تھے چنانچہ یہ اُمور تمام ان اشعار سے ظاہر ہین جو مرزا صاحب نے مثنوی من و سلوی کی تاریخ طبع مین نظم کیے ہین ؎

حبذا اللہ این چہ زیبا مثنوی است — کز مضامینش دلِ معنی قوی است
فرد فردش از حقائق دفترے — تشنۂ وحی خدا را کوثرے
حرز بازوے فصیحانِ جہان — مصحفِ رحلِ کنارِ عارفان
غیرِ قال اللہ و جز قال الرسول — نظم او حرفی نمیدارد قبول
درمیانِ عارفانِ باتمیز — صورت سیپارۂ و لہا عزیز
از زمینِ شعر اوست آسمان — معنی نو خانہ زاد بیت آن
بیت او بیت الحرم را در نظر — چون جمال یوسف و چشمِ پدر
مصرعش طوبائے فردوسِ برین — مثلِ ابرو بر ہمہ بالا نشین
مطلعِ روشن مثالِ نخلِ طور — می کند چشم از فروغش کسبِ نور
آرے آرے نیست جائے گفتگو — نثر عاری از ثنائی نظم او
ناظمش علامۂ عالیجناب — سیدِ اقدس پناہ شیخ و شباب
قبلۂ اہلِ یقین لاریب فیہ — واعظ و مفتی و محتاط و فقیہ
صدیا کش مصدر الہامِ غیب — روز و شب گوش و دلِ پیغامِ غیب

صاحب دیباچہ فضل و کمال — خطبہ انشاے اعزاز و جلال
در ثناے مصطفےٰ حسانِ عہد — در ولاے مرتضےٰ سلمانِ عہد
بو علی سینا ز عطارانِ او — حضرت عیسیٰ ز بیمارانِ او
حکمت العین از اشارانش عیان — ذرہ از مہر او شمسیہ خوان
وہ چہ رنگین مثنوی تصنیف کرد — عقل کل بر جزو کل تعریف کرد
رایت حمدش فلک افراختہ — ہدیۂ سلطان عالم ساختہ
ظل یزدان حضرتِ امجد علی — شاہِ شاہان حضرت واجد علی
داد نظمش داد باد حت گری — بارعایا کرد معنی پروری
سال تاریخش دبیرِ خیر خواہ — کرد انشا نسخۂ آرام شاہ
باز ملہم شد بفضلِ کردگار — منتخب کردہ حروفِ نقطہ دار
مصرعی گفتہ پےِ تاریخ آن — گنج نقد معنی و نظم روان
۱۲۶۲ھ

مفتی صاحب قبلہ بھی مرزا صاحب کی بلاغت کلام و رفعت مضامین کی بہت قدر کرتے تھے اور جس طرح میر انیس صاحب کے کلام کی وقعت مفتی صاحب قبلہ کی نگاہ مین تھی اُسی طرح مرزا صاحب کے کلام کی بھی بہت وقعت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک سوال بھیجا تھا کہ یہان لوگون مین اختلاف ہے کہ میر صاحب کا مرتبہ شعر گوئی و نظم مرثیہ مین زیادہ بلند ہے یا مرزا صاحب کا لہٰذا اسکا آپ فیصلہ کر دین؛ مفتی صاحب قبلہ نے اِس سوال کا جواب اس طرح دیا کہ کلام السید حلوٌ فصیحٌ وکلام المیرزا دقیق ملیحٌ وبعد اختلاف الذوقین والطعمین فلا محل للترجیح اذ من الناس من یحب الحلو ومنہم من یحب المالح ولکل منہما مواقع ومصالح والعمر اشرف ان یصرف فی معرفۃ الاشعر بل الاہم ابتغاء مرضات اللہ ورضوان من اللہ اکبر

اِس سے واضح ہے کہ آپ کی نظر مبارک مین دونون کا کلام پسندیدہ و بلند پایہ تھا۔
مرزا صاحب کے اِس شعر پر جو پٹنہ کے حضرات نے اعتراض کیا تھا

اِس زخش کے منہ پر کوئی دن چڑھ نہین سکتا ۔۔۔ سرعت کا یہ عالم ہے کہ سن بڑھ نہین سکتا

مفتی صاحب قبلہ نے اُس کا جواب بہت خوبی کے ساتھ لکھا تھا جو مفصل سوانح کلکتہ کے ضمن مین درج ہو چکا ہے اور وہ خط بھی درج ہو چکا ہے جو مرزا صاحب نے بنام منشی صفدر صاحب سفتی صاحب قبلہ کے اداے شکریہ مین کلکتہ بھیجا تھا۔
مرزا صاحب نے ایک مخمس نظم کر کے جناب مفتی صاحب کو دکھایا تھا جناب نے اُسکی مدح مین یہ رباعی نظم فرمائی۔

از خمسۂ تو کہ طبع شد طوبیٰ لک ۔۔۔ شد رونق ہفت بند کاشی بیشک
دارم سر اینکہ سال طبعش گویم ۔۔۔ بکشا دازین پنجہ در ہفت فلک

یہ قطعہ بھی بالتزام حرف بانظم فرمایا۔

اے دبیرِ آسمان نظم و نثر ۔۔۔ نیست از فرمان تو حدّ ابا
شاعرِ رنگین بیان اہلبیت ۔۔۔ ذاکر بزم شہِ گلگون قبا
ہند با ہنگامۂ نظمِ تو گرم ۔۔۔ ورنہ بارد بود مثل ہند با
فکر بکرش در مخمس جلوہ کرد ۔۔۔ تا کشد شکل عروس دل ربا
طبع را این طبع بخشد تازگی ۔۔۔ چون نسیم دلکشش باد صبا
می برند این خمسہ را در شش جہت ۔۔۔ سبعہ سیارہ گوید مرحبا
سال طبع اوست بیدا از ثواب ۔۔۔ شد قبول خمسۂ آل العبا

سنہ ١٢٨٢ھ

دیگر

براں ہفت بندے کہ از کاشی است — کہ در ہفت اقلیم گشتہ شہیر
مخمس ز مرزا سلامت علی — شد از قالب طبع صورت پذیر
عجب ہفت کردہ براں ہفت بند — کہ اے کاش میگشت کاشی خبیر
ثناخوان این خمسہ از چارسو — کلیم و سلیم و منیر و اسیر
رقم کرد سید بتاریخ آن — زہے خمسہ از طبع مرزا دبیر

سنہ ۱۲۸۰ھ

ایضاً

این خمسہ کہ در قالب طبع آمد امسال — امید چنانست کہ جاوید بماند
عباس بتاریخ و تشبیہ دعایش — بنوشت کہ با پنجۂ خورشید بماند

سنہ ۱۲۸۰ھ

اور باہمی کبھی کبھی مکاتبت بھی ہوتی تھی جسکے بیان کو یہان ترک کیا جاتا ہے۔

غالب اور مفتی صاحب

سنہ ۱۲۷۹ھ مین مرزا اسد اللہ غالب اور جناب مفتی صاحب مرحوم سے خط و کتابت شروع ہوئی چنانچہ اُن کی کشکول مین سے ان مکاتیب کو پایا جسمین مرزا غالب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خط چسپان تھے۔ اِس مقام پر مین اُن خطوط کو نقل کرتا ہون اور اسکی ابتدا اس طرح ہوئی کہ غالب مرحوم نے اپنی کتاب قاطع برہان مفتی صاحب قبلہ کے پاس روانہ کی۔ جس کے لفافہ کی عبارت یہ تھی:۔

درکانپور بمکان نواب باقر علی خان صاحب موصول و بخدمت خدام مخدومی جناب
مفتی میر عباس صاحب زاد مجدہ مقبول و در بارہ بخشیدن اطلاع رسیدن ارمغان عنایت
مبذول باد ۱؎ مرسلہ چہارم اگست سنہ ۱۸۶۲ع اسٹامپ پیڈ غالب اسداللہ

کتاب ملاحظہ فرمانے کے بعد مفتی صاحب قبلہ نے جو خط مرزا غالب کے نام لکھا وہ یہ ہے
یا اسداللہ الغالب و مظہر العجائب پس از اقدام براے اتحاف تحفہ سلام کہ نثار اقدام
خدام تو اند چہ سلامیکہ چون در نجف در صدف شرف پرورده و تلالو انوار از تکمہ زرتار آفتاب
نصف النہار گوے سبقت بردہ ملتمس آنکہ تحریر شکریہ ہدیہ بہیہ مثل مدح و ثناے ان عطیہ
از حیز بیان و بنان این ہیچمدان بیرون ست سبحان اللہ فکریم کراستایم و بکی گرایم بستائش
قاطع برہان کہ در انقلاب نہ مان نام و نشان برہان قاطع را برہم زدہ و زیر و زبر کردہ - یا
بسپاس گزاری آن خسرو خاور شیرین بیانی و ناظم قلمرو سخندانی کہ امروز در شعر و شاعری نظیری
ندارد و کسے در برابرش ظہوری نیارد ہرگاہ در انجمن اہل سخن ذکرش بر آید یاد فردوسی
فراموش است و اگر در شہرستان نظم و نثر کوس لمن الملک زند زمانہ سراپا گوش

در فن معانی ید بیضا دارد	در سحر بیانی لب عیسی دارد

۱؎ مرزا غالب کی کتاب جب جناب مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین وصول ہوئی - نواب نور الدولہ لیث الملک محمد احسن خان بہادر محکم جنگ معروف نواب نادر مرزا صاحب نے اس وصول کی تاریخ نظم کی تھی اور وہ یہ ہے

نظم

آن غیرت صائب و نظیری — وان رشک عرفی و ظہوری
درحضرت عالم محقق — آن فاضل کامل مدقق
سید عباس اسم پاکش — در نور سرشتہ جسم پاکش
آمد بمیان چو ذکر تاریخ — رفتیم صفا بفکر تاریخ
چون غالب شاعر مکرم — استاد سخنوران عالم
سحبان زمان در فصاحت — حسان عصر در بلاغت
کز جملہ بعلم بیش باشد — علامہ عصر خویش باشد
تصنیف لطیف ارمغان کرد — تحقیق خود ش عیان کرد
از لجہ فکر گوہرے ناب — شد تحفہ ارمغان نایاب
۱۲۷۹ھ

گرشیوۂ منشیان دیگر جادوست
ادا ز قلمش عصائے موسی دارد

نواب مستطاب معین الدولہ انتظام الملک سید باقر علیخان بہادر ظفر جنگ کہ نکتہ رسی است یکتا و مسیحا نفسی است بے ہمتا برین شعر ؎ "از من بمن سلام و ہم از من بمن پیام * رنج دلی مباد پیام و سلام ما * وجد کردند و مکرر خواندند و فقیر از تاریخ ختم کہ مہر غالب باشد محو شدم کہ چہ قدر بے تکلف و پر تکلف است و تاریخ وصول این ہدیہ از ہمین مادہ باین صورت بر آوردم ؎

غالب آن مہر سپہر نظم و نثر تحفۂ با مہر از مہرش رسید		ہمصفیر صائبا و طالبا شد رقم تاریخ مہر غالبا	

حررہ اضعف الناس السید محمد عباس فی تکثر الاشغال و توزع البال
علی سبیل الاستعجال و الحمد للہ المستعال و الصلوٰۃ علی محمد و آلہ خیر آل

اس خط کے جواب اور شکریہ مین مرزا غالب نے یہ خط روانہ کیا :-

قبلہ حضرت کا نوازشنامہ آیا مین نے اسکو حرز بازو بنایا۔ آپکی تحسین میرے واسطے سرمایۂ عز و افتخار ہے لیکن فقیر امیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی نہ سرسری بلکہ سراسر دیکھنا چاہیئے۔ پیش نظر دھرا رہے وقت فرصت اکثر دیکھا جائے مین نے جو یہ نسخہ وہان بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے۔ نہ ہٹ دھرم ہون نہ مجھے اپنی بات کی پچ ہے۔ دیباچہ و خاتمہ و متن مین جابجا جو کچھ لکھ آیا ہون سب سچ ہے حقیقت کی داد جدا چاہتا ہون طرز عبارت کی داد جدا چاہتا ہون نگارش لطافت سے خالی ہوگی گزارش ظرافت سے خالی ہوگی۔ علم و ہنر سے عاری ہون لیکن پچپن برس سے محو سخن گذاری ہون مبداء فیاض کا مجھپر احسان عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت

ازلی وسرمدی لایا ہون مطابق اہل پارس کے منطق کے یہی فرہ ایزدی لایا ہون مناسبت خداداد تربیت اُستاد حسن وقبح ترکیب پہچاننے لگا فارسی کے غوامض جاننے لگا بعد اپنی تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے گویا باسی کڑھی مین اُبال آیا لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا۔ ہے ہے یہ تنگمایہ معارض کا برسلف ہوا ایک صاحب فرماتے ہین کہ قاطع برُہان کی ترکیب غلط ہے عرض کرتا ہون کہ حضرت برہان قاطع اور قاطع برہان کی ایک نمط ہے برہان قاطع نے کیا اٹھا نینو نین سکھ قطع کیا جواب نے اسکو قاطع لقب دیا برہان جب تک غیر کے برہان کو قطع نہ کرے گی کیونکر برہان قاطع نام ہوگا۔ برہان قاطع کی صحت مین جسقدر تقریر کیجیے گا وہ قاطع برہان کی صحت کے ثبوت مین کام آئیگی قطعہ تاریخ کا کیا کہنا ہے گویا کتاب معشوق اور یہ قطعہ اُس کا گہنا ہے جناب نواب صاحب کا نیازمند اور بندہ فرمان بردار ہون بعد عرض سلام کے پسند آنیکا شکر گذار ہون۔ آپکے علم وفہم وادراک کی جو تعریف کیجائے وہ حق ہے لیکن میرے شعر کی ستایش صرف خریداری دکان بیرونق ہے۔

انصاف کا طالب غالب
شنبہ ۱۹ صفر المظفر سنہ ۱۲۸۹ھ

غالب

جواب از مفتی صاحب قبلہ

جناب الاسلمہ اللہ تعالیٰ ۔ مکتوب مرغوب کو دیکھکر مسرور ہوا تعلق خاطر دور ہوا لیکن کانپور مین بسبب ترددات سفر جواب کی نوبت نہ آئی ۔ اور لکھنؤ مین ملاقات احباب سے فرصت نہ پائی ۔ کیا عرض کرون مین بہت ناتوان ہون مشت استخوان ہون۔ رنجون مین گرفتار ہون رحمت آلہی کا اُمیدوار ہون اگر کچھ بھی دل ودماغ مین قوت پاتا اور فی الجملہ درس وتدریس اور تحریر جواب مسائل سے فرصت پاتا اس رسالہ کو از اول تا آخر دیکھکر

جو ذہن ناقص مین گذرتا مفصل عرض کرتا۔ ماشاء اللہ آپکی نظم و نثر سے دل مزے اُٹھاتا ہے جو صاحبِ ذوق ہے لذت پاتا ہے اِس نگارش نے کتابِ دکنی کو نظر سے گرا دیا۔ حُسنِ خط سبزان دکن بھلا دیا۔ اللہ ری شوخی کلام کہ چشم غزالان ختن کو حیرت ہے اور یہ لطافت و ظرافت کہ ادائے بتان طناز کو کیا نسبت ہے۔ سہام ملام کا جواب آپنے شکوہ فرمایا ہے حال اُسکا یہ ہے کہ حدیث مین آیا ہے حضرت موسیٰ نے درگاہِ الٰہی مین عرض کیا کہ خدایا تیرا دم بھرتا ہون دو دعائین کرتا ہون جنت مجکو عطا کر اور خلق کی زبان سے رہا کر۔ ارشاد ہوا دعاے اول قبول ہے۔ تو جنتی ہے رسول ہے لیکن دوسرا جو سوال ہے اُسکا یہ حال ہے کہ ہم نے اپنے واسطے بھی نہین کیا۔ غرض خلق کا حلق بند نہین وہ لوگ کم ہین جو مردہ پسند نہین قاطع برہان خوب نام ہے آپین کیا جاے کلام ہے معنی صاف ہین معترض ناانصاف ہین لطف یہ ہے کہ خود نام سے پیدا ہے کہ اسنے برہان قاطع کو اُلٹا ہے مگر ان دونون باتون کا ایک نمط پر ہونا جاے تامل و غور ہے ظاہر اُسکا مطلب اور ہے اور آپ کا مقصد اور ہے قطع کے معنی کاٹنے کے اور یقین کے بھی آئے ہین اُسنے غالباً معنی ثانی مراد لیے ہین اور آپ معنی اوّل استعمال مین لائے ہین۔ بہرصورت برہان کیطرف ظاہرا قاطع کی اضافت ہے اور اس ترکیب مین سراسر لطافت ہے آپین کچھ شک و ریب نہین کہ ایہام مین حسن ہے کچھ عیب نہین۔ لیکن تقصیر معاف ظرافت نے آفت کو برپا کیا۔ درشتی نہ کرنی تھی یہ کیا کیا۔ خیر گذشتہ را صلوات والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

مکتوب مرزا غالب بنام سلطان العلما

خداوند نعمت آیہ رحمت سلامت۔ تسلیم و کورنش و ذریعہ نیازی کہ پیش ازین

بپاسخ همایون توقیع روان داشته ام بعز قبول قرین باد درین هنگام در شهر دو دانشمند باهم در آویخته اند یکے می سراید که آفریدگار همتاے حضرت خاتم الانبیا علیه و آله السلام می تواند آفرید و این یکے میفرماید که ممتنع ذاتی و محال ذاتی است بنده چون همین عقیدت دارد نظمے در گیرنده بدین مدعا سرانجام داده است هر آئینه چشم دارد که سواد به نورِ نظرِ اصلاح روشن شود زیاده حدِ ادب از غالب نگاشته بست و یکم جمادی الاولی سنه ۱۲۷۳ ه

اے که میگوئی توانا کردگار   چون محمد دیگرے آرد بکار

باخداوندِ دو گیتی آفرین   ممتنع نبود ظهوری این چنین

نغز گفتی نغز تر باید شنفت   آنکه پنداری که هست اندر نهفت

گرچه فخر دودهٔ آدم بود   هم بقدر خاتمیت کم بود

صورت آرائش عالم نگر   یک مه و یک مهر و یکخاتم نگر

اینکه می گویم جوابی بیش نیست   مهر و مه زان جلوه تابے بیش نیست

آنکه مهر و ماه و اختر آفرید   میتواند مهر دیگر آفرید

گر دو مهر از سوئے خاور آورد   کور باد آن کو نه باور آورد

قدرت حق بیش ازین هم بوده است   هرچه اندیشے کم از کم بوده است

لیک در یک عالم از روئے یقین   خود نمیگنجد دو ختم المرسلین

یک جهان تا هست یک خاتم بس است   قدرت حق را نه یک عالم بس است

از دل هر ذره آرد عالمے   تا بود هر عالمے را خاتمے

هر کجا هنگامهٔ عالم بود   رحمة للعالمینی هم بود

در یکے عالم دو خاتم را مجوے   صد هزاران عالم و خاتم بگو

کثرت ابداع عالم خوب تر — یا بیک عالم دو خاتم خوب تر

غالب این اندیشه نپذیرم همی — خرده هم برخویش میگیرم همی

اے کہ ختم المرسلین اِش خوانده — دانم از روے یقینش، خوانده

این الف لامی که استغراق راست — حکم ناطق معنی اطلاق راست

منشأ ایجاد هر عالم یکے است — گر دو صد عالم بود خاتم یکی است

خود همی گوئی که نورش اول است — از همه عالم ظهورش اول است

اوّلیت را بود شانے تمام — کے بهر فردے پذیرد انقسام

جوهر کل بر نتابد تثنیه — در محمد ره نیابد تثنیه

تا نه ورزی اندر امکان ریو و رنگ — حیز امکان بود بر مثل تنگ

میم امکان اندر احمد منزوی است — چون ز امکان بگذری دانی که کیست

صانع عالم چنین کرد اختیار — کش بعالم مثل نبود زینهار

وین نه عجز است اختیار است اے فقیه — خواجه بے همتا بود لا ریب فیه

هر کرا با سایه بنهد خدا — هیچ اولی نقش کے بندد خدا

همچو مهر منیرش چون بود — سایه چون نبود نظیرش چون بود

منفرد اندر کمالِ ذاتی است — لاجرم مثلش کمال ذاتیت

زین عقیدت برنگردم والسلام — نامه را درمی نوردم والسلام

تحریر تاریخ ۴ جمادی الثانی ۱۲۷۳ھ

اس خط کا جواب حسب ارشاد سلطان العلما جناب مفتی صاحب نے حسب ذیل تحریر فرمایا۔

بعد اهدائے سلام بالاکرام که طغرائے دیباچه کلام وطوبائے دار السلام اسلام است

مشہود خاطر عاطر باد صحیفہ مرسلہ مشتمل بر مسئلہ و متضمن اشعار آبدار کہ مرسلہ بند اجیاد اذہان و افکار و رونق شکن بازار لآلی شاہوار بود رسید۔ الحق کہ داد سخن دادہ اند و نافہ مشک ختن کشادہ سلاست مبانی بلطائف معانی باہم آمیختہ و مباحث علمیہ بمضامین شعریہ در یک قالب ریختہ در علم و شعر و سخن و نظم و انتظام تمام کہ از قدیم الایام معلوم بود الحال توغل و مداخلت در معقول و منقول زیادہ باعث سرور شد و نور علی نور لکن این مسئلہ از علم کلام است و خوض درین فن بر غیر خواص حرام و اقتحام در شبہات مظنہ اشتباہ و غلط است و از چیزے کہ شارع مقدس بآن تکلیف ندادہ سکوت احوط بہر حال بالاجمال اعتقاد باید کرد کہ قدرت الٰہیہ وسیع است و بر جمیع ممکنات و مقدورات و ایجاد مثل جناب رسالتمآب فی نفسہ ممتنع ذاتی نیست اگرچہ باعتبار خصایص عرضیہ مثل افضلیت و اولیت و خاتمیت و اکملیت کہ نظر بآیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و حدیث اول ما خلق اللہ نوری و احادیث کثیرہ دیگر مقرون بالیقین است بلکہ از جملہ ضروریات دین ایجاد مثل و مانند آن جناب بمنزلہ ممتنع میباشد و لکن تقدس و تنزہ ذاتی از شریک مختص بجناب احدیت است نہ از صفات بشریت و لہذا در حق خود میفرماید و لم یکن لہ کفوا احد و بجناب رسالتمآب خطاب فرمودہ کہ قل انما انا بشر مثلکم لکاتبہ ذوات ممکنہ را لاف سرمدی نرسد ؎ بعز و شان خدائے کس از خودی نرسد ؎ ہر زیادت لفظ از زیادت معنی است بقدرت احدی قدر احمدی نرسد غالب مفاد نظم غالب ہمین مطالب است والسلام خیر ختام۔

مثنوی خطاب فاصل مین چند اشعار ہین جسمین غالب مرحوم کا ذکر ہے وہ یہان درج کیا جاتا ہے

حالیا دیگرے ز قوم ذلیل — ز نوشت است بر کلام خلیل

گرچہ روے سخن بغالب بود — لازمش دفع آن ثالب بود

لیک غالب صلاح خویش ندید	در تسنن فلاح خویش ندید
زانکہ بوداست او زاہلِ کمال	نہ ز نصاب بود و نے ارذال
او نہ بالطبع مرد جہلی بود	تابع حکمِ شاہِ دہلی بود
نامۂ اولین کہ او گفتہ	نیست آنہم یقین کہ او گفتہ
بطریقش کلام می ماند	راز پوشیدہ را خدا داند
ظاہرا بودہ است اصل سخن	یا ز نوشاہ یا ز شاہ کہن

جناب مفتی صاحب اور مولانا سید نجم الحسن صاحب

مفتی صاحب کے اصحاب صحبت اور تلامذہ مین جناب مولانا کا پایہ بہت بلند ہے اسلئے مین نے علامہ ممدوح کی خدمت بابرکت مین عرض کیا کہ آپ اپنے واقعات کو خود قلمبند فرمادین تاکہ اس باب کی تکمیل ہوجائے۔ منت پذیر ہون کہ حضرت استاذ علامہ نے اپنے گرامی اوقات خاطر عزیز سے صرف فرماکر ذیل کے حالات عنایت کیے جسکو مین تبرکاً اس کتاب مین بجنسہ درج کرتا ہون۔ (عزیز)

میری ابتدائی تعلیم جناب مولانا سید تفضل حسین صاحب قبلہ متوطن سنبھل سے متعلق تھی جو ایک مقدس عالم تھے چونکہ وہ سرکاری مدرسہ مین صیغۂ عربی کی تعلیم کے لیے مراد آباد سے کانپور تبدیل ہوگئے اسلیئے مجھے بھی میرے والد ماجد نے کانپور بھیجدیا۔ جناب مولانا کی ہمراہی مین اکثر مین بھی بمقام گوال ٹولی جناب مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین شرفیاب ہوا کرتا تھا جناب ممدوح میرے حال پر نہایت شفیق تھے اور مجھے دیکھکر بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ میرے والد ماجد سے اور جناب ممدوح سے جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب امروہوی کے

کے توسط سے باتین ہوئین اور میری شادی جناب مفتی صاحب کے یہان قرار پاگئی۔ ماہ رجب کی ستائیسوین شب یعنی لیلۃ المبعث ۱۲۹۵ھ مقام لکھنؤ عقد ہوا اُسوقت میرا سن سولہ سال کا تھا۔

رجب ۱۲۹۵ھ ہجری سے رجب ۱۳۰۶ھ ہجری تک قریب قریب تمام اوقات میرے جناب مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین گذرے اور مجھے اکتساب برکات کا عمدہ موقع ملا۔ جناب کے مراحم والطاف جو میرے حال پر مبذول ہوے وہ کسی طرح تحریر مین نہین آسکتے مین کہہ سکتا ہون کہ کچھ عرصہ کے بعد اپنی صلبی اولاد سے بھی میرے ساتھ زیادہ محبت فرماتے تھے۔ اور قلب مبارک مین میری جگہ اس قدر تھی کہ شاید کسیکے ساتھ وہ حالت نہ تھی ہمیشہ خیال رکھتے تھے کہ کوئی بات میرے خلاف مزاج نہونے پائے بنفس نفیس میری تعلیم مین توجہ فرماتے تھے۔ مین نے معانی بیان اور فقہ واصول اور ادب مین خاص طور پر جناب سے استفادہ کیا اور جناب کے اکثر مصنفات پڑھے کتبخانہ مطالعہ کتب کیلئے موجود تھا ہر وقت مجھے اجازت تھی۔ اور میرے اوقات صبح سے نصف شب تک انھین اشغال مین صرف ہوتے تھے۔

جب مین حاضر خدمت ہوا اُس وقت تک درس نظامی کے معقولات تمام نہوے تھے مین نے چاہا کہ درس مذکور کو تمام کرون لیکن جناب نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ مین نے خوب غور کرلیا ہے جس قدر استعداد فقہ واصول وغیرہ کے لئے لازم ہے وہ باحسن عنوان موجود ہے اب زیادہ ضرورت نہین ہے۔ جناب نے یہ بھی گوارا نہین فرمایا کہ مین سواے اُنکی ذات بابرکات کے کسی دوسرے سے تلمذ اختیار کرون۔ مین نے جناب مولانا سید علی نقی صاحب فخر المدرسین یا جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ عرف جناب ابو صاحب سے جو کچھ حاصل کیا وہ جناب مرحوم سے مخفی یا اُنکی وفات کے بعد کیا مگر خود اُنکے افادات وہدایات کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا اور بکمال شفقت مختلف علوم وفنون کے مفید مطالب ورموز تعلیم فرماتے رہتے تھے۔ یہانتک

ایک زمانہ مین جناب کے صفات کمالیہ کی تاثیر نے یہ نتیجہ دکھایا کہ مجھ سے نالائق کو کون نے جناب مفتی صاحب قبلہ کے کمالات کا ایک پرتو سمجھ لیا۔

ایک یہ بھی طریقہ تعلیم تھا کہ اپنے تالیفات نظم و نثر مین جو کچھ افادہ فرماتے تھے اکثر مجھ سے لکھواتے تھے۔ چنانچہ مثنوی اجناس الجناس ملقب بہ مرصع کی تصنیف لکھتے لکھتے میری طبیعت پر یہ اثر ہوا کہ مین نے خود بھی اسی صنعت اور اسی بحر مین اشعار کہے۔

سب سے زیادہ فائدہ جس تصنیف سے مجھے حاصل ہوا وہ شریعت غرا ہے جو کہ فقہ مین ایک نہایت اعلےٰ درجہ کی استدلالی کتاب ہے اور سجع کا بھی اسمین التزام ہے اور لطف عبارت بھی ایسا ہے جو کہ ادب کی کتابون مین ہوتا ہے۔ چند سال کے بعد کلکتہ کے قیام مین تصنیف ندکو کا اہتمام میرے متعلق کر کے اس خدمت سے میری عزت افزائی فرمائی۔ میرا معمول یہ تھا کہ جو مسئلہ درپیش ہوتا تھا ایک دن پیشتر کتب فقہیہ مین مثل شرح لمعہ و مسالک و مدارک و مستند و مبسوط و جواہر الکلام و برہان قاطع و ریاض و سرائر و جوامع الفقہ وغیرہ کے تلاش کر کے عبارتون کے مطالب پیش نظر کر لیتا تھا۔ دوسرے روز جب بغرض تصنیف تشریف فرما ہوتے تھے ہر کتاب کا مطلب علحدہ علحدہ عرض کر دیتا تھا کہ فلان نے اس طرح لکھا ہے اور فلان نے اس عنوان پر تحریر کیا ہے اسکے بعد جو کچھ خود وہ جناب افادہ فرماتے تھے اس عبارت کو لکھتا تھا اور نظر ثانی کے بعد صاف کر دیا کرتا تھا۔ اس صورت مین جناب کی زحمت مین بہت کمی ہو جاتی ہے اور میری استعداد اور وسعت نظر بڑھتی تھی۔ بعض مسائل مین کچھ عرض کرنیکی بھی نوبت آتی تھی مین اپنے شبہات پیش کیا کرتا تھا اور جناب مرحوم اپنے الطاف بزرگانہ سے سنکر جواب دیا کرتے تھے اور بالآخر میری تسکین کر دیتے تھے جب تک لکھنؤ مین قیام رہتا تھا تو مین بھی وہین حاضر رہتا تھا اور جب کانپور تشریف لیجاتے تھے مین بھی ہمراہ ہوتا تھا۔ جمادی الثانیہ ۱۲۹۶ھ مین جب امروہہ تشریف لیگئے وہان بھی مین

ہمراہ تھا بلکہ امروہہ کا سفر ہی میری عرض کرنیسے اختیار کیا تھا۔ جیسا کہ باب الاسفار مین واضح ہوا

غالباً ۱۲۹۷ھ یا ۱۲۹۸ھ مین جناب نواب اعظم علی خان صاحب نے جناب کو مرشد آباد بلایا تھا آپ منظور نہ فرماتے تھے جب اصرار بلیغ ہوا اور بعض حضرات لینے کے واسطے آئے منظور فرمایا اور تشریف لیگئے۔ اس سفر مین بھی مجھے ہمراہ لیا تھا۔ اتفاقاً وہان پہونچکر مین بیمار ہو گیا چار پانچ دن ٹھہر کے لکھنؤ واپس چلا آیا۔ اس سفر مین جناب مفتی صاحب سے فریب دہی کیجاتی تھی دھوکا دیکے خلاف حکم شریعت لکھوانا چاہتے تھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۱۲۹۸ھ ہجری مین واجد علی شاہ مرحوم نے جب کلکتہ سے طلب فرمایا اور آپ تشریف لیگئے تو مین ہمراہ نہ تھا لیکن کچھ عرصہ کے بعد مجھے طلب کر لیا۔ پانچ چھہ برس تک برابر اس ذریعہ سے کلکتہ کی آمد و رفت رہی۔ کچھ زمانہ تک جناب کا قیام صاحب عالم مرزا جہانقدر کی کوٹھی پر جو کنار دریا پشتہ پر واقع ہے رہا اور مین بھی پشتہ کی طرف رہتا تھا جہان ہر وقت بھاگارتی کا جذر و مد اور کشتیون اور جہازون کی آمد و رفت پیش نظر رہتی تھی۔ جب بادشاہ نے ایک خاص محلسرا جناب کے قیام کے لئے مخصوص فرما دی تو مین بھی وہین چلا آیا۔

کلکتہ مین مجھے تعلیمی سلسلہ کے قائم کرنیکا بھی کچھ زمانہ ملگیا۔ جناب مفتی صاحب کیخدمت مین بمقام کلکتہ اگر تدریس کا سلسلہ تھا تو صرف میرے لیے تھا یا صاحب عالم مرزا جہان قدر کسیقدر مستفید ہوتے تھے۔

درحقیقت وہ زمانہ جناب کی پیرانہ سالی اور ضعف و اضمحلال کے سبب سے تعلیم دینے کا نہ تھا لیکن میرے حال پر خاص عنایت تھی جو قبول فرما لیا تھا۔ اور مین نے بھی اس خیال سے کہ اب جناب کا دماغ اس بار کا متحمل نہین ہے یہ بنا کی تھی کہ کتاب کی عبارت پڑھتا تھا ترجمہ نہ کرتا تھا۔ اور مطلب بھی دریافت نہ کرتا تھا بلکہ خود ہی مطلب بیان کرتا تھا اور عرض کر دیتا تھا کہ

آپ صرف سماعت فرمالیا کرین۔ اگر میرا بیان صحیح ہو تو اشارہ سے فرما دین اور اگر غلط ہو تو مجھے ٹوک دین تاکہ مین غور کرکے پھر بیان کرون چنانچہ اسی عنوان پر شرح لمعہ کی ایک معتدبہ مقدار روزانہ پڑھتا تھا اور اکثر ابواب مین نے باسانی پڑھ لیے اور جناب پر بار نہوا مطالعہ اور درس کے علاوہ جو وقت ملتا تھا وہ شریعت غرا کی خدمت مین صرف کرتا تھا جو بجائے خود نہایت عظیم الشان کام تھا۔

ایک دن جناب نے اجتماع حمل وحیض کا مسئلہ تحریر فرمایا اور مجھی سے لکھوایا۔ جب مین اُس مسودہ کو صاف کرنے لگا تو مجھے معلوم ہوا کہ عبارت مطلب کے خلاف پر دلالت کررہی ہے بہت غور کیا سمجھ مین نہ آیا آخر کار تبییض کو معطل کرکے حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ اسکا مطلب میری سمجھ مین نہین آیا فرمایا پڑھو مین نے پڑھا فرمایا صحیح تو معلوم ہوتا ہے ارشاد کے بعد مین نے عرض کیا کہ مجھے تو مطلب اُلٹا معلوم ہوتا ہے اور تفصیلی طور پر عرض کردیا سنکر فرمایا کہ سچ تو کہتے ہو مطلب اُلٹا ہو گیا غرض کہ عبارت کو درست فرمایا اور صاف کردیا۔ اسکے بعد مجھ سے فرمایا کہ اسی لیے مین نے تم سے کہدیا ہے کہ اچھی طرح دیکھ لیا کرو۔ مین نے عرض کیا کہ میری کیا حقیقت ہے اور کیا مجال ہے فرمایا نہین انسان سے ہر وقت فروگذاشت ممکن ہے اور کسی غیر کی نظر پڑنے سے بہتر یہی ہے کہ گھر ہی مین نظر کرلیجائے علمائے حقیقی کی شان ہوتی ہے

اُسی زمانہ مین آقا شیخ محمد آل کاشف الغطا جناب کی ملاقات کیلئے تشریف لائے جسکا قصہ سوانحعمری باب عیب پوشی مین درج کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جناب اُن کی ملاقات کیلئے کلکتہ تشریف لیگئے۔ اُس وقت مین بھی ہمراہ رکاب تھا فرمایا کہ شریعت غرا بھی ساتھ لیلو بعض مقامات اُنھین دکھا ئینگے۔ مین نے کتاب ساتھ لیلی وہان پہونچکر جناب نے ارادہ کیا کہ کوئی مقام خود پڑھ کر سنائین مین نے کتاب لیلی اور عرض کیا کہ مجھے دیدیجیے۔ چنانچہ

ایک مقام مین نے پڑھ کر سُنایا وہ مسئلہ باب الوضو کا تھا جسکا عنوان یہ تھا کہ من شک فی افعالہ وھو حالہ مین پڑھتا جاتا تھا اور شیخ مدح کرتے جاتے تھے۔ لیکن الفاظ مدح مجھے پسند نہ آتے تھے مثلاً یہ کہتے "احسنت"، یا "طیب"، یا "ذین" وغیرہ اسکی جگہ وہ فرماتے تھے صحیح ۔ علی القاعدہ ۔ غرضنکہ جب وہ مقام آیا جہان صاحب جواہر سے بحث تھی وہان شیخ کا رنگ دوسرا ہوگیا اور صاحب جواہر کے ہم آواز ہوگئے اور مباحثہ شروع کردیا۔ جناب نے چاہا کہ انھین جواب دین مگر مین نے روکا کہ آپ مجھپر چھوڑ دیجئے جب مین عاجز ہوجاؤن اور جواب دے سکون اُس وقت آپ جواب دیجئے گا۔ عربی زبان مین گفتگو تھی مجھے چونکہ عربی بولنے مین مشق زیادہ نہ تھی جس مقام پر الجھتا تھا فارسی مین کلام کرتا تھا اور شیخ کی تو زبان تھی اور وہ خود فصیح اللسان بھی تھے۔ قریب ایک گھنٹہ کے بحث کو طول ہوا آخرکار شیخ کو غصہ آگیا چہرہ سُرخ ہوگیا مین نے کہا کہ یہ علمی مباحث ہین معقول جواب دیجئے غصہ سے کیا تعلق ہے آخرکار سکوت کیا اور اُسدن سے میرے ساتھ ایک خاص محبت کا اظہار کرتے تھے اور غائبانہ مدح کیا کرتے تھے یہانتک کہ ایک دن کلکتہ مین سر منبر موعظہ مین میری تعریف کی ۔

واقعہ خطاب ایک مرتبہ بادشاہ سے اجازت لیکر جناب کلکتہ سے لکھنؤ تشریف لاتے تھے راہ مین بمقام پٹنہ اخوی جناب وزیر صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ مین اُسوقت کمرہ سے مسجد مین غالباً گیا ہوا تھا کہ جناب نے مجھے یاد کیا اور باین الفاظ مجھے پکارا کہ نجم العلما کہان ہین؟ مسجد چونکہ دور نہ تھی مطلع ہوکر مین حاضر ہوگیا۔ اُسوقت کسی نے عرض کیا کہ کیا واجد علی شاہ نے انھین یہ خطاب دیا ہے۔ یہ کلمہ جناب کو بہت ناگوار ہوا اور ارشاد فرمایا کہ علمی خطاب بادشاہ کیا دین گے یہ خطاب ہم نے دیا ہے۔ میرے لیے جناب کی یہ عزت افزائی دائمی افتخار کے لئے کافی ہے۔

تحریر مسائل اسکے بعد بدستور سابق مسائل کا جواب لکھنا اور روانہ کرنا اور تالیف و تصنیف کا اہتمام کرنا سب کی بجاآوری کرتا تھا۔ جو مسائل بلاد مختلفہ سے بکثرت آتے تھے اور ہر قسم کے ہوتے تھے اُن سب کا جواب مین لکھتا تھا اور جناب مرحوم کو اسقدر میرے حالات کا اطمینان ہوگیا تھا اور اُنکی نظر مین فقہی اور کلامی اور دیگر علوم کے متعلق میری استعداد اسقدر راسخ ہوگئی تھی کہ بعض مسائل کے جوابات تو سن لیا کرتے تھے اور بعض پر صرف میرے اعتماد پر مہر کر کے روانہ کردینے کا حکم دیدیا کرتے تھے اور یہ اعتماد اسقدر وثوق کی حد کو پہونچ گیا تھا کہ جس زمانہ مین جناب کی خدمت سے رخصت ہوکر میرا قیام امروہہ مین ہوا تھا جو میرا مولد و موطن ہے تو جناب مرحوم مسائل وارده جمع کر کے بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیجدیتے تھے اور جب مین جواب روانہ کرتا تھا اپنی مہر ثبت فرماکر روانہ کردیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض صحائف جو جناب مرحوم نے لکھے تھے اُنسے یہ امر واضح ہے۔

صحیفۂ شریفہ نجم طالع افق سعادت نیر لامع فلک سعادت شجرۃ المراد ثمرۃ الفواد وقاہ اللہ شر کل رائح اوغاد دیما الادانی والاوغاد بعد دعاے طول زندگانی وحصول کامرانی و دوام شادمانی و ترقی مدارج ایمانی واضح باد تحف صحف کہ ہر یکے از نمکدان خوان بیان و از حلاوت شیرہ جان بود سیما منمقہ یاز دہم ماہ رمضان کہ براے آذان اذہان کان گہرہاے درخشان و دوکان مروارید رخشان بود پے در پے چون قطرات باران در اوقات میامین رسید و کاشف مضامین گردید۔ تالیف و تصنیف درین ماہ شریف موقوف الآتحشی کاپی و بروف شکراً اللہ الرؤف وله المحامد البالغہ الی الالوف کہ وطن مالوف از ہبوب بادہاے تند و فور باران و تگرگ کہ جانوران را مبتلاے مرگ و درختان را بے ساز و برگ ساخت محفوظ ماند شاحذین ساعدے۔ در کارہاے ما صرف می کنید اگر یک ساعت از ساعات۔ باہم درین ماہ مبارک بکار شما آمد

خوب شد روزہ رانگاہ داشتیم و در امساک وافطار بنا بر احتیاط گذاشتیم قد انقضی شہر الصوم لا تثریب علیکم الیوم جواب خطوط سابقہ و ماسخہ لاحقہ بزنگارید و بخدمت الداعی سلام باکرام عرض دارید۔ ۱۳۰۵ھ

بعض عبارات از صحیفہ دیگر بیست روپیہ از وجہ زکوٰۃ غیر سید است شما درباره چند اشخاص سفارش کردہ بودید حالا این روپیہ را بغیر سادت باید داد اعم از ینکہ ہمین اشخاص باشند یا دیگران یا مختلف و ملفق وکیفما اتفق فمن المعلوم انک لا تدفعہ الا الی من استحقہ

ذی القعدہ ۱۳۰۵ھ

عبارت صحیفہ دیگر نقل دو مسئلہ ارسال داشتم جوابش بتامل و تانی فہمیدہ نوشتہ بفرستید ۱۴ ماہ صیام ۱۳۰۵ھ

اتفاق ایک دن جناب مرحوم محلسرا کے بیرونی کمرہ مین تشریف فرما تھے اور جناب مولوی سید محمد محسن صاحب جنھین بادشاہ کیطرف سے اکلیل العلما کا خطاب ملا تھا بیٹھے ہوے تھے جناب فرمارہے تھے کہ جناب سلطان العلما کے زمانہ مین ایک حدیث فضلا وقت مین غور طلب ہوگئی تھی اور کسی سے اسکا مطلب حل نہوتا تھا لیکن جناب سلطان العلما نے اُسے حل کر دیا اور نہایت عمدہ طور پر حل کر دیا اُس حدیث کے الفاظ بھی ذکر فرمائے لا تسبوا فلا نھم یسبوا علیکم اسمین بظاہر خرابی یہ تھی کہ فلا نھم کی فا بیموقع معلوم ہوتی ہے اور سب کا تعدیہ علی سے ثابت نہین۔ مین اُسوقت حاضر تھا مین نے عرض کیا کہ اسکا مطلب میری سمجھ مین آگیا ہے درحقیقت اُسوقت یہ میری جسارت تھی۔ اسلئے کہ جناب علو شان اور جلالت مرتبت کا اظہار فرمارہے تھے۔ مجھے سکوت لازم تھا لیکن ابتداے شباب مین کچھ زیادہ خیال ان امور کا نہین رہتا میرا کلام جناب کو ناگوار ہوا اور میری مداخلت

بمع قع ہوئی فرمایا کہ تم کیا سمجھ گئے بیان کرو۔ میری دوسری عبارت یہ تھی کہ مین نے مطلب اور حل بیان نہ کیا اور یہ خیال ہوا کہ مولوی محسن صاحب موجود ہین اس طرح بیان کرنا چاہیئے جو انکی سمجھ مین نہ آئے مین نے عرض کیا کہ جس طرح آپ پڑھتے ہین سطح نہ پڑھیئے جناب نے خیال فرما لیا کہ اسکا ذہن پہنچ گیا ہے فرمایا کہ تم نے کہین دیکھ لیا ہوگا مین نے عرض کیا کہ مین نے کہین نہین دیکھا سکوت فرمایا دوسرے وقت مین نے تفصیلا عرض کردیا کہ میری سمجھ مین یہ آیا ہے تسبوا فلا نفسو یسبوا علیکم تم انکے فلان شخص کو برا نہ کہو اسلئے کہ وہ تمہارے علی کو برا کہینگے۔ جناب بہت خوش ہوے اور تحسین و آفرین فرمائی۔

اگرچہ جناب مرحوم کا تمام تحریری کاروبار میرے متعلق رہتا تھا اور مسائل کے جوابات لکھنا اور تصنیف و تالیف کا انتظام میرے ہی متعلق تھا لیکن جناب مرحوم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ تعلقات باضابطہ بادشاہ کیطرف سے ہوجائین ارشاد فرمایا کہ تم ایک عرضداشت صنعت غیر منقوط مین بادشاہ کے نام لکھو مین اپنی عرضداشت کے ساتھ بھیجدونگا۔ چنانچہ مین نے غیر منقوط عرضداشت لکھی۔ اور جناب نے بھی عرضداشت تحریر فرمائی دونون کی نقل درج کیجاتی ہے۔

وحدہ لا الہ الا ھو۔ ملک اہل اسلام مالک ممالک اکرام مصدر عدل و کرم ملاک و الاہم اعاد اللہ ملکہ المحدود علی لعہد المعہود + وادام اللہ + سموہ وعلاہ۔

اول لکلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ الحمد للہ مصلح الاعمال + محصل الامال + المدرک الکارہ + کاسر حد المکارہ + الواحد الاحد الصمد الودود + واکمل لسلام علی رسولہ محمد المحمود + وصہرہ وولد عمہ الامام الھمام + والھداہ الکرام + علماء الحلال والحرام + ومصادر کل الاحکام + اعلام الھدی + وملاک الوری صعلوک ہمل عاطل + ومملوک ملک عادل + مولد دار سرکار + آمادہ ہر حکم و ہر کار + ہر گاہ دوحہ اہل دردل کار رد عالم الاسرار

مراد او را در مورد حصول و وصول در آرد + و ہم گردگار عالم ملک مارا محروس و مورد مراحم و مکارم دارد + وطول الکلام مورث للملال مودی للکلال + اصار اللہ و دود ملک الملوک محسودا مسعودا + وعدوہ مطرودا مردودا مجدودا ہ

سطور معراولوح و دوائر — سراسر ہمہ کار کلک محرر

عرضداشت جناب مرحوم

اعلیٰحضرت افضل الخواقین سید السلاطین معین السادہ والمومنین اعاذ اللہ سبحانہ ملکہ و سلطانہ بحاشیہ بوسان سریر سلطنت مصیر کامل الاستعداد صاحب الصلاح والسداد داماد من سید نجم الحسن حرسہ اللہ شرور الزمن در شعر و سخن و در ہر علم و فن و انشا پردازی و صنعت طرازی و خوشنویسی و فہم حدیث و کتاب و علم فرائض و حساب مداخلت دارد و مدتے پیش بتقریبے در حضور اعلیحضرت ذکرش آمدہ و ایمائے بر زبان حق ترجمان رفتہ بود الحال از مدتی درین دیار پیش خاکسار وارد و از مراحم سلطانی امیدوار میباشد و مسائل و رسائل کہ از اطراف و اکناف نزد این ہیچمدان میرسد تحریر جواب آنہمہ باو تعلق دارد۔ تحریرات او ہم مصحوب عرضداشت خود ارسال داشتہ ام از نظر انور اعلیحضرت خواہد گذشت واجب بود بعرض رسانید۔ الٰہی کوکبہ جہان پناہی و مرتبہ شاہنشاہی از ماہ تا بماہی برونق دولت خواہی باد بمحمد و آلہ الامجاد

داعی دولت ابد مدت سید محمد عباس عفی عنہ

۹ ربیع الثانی ۱۳۰۴ھ ہجری

عرضداشت مذکور جب خدمت شاہی مین پہونچی دور سے دیکھکر پہچان لیا کہ یہ کسکی خاص صنعت مین ہے منصرم الدولہ کے ہاتھ سے لیکر خود پڑھا اور بہت خوش ہوے اور حسب ذیل فوراً اسپر دستخط فرمائے اور وظیفہ جاری فرمایا۔

شرح دستخط خاص آرام مالک کلام مہمل و عاطل ہر دم در دل دارم۔

جناب مرحوم نے اسکے بعد مجھ سے ارشاد فرمایا کہ پہلی عرضداشت صنعت غیر منقوط مین گئی تھی اب چونکہ سلطان عالم نے اسکو سکہ بزر فرمایا اور وظیفہ وشہریہ کا حکم دیدیا لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکے شکریہ مین صنعت منقوط مین عرضداشت جائے اسے تحریر کرو حسب الحکم تین چار روز کی فکر کے بعد اور قبلہ وکعبہ کی اصلاح کے بعد یہ عرضداشت روانہ کی گئی۔

تخت نشین بزینت فیض بخش بے ضنت + بقی فی زیّ زین + جُنّب غین شین + ببنی بجی + بخشش زیب جشن ختن + زین جیش جین جبین بخش بے چین + ذی نغضش بقین خشب جبین + بیت بنیت نغزش شنف شغفتن + بجنت زشت شقی بپشش بخفتن غیضش تیغ تیز + قیضش نیز + غیث شفقت خیز + نخ بخ جنین بخشش بیش زیبش لضیف بے جیز + بغیض خبیثش بجنب شین خبیث خبی بے جنبش نقیضش بجب غین غیبت خفی بے بنیش۔

عرضداشت قبلہ وکعبہ | اعلی حضرت سید السلاطین افضل الخواقین معین السادۃ والمومنین اعلیحضرت ملکہ وسلطان دام اللہ

بحاشیہ بوسان سریر مملکت مصیر سید نجم الحسن زادا اللہ سعادہ + کہ بتحریر مسائل وجواب سائل مادہ + وحقیر اجازہ ہم بادو دادہ است + خیلے شکر گذار و دعا گوے دولت ابد قرار است والحق کہ انچہ از پیشگاہ شاہنشاہ بطریق ماہواری ازراہ پرورش شہریارے برایش مقرر وجاری گردیدہ شکریہ آن مثل شکر جناب باری + خالی از دشواری + نیست لہذا ازین بیدا ے ناپیدا کنار گذشتہ معترف بعجز خود گشتہ سر بسجدہ شکر گذاشتن ودست دعاے بے ریا بدرگاہ جناب کبریا برداشتن اولی است۔

آفتاب حشمت ابہت برآسمان رفعت وشوکت ازافق سلطنت تابان باد بمجد وآلہ الامجاد

سلطان عالم نے جو عبارت میری عرضداشت پر لکھی وہ بھی منقوط تھی جسکا حاصل یہ تھا کہ افسوس وہ زمانہ نہین ہے کہ مین اسکی قدر کرسکون اور جو احترام اسکے لائق ہے بجا لاسکون۔ وہ عبارت دستیاب نہین ہوئی۔

جناب کی طرف سے موعظہ کا حکم | ایک روز بمقام مٹیابرج نماز جمعہ پڑھانے کے لیے سبطین آباد تشریف لیگئے بعد نماز جب موعظہ کا وقت آیا تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم منبر پر جاؤ اور وعظ کہو اُسوقت تک مجھے کبھی وعظ بیان کرنے کا اتفاق نہ ہوا تھا اور پھر بھی اس طرح کہ جناب خود پائین منبر تشریف فرما ہون نہایت دشواری پیش آئی لیکن بمقتضاے امر واجب الامتثال منبر پر گیا اور توحید کے متعلق کچھ مطالب بیان کرکے موعظہ بیان کیا۔ میرے بیان سے جناب کو جسقدر مسرت ہوئی قابل ذکر نہین ہے۔

نماز جمعہ کا حکم | اسکے بعد جو جمعہ آیا اُسمین خود نہین تشریف لیگئے اور مجھے حکم دیا کہ آج تم جاؤ نماز جمعہ بھی پڑھاؤ اور وعظ بھی بیان کرو حسب ارشاد مین نے عمل کیا جس سے جناب کو بے انتہا مسرت ہوئی اور یہ قصد کیا کہ اس خوشی مین ایک جلسہ منعقد کرکے کلکتہ سے حضرات عجم اور مٹیا برج کو شریک کرین۔

ماہ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ مین اُس زمانہ کے مناسب ایک اجازہ بھی تحریر فرمایا اور نہم ربیع الاول کو اُسے اپنی مہر و دستخط سے مزین کیا۔ اُس زمانہ کے مناسب جو نصائح آخر اجازہ مین تحریر فرمائے تھے وہ میرے لئے ایک اخلاقی دستور العمل اور شرعی قانون اور سرمایہ برکت ہے اور اسمقام پر بغرض فائدہ عام وہ نصائح نقل کیے جاتے ہین۔

وحیث استوغطتنی فانول اولاً علیك بالتقوی + فانها الدرجۃ القصوی وثانیاً فکر فی معانی القرآن ونحاویہ + وشمر لاوامرہ ونواهیہ + فانہ شفاء لما فی الصدور ونور ای نور ظاهرہ انیق وباطنہ عمیق + وسرہ دقیق + وکلہ حقیق + بالتصدیق + فاجهد فیہ حق سعیك + ولا تفسرہ برایك + وثالثاً خض فی الاحادیث والاخبار + الماثورۃ عن السادۃ الاخیار + اذ الخیر کل الخیر فیها + فقف علی معاریضها ومطاویها + ورابعاً واظب علی

مدارسة الکتب الدرسیة + سیما المنطقیة والادبیة + والفنون العربیة + فان لها مدخل عظیم فی فهم الکتاب + وروایات الائمة الاطیاب + سلام الله علیهم مدی الاحقاب + وخامسا انظر فی کتب الاصول نظر التحقیق وتامل فیها بالتدقیق والتعمیق + وجد جهدك فی التفقه حتی تستوفی حقه + وسادسا اوصیك بما اوصانی به استادی العلامة فیما اجازلی فانه مشتمل علی فوائد کثیرة فخذها بیدا غیر قصیرة وانظر فیها بعین البصیرة + وسابعا ان احسن المواعظ وابلغها + وانور السرج والمصابیح وابزغها + کلام الامام الهمام + مولانا علی ابن ابی طالب ع

اسکے بعد حضرت کے فقرات قصار بترتیب حروف ہجا تحریر فرمائے ہین۔

کتبه اضعف الناس السید محمد عباس + صین عن البوس والباس +

اس تحریر مین جناب مرحوم نے چند امر ظاہر فرمائے ہین اول استعداد کی تصدیق۔ دوم استنباط کا حکم تفقہ کی تاکید سوم خصوصیات کا اظہار چہارم کتب منطقیہ کی تدریس کی ترغیب و مواظبت کی تاکید پنجم اپنے نصائح کے ساتھ جناب سید العلما کے اُن مواعظ کا اضافہ جو انھون نے بمقام اجازہ تحریر فرمائے ہین

جناب مفتی صاحب نے ایک مرتبہ مجھے ایک ضرورت سے کلکتہ سے پٹنہ بھیجا نواب لطف علیخان صاحب کے مکان پر میرا قیام تھا۔ ایک روز بادشاہ نواب صاحب جناب تاج العلما السید علی محمد صاحب قبلہ کی خدمت مین جارہے تھے مین نے کہا کہ مین بھی ہمراہ چلتا ہون اُسوقت تک مجھے تاج العلما سے ملاقات کا موقع نہ ملا تھا۔ جب پہونچا تو تعارف مرسوم کے بعد علمی حالات دریافت فرمائے اور نہایت محبت و شفقت سے توجہ فرمائی۔ مگر بظاہر کچھ یہ بھی خیال ہوا کہ میری علمی حالت کا اندازہ کرین۔ بادشاہ نواب صاحب سے فرمایا کہ ایک مسئلہ لکھیے میراث کا مسئلہ لکھوایا اور فرمایا کہ حل کیجیے جب انھون نے عمل فرائض شروع کیا تو مجھ سے فرمایا کہ ذرا آپ زحمت فرماکر لکھ دیجیے مین نے فوراً لکھ دیا فرمایا کہ دیکھنے کی ضرورت نہین عنوان تحریر سے ہی مجھپر ظاہر ہوگیا۔ اچھا اب ایک مسئلہ مین

بالخصوص آپ سے خطاب ہے کہ اگر کوئی شخص تین پوتے چھوڑے ایک پوتا ایک پسر سے اور دو پوتے دوسرے پسر سے تو تقسیم کس طرح ہوگی مین نے عرض کیا چار سہم پر تقسیم ہوگی دو سہم ایک پوتے کو ملینگے اور دو سہم اُن دونون کو دیے جائینگے فرمایا کہ دلیل کیا ہے مین نے عرض کیا کہ مجھے رؤس مسائل کی مشق ہے استدلالی طور پر نظر کی نوبت نہین آئی اور دلیل بھی ہوتی تو آپ کے سامنے کیا موقع تھا فرمایا نہین ضرور بیان کیجئے مین نے کہا کہ اچھا اتنی مہلت دیجئے کہ مین کتاب دیکھ لون فرمایا کہ کتابین موجود ہین ابھی دیکھ لیجئے۔ القصہ شرح لمعہ اور جواہر الکلام مین نے وہین دیکھین اور دلیل مسئلہ بیان کردی جناب تاج العلما نے فوراً اُسکا جواب دیدیا اس مسئلہ کو وہ بجاے خود استدلال و اقامت براہین کے ساتھ طے کر چکے تھے، اُنکی راے یہ تھی کہ تینون پوتون کو علی السویہ ملیگا۔ مین نے پھر ایک دلیل پیش کی اُسکا بھی جواب دیدیا اس بحث مین کئی گھنٹہ ہوگئے صحبت ختم ہوئی دوسرے روز پھر یہی بحث درپیش رہی تیسرے روز بھی بحث ختم نہوئی آخر کار جناب تاج العلما نے فرمایا کہ اچھا اب اسکا فیصلہ استادعلام کے سامنے ہوگا اور وہی اسمین حکم ہون گے مین نے جواب دیا کہ جو راے آپکی ہو بہتر ہے۔

اسی کے ساتھ بعض اُن مسائل کا بھی تذکرہ ہوا جو رسالہ طریق جعفری مین درج تھے اور انمین کچھ مسامحہ ہوگیا تھا۔ جناب تاج العلما نے علم وورع کے آثار ظاہر فرمائے اور بکمال انصاف بعض عبارتین قلم زد کردین اور بعض بدل دین اور بعض کا جواب دیدیا۔ جب مین کلکتہ واپس گیا تو تمام واقعہ جناب کی خدمت مین عرض کردیا جناب کی راے میرے موافق ہوئی۔ ارشاد فرمایا کہ تمام مطالب و مباحث قلمبند کرلو اور باقاعدہ لکھو۔ مین نے موافق ارشاد عمل کیا چنانچہ ایک رسالہ ہوگیا جسپر جناب نے اصلاح بھی فرمائی۔ اسی اثنا مین ایک رسالہ جناب تاج العلما کا جو جناب مولوی سید علی حسین صاحب نگی پوری کے نام سے تھا جناب کی خدمت مین پہونچا۔

جناب نے ملاحظہ فرمانے کے بعد اُس سے اختلاف کیا۔ اسی اثنا مین وہ رسالہ چھپ کر آگیا۔ یہ رائے قرار پائی کہ اِن دونون رسالون کو کربلاے معلے جناب شیخ زین العابدین مازندرانی کی خدمت مین بھیجدیا جائے۔ چنانچہ ایک خط تحریر فرمایا اور دونون رسالے روانہ کردیے۔ سُنا گیا کہ جناب شیخ نے میرے رسالہ پر اجازہ تحریر فرمایا اور وہان سے کسی ذریعہ سے روانہ کیا لیکن اجازہ وصول نہین ہوا اور کہین تلف ہوگیا۔ میرے رسالہ کا نام خود جناب مرحوم نے مورث النشاط فی ارث الاحفاد والاسباط رکھا تھا۔ ایک موقع پر جناب تاج العلمانے بھی یہ رسالہ ملاحظہ فرمایا اور مجھ سے فرمایا تھا کہ آپ اگر کہین تو مین اجازہ لکھدون مین نے عرض کیا کہ جناب استاد علام کی توثیق کافی ہے۔ (اِس رسالہ کے متعلق جو کچھ مجھ سے ارشاد ہوا تھا استنباط مسائل کے لئے ایک علمی اجازہ تھا۔

جو خط جناب شیخ کے نام لکھا تھا اُسمین یہ عبارت بھی داخل تھی۔

"دیگر از سوانح وقت یک مسئلہ در باب ارث درمیان اہل علم کہ ہر یکے از تلامذہ فقیر میباشند مطارحہ شدہ وبنا بر تشحیذ اذہان ہر یکے از ایشان رسالہ نوشتہ احدہم بعض المترددین الی صاحب الفطنۃ والذکاء ولد سلطان العلماء السید المجد السید علی محمد وقد وصل قبل ذلک الی کربلا وربما تشرف برویتک ولعل بیدہ شریف اجازتک وثانیہم السید الاید الذکی الزکی الالمعی اللمعی الموتمن ولدی السید نجم الحسن وقد نظرت فیما کتب الاول ونمقت فی آخرہا ماناسب الوقت والحال ونبہت صاحبہا ان المسئلۃ لاتخ عن اشکال۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرًا حتی حقق اللہ رجاے علی ید ولدی المذکور اسمہ فکتب رسالہ شریفہ فی عبارۃ لطیفہ وہا تان الرسالتان متصلان الی جنابک و تتشرفان باعتابک فانظر فیہما بانعام النظر ومیز بینہما بطبعک النقاد وذہنک الوقاد واکتب علی الاخیرۃ ما بدالک کثر اللہ امثالک والسلام

ایک شخص کا بیان جناب کے پاس جو مسائل و خطوط آتے تھے اُنکا جواب لکھنا بھی چونکہ میرے ہی متعلق تھا جس طرح بیان ہو چکا میری غیبت مین اکثر احیان تصنیف کا کام معطل ہوجاتا تھا اور جو رسائل اصلاح کے لئے آتے تھے وہ بھی معطل ہوجاتے تھے چنانچہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ مین نے ایک رسالہ بمقام کلکتہ بغرض اصلاح بھیجا تھا جواب یہ آیا کہ فلان شخص چونکہ نہین ہے لہذا اصلاح ابھی نہین ہوسکتی۔ مجھے نہایت حیرت تھی کہ یہ کون شخص ہے کہ مفتی صاحب قبلہ کے یہان اصلاح رسالہ کا کام بغیر اُنکے معطل ہے اب معلوم ہوا کہ اُس سے مراد آپ ہی تھے۔

ولادت سیّد محمد ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ ہجری کی چوبیسوین تاریخ روز عید مبا ہلہ تھا کہ خداوند عالم نے مجھے فرزند نرینہ عطا فرمایا چونکہ تین لڑکیون کی ولادت کے بعد یہ ولادت ہوئی تھی جناب کو بیحد خوشی ہوئی اور قطعہ تاریخ نظم کر کے جناب نے والد ماجد کو یہ خط تحریر فرمایا۔

جناب مفتی صاحب کا خط گرامی منزلت والا مرتبت مصدر لطف و محبت زاد مجدہ۔ بعد اہداے سلام با اکرام تہنیت التیام بہجت انضمام ملتمس آنکہ شقہ رنگین فرحت آگین کہ حرف حرفش از بادہ مسرت لبریز و سطر سطرش از آب حمت موج خیز بود و از لفافہ اش انشارت و بشارت مولود جدید پدید در ساعت سعید رسید چون واکردم شکر خدا ادا کردم اما از کثرت اشتغال و شدت ضعف و اضمحلال و تشتت و توزع بال فرصت نفس راست کردن نیافتم مع ہذا مصرعی چند بہم بافتم مثنوی

سید پاک کہ نجم الحسن است — نور عین و ثمر قلب من است
حق عطا کرد باو طفل جدید — طالعش باد ہمایون و سعید
شود از اہل کمال این فرزند — تا ہمہ خلق ازو فیض برند
ماہ ذی الحجہ بہ بیست و چارم — شد دو تا عید براے مردم
بلبل خامہ بتاریخش گفت — چہ گلے در چمن علم شگفت

۱۳۰۵ھ

وہمین مادہ را باین صورت درقطعہ میتوان آورد

سیدے پاک کہ نجم الحسن است	گوہر مدحت او نتوان سُفت
حق عطا کرد باو طفل جدید	شد دلم شاد چو این مژدہ شنفت
بست و چارم ز مہ ذی الحجہ	این دو تا عید شدہ باہم جُفت
حق برآورد چو پایان مُراد	شکر حق زان گل نو باید گفت
سال تاریخ ز کلکم گل کرد -	چہ گلے در چمن علم شگفت ۱۳۰۹ ۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۵ھ

[illegible] ۱۳۰۵ [illegible] ۱۲

محمد علی حسن کہ مشتمل بر اسمائے معصوم در اصل است و مشعر خلافت بلافصل معنوی و مطلوب باز روے استخارہ ہم خوب تسمیہ آن ظاہر ابہتر است و شوق ملاقات دوستان قدیم طفل جدید مقتضی حرکت سفر اما از موانع چند این نعمت کجا میسر و السلام خیر ختام

یہ قطعہ تاریخ بھی جناب نے ارشاد فرمایا تھا۔

چون نجم الحسن کہ در امسال	مثل شمس است درمیان نجوم
روز عید مباہلہ کہ بُود	شرف و قدر و فضل آن معلوم
حق عطا کردہ است طفل سعید	اسم او مخبر از سہ تا معصوم
سال تاریخ مولدش گفتم	نور گلستان ورع و علوم ۱۳۰۹ھ

قدردانی جناب کو میری عبارت نہایت پسند تھی اسلیے اکثر فرمائشین مجھی سے متعلق فرماتے تھے اور اسیطرح میرے خط کو بھی بہت پسند کرتے تھے اور اُنکے نزدیک مین اعلےٰ درجہ کا خوشنویس معلوم ہوتا تھا چنانچہ شریعت غرا باوجودیکہ خوشخط چھپی ہوئی تھی لیکن مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے قلم سے لکھدو چنانچہ ایک نسخہ خاص طور پر مجھ سے لکھوایا اور چونکہ مین نے محنت سے لکھا تھا اور

خوشنما تحریر تھی اُس سے بہت مسرور ہوتے تھے اور نہایت درجہ اُسکی قدر کرتے تھے۔ اُسپر عمدہ جدول بنوائی تھی جلد نہایت عمدہ طلاکار بنوائی تھی جلد پر ایک نازک کپڑا چڑھا ہوا تھا پھر عمدہ جزدان مین رکھی جاتی تھی اُسکے بعد بستہ مین باندھی جاتی تھی اور جب درس کا وقت ہوتا تھا تو اُسوقت خاص طور پر وہ کتاب منگائی جاتی تھی اور قرآن کی طرح رحل پر رکھی جاتی تھی اور جب کوئی شخص شریعت غرا کی عبارات رنگین اور مضامین خوش آئین کی مدح کرتا تھا تو میری خاطر سے فرماتے تھے کہ یہ دیکھیے کہ اِسکا خط کیا خوب ہے لکھی ہوئی کیا عمدہ ہے۔

وہ کتاب ابتک مصنفات کے ساتھ کتبخانہ مین موجود ہے۔

نصیحت ایک خاص نصیحت مجھسے فرمائی تھی جو مجھے ہمیشہ پیش نظر رہتی ہے فرمایا تھا کہ دیکھو جب کسی مطلب پر استدلال مقصود ہو اور کوئی مسئلہ زیر بحث ہو۔ تو کبھی دلیل کو مدعی کے تابع نہ کرنا بلکہ ہمیشہ مدعیٰ کو دلیل کا تابع رکھنا یعنی جو مدعا ہو اُسکی دلیلون مین نظر کرنا اور دلیل جس مقام پر پہونچا دے اُس مدعا کو حق سمجھنا یہ نہ کرنا کہ مدعا کو اول نصب العین کر لو اور اُسکے بعد استدلال کرو اِسلیے کہ اس صورت مین کبھی حق نہین ملسکتا جب پہلے سے مدعا مان لیا جاتا ہے تو اگر جبال راسیات بھی اُسکے خلاف مین آجائین انسان کچھ نہ کچھ اُنکے ہٹادینے مین زور لگائے گا اور راہ مستقیم سے دور ہوتا جائے گا۔ یہ نصیحت عجیب نصیحت ہے عاقل اِسکے فوائد پر نظر کرنے سے اسکی قدر کریگا اور اسے واجب العمل سمجھیگا۔

مکاتیب مین نے بکثرت خطوط جناب کیخدمت مین کم سنی اور ادب کی ابتدائی مشق کے زمانہ مین روانہ کیے جنکا مسودہ بھی موجود نہین صرف ایک خط جنابؐ کا نقل کرتا ہون اور اسیقدر کافی معلوم ہوتا ہے۔

صحیفہ جناب مفتی صاحب الی السید السعید + المتوقد الرشید + الکارع من حیاض العلوم

الراتع فی ریاض الحلوم + الغائب عن عینی + الحاضر لدی + کالروح التی بین جنبی + وقاه
الله من عین الکمال + وسقاه من عین الکمال + واثلج باله + واصلح حاله + وجعله من
الاماثل وممن لیس له مماثل ومن الزهاد والعباد + وان الله رؤف بالعباد + اما بعد فیا ایها
الفطن الزکی اللقن + السیّد نجم الحسن + صانک الله المحن والاحن + قد وصل الی
کتابک + ووضح لدی خطابک + ریالہ من رق منشور + هو اصفی من البلور + واشهی
من وجنات الحور + نطفقت ادور + بین المنظوم والمنثور + فوجدتهما کاللولوء المنثور
والنسرین والمنثور + لکنی عجبت من اقتراحک + وشدۃ الحاحک + ان اکتب الیک
کتابا + واحیر لک جوابا + عمّا ارسلت الی من الکتب والصحائف + التی هی من ابهی التحائف +
وقد علمت ما بی من الشیب والهزال + والضعف والاضمحلال + ووهن الاعضاء + وقلة الغذاء +
وتواتر الرسائل + وتکاثر المسائل + من جانب الاجانب + والاقارب + من المشارق والمغارب +
وقد زاد ضعفی علی ما رایت بعینک + بعد بعدک وبینک + اضعافا کثیرة + فی مدة یسیرة +
وانت عالم عارف + انی زبرت دفاترنی لزمن السالف + واودعتها کل تالد وطارف + وما بالیت
بالصوارف + وما ترکت فیها شیئا من المضامین + ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین +
وانا الان متاسف علی ما مضی + متمثل بما قاله الرضا سلام الله علیه مبلغ الرضا ؎

نعی نفسی الی نفسی المشیب ... وعند الشیب یتقظ اللبیب

لقد ولی لشباب الی مدالا ... وادعوه الی عسی یجیب

وهیهات الذی قد فات عنی ... تمنینی به النفس الکذوب

بل انی میتا + بعد ما کنت صیتا + قد نطقت بما اطقت + وما رجعت عما سمعت ذا الاحجی بک الاسترجاع
لا الاسترجاع + والاحری بالاحباب ان یرحمونی + لا ان یرجمونی + بالاقتراح والطعن

فی حالۃ الاغتراب ولظعن + واما کتاب لشریعۃ الغرا فمنذ وردت فی هذہ البلدۃ الظلماء الغبراء + ما نمقت منہ شطرا لاسطرا + لبعد الاوطان + وفقد الاعوان + وما دهانی واشجانی ان ما ارسلہ السیّد لطف علیخان + خان فیہ بعض الاخوان + فصک النقود مفقود + وقد کنت وضعتہ فی الصندوق + فاذا هو مسروق + وقد صارت نفسی مدینۃ + فی هذہ المدینۃ + وقاسینا فی هذہ القریۃ الظالم اهلها مضضا وکربا + فان الیقین فیهم ذبل وزوی والشک ربا + وکان السّموم تهب فیها مکان صبا + فصبر جمیل وقد لقینا من سفرنا هذا نصبا + ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا + فان مع العسر یسرا + ان مع العسر یسرا + سطرت هذا بیمنای + طلبا لرضاک وهو عین رضای + ولکن لحقتنی الصداع ودمعت عینای + وعلیک ان تقرأ عنی لسلام علی والدک الماجد والاصدقاء الاماجد + والمرجو منهم الدعا فی الخلوت + ومظان استجابۃ الدعوات + واعقاب لصلوات + بان یختم لی اللہ بالایمان + ویلحقنی بالسادۃ الولاۃ + علیهم افضل لصلوات + وانا اضعف الناس لسید محمد عباس جعلہ اللہ من الصابرین فی لسراء والضراء وحین الباس +

سنہ ۱۳۰۶ ہجری کے اوائل مین جناب کلکتہ سے لکھنؤ تشریف لائے مزاج نا درست تھا بیماری کو طول ہونے لگا علاج شروع ہوا مجھے کئی خط تحریر فرمائے کہ تم جلد آؤ مجھے تاخیر ہوئی - یہ صحیفہ روانہ فرمایا -

جناب کا صحیفہ نجم ساطع افق سیادت کوکب لامع فلک سعادت شجرۃ المراد ثمرۃ الفواد بلغہ اللہ الی مراتب الاجتہاد بعد دعاے طول زندگانی وحصول آمال وامانی واضح باد کہ روز شنبہ چہاردہم این ماہ در لکھنؤ بمنزل مقصود قدم نہادم دبر اولاد واطفال نظر کشادم واز دیدار احباب چشمے آب دادم ولکن بیمارم دعا را امیدوارم واز مولود جدید خبرے ندارم خلاصہ اینکہ ناخوشم

ورود ثمہا انتظار می کشم۔

اسکے بعد بھی مجھے تعجیل ممکن نہوئی اور آخر ماہ صفر مین یا شروع ربیع الاول مین متعلقین حاضر خدمت ہوا۔ دیکھا کہ جناب مرحوم بے حد انتظار مین تھے اور میری تاخیر نہایت ناگوار ہو رہی ہے جب میرا حاضر ہونا سُنا خوش و مسرور ہو گئے اور اسقدر خوش ہوئے گویا بیماری کم ہو گئی طبیعت بحال معلوم ہونے لگی۔ جب مین پہونچا جلدی مجھے اپنے پاس بلایا مین نے تسلیم کی باوجودیکہ بیمار تھے اور اُٹھنے مین زحمت ہوتی تھی لیٹے لیٹے مجھے سینہ سے لگایا بلکہ مجھے سینہ پر گرا لیا اور دیر تک سینہ سے لگائے رہے۔ بعد ازان تاخیر کی شکایت اور اپنا اشتیاق ارشاد کیا مین نے اعذار بیان کیے تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ اچھا جواہر الکلام تو لائیے مین کتاب لایا کوئی مسئلہ پیش نظر تھا اُسین کوئی مقام پڑھوایا اچھی طرح یاد نہین بہرحال معلوم ہوا کہ میری غیبت مین علمی مشاغل بند تھے اور زیادہ تر میرا انتظار اسی وجہ سے تھا۔ چنانچہ بقدر امکان میری حاضری کے بعد تصنیف و افادہ کا اشتغال رہتا تھا لیکن مرض بڑھتا جاتا تھا۔

آخر مین جناب مرحوم نے ایک وصیت نامہ تحریر فرمایا جس مین کچھ مضامین سابق کے تھے اور کچھ جدید اضافہ فرمائے تھے اور کتابون کے باب مین میرا نام بھی تولیت مین درج فرمایا تھا چنانچہ اخوی حاج سید حسن صاحب نے مسودات تصنیفات و تالیفات اور جو کتابین محفوظ کی گئی تھین میری سپرد کر دین اور وہ میرے پاس موجود ہین۔ علاوہ ان مخصوص کتابون کے باقی کتابین ورثہ نے تقسیم کر لین باوجودیکہ مین مانع تھا کہ یہ خلاف وصیت ہے لیکن مسموع نہوا بہت کتابین فروخت ہو گئین نیلام ہوئین مجھے اتنا تمکن نہ تھا کہ خرید کر لیتا جسقدر ممکن ہوا تحفظ کرتا تھا اور خریداری بھی کی۔

جناب مرحوم کو بڑی حسرت اس بات کی تھی کہ اُنکے مصنفات طبع نہین ہوئین مین نے اِس تمنّا کے پورا کرنے مین اور کتابون کے چھپوانے مین کوشش کی چنانچہ منار الاسلام جلد اول ایضاً جلد دوم مثنوی مرصع مثنوی شمع المجالس آب زلال جوہر منظوم سطور الانشا شعلہ جوالہ ید بیضا۔ دلیل قوی تعلیقہ انیقہ نصر المومنین چھپکر مومنین کے لیے فیض رسان ہین علاوہ اسکے ایک ضخیم مجلد جناب مفتی صاحب کی سوانحعمری جسکی تالیف کا شرف حبیب لبیب شاعر شیرین مقال حاوی صنوف کمال جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز سلمہ اللہ تعالےٰ کو حاصل ہے اور اُنھون نے بہت زحمت گوارا فرماکر میری فرمائش کو پورا کر دیا ہے چھپ رہی ہے

۲۵ رجب ۱۳۱۱ھ ہجری کو جناب مرحوم نے وفات پائی میرے لئے وہ وقت نہایت سخت تھا ایک شفیق باپ یا اُستاد یا عالم کی جدائی اور سب اقارب کی مخالفت لیکن مین بہرحال راضی برضاے خدا رہا۔

ماہ رمضان مین نواب جعفر حسین خان صاحب نہایت مصر ہوے اور دیگر حضرات بھی کوشان ہوئے اور لاڈو خانم کے امام باڑہ مین نماز و وعظ کی بنا ہوئی اچھا مجمع ہوتا تھا کبھی کبھی جناب مولانا سید علی نقی صاحب بھی تشریف لاتے تھے۔

اُسی زمانہ مین مین نے جناب مرحوم کو خواب مین دیکھا کہ مجھے طریقہ وعظ گوئی اور بعض مضامین تعلیم فرمارہے ہین۔ اس سے دل کو بہت اطمینان ہوگیا تھا تاریخ وفات جو مین نے لکھی تھی وہ اِس کتاب کے باب الوفاۃ مین ملاحظہ ہوگی۔

کئی سال کے بعد ایک مرتبہ مجھے کانپور جانے کا اتفاق ہوا اور اُس مکان پر نظر پڑی جہان جناب مفتی صاحب قبلہ قیام پذیر رہا کرتے تھے اور مین اس غرض سے گیا تھا کہ جناب مرحوم کے عیال کی حالت جناب نواب صاحب کے گوش گذار کرون اس موقع پر چند شعر نظم ہوگئے۔

سقيا لدهر حقق الآمالا　　وسقى لعطاش لدى الظماء زلالا

قد فزت فيه بظل رافة سيد　　فاق البرية حكمة وكمالا

ضرب القباب على سماك براعة　　وعلا فجر على السما اذيالا

كان البلاغة توامًا لكلامه　　وحكى انسجام نظامه السلسالا

ما خاب طالب حكمة من بابه　　وحبا وجاد ولم يرد سوالا

كيف الثناء وجل ساحة مجده　　فى مدحه من يستطيع مقالا

كنا بامن من زعازع دهرنا　　نرجو النعيم ولا نخاف وبالا

حتى انتضى الايام سيف عداوة　　ورمى بسهم يصمت الابطالا

فمضى وغاض الزاخرات لفقده　　ومغيبه قد ضعضع الاجبالا

خلع الردى منه رداء حياته　　وعياله قد زلزلوا زلزالا

لى اسوة بجنابه فاتيتكم　　اشكوا الكروب واذكر البلبالا

وكذالكم شغف به وبذكره　　لا زال مزن نوالكم هطالا

ياليت عتبتكم كسابق حالها　　تووى الضياع وتغمر الافضالا

هى عتبة تاتى اليها شرد　　حفت قديما هيبة وجلالا

وغدا ذراكم للبرية موئلا　　وموملا ومعولا وثمالا

كم مكمد نال المنى من عندكم　　وانا امل قد نلن ثم سجالا

لو كان ما قد كان قبل شخنتم
بندا اكم الاردان والاذيالا

باب التصانیف

مفتی صاحب کو تصنیف و تالیف سے ایک خاص ذوق تھا وہ ہمیشہ اپنے دریاے علم سے دوسرون کو سیراب کرتے تھے ہزارہا چشمے اُنکے فیوض سے جاری ہوتے تھے ہر کتاب بجائے خود ایک ایسا چشمہ ہے جس سے ہمیشہ تشنگان علم و معرفت سیراب ہونگے افسوس کہ یہ ذخیرہ ملک مین شایع نہو سکا صرف چند کتابین اُنکی یادگار مین جناب نجم العلما مدظلہ کی کوشش سے طبع ہوئین اس کتاب کے دوران تحریر مین نے اُن کے دست مبارک کی لکھی ہوئی بہت سی کتابین دیکھین منجملہ اُن کے چند کشکولین ہین جو انتہا سے زیادہ دلچسپ ہین اُنکو شوق تھا کہ کوئی واقعہ ہو لکھ لیا جائے تصنیفات کے مشغلہ کے واسطے انسان کو فراغت و اطمینان کی بڑی ضرورت ہوتی ہے لیکن جناب ممدوح نے بحد بے اطمینانی اور پریشان حالی مین یہ سب ذخیرہ فراہم کیا۔ اُن کی زندگی دنیوی حیثیت سے بہت معمولی طور پر بسر ہوئی اُن کی حیثیت اور ضرورت کے موافق کبھی اُن کے پاس دولت نہین ہوئی اکثر قرضدار رہتے تھے تصنیف مین اُنھون نے کسی سے مدد نہین لی جو کچھ کیا وہ سب اپنی استعداد اور ذکاوت کے بھروسہ پر اُنہین ایسا ذاتی ملکہ اور خداداد قوت تھی کہ کبھی کوئی مانع اور عائق سلسلہ تصانیف مین خلل انداز نہو سکا رات کو بستر پر لیٹے لیٹے چالیس چالیس پچاس پچاس شعر نظم کر لیا کرتے تھے صبحکو اُسی ترتیب سے سب اشعار لکھ لیتے تھے یا لکھوا دیتے تھے اور اسی طرح اکثر مضامین مشکلہ و مسایل معضلہ رات کی بیداری مین حل کرکے اور ترتیب وار ذہن نشین کرکے صبح کے وقت لکھوا دیا کرتے تھے ہمیشہ پریشانی کی حالت ہی مین اُن کے قلم سے اتنے سے مضامین عالیہ نکلے جسکی توقع ایک فارغ البال مصنف سے ہو سکتی اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ اگر زمانہ اُنکو اس کام کے

حسب دلخواہ فرصت دیتا تو وہ کیا کرتے جبقدر اُنھون نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اگر اُن کی زندگی پر تقسیم کیا جائے تو ہر روز ایک مقدار کثیر کتابت کی سلے گی ۔ اور اُنھون نے اپنی زندگی کے کسی دقیقہ کو بیکار ضایع نہین کیا کیسا شعر ہے ؎

نہ شگوفہ ام نہ برگم نہ ثمر نہ سایہ دارم	ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت

مفتی صاحب نے اس شعر کا مضمون پسند نہین کیا اسلیئے کہ صانع عالم کی ذات پر اسمین ایک صریحی الزام قائم کیا گیا ہے جس سے وہ منزہ ہے اسکے جواب مین ارشاد فرمایا ؎

چہ خوش است برگ و بارم چہ طرب فزا بہارم	سر نخلبند گردم کہ چہ خوب کشت مارا

ذیل مین اُن کی تصنیفات کی ایک مختصر فہرست درج کیجاتی ہے جس سے ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہین :۔

فہرست مصنفات

تفسیر

(۱) تفسیر سورۂ رحمن بزبان عربی ۔

(۲) تفسیر سورۂ قاف عربی ۔

(۳) تفسیر آیہ سیجنبہا الاتقی عربی ۔

(۴) انوار یوسفیہ تفسیر سورۂ یوسف عربی

(۵) حواشی قرآن عربی

(۶) حناء عالیہ المہر فی تفسیر سورہ الدہر بزبان فارسی

حدیث

(٧) ترجمۃ الاربعین چالیس حدیثون کی شرح فارسی

(٨) سیف مسلول جامع الاصول سے بعض احادیث کا استخراج کرکے کلام فرمایا ہے (عربی)

(٩) نزع القوس من روضۃ الفردوس - اسمین روضۃ الفردوس سے چند احادیث لکھکر کلام کیا ہے"

(١٠) ترصیع الجواہر جواہر سنیہ سے احادیث قدسیہ کی تلخیص کی ہے (عربی)

(١١) جواہر الکلام ملقب بنہار الانوار - اسمین کافی کی اُن حادیث کا خلاصہ ہے جو متعلق اُصول دین ہین مع شرح لطیف (عربی)

(١٢) التقاط اللئالی من الامالی - امالی صدوق سے انتخاب احادیث عربی

(١٣) روح الایمان - چالیس حدیثون کی شرح متعلق باصول دین عربی

علم الکلام

(١٤) روائح القرآن فی فضائل امناء الرحمن عربی

یہ کتاب مستطاب جناب امیرالمومنین و ذریت ائمہ طاہرین کے مناقب و فضائل اور دشمنان اہلبیت کے مطاعن و فضائح کے بیان مین ایک عظیم الشان کتاب ہے اسمین ایک سو اکتیس آیتین قرآن مجید کی شاہد مدعا تحریر کی ہین اور مطالب کا ثبوت کتب و روایات و تفاسیر معتبرہ اہلسنت سے دیا ہے - علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الحق و نہج الصدق مین جن آیات سے استدلال کیا تھا اور فضل بن روزبہان سنے اُسپر ایراد کیے تھے اِس کتاب شریف مین اُن اعتراضات کا بھی نہایت لطیف اور زبردست جواب دیا ہے - اِسکے مقدمہ مین دو آیتین آیات مذکور کی

علاوہ لکھی ہین ایک بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ دوسرا اہدنا الصراط المستقیم اور نہایت نفیس مطالب درج فرمائے ہین شروع کتاب مین مفصل فہرست ہے جس سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ فلان آیت مین یہ مضامین ہین اور فلان آیت مین یہ مطالب مذکور ہوئے ہین۔ فہرست کے ختم پر مصنف نے اس کتاب کے اور کتاب علامہ کے مابین وجوہ فرق دکھائے ہین اور نوامر تحریر کیے ہین :۔

(۱) اِس کتاب مین آیات کا بیان بترتیب قرآن مجید ہے اور علامہ نے اس کا لحاظ نہین فرمایا۔

(۲) علامہ نے صرف آیات خلافت پر اقتصار کیا ہے اور اس کتاب مین آیات فضائل اور بعض آیات دالہ علی المثالب بھی درج ہین۔

(۳) علامہ نے صرف امیر المومنینؑ کے متعلق آیتین لکھی ہین اور اس کتاب مین اہلبیت اطہار کے متعلق بھی آیتین مذکور ہین۔

(۴) اِس کتاب مین مخالفین کے مذہبی خیالات بھی جابجا اضافہ کیے ہین۔

(۵) علامہ نے صرف ۴۸ آیتین لکھنے پر اختصار کیا ہے۔

(۶) اِس کتاب مین جن کتابون سے مطالب نقل کئے گئے ہین اُن کے نام بھی ظاہر کردیے ہین مجمل بیان پر اکتفا نہین کی۔

اسی طرح تین فرق اور بھی لکھے ہین۔ پھر اِسکے بعد مفصل فہرست بھی اون کتابون کی مع اسمائے مصنفین تحریر کی ہے اور ۱۲۹ نام درج کیے ہین پھر آخر مین اُن کتب شیعہ کا بھی ذکر کیا ہے جنسے اِس تصنیف مین مدد لی ہے۔

یہ کتاب عبارت کی رنگینی اور مضامین کی لطافت اور اشعار آبدار اور کنایات و

و استعارات لطیفہ اور نکات ادبیہ اور لطائف عربیہ سے مالا مال ہے۔ اس کتاب کے متن مین مصنف نے جسقدر مطالب تحریر کیے ہین اُنکے علاوہ جابجا نہایت مفید حواشی بھی تحریر فرمائے ہین جو تحقیقات کے ذخیرہ سے مملو ہین۔

اِس کتاب مین سخت سے سخت جواب بھی ایسے شیرین و رنگین عبارت مین تحریر کیا ہے کہ دیکھنے والے پھڑک جاتے ہین اور فریق مخالف کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ دندان شکن جواب دیکھکر تو اُنھین سخت گرانی ہوتی ہے مگر خوبی عبارت نگاہ کو ہٹنے کی اجازت نہین دیتی۔ جن حضرات نے کتاب مذکور کو پڑھا ہے اور بغور دیکھا ہے وہ اِس مطلب کی تصدیق کرسکتے ہین۔

اتفاقاً ریل مین ایک شخص سے اور ایک عالم اہلسنت سے ملاقات ہوئی اُنھون نے کہا کہ سب کتابون کے جواب دینے کا تو آپکے یہان اہتمام ہوتا ہے مگر روائح القرآن کا جواب کسی نے نہین دیا کہنے لگے کہ بھائی بات یہ ہے کہ اِسکے مصنف ایک بات کے ضمن مین دس طرح کی چٹکیان لے لیتے ہین اگر سب کا جواب دیا جائے تو ایک عظیم الشان دفتر درکار ہے اور اگر ان اُمور سے چشم پوشی کی جاتی ہے تو دل مین کھٹک رہجاتی ہے علاوہ اسکے جواب کیلئے بھی ایسی ہی لطیف و فصیح عبارت ہونی چاہئے جیسے کہ اس کتاب کی ہے اور وہ ممکن نہین ہے۔

۱۲۵۷ھ ہجری مین یہ کتاب ایکسو دس آیتون پر ختم کردی گئی تھی اُسکے بعد باقی آیات کا اضافہ ہوا ہے اور ۱۲۷۰ھ مین اسکی تکمیل ہوگئی ہے اور ۱۲۷۸ھ ہجری مین بفرمائش نظام الملک معین الدولہ جناب نواب سید باقر علی خان صاحب ظفر جنگ مطبع جعفری و علوی مین طبع ہوئی اور ۱۲۸۰ھ مین طبع کا اختتام ہوا۔ اِسکا نام اولاً روح القرآن تھا چنانچہ

بعض تاریخون مین بھی یہی نام نظم ہوا ہے اسکے بعد اسکا نام روائح القرآن رکھا گیا
چنانچہ لوح مین یہی نام طبع ہوا ہے۔ اس کتاب کی جلالت اُس خط سے بھی ظاہر ہوتی ہے
جو عراق سے اسکے اشتیاق مین آیا تھا اور باب جامعیت مین درج ہو چکا ہے۔ اسکی عظمت
کیلئے کافی ہے وہ خواب جو ۶۸ھ ہجری مین خود مصنف نے دیکھا تھا کہ مین آسمان
کی طرف دیکھ رہا ہون کہ یکایک چھ ۶ سطرین، فارسی مین لکھی ہوئی نظر آئین اور
مین نے پڑھلین میرے ہمراہ میرے والد بھی ہین۔ آنکھ کھل گئی اور مضمون فراموش ہو گیا
صرف کلمہ اخیرہ یاد رہا (انچہ سید مرتضی گفت حق است) مین نے خواب سید العلما کیخدمت مین
عرض کیا فرمایا کہ اس سے یہ انسخ ہوتا ہے کہ آپنے جو روائح القرآن کتاب تالیف کی ہے اور
اسمین مولانا علی کے فضائل ظاہر کیے ہین مقبول ہے اور لوح محفوظ مین ثبت ہو گئی ہے
مولوی سید علی رضا صاحب کنتیکپوری جناب کے شاگرد تھے اُنکا بیان ہے شب جمعہ ماہ
ذی القعدہ ۱۲۹۱ھ مین نے قریب صبح خواب دیکھا کہ جناب مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین
حاضر ہون اور کتاب روائح القرآن پڑھ رہا ہون اور وہ دن پنجشنبہ کا ہے تا اینکہ
اُس بحث تک پہونچا جسمین نبی و وصی کے مشابہات مذکور ہین اُس وقت معلوم ہوا کہ کوئی
جلیل القدر بزرگ تشریف لاتے ہین جنکے چہرے سے نور ساطع ہے میرے والد مرحوم
بھی اُن کے ہمراہ ہین یہان تک وہ بزرگ قریب آ گئے دونون نے ہمپر سلام کیا ہم نے
جواب دیا اور تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے میرے والد میرے پاس اور وہ بزرگ جناب استاد کے
پاس بیٹھ گئے۔ مین نے کتاب بند کر دی اور استاد علام سے اُن بزرگ کا نام دریافت فرمایا
کہ یہ جناب امیر المومنین ہین۔ حضرت نے متبسم ہو کر مجھ سے فرمایا کہ ہماری یہ کتاب پڑھو ہم بھی
سنین۔ مین پڑھتا رہا اور حضرت سُن سنکر خوش ہوتے رہے۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

جناب مفتی صاحب نے یہ خواب سنکر چند اشعار آبدار نظم فرمائے اور اس خواب کا خلاصہ بھی نظم کر دیا اور وہ اشعار یہ ہین

الا ان امرأ ممن لقینا	لقد اهدی لنا دارا ثمینا
جزاه الله عنا الیوم خیرا	وارضاه الغداة کما رضینا
سمی للامام الثامن الطهر	مرضی لنا خلقا ولینا
حکی لی ماراه فی منام	وذا امر له شان یقینا
راه قاریا یتلو کمالی	علی وفیه ما احرزت دینا
وآیات الفضائل فاح منها	روائح یردرین الیا ممینا
فبینا اذ انی مولی عظیم	تلألأ وجهه نورا مبینا
فجاد فقال من هذا ابن لی	فقلت له امیر المومنینا
فاحجم عن قرائته لرعب	فقال اقرأ فانا سامعونا
الا یا حبذا الرویا رأها	بوجد انشط القلب الحزینا
الا وکتابنا حق حقیق	بان نزهی به لوان زهینا
لما قد اقبل لمولی علیه	لیسمعه استماع الراغبینا
عسی الرحمن یقبله قبولا	ویعطیه غدا منی الیمینا
فامرأة بناد فی جنان	یحل به امام المتقینا
سلام رائح عاد علیه	سلام رائح الروح الامینا

مصنف علام نے اس کتاب کی چند جلدین عراق بھی بھیجی تھین۔ جب کتاب مذکور نجف اشرف حجۃ الاسلام آقا شیخ مرتضیٰ انصاری شوستری کے پاس پہونچی کھڑے ہو گئے

اور لیجانے والے کو اپنی جگھہ بٹھایا اور کتاب کو سر مبارک پر رکھا اور فرمایا کہ یہ ہمارے سید محمد عباس کا عطیہ ہے ہمارے فخر کا باعث ہے۔ شیخ ممدوح آخر المجتہدین تھے نجف اشرف مین انکے علم و کمال اور انکے یکتاے روزگار ہونے کا کوئی منکر نہین۔ کثرۃ اطلاع اور وسعت نظر اور کثرت کتب بینی پر اُنکے ادنی دلیل یہ ہے کہ آخر مین اُنکی آنکھین محض کتب بینی کی زحمت سے جاتی رہی تھین اور اسی حالت مین وہ درس خارج دیتے تھے اور اُنکا علم سینہ اور قلبی بصیرت ہی کمال دکھاتی تھی جناب شیخ نے یہ فرمایا کہ متقدمین و متاخرین مین ایسی کتاب میری نظر سے نہین گذری۔ بس یہی فقرہ مفتی صاحب کے لیے کافی ووافی ہے۔

خداوندعالم اس کتاب کے فیض کو ہمیشہ تا قیام قیامت بسیط و برقرار رکھے جو مذہب حق کا قلعہ مستحکم اور خزانہ ہے۔

(۱۵) شعلہ جوالہ۔ احراق مصاحف کے متعلق نادر و لطیف کتاب (عربی)

(۱۶) آتشپارہ ترجمۂ شعلۂ جوالہ بزبان فارسی

(۱۷) بغیۃ الطالب فی اسلام ابیطالب (عربی) اسمین حضرت ابوطالب کا مسلم و ناجی ہونا ثابت کیا ہے

(۱۸) جواہر عبقریہ در رد تحفۂ اثنا عشریہ۔ یہ کتاب تحفہ کے باب غیبت امام عصر کا لاجواب اور مسکت جواب ہے۔ جناب سید العلما و سلطان العلما نے جو تقریظین اس کتاب پر لکھی ہین وہ باب جامعیت مین درج ہو چکی ہین۔ (فارسی)

(۱۹) جواب منتہی الکلام یہ مسودات پانچ جلدون مین مرتب ہین (فارسی)

(۲۰) روح الجنان فی مطاعن عثمان (عربی)

(۲۱) دلیل قوی (فارسی) اسکی وجہ تصنیف کا قصہ نہایت دلچسپ ہے بعنوان ذکر اساتذہ

مولوی عبد القوی صاحب کے بیان مین درج ہوچکا ہے -

(۲۲) مقتل عثمان (عربی)

(۲۳) تائید الاسلام مسیحیون کے سوالات کا جواب (اردو)

(۲۴) مطرفہ فی الرد علی المتصوفہ عربی

(۲۵) نصر المومنین ملقب بمقام محمود در ردشبہات یہود مشتمل بر مضامین لطیف و تحقیقات انیق (فارسی)

(۲۶) درہ بہیہ درمبحث تقیہ مواعظ

(۲۷) رسالہ رجعت

(۲۸) منابر الاسلام - نصائح ومواعظ واخلاق کے بیان مین اسکی دو جلدین ہین - جلد اول مین تیس منبر بتعداد ماہ صیام ہین اور جلد ثانی مین چالیس منبر ہین جسمین احادیث واخبار وکلام ائمہ مع تشریح وتفسیر مندرج ہین یہ کتاب تحقیقات مفیدہ کا ایک خزانہ ہے - (عربی)

(۲۹) مواعظ لقمانیہ - اسمین حضرت لقمان کے مواعظ جمع کرکے اسکی شرح کی ہے -

(۳۰) رسائل مواعظ ۳ جلد ایک رسالہ مولوی مہدی شاہ صاحب کے واسطے دوسرا رسالہ مولوی سید اصغر حسین صاحب پاردی تیسرا رسالہ مولوی سید رفیق علی کے واسطے تالیف فرمایا -

(۳۱) موعظہ حسنہ -

(۳۲) مجالس المواعظ ۵ جلد اردو

(۳۳) رسالہ بر دوسرہ ابواب الجنان

فقہ و اصول

(۳۴) شریعت غرا یہ کتاب فقہ استدلالی مین ہے جزالت بیان کے علاوہ مطالب عالیہ کو بالتزام سجع وقافیہ قالب فصاحت مین ڈھالا ہے کوئی مبسوط کتاب علم فقہ مین مقفی عبارت کے ساتھ

باوجود سادگی اور بے تکلفی آجتک تصنیف نہین ہوئی۔ مگر افسوس ہے کہ مبحث اصوات کا بیان تمام ہوا تھا کہ مصنف نے داعی اجل کو لبیک کہا جناب نجم العلماء مدظلہ نے قصد فرمایا تھا کہ مبحث تیمم کو اسی التزام کے ساتھ تصنیف فرما کر ملحق کردین اور کتاب الطہارت کو پورا کردین چنانچہ چند اجزا تحریر فرمائے مگر علاوہ مشاغل انتظامات مدارس کے سوانح نے اتمام سے معذور کردیا۔ (زبان عربی)

(۳۵) رشحة الافکار فی تحدید الاکرار۔ یہ رسالہ وجیزہ رائق تصنیف سید العلماء کے مبحث کر کی شرح ہے۔ (عربی)

(۳۶) اساور مسجدیہ علی مبحث الفوریہ۔ زمانہ تحصیل علم مین یہ رسالہ معالم الاصول کے مبحث فوریت پر بطور حاشیہ تحریر فرمایا ہے (عربی)

(۳۷) استفسار۔

(۳۸) نور الابصار فی مسائل الاصول والاخبار۔ اسمین بعض اخباریون سے نہایت لطیف مناظرہ ہے۔ یہ کتاب مولوی محمد امان صاحب کے نام سے ہے جسکا واقعہ تفصیل سے سابق مین تحریر ہوچکا ہے (عربی)

(۳۹) کتاب القضا۔ منصب افتا کے زمانہ مین یہ کتاب احکام قضا کے متعلق لکھی تھی (عربی)

(۴۰) نبراس فی حجیۃ القیاس (عربی)

(۴۱) جلجلۃ السحاب فی حجیۃ ظواہر الکتاب۔ اصول واخبار مین جلیل القدر کتاب ہے جناب سید العلماء نے اس کی بجید مدح تقریظ مین لکھی ہے ۱۲۶۳ھ

(۴۲) فوح العبیر فی الاحباط والتکفیر۔

(۴۳) صفحۃ الماس فی الارتماس۔ اس رسالہ مین یہ بحث ہے کہ غسل ارتماسی آنی الحصول ہے یا تدریجی الحصول ہے۔ اس مبحث کو نہایت تحقیق کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

(۴۴) سماء مدرار فی الاصول والاخبار - نہایت ضخیم کتاب ہے مگر ناتمام لکھی (عربی)

(۴۵) روض اریض فی منجزات المریض مسئلۂ مذکورہ نہایت بسط و توضیح و نقض و ابرام کے ساتھ تحریر کیا ہے - (عربی)

(۴۶) معراج المؤمنین - در طہارت و صلوٰۃ ( ) (فارسی)

(۴۷) بناء الاسلام فی احکام الصّیام (فارسی)

(۴۸) تحفۂ حُسینیہ فی حل عبارۃ من الصومیہ (عربی)

(۴۹) طریق جعفری - مسائل کا جواب (اُردو)

(۵۰) صلوٰۃ النار (فارسی)

(۵۱) لسان الصّباح تحقیق وقت صبح - (عربی)

(۵۲) اقبال خسروی در بیان طہارت و صلوٰۃ (بزبان اُردو)

(۵۳) حواشی درہ منظومہ (عربی)

(۵۴) تعلیقۂ انیقہ حواشی شرح لمعہ بر مباحث مشکلہ (عربی)

(۵۵) استقبال - آقائے حاج سید باقر رشتی کے رسالہ تحفۃ الابرار کے مبحث قبلہ پر بسیط حاشیہ ہے (فارسی)

صرف ونحو

(۵۶) توصیف التصریف -

(۵۷) وجوہ الاستعمال فی صلۃ الافعال

(۵۸) فوح البیر فی مسئلہ التقید واختیر اُس زمانہ کے فضلاء میں یہ مسئلہ مطمح انظار رہا تھا - اکثر حضرات نے اسکے متعلق رسائل تحریر کئے - مفتی صاحب نے بھی نہایت محققانہ انداز پر رسالہ تحریر کیا -

معانی و بیان و عروض

(۶۱) رسالہ عروض (فارسی)

(۶۲) اطلاق الصبی در تحقیق لفظ صبی۔

(۶۳) رسالہ در معانی و بیان۔

(۶۴) رفع الالتباس عما وقع فی معنی الشعر فی المعیار و الاساس۔

منطق و فلسفہ و ہیئت و ہندسہ

(۶۵) تعلیقہ حسنا، حواشی ملا حسن بر شرح سلم

(۶۶) حواشی شرح سلم ملا حمد اللہ

(۶۷) حواشی تحریر اقلیدس

(۶۸) رسالہ بطور تقریظ علی ضابطۃ التہذیب

(۶۹) رسالہ فارسیہ در منطق

(۷۰) جواب انتقاض انعکاس خاصتین۔

(۷۱) ترجمہ صدرا شرح ہدایت الحکمۃ تا فلکیات۔

(۷۲) حواشی ملا جلال

(۷۳) رسالہ در جواب شبہ ابن کمونہ

ادب

(۷۴) مدحجہ کوثری شرح قصیدہ حمیری۔

(۷۵) اوراق الذہب یہ کتاب مفتی صاحب نے اپنے استاد علام سید العلما کے حالات مین لکھی ہے اس یادگار کے ذریعہ سے انھین زندہ جاوید کر دیا ہے اسکے آخری حصہ مین اپنا حال

بھی تحریر فرمایا ہے اِسے تاریخی کتاب بھی کہہ سکتے ہین نیز ادب کا بھی بہترین سرمایہ ہے
بےنظیر کتاب ہے۔

(۷۶) تحفۃ الادیب۔

(۷۷) کتاب التواریخ واقعات مختلفہ کی عربی اور فارسی تاریخین ہین۔

(۷۸) رسالہ ادبیہ طریق تخاطب کے بیان مین (عربی)

(۷۹) ادارۃ الکاسہ فی حل بعض ابیات الحماسہ

(۸۰) شرح بعض قصائد دیوان حسان

(۸۱) اجادہ۔ اِس رسالہ مین مصنف نے شعراے عرب کے وہ اشعار جمع کیے ہین جنمین
علاوہ فصاحت الفاظ کے مضامین بھی قابل قدر ہین۔

(۸۲) شرح قصیدۂ صاحب ابن عباد عربی

(۸۳) شرح قصیدہ حضرت ابوطالب ″

(۸۴) حاشیہ دیباچہ قاموس

(۸۵) معیار الادب شرح اطباق الذہب عربی

(۸۶) کتاب المدح والذم ″

(۸۷) ریاحین الانشار فارسی

(۸۸) سطور الانشار فارسی

(۸۹) تشمت الغریق مرثیہ جوان صالح وتسکین پدر ضعیف فارسی

(۹۰) ظل ممدود مکاتیب عربیہ اسمین علماے اعلام کے خطوط اور اُن کے جوابات ہین
مشہور کتاب ہے۔ طبع ہوگئی ہے۔

(٩١) ظل ممدود - فارسی خطوط کا مجموعہ -

(٩٢) حواشی تبیان شرح متنبی -

(٩٣، ٩٤) مجموعہ مکاتیب فارسیہ دو جلد

(٩٥) شرح معمائے آقا رضائے قزوینی -

(٩٦) کتاب المحیص عن العویص جسمین بعض مشکلات عربیہ کو حل کیا ہے -

(٩٧) قصیدہ محمدیہ مع شرح متن و شرح دونون مفتی صاحب کی تصنیف ہین -

(٩٨) ہدیہ بہیہ در چیستان و معمیات وغیرہ -

(٩٩) رطب العرب دیوان عربی جسکی فصاحت و بلاغت کا سکہ ہند سے عراق تک ہے اور فصحائے عرب بھی اسکا لوہا مان گئے ہین -

(١٠٠ و ١٠١) دیوان عربی ٢ جلد

(١٠٢) مونس الخلوات مثنوی عربی در مواعظ حسنہ

(١٠٣) اجناس الجناس ملقب بہ مرصع عربی مثنوی ہے بعض فارسی اشعار بھی ہین پوری مثنوی تجنیس مین ہے اسمین کل اقسام تجنیس کے دو ہزار سے زائد اشعار ہین - ہر شعر کے مصرع اول و ثانی کے آخر مین تجنیس کا التزام ہے مختلف مقامات کے چند شعر بطور نمونہ درج کیے جاتے ہین :-

وبعد فهذه روض فسيح	وارض الله واسعة فسيحوا
وسميناه اجناس الجناس	رجا تفريح او تفريج ناس
فان الانسجام لنا انيس	وما في الانس جاملنا انيس
مگر گل طینت خاکی ندارد	که با لعل [illegible] خالیه دارد
جهان چین سعی بیکارم سراب است	نباید دل باین کارم سرابست

۱۰۴۔ شمع المجالس مشہور بہ شمع و دمع اسمین پہلے فضائل کا ذکر ہے اُسکے بعد ربط مصائب ہے ذاکرین مین یہ مثنوی بیحد مقبول ہے ۔

(۱۰۵) ید بیضا قصیدہ در مدح امام موسی کاظم علیہ السّلام مع شرح۔ مصنف نے اسمین عربی کے ہر شعر کے مقابل مین فارسی کا بھی ایک شعر نظم کیا ہے ۔

(۱۰۶) مثنوی موجزہ رائعہ اسمین احمد آباد گجرات کے معجزہ کو نہایت خوبی سے نظم فرمایا ہے

(۱۰۷) مثنوی جوہر منظوم دربیان حدیث یہود (فارسی)

(۱۰۸) مثنوی خطاب فاصل جواب دمغ الباطل فارسی

(۱۰۹) مثنوی آب زلال فارسی شیخ بہائی کی بحر اللئالی کے طرز پر

(۱۱۰) مثنوی گوہر شاہوار فارسی بحر متقارب مین

(۱۱۱) مثنوی بیت الحزن بحر وافر مین

(۱۱۲) مثنوی صحن چمن ہزج اخرب مین ۔ یہ دونون مثنویان گجرات کے معجزہ کے ذکر مین ہین جو زن زرگر کے متعلق ہوا تھا ۔

(۱۱۳) مثنوی تسکین مسکین در مدح فقر و مسکنت ۔

(۱۱۴) مثنوی ردعوی جواب مثنوی زہد و تقوے

(۱۱۵) مثنوی نظم الفروض

(۱۱۶ تا ۱۱۸) دیوان فارسی ۳ جلد

(۱۱۹) خطبہ حملہ حیدری ۔ یہ خطبہ ملا رفیع باذل کے لب لہجہ مین ہے ۔

(۱۲۰) مثنوی بنیاد اعتقاد اُردو

(۱۲۱) مثنوی بطرز نان و نمک فارسی

(۱۲۲) مثنوی من وسلوی۔ شیخ بہائی کی مثنوی نان وحلوے کے طرز پر زہد و تقوی ومکارم اخلاق کے بیان مین عجیب مثنوی اور بیمثل نظم ہے راہ خدا کے سالکین اور بادۂ معرفت کے جرعہ نوش اور طاعت و مناجات کے دلدادہ اسکے مطالعے سے لذت بے پایان حاصل کرتے ہین اہل زبان کو اسکے ساتھ عشق ہے غافلون اور بیخبرون کو تسلیم ورضا کی راہ اس سے ملجاتی ہے فصحاے زمانہ اسکی مدح مین ترانہ سنج ہین آتش عشق الہی کیلئے باذن اور معشوق حقیقی کی عشق انگیز مرغوب مناجات مشوق طاعات ہی قدردان اسے حرزجان سمجھتے ہین اسکی مدح مین اسیقدر کافی ہے کہ جب یہ مثنوی عراق مین عالم جلیل شیخ ابراہیم قفطان کے پاس پہونچی دنگ ہوگئے اور مدح مین ایک مدحیہ عربی قصیدہ کے ساتھ ایک خط لکھا جسکی ایک مختصر عبارت یہان نقل کیجاتی ہے وقصاری ما اقول غیر مکترث بما یقول احول

انہ لو اجتمع بلغاء العرب وحکماء العجم وراموا مباراۃ ما احتوی علیہ ھذا النظم البدیع من المواعظ والحکم لما استطاعوا ان یفوھوا فی معارضتہ ببنت شفہ ولقالوا اللھم سلمنا ولا نری لتعرض لجاراتہ سوی محض سفہ وطوبی لھذا السید السند الذی وفق لہ وغدا الیوم وامس وغدًا دون البریہ اھلہ ولیسئل اللہ العصمۃ من دعوی النبوۃ حیث اعجز بما اتی اھل الفتوی والفتوۃ کتب ذلک بیدہ الجانیہ الفانیہ ابراھیم آل الشیخ صادق آل یحیی العاملی ہ

تعجب انگیز بات یہ ہے کہ مصنف علام نے کتاب مذکور عنوان شباب ورایام جوانی مین تصنیف کی تھی اور مضامین وہ نظم کئے کہ پیران سال خوردہ کو بھی نصیب نہین ہوسکتے۔

(۱۲۳) فلک مشحون (۱۲۴) اکواب موضوعہ
(۱۲۵) فرش مرفوعہ (۱۲۶) نمارق مصفوفہ
(۱۲۷) نوادر (۱۲۸) ماء مسکوب (۱۲۹) زرابی

} سات کشکول علاوہ ادب کے مختلف علوم کی تحقیقات کا خزانہ ہر

(۱۳۰) سجع المقامات (۱۳۱) تشنیف السمع بشرح السجع (۱۳۲) بضاعۃ مزجاۃ } شرح معمیات و چیستان وغیرہ
(۱۳۳) مصفاۃ (۱۳۴) لغز عجیب (۱۳۵) رحویہ مع شرح (۱۳۶) طارف }

(۱۳۷) موجبہ سلسبیل شرح معمائے شیخ بہائی۔

(۱۳۸) مادہ الابتہاج فی تاریخ الاخراج (۱۳۹) سوانح جدیدہ (۱۴۰) سوانح کلکتہ۔

(۱۴۱) منتخب الکشکول (۱۴۲) رسالہ بہیہ فی حل بعض صعاب العربیہ

طب

(۱۴۳) تحفۃ الطب (۱۴۴) حاشیہ شرح اسباب (۱۴۵) حواشی نفیسی (۱۴۶) شرح موجز

متفرقات

(۱۴۷) مرتضیات حسنیہ (۱۴۸) اخلاق حسنیہ (سید العلما کے حالات مین فارسی رسالہ لکھا ہے۔

(۱۴۹) رسالہ در ترغیب بنائے مدرسہ (مدرسہ سلطانی کی جب تجویز تھی یہ رسالہ مفتی صاحب نے تشویق و ترغیب مین لکھا تھا۔ (۱۵۰) نسیم صبا تتمہ جزیرۂ خضرا (۱۵۱) سر مکتوم (۱۵۲) عشرۂ کاملہ۔ اسمین دس مسئلون کی تحقیق ہے۔

(۱۵۳) کتاب الفحص عن الثلثین۔ مختلف علوم و فنون کے تیس سوال مین ایک شخص کے ہمراہ عراق بھیجے تھے کہ وہان کے علما سے جواب لیتے آئین۔ کوئی شخص جواب پر آمادہ نہ ہوا صاحب جواہر الکلام نے دو سال کی مہلت مانگی زائر مذکور نے عذر کیا کہ میرا قیام اسقدر نہین ہو سکتا۔ علامہ مذکور نے جواب دیا کہ مین بھی اس سے کم مدت مین جواب نہین لکھ سکتا۔

(۱۵۴) سبعہ سیارہ۔ سات مسئلون کی تحقیق ہے۔ ہدیہ بہیہ در الغاز خفیہ۔ (۱۵۴) مجموعۂ ادعیہ مفتی صاحب کی انشا ہوئی دعائین ہین۔ (۱۵۵) زلال سلسبیل ترجمہ سیرۂ جلیل شاہ عبد العزیز دہلوی کے اس رسالہ کا جو شہادت امام حسین کے بیان مین ہے ترجمہ کیا ہے۔ (۱۵۹) رسالہ در قرات (۱۶۰) مسائل مرشد آباد (۱۶۱) مواعظ قرآنیہ (۱۶۲) کتاب المسائل

اخلاف

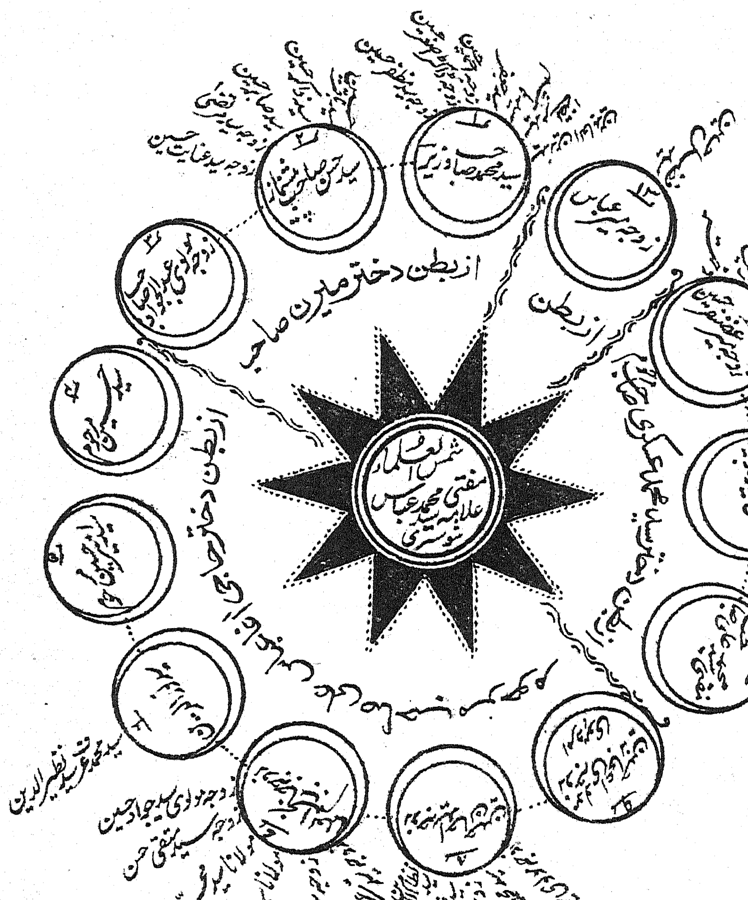

شمس العلماء مفتی محمد عباس علامہ سید شوشتری
ازبطن دختر میرن صاحب
ازبطن

باب الاخلاف

تاہل مفتی صاحب کی پہلی شادی میرن صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی جو مختار الدولہ وزیر اول نواب آصف الدولہ کے خاندان سے تھین جنکی املاک وعمارات گوریا گھاٹ دریائے گومتی کے کنارے ابتک موجود ہے اُنکے بطن سے مولانا سید محمد صاحب عرف وزیر صاحب اور حاجی سید حسن صاحب تھے ان کے علاوہ بھی متعدد اولادین ہوئین مگر وہ سب کمسنی مین مرگئین ایک صاحبزادی البتہ سن رشد کو پہونچین جنکا عقد سید عبدالجواد صاحب مرحوم کے ساتھ ہوا کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی لاولد فوت ہوئین۔

دوسری شادی حاج آغا عباس علی صاحب مرحوم اصفہانی الاصل کی دختر کے ساتھ ہوئی اُنسے مولوی سید حسین صاحب برادر مولوی سید امیر حسن صاحب اور مولوی سید نورالدین اور تین صاحبزادیان ہوئین اور اولادین صغرسنی مین فوت ہوگئین

تیسرا عقد سید محمد عسکری صاحب کی دختر سے ہوا اُن سے دو صاحبزادے مفتی سید محمد علی صاحب اور مفتی احمد علی صاحب اور ایک صاحبزادی ہین۔

علاوہ ازواج مذکورہ کے اکثر عورتین متعہ مین رہین۔ اور بعض امہات اولاد تھین۔

مولانا مولوی سید محمد صاحب متخلص بہ وزیر وزیر صاحب ولد اکبر تھے اور جامع صفات وکمالات نظم مین ید طولی رکھتے تھے نہایت خوش مزاج باتون باتون مین روتون کو ہنسا دیتے تھے تہجد گزار خیر خواہ خوش گفتار مہمان نواز خوش اخلاق وحسین تھے عرصہ تک آگرہ مین امام جمعہ وجماعت رہے اُسکے بعد پٹنہ عظیم آباد مین امام باندی بیگم صاحبہ کے یہان

منصب امامت پر فائز ہوئے۔ اپنے والد علامہ اور سلطان العلما اور جناب ممتاز العلماء سید تقی صاحب سے تکمیل تحصیل کی فن طب مین بھی معقول دستگاہ تھی چنانچہ حکیم بنا صاحب اُنکے اجازے مین تحریر فرماتے ہین :۔

"بعد ازان کہ بدیگر اقسام کمال نفسانی کہ متمم نوع انسانی ست بہرہ ور گردیدہ در مدت قلیل بتحصیل علم طب باقتضاے طریقہ پدر بزرگوار کہ از فرسان این مضمار ست اشتغال ورزیدہ وزمانے در مطب نشستہ اقسام اسقام وانواع علاج و ملاحظہ کیفیات مزاج نمودہ ازین علم نیز حظے وافر برداشتہ وچون آثار کمال از شاہد حال شان ہویدا یافتیم اجازت دادیم کہ بعد تشخیص ہر مرضے علاج مرضے بوجہ مرضی نمایند"

جناب سلطان العلما جناب مفتی صاحب جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم جناب ملک العلماء مولوی بندہ حسین صاحب جناب تاج العلما جناب سید ابو صاحب قبلہ سے بھی اجازات حاصل کیے جو ۱۲۹۸ھ مین بمقام عظیم آباد ایک رسالہ کی صورت مین طبع ہو چکے ہین۔

اُنکے تصنیفات کی مکمل فہرست ہمین نہین ملی بعض کتابین جنکا پتہ ملا حسب ذیل ہین

(۱) شریعت سہلہ در فقہ بزبان عربی (۲) رسالہ راحت رسا (۳) مثنوی دعقبی فارسی (۴) مثنوی باغ مومنین (۵) رقعات فارسی (۶) مثنوی نان وکباب (۷) مثنوی شمس الضحی (۸) کتاب در حالات انبیا (۹) مجموعۂ قصائد (۱۰) کتاب المسائل (۱۱) مثنوی گوہر شب چراغ (۱۲) مثنوی رشک بوستان (۱۳) مثنوی گلشن ہدایت

مفتی صاحب کے انتقال کے بعد پٹنہ عظیم آباد مین قیام کیا اور ۱۹ شعبان ۱۳۱۳ھ مین وہین انتقال کیا۔ مفتی صاحب کو اُن سے بیحد محبت تھی جس کا اظہار ذیل کے خطوط سے ہوتا ہے

هستی من که بسانِ عدم است ‌‌ سر بسر محنت و رنج و الم است
نو برایم غمی دیگر مپسند ‌‌ که مرا این همه غمها چه کم است

برخوردار سعادت آثار نور الابصار سلالة الاخیار پسندیده شعار خجسته اطوار صانه الله عن طوارق اللیل والنهار

هدیه پدر دور اُفتاده طاقت از کف داده ـ بجز یادآوری و دعاهای نیمشبی و سحری چیست که افسر خامه و زینت سرنامه تواند شد خداوند کریم بفضل عمیم آنرا بحسب مامول و نهج مسئول مقبول سازد و پردهٔ مفارقت از میان ما و شما براندازد ؎

عمری است که بی روی تو دل خون شده ما را ‌‌ بارے ز خطے سبز بکن نخلِ دعا را
مکتوب بود نصف ملاقات و لیکن ‌‌ از نیم لقا نیز دریغ است شما را

خطوط متعدده نگاشته بڈاک ارسال داشته ام ولکن آن عزیز برخلاف زمان گذشته و برعکس عادت و سررشته پاسخ هیچیک ننوشته ؎

چه شد که باز ترا سوی من خطابی نیست ‌‌ چه شد که این همه خطِّ مرا جوابی نیست

علاوه بر ضعف و ناتوانی و سرگشتگی بادیه حیرانی درین انتظار و نگرانی چنانکه حال مرا میدانی سینه پر از ریش و دل پر از تشویش

تنم بلرزه در آمد ز خوف و دو لوله ‌‌ شنیده ام که در آنجا رسید زلزله
گذشت اینهمه از سرنوشت نیست گله ‌‌ ولیک خط ننوشتید هست این گله

همواره با درد و سوز وقت نیمروز من بیچاره منتظر هرکاره میباشد که کاغذے از شما بیارد و از خط مشکین بر دل نگارستان بارد

قطعہ

کشش نالہ و آہ آخر شد	دیدہ را مد نگاہ آخر شد
روز و شب چشم براہم خط را	خط نمی آید و ماہ آخر شد

خطوط سابقہ خود را مظنہ داشتم کہ در ڈاک تلف شدہ یا جوابے از شما بکانپور آمدہ اکنون این احتمال ہم از دست رفتہ و دل حزین زیادہ تر گرفت چہ خط اخیر رجسٹری بود البتہ بشما رسیدہ و حال بودن در لکھنؤ از آن منکشف گردیدہ باشد پس رحمی بر حال من بیارید و تکلیف دل ضعیف روا ندارید و خطے بزودی بنگارید۔

خط منظوم

اے بے لب تو جان بلب این اہل فنا را	خواہیم ز نوک قلمت آب بقا را
از خون دل ما چکنی پنجہ حنائی	چون خلعت عید است خط سبز تو ما را
می سود قلم از کف تو عود خطائی	می بود مداد تو بہ از عنبر سارا
از بہر من خستہ عصا بود ز پیری	کلک تو کہ می داد نشان راہ جفا را
مکتوب تو بودہ است سراسر خط شاہی	از کاغذ تو می طلبم بال ہما را
مفتوح شدی باب طرب بر رخم از خط	مسدود چرا ساختہ راہ وفا را
بودی تو کہ غافل زدم تیغ تغافل	ایندم ز کہ آموختہ تازہ ادا را
بنویس خطے از من دل خستہ خطا چیست	بفرست بمن مشک ختن رشک ختا را
بگذار خود آرائی و خود رائی طفلان	بر پیر جدا ماندہ بکن رحم خدا را
گیرم نہ وزیرے اگر امروز تو شاہی	شاہان بنگاہے بنوازند گدا را

ممدوح کی اولادین اگرچہ کئی لڑکے ہوئے لیکن اُن مین قابل فخر عالم باعمل فاضل اکمل مولوی سید زین العابدین صاحب مرحوم ہین جنھون نے ایک حد کمال کو پہونچکر دنیا سے رحلت کی ان کی ولادت ۱۲۸۰ھ مین ہوئی جناب مفتی صاحب قبلہ نے تاریخ ولادت نظم فرمائی ؎

بمیلاد فرزند فرزند نازم	کہ او ہست چشم و چراغ محمد
برآمد ز تاریخ یک طرح رنگین	دمیدہ گلے نو ز باغ محمد ۱۲۸۰ھ

ایضا

مرحبا مولد پسر زادہ	کہ مبارک شود بجد و پدر
بہر سالش رسید از ہر سو	فرحت و خیر و خرمی یکسر ۱۲۸۰ھ

اس مولود مسعود سے مفتی صاحب کے دل کو اسقدر مسرت تھی کہ اسکے بعد بھی متعدد تاریخین فرمائین چنانچہ ایک تاریخ چودہ دن کی عمر کے متعلق ہے اور ایک اُسوقت جب کہ یہ مولود یکماہہ ہوا ؎

شدہ چون مولد فرزند فرزند	نہم ماہ رجب از فضل اللہ
برآمد شعرے از کلکم ہمان روز	کہ از سال ولادت کرد آگاہ
نوشتم باز تاریخ دو ہفتہ	دل از نور است با این بدر ہمراہ ۱۲۸۰ھ
کنون روز نہم آمد ز شعبان	شدہ دہ چند عشرت حسب دلخواہ
چو او یکماہہ شد گفتم بتاریخ	ببین لطف خدا کامل شد آن ماہ ۱۲۸۰ھ

پھر دوماہہ ہونے کی تاریخ فرمائی۔

رسید ماہ صیام و شد ہست عید مرا	ہر آنچہ شد ہمہ از فضل حقتعالیٰ شد

دوگانہ بسپاس یگانہ باید خواند — کہ ماہ انور ماہم دو ماہہ حالا شد
دو جام بادہ بدہ ساقیا کہ در یکسال — سرور و کیف دل و نور جان دوبالا شد
۱۲۸۰ھ

پھر چلہ روزہ ہونے کی تاریخ فرمائی :-

از مولد نبیرۂ من زین عابدین — شد خامہ ام بسجدہ حق سرنگون بشکر
وقت است کز حمائل و تعش بگردنم — چون مصحف عزیز شود رہنمون بشکر
یکماہ و عشرہ شدہ کامل بعشر تم — خواہم سنین عمر زیا نصد فزون بشکر
چون اربعین گذشت بتاریخ شد رقم — عابد کشید چلہ و آمد برون بشکر
۱۲۸۰ھ

بعد ازان دو مہینہ بیس دن ہونے کی تاریخ فرمائی

باز این گلبانگ عیش و این نواے تازہ چیست — وین بساط انبساط از بہر بزم جشن کیست
گوئیا فرزند نور دیدہ زین العابدین — آنکہ شد مولود در ہفتاد و یک الف و دویست
از رجب و ز نہم تا آخر ماہِ صیام — از مہِ کامل دو تا گذشت واز ایام بیست
گر جہان گوید مبارکباد میلادش بجاست — عید فطری ہست این کمتر ز عید فطر نیست
چون ہلالِ عید دیدم سال او کردم رقم — دور چشم بد زما ہے نو دو عید او بیست
۱۲۸۰ھ

ایضاً نثر

زہے گل نو دمیدہ گلستان مجد و سیادت ۞ و خہی نو بادہ چمن جود و عزت
سنہ ۱۲۸۰ھ — سنہ ۱۲۸۰ھ

وزہے ماہِ تابان اوجِ شرع و دین مبین ۞ نور چشم و ولد عزیز سید محمد یعنی زین العابدین
سنہ ۱۲۸۰ھ — سنہ ۱۲۸۰ھ

ابقاہ اللہ فی ایمن العیش والسرور ٭ وجعلہ عالماً عابداً وینجیہ من الشرور

سنہ ۱۲۸۰ھ ٭ سنہ ۱۲۸۰ھ

چہ یوم نہم ماہ رجب بعد الزوال متولد گردید ٭ بدلہائے ماہمہ طرب بخشید

سنہ ۱۲۸۰ھ ٭ سنہ ۱۲۸۰ھ

کواکب افلاک سبعہ پنج نوبت شادی نواختند ٭ وملائک در جہات ستہ غلغلہ نشاط انداختند

سنہ ۱۲۸۰ھ ٭ سنہ ۱۲۸۰ھ

وفقرات ثمانیہ اول راجدا جدا تاریخ ولادتش ساختند

سنہ ۱۲۸۰ھ

بچپنے سے پرہیزگاری کی طرف مائل تھے اور فضول اشغال سے کنارہ تحصیل علم مین مشغول رہے نظم کا سلیقہ بھی مناسب تھا تا اینکہ درجہ رفیعہ کمال پر فائز ہوے۔ اکثر قیام اُن کا اپنے والد ماجد کے ساتھ رہا اور کبھی اپنے جد امجد کی خدمت مین بھی رہتے تھے ادب و ادبیات کا بھی ذوق تھا جب انکے والد ماجد کا قیام پٹنہ مین ہوا تو جناب تاج العلما مولانا سید علی محمد صاحب ولد حضرت سلطان العلما سے علمی استفادہ کرتے تھے اُن کے تلمذ سے مرتبہ علمی کو بہت بلند کر لیا۔ جناب تاج العلما نے اجازہ روایت بھی اُن کے لئے تحریر فرمایا۔ جو عالیجناب نواب سید ولایت علیخان صاحب کے ارشاد سے بمقام پٹنہ طبع ہو کر شایع ہو چکا ہے

اُن کا علم اور تقدس و احتیاط و پرہیزگاری مشہور ہے اگر وہ زندہ رہ جاتے تو اُن کے علمی برکات سے بہت کچھ فیوض پہونچتے

اپنے جد امجد کی خدمت میں رہنے کے بہت آرزومند رہتے تھے۔ چنانچہ اُن کی خدمت مین عریضہ لکھا اور اُسمین کمال اشتیاق کا اظہار کیا۔ وہ تحریر تو دستیاب نہین ہوئی۔ لیکن مفتی صاحب قبلہ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ درج کیا جاتا ہے:-

الی شجرة مرادی وثمرة فوادی الفهم اللقن الفطن الزکی المشغول بالتحصیل المشغوف بالتکمیل المولوی السید زین العابدین جعله الله من الهادین المهتدین وسقاه عین الکمال ووقاه عین الکمال واقربه عینی ولا فرق بینه وبینی اما بعد فقد القی علیّ کتابك واسدی الی خطابك واطلعت علی اخبارك ونظرت فی اشعارك وشغفت قصیدتك المشتملة علی لفظ فصیح وطرز ملیح فسرّتنی سرورًا وملأت عینی نورًا ابقاك الله دهورًا وادامك مسرورًا محبورًا ولکن الدنیا ادبرت اظهرت ما اظهرت من کساد الاسواق وفساد الاخلاق وفتور الارزاق حتی لتفت الساق بالساق وظن انه الفراق والله هو الرزاق فان ازعجتك الاشواق وشق علیك الفراق ورغبت الی التلاق وصبرت علی الاملاق ووطنت نفسك علی المشاق وشمر ذیلك للانطلاق واستشعرت الرفق والسلم والکظم والحلم وقصرت طرفك علی طلب العلم وتحملت الاذی ولو کان فی العین قذی ورضیت بمباعدة العیال فهلم وتعال وتوکل علی الله المتعال ومن غلبت رغبته وبعدت همته علی التفقه فی الدین الابلج والاطلاع علی الادلة والحجج لا یبالی بسفك المهج وخوض اللجج لکن ظنی انك وان زعمتنی خضرا لن تستطیع معی صبرا وانك اذا قدمت الینا وفدت علینا وانکرت قلوبا ونفوسا وشربت من الغصص کؤسًا وقاسیت فقرا وبوسا ورأیت امورًا غریبة وانت فی سن الشبیبة لاصبحت کظیما عبوسا وما رضیت هنا قیامًا ولا جلوسا وفارقتنی کما فارق الخضر موسیٰ۔

چند رسائل تصنیف کئے اُن میں ایک کتاب فقہ استدلالی ہے منابع الافاضات فی الجهر والاخفات جس کا سن تصنیف لفظ افاضات سے نکلتا ہے نہایت لطیف وپاکیزہ رسالہ ہے اس میں مباحث جہر واخفات اور اُسکے متعلقہ مسائل کو تہذیب وخوبی اور فقیہانہ شان سے بیان کیا ہے رسالہ مذکورہ مصنف کے علمی مرتبہ کی دلیل بین ہے۔

بمقام پٹنہ ایک مدرسہ انگریزی مین تعلیم قرآن با ترجمہ اور بعض دیگر کتب دینیہ کی تعلیم اُن سے متعلق ہوگئی تھی اور وہان کے مومنین اُن سے بہت حسنِ عقیدت رکھتے تھے۔ اور بہت عزت و احترام کرتے تھے افسوس ہے کہ عمر نے وفا نہ کی اور زمانہ شباب مین اپنے والد کے انتقال کے تھوڑے عرصہ کے بعد انتقال کیا۔

اس مقام پر چند اشعار اُن کی مناجات کے نقل کئے جاتے ہین :-

نگہ کن اے خدا بر حال زارم / کہ از درد سر خود بیقرارم
اسیر خستہ تن فریاد می کن / زافعال بد خود یاد می کن
منم خواہان تو یارب کجائی / الٰہی فاستجب منی دعائی
الٰہی اننی عبد ذلیل / وانت اللہ مولای الجلیل
صرفت العمر فی عیش رغید / الا لاتسقنی ماء الصدید
منم عبد ذلیل زشتکاری / زکردار بد خود شرمساری
درے از رحمت برمن کشائی / صراط مستقیم خود نمائی
خدایا برمن عاصی نظر کن / زافعالِ بد من درگذر کن
بباید رحم بر عبد ذلیلے / کہ او را تا درت نبود سبیلے
بسا عاصی چو من بخشیدہ تو / چہا لطف و کرم ورزیدہ تو
برائے مصطفےٰ خیر البرایا / مران از درگہت ما را خدایا
بیفگن از کرم برمن نگاہے / کہ کارے جز گنہ کردم نہ گاہے

جناب وزیر صاحب مرحوم کے صاحبزادون مین بالفعل سید مرتضیٰ صاحب بقید حیات ہین اور صاحبزادیون مین ایک کی شادی مولوی سید احمد حسین صاحب عظیم آبادی مصنف مجمع البحرین

کے ساتھ ہوئی اور دوسری کی شادی ڈاکٹر اصغر حسین صاحب کے ساتھ اور تیسرے کی شادی مولوی مظفر حسین صاحب کے ساتھ ہوئی تھی مگر لاولد فوت ہوگئیں ۔

حاج مولوی سید حسن صاحب

جناب وزیر صاحب قبلہ کے چھوٹے بھائی نہایت مقدس و منکسر و متواضع تھے فارسی و عربی کی تحصیل کرکے معقول استعداد حاصل کی نظم کا بھی خاص سلیقہ تھا۔ ان کے مکارم صفات اور محامد خصال بیان سے باہر ہیں اپنے والد ماجد کے کتبخانہ کے بھی منتظم تھے اور ہر وقت اپنے والد بزرگوار کی اطاعت میں کمربستہ رہتے تھے۔ ائمہ عراق کی زیارت سے فائز ہو کر بیت اللہ الحرام سے مشرف ہوئے۔ آخر زمانہ میں عالی جناب راجہ امیر حسن خان صاحب کیطرف سے عہدہ پیشنمازی اُن کے سپرد ہوگیا تھا ۱۳۲۰ھ میں بمقام فتحپور ہسوان رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے ۔

اُن کے صاحبزادون میں سید باقر حسین صاحب کا عنفوان شباب میں انتقال ہوگیا۔ دو لڑکے سید صابر حسین اور سید ذاکر حسین موجود ہیں اور لڑکیون میں ایک کی شادی سید مرتضٰے ولد جناب وزیر صاحب مرحوم کے ساتھ اور دوسرے کی شادی سید عنایت حسین صاحب کے ساتھ ہوئی ۔

مولوی سید حسین صاحب مشہور بہ نور العلما

زوجۂ ثانیہ سے ولد اکبر تھے اُن کی ولادت ۲۴ ماہ صیام سنہ ۱۲۷۹ھ میں ہوئی۔ مفتی صاحب بحد مسرور ہوئے اور حسب ذیل قطعات تاریخ نظم کئے ۔

بشرت علی کبر سنّی	بولید انسی الاحزانا
فاقر اللہ بہ عینی	اذکنت ہجرت الاوطانا
ارخت لہ فی مصراع	ہو مولود فی رمضانا
اسکنت الم رجوت بہ	فی رحمۃ ربی الاسکانا

ایضا

اکتب علی الترتیب فی تاریخہ
تسعا وسبعا واثنتین وواحدۃ

قطعہ فارسی

این بزم ظهور نور عین است
تاریخ ولادتش چه پرسی
مطرب غزلے کزان بر قصند
عیش و طرب و خوشی و خوبی

ساقی ز شراب ساتگین ها
نقشے عجبی است بر جبین ها
مانند سپهرها زمین ها
دارم سرِ هر یکے ازینها

ایضا

بارک الله شب بست و چهارم از ماه
جندا طفل همایون قدمے فرخ فال
لیلة القدر زپیش آمد و نوروز زپس
عید نوروز رسیده شب عید رمضان
این دو تا عید جدا و شب میلا د جدا

که سوادش شده از نور نظر دل افروز
کرده در ماهِ صیام از تتق غیب بروز
درمیان این شده مولود بنجت فیروز
ماه نو سر زد و این ماه در آغوش هنوز
روز مولود میان شب قدر و نوروز

ایضا

چون شب بست و چار از رمضان
از نسیم کرم او بشگفت

رحمتِ خالق ما کرده نزول
غنچه خاطر عباسِ ملول

شاخ بے برگ دعاے سید	برگ و بر یافت از حسن قبول
یعنی از مولد فرزند سعید	پر گہر شد بر و دوش امول
سال تاریخ ولادت گفتم	کہ گل تازہ ز بستان رسول
	۱۲۷۹ھ

مفتی صاحب ان سے بہت مانوس تھے ان کے پڑھانے مین بہت اہتمام کیا۔ ایام شباب مین سفر عراق کیا زیارات سے مشرف ہوے مراجعت کے بعد انھین سے معلوم ہوا کہ جناب شیخ زین العابدین مازندرانی نے نور العلما کا خطاب عطا کیا۔

عتبات سے واپس ہوکر حیدرآباد دکن گئے مختار الملک کے مہمان ہوے بہت اعزاز و احترام ہوا۔ وہان سے ریاست خیرپور سندھ گئے۔ رئیس رامپور سے بھی ملاقات کی پھر اپنے والد ماجد کی خدمت مین حاضر ہوے۔ واجد علی شاہ مرحوم نے ایک معقول وظیفہ مقرر کردیا۔

شعر گوئی مین مہارت خاص رکھتے تھے ایک مجموعہ قصائد ان کے منظومات کا ہے۔ زندگی نہایت عزت و شان کے ساتھ بسر کی جب واجد علی شاہ کا انتقال ہوگیا اور مفتی صاحب قبلہ لکھنؤ چلے آئے یہ شاہزادہ مرزا جہان قدر کے پاس رہے۔

۲۸ صفر ۱۳۰۶ھ کو نواب جان دار الدولہ وغیرہ کے ہمراہ مٹیابرج سے اسٹیمر پر کلکتہ گئے۔ واپسی مین جہاز جب قریب مرکز پہونچا یکایک غرق ہوگیا یہ مرحوم پر ارمان لاولد بھی غریق دریاے رحمت ہوے کئی روز کے بعد لاش برآمد ہوئی۔ مٹیابرج مین دفن ہوے جب مفتی صاحب قبلہ کو یہ خبر پہونچی بیحد صدمہ ہوا۔ اسی غم کے اثر سے ان کی صحت روز بروز خراب ہوتی گئی پانچ مہینہ بھی پورے نہ گذرے تھے کہ انتقال فرمایا۔

مولوی سید نور الدین صاحب و مولوی سید امیر حسین صاحب

مولوی سید حسین صاحب کے حقیقی بھائی

تھے سید امیر حسین کی ولادت ربیع الاول ۱۲۶۵ھ میں ہوئی اور جس زمانہ میں جناب مفتی صاحب
مرض الموت میں مبتلا تھے یہ مفلوج ہو گئے اور ڈیڑھ برس یا کچھ زیادہ زمانہ کے بعد بروز عید فطر قضا کی
انکی شادی بھی نہونے پائی تھی ۔

مولوی سید نورالدین صاحب ۱۸ جمادی الاول ۱۲۵۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے انھون نے علمی
استعداد بھی حاصل کی ۔ عبارت نہایت لطیف لکھتے تھے ۔ شاعری مین بھی کسی قدر ملکہ تھا نہایت فہمیدہ
اور سنجیدہ عالی ہمت بامروت اور بلند حوصلہ تھے ۔ اکثر اپنے والد ماجد کے ساتھ رہتے تھے ۔ آپکی شادی
احمد جان صاحب کی صاحبزادی سے مٹیا برج میں ہوئی اپنے والد کے بعد بھی عرصہ تک مٹیا برج میں مرزا جہان قدر کے پاس رہے پھر
عرصہ تک حیدرآباد میں قیام کیا آغا سید علی شوستری طاب ثراہ (جو مفتی صاحب قبلہ کے بنی اعمام مین تھے) انسے
بہت محبت کرتے تھے ۱۳۰۳ھ ہجری مین بمقام لکھنؤ انتقال کیا اور امام باڑہ جناب غفرانمآب مین مدفون
ہوئے ۔ ایک صاحبزادہ اُن کے حیدرآباد مین ملازم ہین جن کا نام سید محمد موسوی ہے اور ایک صاحبزادی
جنکا عقد ڈاکٹر سید علی مظفر صاحب نبیرہ جناب سلطان العلماء سے ہوا

زوجہ جناب نجم العلماء

یہ محترمہ جلیلہ روز بعثت گذر کر ۲۸ رجب کی شب مین بزم افروز شبستان وجود
ہوئین ۔ ابتدائے سن سے حدید الذہن سلیم العقل تھین پڑھنے کا شوق
دلنشین رہا ۔ اردو فارسی کی تعلیم پائی اور عربی مین بھی مناسب استعداد حاصل کی شریعت کی پابندی
عبادت مین سرگرمی طہارت مین بہت محتاط سحر خیزی اور مناجات وطاعات مین اپنے والد کی قدم بقدم
اپنے امثال مین ممتاز اپنے والد کے خاندان کی خبر گیری مین منہمک انکے ساتھ حسن سلوک اور ہر قسم کی نگہداشت و
حمایت کی دلدادہ منہیات سے برکنار نماز مین اول وقت کی ملتزم ہین داد و دہش مین مشہور زمانہ کیطرف
راغب دل سے مستغنی عزاداری کی عاشق نیک ہدایت کرنے کی عادی ہین ۔ طبقہ نسوان مین ایسی فردین
بہت کم نظر آتی ہین انتظام خانہ داری مین خوش سلیقہ ہر کام مین بلند حوصلہ عالی ہمت، رحم دل ۔

اور سب کی نگاہون مین محترم ہین۔

فارسی اور اُردو کی نظم و نثر مین بھی مہارت ہے ایک مثنوی نان و نمک کے طرز پر فضائل معصومین مین نظم کی ہے یہان بعض نظمین اُن کی درج کرنے کا خیال تھا۔ شاعرانہ نقطۂ نظر سے نہین بلکہ اسلیئے کہ ناظرین اسکا اندازہ کرین کہ مفتی صاحب قبلہ کی نسل مین یہ جوہر کس حد تک ودیعت ہے لیکن ماذون نہوا صرف چند شعر فارسی بطور نمونہ کے لکھتا ہون

جان من قربان سبط مصطفیٰ — راحت جان علی مرتضیٰ
کوکب تابان برج ہل اتیٰ — گوہر رخشان درج انما
بادشاہ انس و جان مولاے من — مالک کون و مکان آقاے من
جان پیغمبر حسین بن علی — نائب حیدر حسین بن علی
آہ از تیغ جفا مقتول شد — تشنہ لب در کربلا مقتول شد
اے دل و جانم بقربان حسین — من فدا بر روئے تابان حسین
من فدایت اے شہید نینوا — من فدا اے کشتۂ راہ جفا
آہ از جور سپہر کج ادا — تیغ کین و بوسہ گاہ مصطفیٰ
چوب ظلم و لعل و لبہائے حسین — پائے شمر و صدر زیبائے حسین
اہلبیت شاہ و زندان بلا — در رسن بازو و سرہا بے ردا

اپنے شوہر کے ہمراہ سنہ ۱۳۳۲ ہجری مین سفر عراق کیا زیارات سے مشرف ہوئین۔ خداوند عالم نے اولاد بھی لائق عطا فرمائی چار لڑکیان اور دو لڑکے بڑی لڑکی کی شادی مولوی سیّد جواد حسین صاحب امروہوی ممتاز الافاضل کے ساتھ ہوئی ۲۸ برس کی عمر مین انتقال کیا دو لڑکے سیّد فدا حسین اور سیّد ناصر حسین اور ایک لڑکی اُن کی موجود ہے۔ دوسری لڑکی کی شادی سیّد متقی حسن صاحب کے ساتھ ہوئی

تھی انھون نے بھی ۴۳ برس کی عمر مین انتقال کیا ایک لڑکی اور ایک لڑکا سید ہادی موجود ہے
یہ دونون لڑکیان نہایت سعیدہ اور رشیدہ صفات خیر کی جامع عبادت گذار نیک شعار تھین ممدوحہ کے
صاحبزادے جناب مولانا السید محمد صاحب ممتاز الافاضل اور جناب مولانا السید محمد کاظم صاحب ممتاز الافاضل
تھے افسوس کہ دونون نے عنفوان شباب مین انتقال کیا جنکا مختصر تذکرہ ذیل مین اگر درج نہ کیا جائے
تو بہت بڑی فرد گذاشت ہوگی ۔ یہ جانکاہ صدمات ناقابل برداشت ہین مگر ان کی والدہ محترمہ نے اپنے
آبار کرام کی تاسّی مین وہ جوہر صبر دکھلائے جو ابدالآباد تک یادگار رہین گے ۔ مگر درحقیقت اگر انھین زندہ درگور
کہا جائے تو بیجا نہین ہے

مولانا سید محمد صاحب | ایک جلیل القدر عالم باعمل تھے جن کی زندگی ایک صحیفۂ ہدایت وارشاد تھی

ان کی ولادت ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ ہجری روز عید مباہلہ بمقام امروہہ ہوئی ان کے جد امجد جناب مفتی صاحب
نے دو قطعہ تاریخ ولادت نظم فرمائی اکثر شعرا نے تاریخین کہین علم کے گھرانے کا یہ اثر تھا کہ پانچ
برس کے سن مین روزہ رکھا تعلیم شروع ہوئی گیارھوین برس عربی قصیدہ نظم کیا اور جناب مولوی
سید محمد مہدی صاحب کے یہان کی ادبی صحبت مین پڑھا نہایت زکی الطبع جید الذہن تھے ۔ فن ادب کا
فطری ذوق تھا اور علمی اشغال کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا ۔ مدرسۂ مشارع الشرائع مین اپنے والد کی نگرانی
مین سب مدارج علمیہ طے کئے اور ممتاز الافاضل کی اعلےٰ سند اور خلعت فضیلت مدرسہ کی طرف سے پایا
مدرسے کے بعض متوسط درجات پھر بڑے درجات کی تدریس متعلق ہوئی نہایت اتقان وتحقیق سے درس دیتے تھے اور
طلاب کے حال پر نہایت مہربان تھے اور ان کے لئے ہر طرح کی راحت رسانی مین کوشان رہتے تھے
اُن کے عربی قصائد کی جزالت ولطافت سے ارباب ادب خوب واقف ہو چکے ہین اردو فارسی
کی نظم بھی نہایت لطیف ہوتی تھی غالبًا اُن کے قصائد کا مجموعہ ایک کتاب کی صورت مین طبع
ہونے والا ہے ۔ فن ادب کے ماہر تھے شعراء جاہلیت کے انداز مین نظم کرتے تھے اور شعرائے اسلام

کے مذاق مین کبھی - چنانچہ ایک خط مین اپنے مذاق طبع کا خود نقشہ کھینچا ہے -

سلام یضئ له المشرقان ... ویضحی الشمیسان لاشرفان
سلام تجس من جانبیه ... من النور عینان نضاختان
سلام یمیط دیاجی البلایا ... بود دانش مطلع شادمانی
سلامیکه از فیض تنویر نورش ... قد اخضرّ واحمرّ روض البیان

امّا بعد فانی وان اجتنیت من العلم ما اجتنیت واقتنیت ما اقتنیت لکننی الی الان علی ما کابدۂ واعانیه اتمادی فی ریاض الفاظه ومعانیه ولما اردت ان ازهد فیه ولا اعرض نفسی لفیافیه ولا نعض علی عواده ولا نرفع الی عواده ولا استظل باهدابه وان قیل فیه ما اهدی به ولا نطمع الی بدرته ولا نتعلق بدرّته ولا یغرنی دیناره ولا یودی ناره وان استتر فی حجاب الحجاب ولا اقاسی حمة الحجاب ولا ادع نقاباً وان کنت نقاباً واسعف المامول بالخمول واطوی علی الکتم ولا ازحزح عنی الکتم فبینما اذنا جانی نفسی بان الامر امران والواحد اثنان فکم بونا بین مشارع الشرایع ومسائل المسائل فان طویت عن الاخری کشحا فلم کشحت عن الاولی کشحا وان سدلت دونها ثوبا فلم لا نشوب الیها ثوبا فقمت اشمر الیها الاذیال وان کنت من الاذیال وطفقت اضمر الیها الخیل وان اجلب علی الدهر برجل وخیل وبذلت جهدی فی تشیید قواعدها وتشدید سواعدها ونمقت الکتب والرسائل علی قلة الحیل والوسائل فی السنة مختلفة وفنون موتلفة وزینت ریاضها واترعت حیاضها واخترت فی اکثرها لسان القاطنین لا المتغربین وجعلت بعضها عبرة للناظرین فالان اهدی حضرتکم رسالہ شتی وجیزة عذراء فی اصول الدین ومبانی الیقین الاوانی وان کنت مجهولاً لا یعرف

ونكرة لا يتعرف لكن بعين فضلك لو رأيت لدريت ان الضيا من اى زيت ولم يكن من الامر ذيت وذيت +

ابى سيدى نجم الحسن خير سيد	به يقتدى الانوار والنجم يهتدى
وجدى من كان السمو سميره	يسائره انى يروح و يغتدى
محمد العباس قد كان اسمه	ويدعى بمفتى الشرع شرع محمد

مرحوم کو ہزارہا اشعار شعراے عرب کے یاد تھے اور ایام عرب اور تاریخ ادبیت سے خوب باخبر تھے فلسفہ و منطق مین بھی معقول دستگاہ تھی۔ کتب قدیمہ پر ناظر تھی افق المبین و اسفار صدرا و شرح اشارات وغیرہ سے بہت مانوس تھے ہر مسئلہ مین اپنی محققانہ راے قائم کرتے تھے۔

بیان فضائل و مصائب و مواعظ مین نہایت عمدہ ملکہ تھا مطالب نفیس مضامین عالیہ طرز بیان فصیح و سنجیدہ تفسیر و حدیث و تاریخ سے استخراج مطالب کا طریقہ نہایت متین اور حسن بیان کے خلعت سے آراستہ و پیراستہ۔ ان صحبتون کے شریک ہونے والے آجتک یاد کرتے ہین۔ انگریزی زبان مین بھی انھون نے اچھی لیاقت پیدا کر لی تھی کہ تحریر و مطالعہ بخوبی کر سکتے تھے اور اس زبان کو صرف اسلئے حاصل کیا تھا کہ جو اسلام کے خلاف تصنیفات ہین اُن کا جواب دینے مین کسی دوسرے سے مدد لینے کی احتیاج باقی نہ رہے چنانچہ اسکے لئے ایک ایسا نمونہ قائم کیا تھا جس کا عکس مدرسۃ الواعظین کی صورت مین نمایان ہے۔ اِس مدرسہ کی بنا مین اُن کی سعی و کوشش کا بھی بہت کافی حصہ شریک ہے اور اسی لیئے انجمن مؤید العلوم اُن کی یادگار مدرسہ مذکور مین قائم ہوئی ہے۔

امراض کی شکایت اکثر رہتی تھی اور صحت قابل اطمینان نہ تھی آخر کار مرض سل مین مبتلا ہو کر ۴ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ ۳۲ برس کی عمر مین بحالت شباب عالم قدس کی طرف رحلت کی اُنکے خال محترم مولانا مفتی سید محمد علی صاحب نے خط تعزیت مین یہ فقرہ اُن کی شان کے شایان لکھا تھا "مجھے امید

تھی کہ ہم لوگ تو خیر مگر خاندان کا چراغ سید محمد سے روشن رہے گا۔ ہائے! میرے گھر کا چراغ گل ہو گیا"۔

تصنیف کا مشغلہ بھی شروع کیا تھا لیکن امراض نے مہلت نہ دی شریعۃ الاسلام اُن کی یادگار ہے اور ایک رسالہ معراج العقول کے جواب مین اور ایک رسالہ کذلقلم فی الجزء الاصم کے جواب مین اور ایک رسالہ اُصول فقہ مین اور ایک صرف و نحو مین ناتمام ہے۔

ایک شادی اُن کی امروہہ مین ہوئی جسمین ہز ہائنس نواب محمد حامد علیخان صاحب والی رامپور دام اقبالہٗ بھی شریک ہوئے تھے۔ دوسری شادی جناب حجۃ الاسلام سید مصطفےٰ عرف میر آغا صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ایک لڑکی اور لڑکا مولوی سید محمد رضی سلمہ اللہ تعالیٰ اور ایک لڑکا سید محمد زکی تیسرے عقد سے اُن کے اعقاب مین ہین۔

وفات کے متعلق اُن کے احباب و دیگر افاضل نے اُردو فارسی عربی تاریخین اور قصائد اور مرثیے بہت نظم کیے جن کا ایک مستقل مجموعہ ہے جو جداگانہ شایع ہوگا اور جو اُن کے متعلق کثیر التعداد خواب دیکھے گئے وہ عجیب و غریب ہین جن سے اُن کی جلالت قدر اور علو منزلت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔

سید محمد کاظم صاحب یہ اپنے بھائی کے قدم بقدم صفات حسنہ اور مکارم خصال سے موصوف تھے غرہ صفر سنہ ۱۳۰۱ھ ہجری مین بمقام لکھنؤ ولادت ہوئی اور مدرسہ مشارع الشرایع مین تحصیل علم کی اور مثل اپنے بھائی کے ممتاز الافاضل کی سند حاصل کی اسکے بعد تدریس مین مصروف رہے اور نہایت محنت و توجہ سے پڑھایا اور مدرسہ مذکور کے ایک درجہ کی تعلیم اُن کے متعلق ہوگئی اور کئی سال تک نہایت خیر و خوبی سے درس دیا۔ اُن کے درجہ کے طلاب برابر کامیابی حاصل کرتے رہے طبعاً نہایت سنجیدہ اور متین سلیم الطبع صاف باطن نیک سیرت خوش سلیقہ تھے سنہ ۱۳۳۰ھ مین اپنے والد بزرگوار کے ہمراہی میں زیارت عتبات رفیع الدرجات کا شرف حاصل کیا طبیعت بھی موزون تھی نظم بھی پاکیزہ کرتے تھے اُنکے

بعض قصائد مدرسۂ ناظمیہ کی سالانہ روئداد مین شائع ہوچکے ہین۔ چنانچہ سنہ ۱۳۲۴ھ کی روئداد مین جو قصیدہ شائع ہوا ہے اُسکا مطلع یہ ہے ؎

ارا کتخفی ہوی سلمی وتصطبر	والدمع یظہر ما فی القلب مستتر

اپنے برادرِ محترم کے مرثیہ مین جو مختلف بحور مین اشعار نظم کئے تھے اُن مین یہ چند شعر بھی داخل ہین۔

یا اخی یا کنفی یا سندی یا عضدی	ادرک القلب فقیہ لہبات الحرق
ان فی ہجرک اضحی کبدی حلف جوی	نہری مظلمۃ بعدک مثل الغسق
فالی کم الم الہجر اقاسی اسفًا	ومتی لم ترجعن یا سالک خیر الطرق
سیدی ناظرنا اشتاق الی زورتکم	ارنا الطلعۃ مثل القمر المتسق
سیدی املک مذ غبت علت صرختہا	فتنادیک بقلب دنف محترق
وابوک انصدع القلب لم یحتملہا	وہو یسترجع دوما ارقا فی قلق
آہ ادراک منون فنسیت الرفقا	فزت بالکوثر والخلد ورب الفلق
طیب اللہ لک الرمس وروی جدثا	صار مثواک فنم فیہ بوجہ طلق
واذا اخمد مصباح دیاجی العلیا	هتف الھاتف قد اظلم کل الافق
	۱۳۳۷ھ

اپنے بڑے بھائی کی وفات کے بعد امورِ علمیہ کے بھی نگران رہتے تھے اپنے پرائے سب مین ممدوح تھے مشہدِ مقدس کی زیارت کا انھین خاص طور پر اشتیاق تھا تا اینکہ ماہِ صیام سنہ ۱۳۴۰ھ کو باصرار تمام اور باہتمام خاص روانہ ہوگئے جناب حکیم سید فضل علی صاحب عرف حکیم میرن صاحب بھی اُن کی معیت مین تشریف لیگئے براہ دزداب سفر کرکے ماہ شوال مین مشرف بزیارت ہوئے اور قریب ڈیڑھ ماہ کے وہان قیام کرکے مشاہد عراق کی دوبارہ زیارت کے مشتاق ہوکر براہ نیشاپور طہران روانہ ہوے معصومۂ قم کی زیارت کا شرف حاصل کیا

اور وہان سے ائمہ عراق کے مشاہد کی زیارت سے مشرف ہوئے وہان اسقدر علیل ہوئے کہ جان بری کی امید باقی نہ رہی۔ مگر مرحوم نے دعا کی کہ اگر میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے تو مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ مین اپنے والدین کو دیکھ لون اور وہ مجھے دیکھ لین۔ مرض مین افاقہ ہو گیا اور کربلائے معلی سے نجف اشرف روانہ ہوئے۔ امیر المومنین کی زیارت کی۔ ہر مقام پر جس طرح حجج اسلام و علمائے کرام نے اُن کے ساتھ محبت کی تھی وہان کے حضرات نے بھی نہایت محبت کا اظہار کیا اور چار بزرگوارون نے اجازہ روایت بھی عطا کیا جناب حجۃ الاسلام آقا سید ابو الحسن اصفہانی اور حجۃ الاسلام سید محمد فیروز آبادی اور جناب حجۃ الاسلام مرزا حسین نائنی اور جناب حجۃ الاسلام آقا ضیا عراقی۔ اسکے بعد کاظمین و سامرہ کی زیارت سے مشرف ہو کر ہندستان پہونچے اپنے والدین کی زیارت کی مگر پہونچتے ہی مرض مین زیادتی ہو گئی ایک مہینہ سے کچھ زائد علاج ہوتا رہا آخر کار داعی اجل کا پیغام پہونچ گیا اور اپنے والدین کے دلون کی حسرتون کا خون کر کے اور انھین پیرانہ سالی مین بسمل و نیم جان چھوڑ کر ۲۴ سال کی عمر مین بتاریخ ۹ جمادی الاولی ۱۳۴۵ھ فردوس بریں روانہ ہوئے۔ تاریخہائے وفات و قصائد و مراثی ان کے بھی بہت ہین بنظر اختصار درج نہین کیئے گئے۔

چچا کی لڑکی سے امروہہ مین انکا عقد ہوا تھا ان کی شادی مین بھی والی رامپور ہز ہائنیس نواب سر محمد حامد علیخان صاحب ادام اللہ اقبالہم نے شرکت فرمائی تھی۔ دو لڑکیاں اور دو لڑکے سید محمد صادق سلمہ اللہ اور سید محمد محسن سلمہ اللہ اُن کی یادگار رہین۔ کتاب الشیعہ و فنون الاسلام کا ترجمہ جو نہایت لطیف ترجمہ ہے چھپ کر شایع ہو چکا ہے جسکے بعد جناب آقا سید حسن صدر دام ظلہ نے مبسوط اجازہ لکھکر بھیجدیا تھا اس مقام پر اجازت مذکورہ مین سے بعض فقرات بھی احیاءً للذکر درج کیے جاتے ہین۔

قد استجازنی السید الجلیل العالم النبیل الصفی الزکی النقی سید العلماء الراشدین و مروج شریعۃ جدہ سید المرسلین ابو الفضائل و المکارم المولوی السید

محمد کاظم دامت برکاتہ فوجدتہ اھلاً لذلک فاجزت لہ (آقا سید ابوالحسن الموسوی الاصفہانی النجفی)

قد استجازنی السید السند العالم المسدد والفاضل الکامل المؤید النقی الزکی المعتمد المحقق المدقق الاوحد ابوالمکارم وصفوۃ العلماء الاعاظم المولوی السید محمد کاظم عمر اللہ بہ من بیوت الرشاد مدارسہا وجدد بہ من ربوع السداد دوارسہا ولعلمی بانہ علی جانب من التقوی عظیم وان حدیث فضلہ ونبلہ قدیم تحتمت علی اجازتہ حیث قد لزمت علی اجابتہ فاجزت لہ

(آقا سید محمد الیزدی الفیروزآبادی النجفی)

تفاول امتحانگاہِ بلا مین صبر و استقامت کے جوہر جن نفوس قدسیہ نے دکھائے ہین اُن کے مدارج عالم آخرت مین تو جو کچھ ہونگے وہ ہونگے مگر یہان بھی اُن کی تسلی خاطر اور دوسرون کے موعظہ و نصیحت کیلئے کچھ علامتین ظاہر ہوتی ہین۔ چنانچہ مناسب مقام ایک عجیب و غریب واقعہ درج کرتا ہون جو صفحہ دنیا پر ہمیشہ یادگار رہے گا جو صاحبان بصیرت و خبرت کے دلون سے جسکا نقش محو نہین ہو سکتا اور یقیناً آیندہ نسلون کے واسطے دفتر ہدایت و عبرت ہے

مرحومین کے والدین نے ان جانکاہ مصیبتون پر جس صبر و شکیبائی سے کام کیا وہ گرفتاران محن کیلئے صرف باعث تسلی ہے بلکہ سبق آموز بھی ہے۔ ایسی اولاد کے داغ معمولی داغ نہین۔ مولانا سید محمد کاظم مرحوم کی مجلس چہلم سے دو دن قبل یعنی ۸ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء کو جناب نجم العلما اپنے فرزندون کی نوجوانی اور اعلے علمی قابلیت اور اپنی پیرانہ سالی مین دونون کے داغ مفارقت کی جانسوز داستان کا ذکر اپنے اہلبیت کے سامنے بیان کر رہے تھے کہ مجھے غور کرنے پر بھی کوئی نظیر اپنے غم کی نہین ملتی اور مین خدا سے دعا کرتا ہون کہ میرا قدم جادہ صبر مین متزلزل نہو جائے مرحوم کی والدہ پر ان کلمات کا ایک خاص اثر ہوا اور اُنکا اضطراب بہت بڑھ گیا۔ مگر پھر بھی اُنھون نے بکمال استقلال مصلے پر جا کر اپنے معبود کی طرف رجوع کر کے عرض کیا

کہ خداوندا یہ تو صبر کے عادی تھے جب انکی یہ حالت ہے تو مین تو عورت ہون۔ مین کیا کرون۔ یہ کہکر قرآن مجید کھولا سر صفحہ یہ آیۂ کریمہ برآمد ہوا فسوف نوتیہ اجراً عظیما۔ اس آیۂ کریمہ کے دامن عطوفت مین مراحم خاصہ کے جو جواہر آبدار بھرے ہوئے تھے جب ان معظمہ کو نظر آئے تو دل کو فی الجملہ تسکین ہوئی۔ درحقیقت آیت بھی عجب شان و عنوان کی ہے جسمین رحمت کے دروازے کھلے ہوئے نظر آتے ہین۔ اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ رحمت ربانی نے جناب نجم العلماء کے خیال کو آیت کے اعداد کیطرف متوجہ کیا اور شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ بے کم و کاست پورے ۱۳۲۳ھ عدد نکلتے ہین۔ گویا یہ آیۂ مبارکہ بغیر تعمیہ و تخرجہ کے اعلے درجہ کی تاریخ واقعہ ہے۔ اس خصوصیت نے ہر شخص کو تصویر حیرت بنا دیا۔ ایسے موقع پر کہ ارباب اخلاص قطعات تاریخ اور قصائد و مراثی عربی و فارسی بغرض تسلی و تسکین جناب ممدوح کی خدمت مین پیش کر رہے تھے حضرت باری عز اسمہ نے بھی بوقت استفتاح قرآن رحمت واجر کے وعدہ سے لبریز آیۂ ظاہر فرما دیا۔ آیۂ مذکورہ مقام تعزیت مین مصیبت زدہ والدین کے قلب و جگر کے زخم کا مرہم بھی ہے اور بےنظیر خداداد تاریخ بھی ہے جو حضرات قرآن مجید سے تاریخ کا استخراج کرنے مین زحمتین اُٹھایا کرتے ہین وہ اس تاریخ کی قدر کرینگے۔ قرآن مجید کا اسے اگر اعجاز نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے اسلئے کہ آیت مین یہ اعداد تو ازل سے ودیعت ہو چکے تھے مگر باوجودیکہ ہزارون زبانین اُس کی تلاوت سے بہرہ یاب ہوتی رہین۔ اس وقت کے قبل اعداد کے اظہار کا کہین موقع نہوا۔ البتہ جب وقت آگیا تو اپنے ایک برگزیدہ بندہ کے دل کو شمار عدد کیطرف خود متوجہ کر کے اظہار فرما دیا۔ مادر غمدیدہ نے دوسرے روز پھر بارگاہ خدا مین عرض کیا کہ خداوندا تو نے وعدہ فرمایا اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اور یہ اجر کہان اور کس صورت سے عطا ہوگا۔ اسکے بعد پھر قرآن کھولا تو سر صفحہ یہ آیہ برآمد ہوا

وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا جس کا حاصل یہ ہے کہ تیرے رب کا کلمہ از راہ صدق و عدل پورا

ہو چکا یعنی کوئی تردد و تشویش کا مقام نہین معظمہ کے دل کو اس سے زیادہ قرار آیا۔
مگر جب ان اُمور کا چرچا ہونے لگا تو بعض چہرون سے شک و اشتباہ کے آثار ظاہر ہونے لگے
جس سے معظمہ کا دل کسی قدر افسردہ ہوا اور چند روز کے بعد اُنھون نے پھر قرآن مجید کھولا اُسوقت
یہ آیہ کریمہ برآمد ہوا فمن اٰمن واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کذبوا بایاتنا
یمسھم العذاب بما کانوا یفسقون قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب لا اقول
لکم انی ملك ان اتبع الا ما یوحی الی قل ھل یستوی الاعمی والبصیر افلا تتفکرون
مشیت الٰہی جن بندون کیلئے بلا و مصیبت عظیم مقدر کرتی ہے اُن کی دلداری و تالیف و
تسکین مین اہتمام بھی کرتی ہے۔

مولانا مفتی سید محمد علی صاحب

انکی ولادت ۱۳ ار رجب ۱۲۹۸ھ ہجری کو لکھنؤ محلہ توپ دروازہ
مین ہوئی اور اس تاریخ سعد نے آپکے طالع کو چمکایا اور آپنے
اپنے آبا و اجداد کے خون کا جوہر دکھایا بچپنے ہی سے طبیعت کو علوم و فنون سے مناسبت اور
کھیل کود سے نفرت تھی یہ حسن اتفاق کہ میرا اور ممدوح کا گہوارہ تربیت ایک ہی رہا اس لیے مجھے
اُن کی نسبت اُن خیالات کے اظہار مین بیحد مسرت ہے۔ ابتدائی زمانہ نہایت عسرت سے
بسر ہوا اور اسی عالم مین اُنھون نے تکمیل علوم کی۔
مین بھی مدرسہ مشارع الشرایع مین پڑھتا تھا اور ممدوح بھی وہین تعلیم پاتے تھے نشست کا
مقام بھی ایک ہی تھا۔ ۱۳۱۰ و ۱۳۱۱ھ ہجری تک مدرسہ مذکورہ مین پڑھتے رہے اور جناب نجم العلماء مدظلہ
کی مجلس درس مین شریک جماعت رہے۔ چنانچہ ۱۳۱۰ و ۱۳۱۱ھ کی روئداد مین اُن کے عربی قصائد شائع
ہوئے ہین۔ مولوی جعفر حسین صاحب اور رضا حسین صاحب سے کتب معقولات پڑھے اور مولوی محمد مہدی صاحب
اور مولوی پیارے مرزا صاحب سے ادبیات ۲۶ برس کی عمر مین وہ تمام معقولات اور کتب کیا ادب

اور اکثر کتب فقہیہ و اُصولیہ کے درس سے فارغ ہو چکے تھے۔ اسباب تعلیم کی نایابی سدِ راہ تھی ورنہ اُنکے ذکاوت و ذہانت اِس سے بہت پہلے اِس منزل کے طے کرنے کو آمادہ تھی۔

۱۳۲۵؁ہجری مین آپنے سفر عراق کیا۔ آپکے چھوٹے بھائی مفتی سید احمد علی صاحب قبلہ مع اپنی والدہ ماجدہ کے پہلے ہی سے کربلاے معلّٰی مین موجود تھے آپ کو اپنی عمر مین اتنے بڑے سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا اسپر طرہ یہ کہ تنہائی اور زادِ سفر بھی بہت ناکافی لیکن خضر شوق نے قدم قدم پر رہنمائی کی اور تمام صعوبات سفر کو آسانی کی صورت مین پیش کر کے منزل مقصود تک پہونچایا۔

کربلائے معلے پہونچکر آپنے تحصیل علوم مین جسقدر محنت و جانفشانی کی اور فقدان معیشت کی وجہ سے جو جو تکلیفین برداشت کین وہ یقیناً دوسرون کے واسطے سبق آموز ہین افسوس کہ اس باب مین اُن باتون کو مین بالاختصار بھی نہین تحریر کر سکتا۔

ایک سال تک آپ درس سطحی مین مصروف رہے اور شرح کبیر اور رسائل اربعہ اور دیگر کتب نہایت محنت سے پڑھین اُسکے بعد نجف اشرف گئے۔ آخوند ملا کاظم خراسانی اور جناب سرکار آقای کاظم یزدی کے درس خارج مین شریک ہوئے تین سال مین درج خارج کا دورہ ختم کیا اور تقریباً چھ برس نجف اشرف مین قیام رہا۔ وہین ایک رسالہ علم اُصول مین تحریر کیا۔

ادب کے درسیات سب لکھنؤ مین ختم ہو گئے تھے مگر یہ فن چونکہ وجدانی اور ذوقی تھا اسلئے تحصیل زبان مین وہان بھی آپ ہمیشہ سرگرم رہے اور مختلف طبقات کے محاورات پر عبور حاصل کیا یہ وہ عہد تھا کہ مشروطہ کا دور شروع ہو گیا تھا احرار عرب اصلاح زبان کی طرف متوجہ تھے مختلف ادبی رسائل کی مصر وغیرہ سے اشاعت شروع ہو گئی تھی جنمین علاوہ اور علوم کے ادب کا مکمل ذخیرہ ہوتا تھا یہ تمام رسائل و اخبار آپکے مطالعہ مین رہتے تھے۔ بعض چیزین محاورات مین رسم سے تعلق رکھتی ہین۔ مثلاً عرب کے قصابون کا قاعدہ ہے کہ جانور کی کھال اُتار کر پوست کندہ جانور

کو دکان پر لٹکا دیتے ہین اور اسکی چربی کو جھالر کی طرح کترتے ہین جس سے اس گوشت کی آرائش کی جاتی ہے۔ سفتی صاحب کہتے ہین کہ جب مین نے اِس منظر کو دیکھا مجھے امرأالقیس کے اِس شعر کا زیادہ لطف ملا

فظل العذاری یرتمین بلحمها   وشحم کھداب الدمقس المفتل

معلوم ہوا کہ چربی کے لچھوں کو سفید ریشمی جھالر سے تشبیہ دینا عربی زبان میں بوجہ مناسب رواج ہونیکے خلاف بلاغت نہین۔

آپکے اساتذہ عراق حسب ذیل ہین:۔

(۱) آقا شیخ غلام حسین (۲) آقا عبدالہادی (۳) آقا شیخ حسین نظلہ (۴) آقا سید محمد باقر حجۃ الاسلام (۵) آقا شیخ علی مازندرانی (۶) آقا سید کاظم طباطبائی یزدی (۷) اخوند شیخ محمد کاظم (۸) آقا ضیا عراقی (۹) آقا سید حسین۔

بڑے بڑے علماسے آپ مباحثات مین سرگرم رہے یہانتک کہ درس خارج مین ایک امتیاز مخصوص آپ کو حاصل ہوا۔ اور آپکے اساتذہ کو ایک خاص اعتماد آپ پر ہوا۔ ۲۲ سال کی عمر مین تمام تحصیلات سے فراغت ملی اور تدریس کا مشغلہ شروع ہوا آپکے تلامذہ مین یہان کے اکثر فضلا موجود ہین جنکی فہرست بلحاظ طوالت نظر انداز کیجاتی ہے۔ ان حضرات مین بعض قابلیت اجتہاد بھی رکھتے ہین۔

بعض طلبہ اور علمانے درس خارج کہنے کی فرمائش کی تھی اُن کے اصرار سے درس خارج دینے کے لئے تیار کیے گئے۔ مگر اسی زمانہ مین سفر ہند درپیش ہوگیا۔

طلبہ جو عربی قصائد بغرض اصلاح پیش کرتے ہین اُن مین نہایت عمدہ اصلاحین کردیتے ہین۔

عراق میں بعض اجلہ آپ کو آقا سے حکمی اور بعض اساتذہ آپکے فاضل ہندی کہتے تھے۔ یہ سب واقعات مجھے خود ممدوح کی زبانی معلوم ہوئے۔ آپکے ادبی ذوق اور علوم و فنون پر غالب ہے اُردو فارسی عربی کے

کلام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہے نظم ونثر دونون اعلےٰ پایہ کی ہے اور ہر ایک سخن مین مہارت ہے علوم مروجہ کے علاوہ بعض علوم غریبہ کی طرف بھی توجہ رہی عراقی کتب خانہ مین مطالعہ اکثر ایسی کتابونکا رہا کرتا تھا۔

۱۳۳۲ھ مین آپنے عراق چھوڑا اور لکھنؤ تشریف لائے۔ بالفعل عربی شیعہ کالج مین پروفیسر ادب ہین۔ آپکے اجازات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

العالم العالم سید العلماء العظام صاحب القریحۃ القویمہ والسلیقۃ المستقیمہ جناب المولوی السیّد محمد علی طال اللہ بقاہ استجازنی فوجدتہ اھلا لذالک فاجزتہ

(اقتباس از اجازہ جناب آقا سید محمد کاظم اعلی اللہ مقامہ)

البارعان الکاملان المجتہدان العادلان العالمان الجلیلان والفاضلان النبیلان المفتی السیّد محمد علی والمفتی السیّد احمد علی رقیا بحمداللہ الی درجۃ الاجتہاد واستجازانی فاجزتہما

(اقتباس از اجازہ جناب آقا شیخ علی مازندرانی ابن ملا فضل اللہ)

العالم الفاضل الکامل المحقق الفقیہ صاحب الاطوار العرشیہ والاخلاق الملکیہ المفتی السیّد محمد علی المعروف مفتی صاحب دام بقاہ حصل من العلم مبلغا عظیما و بلغ مقام الارشاد وارتقی الی اوج السداد فجاز لہ العمل بما یستنبطہ من احکام الدین علی الطریق المقررۃ عند الفقہا والمجتہدین وقد اجزت لہ

(اقتباس از اجازہ علامہ تبریزی جناب آقا ابو القاسم صاحب ابن محمد رضا صاحب ظلہ العالی)

الفاضل النحریر العالم الخبیر والناقد البصیر مولی المفاخر والمجتہد الماہر العالم العالم العلام قدوۃ الاعلام الافاضل والبحر الذی لیس لہ ساحل المفتی السید محمد علی

وجدتہ بحراً مواجاً ولیثاً عجاجاً وقد استجازمنی فاجزتہ واذنت لہ فیما یحتاج الی اذن الحکام کالتصرف فی مال الامام علیہ السلام والتصرف فی مال الغیب والمجانین والاطفال ولہ العمل علی ما یستنبط من الاحکام الشرعیہ عن ادلتہا السنیۃ العلیہ

(اقتباس از اجازہ جناب آقا شیخ حسین صاحب ابن آقا شیخ زین العابدین صاحب طاب ثراہ)

مولانا مفتی سید احمد علی صاحب

آپ کی ولادت ۲۵ رجب ۱۳۰۳ھ کو روز جمعہ لکھنؤ محلہ توپ دروازہ مین ہوئی جب مفتی صاحب قبلہ کا انتقال ہوا تو آپ کی عمر ۲ سال کی تھی اولاد مین سب سے زیادہ صغیر السن اور "انچہ دیر آید درست آید" کے مصداق ہین بچپنے ہی سے صلاحیت و تقدس متانت و بردباری کے آثار پائے جاتے تھے۔ پانچوین سال تعلیم شروع ہوئی ساتوین برس قرآن شریف اور دیگر کتب ابتدائیہ ختم کئے اسکے بعد قاری مرزا مہدی صاحب سے قرأت سیکھی اور بعض کتب درسیہ پڑھے عبادت کا ذوق علم کا شوق ہمیشہ سے تھا اسلئے باوجود نایابی اسباب تعلیم آپ مرتبہ عالی پر فائز ہوئے عسرت و تنگدستی دستگیر تھی فراخی و اطمینان مفقود مگر اینہمہ بے سروسامانی فطرت اپنے جوہر دکھائے بغیر نہ رہ سکے۔ نوین سال ۱۳۱۲ھ مین مدرسہ شاریع الشرائع مین داخل ہوئے اور ۱۳۱۷ھ تک پڑھتے رہے شرایع قطبی وغیرہ سے فراغت حاصل کرکے مدرسہ حسینیہ آ! دمین مولوی جعفر حسین صاحب سے پڑھتے رہے مولوی سید محمد صاحب مرحوم کے ساتھ حضرت نجم العلما! رمدظلہ کی تعلیم و تربیت مین رہے ۱۳۱۶ھ مین جذبہ شوق نے باب مدینہ علم تک پہونچا دیا وہان پہونچکر درسیات عربی کی تکمیل کرتے رہے اور آقا سید محمد باقر حجۃ الاسلام ال صاحب ریاض کے مدرسہ مین داخل ہوئے اور نہایت محنت و جانفشانی سے پڑھا۔

ممدوح بیان کرتے ہین کہ مختلف علماء حجج اسلام سے مستفید ہوا لیکن زیادہ تر اکتساب فیض آقا سید کاظم بہبہانی اور آقا شیخ غلام حسین مرندی سے کئے چند سال کے بعد نجف جاکر درس سطحی

مین شریک ہوئے رسائل ومکاسب وریاض وغیرہ آقا ضیاء الدین عراقی سے پڑھے اُس کے بعد حجۃ الاسلام حاج مرزا محمد حسین ابن مرزا خلیل (شاگرد صاحب جواہر الکلام) کے درس خارج مین حاضر ہوئے۔ ایک زمانہ تک حجۃ الاسلام اخوند ملا محمد کاظم خراسانی کے درس اصول فقہ اور حجۃ الاسلام آقا سید محمد کاظم طباطبائی کے درج خارج فقہ مین شریک رہے۔ جب حضرت اخوند کا انتقال ہوا تو یہ تمام درس خارج اُصول کا دورہ ختم کر چکے تھے۔ اِسی طرح جناب سید محمد کاظم کی خدمت سے فیضیاب ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ جناب سید کاظم طباطبائی سے اکثر مباحثات مین اختلاف ہوے ایکدن فرمایا کہ "شما ہم مجتہد ومن ہم مجتہد۔ رائے شما این ست ورائے من این لکھ دینگے دلی دین اُسوقت آپ کی عمر ۲۳ سال کی تھی ۲۴ برس کے سن مین اجازات ملے اور کربلا سے ہندوستان کی طرف مراجعت کی۔ فی الحال مدرسہ مشارع الشرائع مین درجہ فاضل کے مدرس ہین عراق وہند مین آپکے تلامذہ کی کثیر جماعت ہے۔

فقہ واصول سے آپ کی طبیعت کو خاص مناسبت ہے ادبی ذوق بھی خاندانی خصوصیت کی مناسبت سے نہایت عالی ہے۔ عربی فارسی اُردو سب زبانون مین آپنے کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہے۔ اگر جمع کیا جائے تو ایک معقول ذخیرہ ہو ایک مرتبہ آپنے اپنے چند اشعار ایک عرب شاعر نجفی کو سُنائے۔

فودعتہا والدمع یجری صبابۃً	ورفقتنا ما بین باك وساکت
الی ان تولت والخرائد حولہا	ولما رکبن العیس فالعین جادت
واُلقیت مغری واستقرت مکانہا	وارخت زمام البازلات وسارت
رکنا وتوفا مشرہ بین نحوہا	الی ان تواری الناجیات وغابت

سب شعرون کی تعریف کی اور آخر شعر پر بیخود ہو گیا اور بار بار پڑھوایا

سید محمد طاہر ایک عالم زادے اور خود بھی عالم تھے کربلا سے معلے مین رہتے تھے اُنھون نے

ایک کتاب ابواب الجنان تصنیف کی اس کی تاریخ کی آپ سے فرمائش کی ۔ ذیل کا قطعہ آپ نے نظم کیا ۔

کتاب بات الفم صدیقی	وسماہ بابواب الجنان
محمد طاہر من نسل طہ	ذکی طیب طھر الجنان
ولما ان رایناہ فقلنا	لھذا اتباع ابواب الجنان

باب التلامذہ

درحقیقت مرحوم کی ذات ایک قلزم ناپیدا کنار تھی جس سے ہزارہا چشمے جاری ہوئے ایک آفتاب تھے جس سے بیشمار کرنین پھوٹین جن طالبان علوم نے اس دریاے علوم کے دامن مین نشو و نما پائی اور اُسکے آغوش مین پہلے پھولے ۔ اُن مین ہر فرد بجاے خود ایک مستقل یادگار اور نادرہ روزگار ہے ۔ جناب مفتی صاحب جس طرح کثیر التصانیف تھے اسی طرح کثیر التلامذہ بھی تھے ۔ اُن کی روحانی برکات اور فیوض کا طلبہ مین بہت جلد اثر پیدا ہو جاتا تھا تلامذہ کی فہرست دیکھنے سے آپکو اندازہ ہوگا کہ کیسے کیسے جوہر قابل اور فرد کامل اُن کے حلقہ درس مین شریک تھے یہ فخر بہت کم کسی کو ملا ہے وہ اپنے عہد مین استاذ الاساتذہ اور مرجع علما و فضلا تھے ہندوستان کے بیشتر اکابر اُن سے مستفید ہوے اور علم شہرت بلند کیا ۔ اِس باب مین ارادہ تھا کہ اُن کے تلامذہ کا مختصر تذکرہ لکھدون مگر اول تو شاگردون کی مکمل فہرست نہ معلوم ہو سکی جن کے اسما معلوم ہوسے اُنمین سے بھی بہت سے لوگون کے حالات نہین معلوم ہو سکے جسکی وجہ سے اصل کتاب کی طباعت مین تاخیر ہو رہی تھی مجبوراً جنکے حالات ملگئے اُسی پر قناعت کی طبع ثانی کی اگر نوبت آئی تو یہ کمی ضرور پوری کیجائے گی ۔

مولانا المولوی السید مہدی شاہ الکشمیری

ایک نہایت جلیل القدر عالم اور انواع علوم وفنون مین متبحر اور ادب ریاضی وہیئت مین باکمال اور عبادت وزہادت مین مشہور آفاق اور حل احادیث مشکلہ مین ماہر کامل تھے جناب مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین اختصاص رکھتے ہین اور انھین کے فیض تلمذ سے ادبیت وعلوم عربیہ مین نام برآوردہ ہوے جناب سید العلماء طاب ثراہ اور جناب آقا سید علی الرضوی اعلی اللہ مقامہ سے بھی استفادہ علوم فرمایا اور جناب حاج سید اسمعیل طباطبائی اصفہانی سے بھی معقول ومنقول کا درس حاصل کیا اور صاحب جواہر الکلام کے درس مین بھی حاضر ہوے حج وزیارت کا شرف حاصل کیا جناب مفتی صاحب باوجودیکہ استاد تھے مگر ان کی تعظیم وتکریم فرماتے تھے اور باہم جو مکاتبت ہوتی تھی اگر وہ ایک جگہ جمع کیجائے تو ایک ضخیم مجلد ہو جائے۔ ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب کی خدمت مین یہ دو شعر لکھ کر بھیجدے تھے ؎

انکنت ازمعت علی ہجرنا — من غیر ما جرم فصبر جمیل
وان تبدلت بنا غیرنا — فحسبنا اللہ ونعم الوکیل

جناب ممدوح نے جواب مین ایک عجیب ولطیف خط تحریر فرمایا یہ اشعار بھی اسی خط کے ہین ۔

اج الیہ وہو کعبۃ مقصدی — وکل مقام دون ذاک فدیر
وانت کنفس عزۃ ونفاسۃ — ایبذل بالنفس النفیسہ غیر
زعمت علینا اننا نتبدل الـ — ـذی ہو ادنی بالذی ہو خیر

انما وقع التسویف فی جواب کتابك الشریف لان الدہر من الاطناب یمنع + والقلب بالایجاز لا یقنع + فقولك الوجیز فی کتابك العزیز ان کنت ازمعت الخ فاعجب من ابی دلامۃ واغرب من زرقاء الیمامۃ

ظن الحبیب عدولی عن محبتہ	کلا وربی لا ابغی بہ بدلا
ما کنت ابدل حرفا من حروف ہوی	لکن بالقلب من تصریفہ عللا

۱۴ رجب ۱۲۳۳ھ مین ولادت ہوئی اور ۲۵ جمادی الاخری روز شنبہ ۱۳۱۴ھ مین وفات پائی۔ رحمہ اللہ

شمس العلماء امام المتکلمین مرضی العصر مولانا السید [illegible] حسین [illegible] اللکھنوی

مفتی صاحب مرحوم کے کمالات کی دلیل روشن اور برہان واضح بلکہ سرمایۂ افتخار ہین شیعی دنیا مین کوئی ایسا نہین جسکے دل پر اس بزرگ کا سکہ نہ بیٹھا ہو ان کی جلالت قدر اور عظمت علمی کے لئے شاہد صدق اُن کی تصانیف ہین۔ انکا طرز زندگی ویسا ہی تھا جیسا قرن ثانی و ثالث کے علما کا تھا۔ فنا فی العلم ہونیوالون کی مثال انسے بہتر نہین ملتی۔

علامہ ممدوح کے حالات زندگی اگر بالاجمال بھی لکھے جائین تو ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے مؤلف نے اِس کتاب کی تالیف سے قبل اُن کے حالات زندگی کے جمع کا ارادہ کیا اور بہت کچھ حالات حضرت صدر المحققین مدظلہ کی اعانت سے جمع کئے لیکن درمیان مین حضرت نجم العلما مدظلہ کے ارشاد سے اِس کتاب کی تدوین مین مصروف ہوگیا اِس لئے اُس کے تمام کرنے کی نوبت نہین آئی۔ اگر زندگی نے وفا کی تو حتمی ارادہ ہے کہ جناب فردوس مآب کی مکمل سوانحعمری عنقریب ہدیۂ ناظرین کردن گا اِسلیے یہان صرف اُنکے تذکرہ پر اکتفا کرتا ہون۔

مولانا السید ابو الحسن بن السید علی بن السید صفدر الرضوی المعروف بہ جناب ابو صاحب

آپکے محامد و فضائل اور شرائف خصائل اگر بیان کئے جائین تو ایک جداگانہ تصنیف کی ضرورت ہے

آپکا علم و کمال اور آپ کا مرتبہ زہد و تقوی بہت عالی تھا۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے کئی مرتبہ عتبات عالیات تشریف لیگئے اور ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء مین جو آخری سفر تھا بمقام کربلاے معلّٰی انتقال فرمایا! اور در زینبیہ کے قریب مقبرہ نواب لاہور مین مدفون ہوے۔ جناب مفتی صاحب قبلہ آپکے ساتھ بیحد محبت فرماتے تھے اور بہت قدر کرتے تھے۔

سنہ ۱۲۶۱ھ ہجری میں ولادت ہوئی" علم و عمل مین فرد فرید تھے چہرے سے ایک نور ساطع رہتا تھا۔ ابتداے سن سے زہد و تقدس مین آپ یکتاے روزگار تھے اور موعظہ نہایت فصاحت و بلاغت سے بیان کیا کرتے تھے نہایت خوش لحن اور فصیح البیان تھے۔ باوجود اس تبحّر کے نہایت متواضع تھے اہل علم کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے کبھی عجب و کبر جو علم اور اہل علم کے لئے آفت ہے اُن کی طبیعت مین نہین پایا گیا۔ تمام محاسن اخلاق سے خدا نے آراستہ کیا تھا مختلف فیوض اُن کے ایسے جاری ہوے جن کا ذکر ابدالاباد تک صفحہ روزگار پر یادگار رہیگا سنہ ۱۲۸۹ھ مین مدرسہ ایمانیہ کی بنیاد ڈالی جناب ممتاز العلماء جسکے کفیل و معین تھے اس مدرسہ کے فیوض ایک عرصہ تک جاری رہے۔

اُسکے بعد مدرسۂ مشارع الشرائع مرزا محمد عباس علیخانصاحب کو ترغیب دلاکر جاری کرایا جسکے فیوض سے ابتک ہندوستان مالامال ہے جسکے شرف کو کافی ہے کہ جناب نجم العلماء اُسکے مدرّس اعلٰے ہین۔

اُسکے بعد حسین آباد کے مدرسۂ عربیہ مین خود درس دیتے تھے اور اسوقت تک یہ سلسلہ اُنکی اولاد امجاد مین باقی ہے اُن کے فرزند اکبر جناب مجتہد العصر مولانا السید محمد باقر صاحب قبلہ مدظلہ اور جناب مولانا سید محمد ہادی صاحب اُسی مدرسہ مین پڑھاتے ہین۔ ممتاز العلماء جناب سید تقی صاحب جناب مرحوم سے بیحد مانوس تھے چنانچہ اپنی صاحبزادی صاحبہ کا عقد انکے ساتھ کیا

ابتدائے کتب درسیہ مرزا محمد علی صاحب قائمۃ الدین اور جناب ممتاز العلماء سے پڑھ کر جناب مفتی صاحب کیخدمت مین زانوے تلمذ تہ کیا اور تمام فیوض و برکات اُن سے حاصل کئے۔

جناب مفتی صاحب سے اور اُن سے جو مراسلت ہوئی ہے وہ علاوہ لطف ادبیت کے مراتب اُستادی وشاگردی کی سبق آموز ہے۔ محض خطوط یہان نقل کیے جاتے ہین۔

نقل خط جناب ابو صاحب قبلہ

من تعالیٰ
والاکتحال
برنیارۃ جمالہ

بعرض خدام عالیمقام حضرت استاذی الاعظم و ملاذی المحترم سیدی و مولائی و معتمدی و رجائی و غایۃ مُنائی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ

میرساند کہ مطلب اہم و مقصد مقدم استخبار احوال طبع شریف و استفسار اعتدال عنصر لطیف است چہ از مدت دراز این مخلص سراپا نیاز از کوائف حال خیر طراز مطلع نہ شدہ و نیران اشتیاق در کانون دل افروختہ و مشتعل و حال سرگشتہ بوادی حیرانی و ہایم بوادی جہل و نادانی از مفارقت اقدام با احترام اساتذہ کرام این است کہ با دل زار و چشم اشکبار و خاطر بیقرار لگام اضطبار از دست دادہ طرح ماتم نہادہ گاہی آہی جانکاہی و گاہے بسوے فلک نگاہے ؎

عشق بالادست و جان بیقرارم دادہ اند ۔۔۔ کاسۂ لبریز و دست رعشہ دارم دادہ اند

و از اسماع ضیاع فلک مشحون فلک مشحون و لا عنی دل اعتقاد منزل این اسیر بلا بہ گرداب غم و الم غریق و مبتلا گردید و از خیال آن غافل نیستم دیگر امیدوارم کہ این خوشہ چین را از فیض خود محروم نفرمایند و گاہ گاہ از توقیع رفیع سرافراز بفرمایند کہ ورود آن مردگان وادی ہجران را زندہ خواہد نمود و باب فضل و رحمت بر افتادگان خرابہ محنت خواہد کشود و ریاض پژمردہ قلوب بآن سبز و شاداب و تشنگان بہ فیض آن سیراب خواہند شد ؎ در تمنای تو لے قافلہ سالار بہار ۔ گل جدا رنگ جدا بوی جدا افتادہ است

زیادہ حد ادب

کمترین عقیدت کیش محمد ابوالحسن عفا اللہ عنہ   من تاریخ شہر ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ روز شنبہ

ایک عربی خط جناب مفتی صاحب کے نام

یاسادتی هل یخطرن ببالکم	من لیس یخطر غیرکم فی باله
حاشاکم ان تغفلوا عن حال من	هو غافل فی حبکم عن حاله

الی السیّد الکریم العلیم الحلیم الکظیم العظیم البحر الغزیر نزیر النظیر البدر المنیر
الصدر الکبیر نادرة الدهر باقعة العصر مجمع بحری المعقول والمنقول مشرق شمسی الفروع
والاصول النقّاد النقاب + کاشف النقاب + عن خبیات ام الکتاب + الحفی المقتفی لآثار
الائمة الاطیاب + سلام الله علیهم مدی الاحقاب + الحدید السدید + ومن لیس له
فی الآفاق ندید وبدید + الذی کلت عن مدائحه الالسنة + وعجزت الاقلام ان تعد
محاسنه موقظ الناس بهدایته عن الغفلة والسنة البری عن شائبة کل عائبة وشائنة
النابه العروف + المعروف بالمعروف + القادس البهفوف + المحفوف بالطاف الرب
الرؤف + الثقة الثبت الصدوق + الحائز منزلة دونها الثریا والعیوق + الجامع بین العلم
والعمل + الفائز باعلی درجة لایعتریها خلل ولا زلل + دلیل الناس فی اللیلة اللیلاء + والظلمة
العمیاء + وسالکهم بالمحجة البیضاء + والشریعة المیثاء + المصون عن کل باس + استادی
العلامة السیّد محمد عباس ایده الله رب العالمین وشید بوجوده ارکان الدین بالنبی
الامین آمین آمین **اما بعد** فلا ادری کیف ابوح بما فی صدری افیلسانی هذا الکال
اثنی علیک ام کیف اجتری ان اتکلم بین یدیه + والاشواق الکامنة + راسخة علی ممرّ الازمنة
الا انی الفت السکوت ولزمت الصموت ابتغاء للسلامة + ولما بی الفها هة + فیا سیدی انا فی
مدیحک ولکن لا اهتدی + وکیف استطیع وان آل فی جهدی وجدی + ان ابین شطرا
من ودی ووجدی الا انی قدمت الیک تحیة بهیة حسدها المشتری فی اوجه + والبدر

فی بروجہ + وسلاما یزری بالخزامی عبقاً وبالبیضاء شرقاً وبالنسیم لطافۃ وبالسلافۃ
سلاسۃ + سیدی یدوم ذکرک فی خلدی مذ سرت من بلدی وقد وقد نار شوقی و
کاد ان یحترق بذکرہ ورقی + ومضت وانقضت المدد وطال الامد لم اطلع علی حالک
تفصیلا نبت فی جنوح اللیالی ثقیلا اذ لم ترد رسالہ + بشرح ما حجب العباد حالہ + فعلیک
یا سیدی برجعۃ کتابی ھذا باسرع ما یکون فی احسن مسطور لیتاتی السرور والحبور صرف
اللہ عنک نکبات الدھور واصلح لک الامور + کتب ھذہ الاحرف عبدکم المنزودی
ابو الحسن محمد بن علی الموسوی شرح اللہ صدرہ ووضع عنہ وزرہ الذی انقض ظھرہ ۔

غالب کہ آنجناب تاریخ وفات عالیجناب علیین مآب حجۃ الاسلام الشیخ مرتضی الانصاری النجفی طاب ثراہ فرمودہ باشند درصورت صدق گمان کمترین را مطلع فرمائید ۔

جناب مفتی صاحب کا جواب

خیالک فی ذکری وذکراک فی فمی	وشوقک فی قلبی فاین تغیب

ایھا الخلف الصالح الواعظ الناصح الناطق علی حسب المصالح بکلام حلو ومالح
الذاکر الطائع الصابر القانع المتصرف فی الالفاظ والمعانی تصرف الصانع الصالح الصالح
فی الحلی والاوانی بلغہ اللہ فی الامن والامان الی الامانی احمد اللہ علی ما حقق رجائی
فیک وسمع دعائی بالصباح والمساء لک واسئلہ ان یحج فوادک وینجح مسائلک ۔ اما بعد
فاتحفک برباعی خفیف علی اللسان ثقیل فی المیزان یبدء بہ ویختم علیہ رَوّق من السلسبیل
وطرق الی سوی السبیل ووفق ولفق من جانبیہ وثنائی شطرہ الاول ضعف الثانی
واطراف الثانی منہ عشرۃ اضعاف المثانی وھی غایۃ فی التعظیم ورایۃ للتکریم وایم من

الكتاب الكريم سلام قولا من رب رحيم ولنعم ما بعثت به من مرسوم مفتتح بمنظوم ينقص
ابا تمام مشتمل على منثور يزوى بمنثور لانه نمام فيا لها من دوحة ممدوحة عند المتملحين
تونى اكلها كل حين فقرات فقرات منه مزدوجة قرائن فيها على ارتجالها قرائن وجدتها فى
اشتباكها واتساقها حدائق واعنابا وفى ارتباطها واعتناقها كواعب اترابا عرائس الا انها
غالية الاصداق ونفائس ولكن ما لها مصداق الا ان يصار الى التاول او يصب على التقاول
اما حديث ودك ووجدك فيحق ابيك وجدك انه حديث مقطوع الصدر وعن الافئدة
والصد ورجاء على الالسنة فى الورود والصدور واما ما اقترحت على قريحتى فى رجعة الرقعة
فهيهات هيهات ضعفت الباصرة وايفت الذاكرة وللعلم آفات حل الشيبة وارتحل
الشبيبة وما بعد ما فات لو كان ما بى فى صخر لانحل فكيف يحمله خلق من الطين ام كيف
يعرب عن لسان العرب من عربت معدته وعزبت قوته وغربت ذكاء ذكائه وعزبت
رؤساء اعضائه وعزبت اجلاءه على اجلاءه وغربت ديناه بافناءه وعريت عظامه عن
كساءها وغرثت امعائه لنقائها وغربت صحيفة علمه لكسله وفشله وعزبت نفسه فى
الخلق الى الخرق وسوء الخلق من لى بضرس قاطع فى العلم بعد وهن واقع فى العظم
كبرت سنى وانقلعت سنى ونال الدهر منى

	نسود اعلاها وتابى اصولها		وليس الى رد الشباب سبيل	

على ان هذا زمن ذو شجون لا يسئل فيه عن الصفا والمجون والقلم وما يسطرون ولا يبحث
عن عبد الحميد ولا يكترث لابن العميد ولا يلتفت الى ابن مقلة بطرف من مقلة الا وقديما
ما عد الانام آثام الايام وسكنت الافئدة فى اياديها الجسام وسكت الالسنة عن محاسنها
العظام وشكت معائبها قدماء الاعلام وسباق ذوى الاحلام ولو ادركوا زماننا اوشك

ان يقولوا هذا عيان وتلك احلام ؎

رب يوم بكيت منه فلما　　صرت فى غيره بكيت عليه

فمن ثمّ تلك ملكة الفصاحة وملكة البلاغة يولّى مضارّها ولا يولى مسارّها معما قيل فى المثل ولى حارها من تولى قارّها هذا زمان ضيق النفس وتضيق النفس لا تميق النقش بالنقش على الطرس + ولكل مقام مقال ولكل دهر رجال ولا مخبر لعطر بعد عروس فلو كتب اديب وخطب خطيب وان هذا الشئ عجيب فلا استمعوا ولا انتفعوا بل نما الكتابة والخطابة ؎

سحابة صيف عن قليل تقشع

ولوكان فينا ابن سينا لجعل اشاراته خفية واستبدل بقانونه قانون العيسوية لانشد حتى بقى من بقى ؎

ان البلاء موكل بالمنطق

فليصبح العاقل العيى من باقل على انه قد مضى وقت الزرع وحان حين الحصاد + وان ربك لبالمرصاد فيا حسرتى على طول الامل عملت من القبائح والجرائم ما لا يتناهى + وبغفلتى من صحيفة العمل وما لهذا الكتاب لا يغادر صغيرة ولا كبيرة ولا احصاها

فان قلت ما معنى قوله تسود اعلاها الى اخره فانه لا مرجع فى ظاهره لضمائره قلت هو من الامثال ذكره بلا شرح فى المستطرف ولعله مسوق واقع فى طرف وقد بدا ناله ببيتين جعلناه الاخير + فتحقق مرجع الضمير + واستغنى عن التفسير ؎

اذا انقلعت اسناننا بعد شيبة　　فمطعومنا الخبز الخفيف ثقيل
وكم نربط الاسنان او نخضب اللحى　　وتلك بلا اصل وتيك اصيل

ولیس الی رد الشباب سبیل	نسود املاها و تابی اصولها

تاریخ وفات شیخ رہ نگفتہ بودم حالا بپاس التماس گفتہ شد

کش مسلم ہمچو سلمان و ابو ذر داشتند	رفت از دنیا جناب شیخ عالم مرتضی
کز وجودش رونق محراب و منبر داشتند	در رواق و مسجد و حائر عزادارش شدند
آہ گویا آسمانے از زمین بر داشتند	سال تاریخ وفات وے چہ می پرسی ز من

جناب مفتی صاحب کا رقعہ جناب ابو صاحب قبلہ کے نام

یا من اراہ عضدی ویدی بل کالروح من جسدی وارجو منک ان توسدنی فی لحدی وترحمنی فی کبدی وتشفع لی فی غدی جمع اللہ بینی وبینک فی احسن ندی اما بعد فانی اتخمت قبل امس فما اکلت شیئا حتی مطلع الشمس وبلغنی انک قد اصابتک الحمی فزادنی ذلک الما وھما وھا انا قد کتبت رقاعا فیھا ایات تنا ولھا اھتلاعا فی کل یوم رفعہ الی ثلثۃ ایام اولھا الجمعۃ واللہ شافیک وھو الذی یعافینی ویعافیک۔

مولانا السید حسین علی صاحب طاب ثراہ

علمائے لکھنؤ مین انکا پایہ علمی بہت بلند تھا اور علم ادب مین اُن کا کمال مشہور تھا منقولات مین یگانۂ روزگار اور احتیاط و پرہیزگاری میں مشہور آفاق تھے جناب مفتی صاحب سے مکاتبت و مراسلت نظما و نثرا بہت تھی اور جناب ممدوح اُنھین بہت عزیز رکھتے تھے۔

مدرسۂ ایمانیہ مین مدرس اعلی تھے جناب مولوی احمد علی صاحب اور جناب مفتی صاحب قبلہ سے تکمیل علوم کی ۱۹ محرم ۱۳۰۲ھ مین انتقال کیا اور حسینیہ سید محمد تقی صاحب مین مدفون ہوے

حسب ذیل کتابین اُن کی تصنیف سے ہین۔

۱۔ حاشیہ برشرح لمعہ

۲۔ حاشیہ برصدرا

۳ حاشیہ برسلم العلوم از ملا احمد اللہ

والدی المرحوم مؤرخ الاوان مرزا محمد علی طاب ثراہ صاحب نجوم السماء

مفتی صاحب کے عقیدت کیش تلامذہ مین تھے بصد عزت واحترام فرماتے ہین مختصر حال درج تذکرہ کیا جاتا ہے ۱۳ رجب ۱۲۶۱ھ میں بمقام لکھنؤ ولادت ہوئی۔ اساتذہ کرام سے علوم وفنون کی تحصیل کی کتب فقہ واصول جناب سلطان العلماء سے تفسیر وحدیث جناب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ سے علوم حکمیہ راجہ امداد علی خان صاحب کنتوری سے علوم ادبیہ جناب مفتی صاحب قبلہ سے حاصل کئے جناب آیۃ اللہ فی العلمین مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ ایک عبارت مین تحریر فرماتے ہین۔

الفاضل السعید والولی الرشید الصفی الحمید الالمعی الزکی اللوذعی الذکی المولوی مرزا محمد علی ممن حاز قصب السبق فی العلم والبراعۃ واحکم مرائر التحقیق واتقن الصناعۃ واخذ العلوم من الاعلام الجلۃ ووافق الاکابر الذین ھم رؤساء الملۃ وھو لی بالخصوص قدیما لوداد الثقۃ والمختص بمرافقتی والمنوہ بالاعتماد والوثوق والثقۃ

ادبی ذوق جناب مفتی صاحب کی صحبت سے غالب رہا عربی وفارسی مین نہایت لطیف عبارت تحریر فرماتے تھے۔ اُنکی تصانیف سے (۱) نجوم السماء فی تراجم العلماء (۲) زعفران زار (۳) روضۃ الازہار (۴) مجمع الفوائد ہین۔

یکم ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ ہجری کو انتقال کیا اور حسینیہ جناب غفرانمآب مین مدفون ہوے

مولوی سید ناصر حسین صاحب قبلہ مرحوم جونپوری

علماء و فضلائے روزگار سے تھے اور ادب کا خاص ذوق رکھتے تھے سنہ ۱۳[illegible] ہجری میں وفات پائی

جناب نجم العلماء نے جو اُن کی تاریخ نظم کی تھی اُسکا مصرع تاریخ یہ ہے ع

قد مات حبر علیم صاحب الورع

حسب ذیل کتابیں اُن کی تصنیف سے ہیں :۔

النبال علی اصحاب النبال — جواب طعن السنان

عبرات العیون

رسالہ البرابادیہ — درمسئلہ نجاست کفار

ناصر الادب — در علم ادب

رونق الصلوٰۃ — طہارت

نظر النذر — دربیان عہد

مولوی سید محمد صاحب مرحوم جونپوری ملقب [illegible]

ان بزرگ کے حالات معلوم نہین ہوئے ـ جناب مفتی صاحب قبلہ کے مکاتیب مین ایک خط مولوی صاحب [illegible]

موصوف کا اور اُسکا جواب جو جناب مفتی صاحب قبلہ نے دیا ہے ملا جو بجنسہ درج کیا جاتا ہے ـ

الحمد للہ الذی تکرمنا بالمجد والفخار وترزینا بالعز والوقار والصلوٰۃ علی النبی المختار وآلہ الائمۃ الاطہار

ثم التسلیمات النامیۃ ریا المسک والاقحوان والتحیات السامیۃ علی فوح العبیر وروح الجنان

علي من ملاقاة قدره وطلع سعده وبدره فاق على علماء الآفاق ولا يعتري قمر فضله المحاق
وهو العالم الحبر المجيد الفاضل النبيه المجيد استاذنا الاكرم وسيدنا المكرم افضل الناصحين السيد محمد عباس
ادام الله فخاره ورزقنا ازدياره ونجد فيما نحن نحن الى البشائر السائرة من ذلك المصر
الشريف ونرتقب الى الآثار الآتية من جنابك المنيف اذ قد وافى لنا مهرق يروق النواظر
ومكتوب بديع يخجل الربيع الزاهر كانه روض نضير ماله من نظير قد اخضر فيه اغصان
الفصاحة والبلاغة واقتطف من انواره الاصمعي وابن المراغة لو كان الحريري لحار في بدائع
صنائعه وعجز بديع الزمان من استحصار اثره وبدائعه فلما وصل الينا فتح الف باب من السرور
علينا وتعلق بالطبع ما اودعتم فيه من اللآلي الغالية والجواهر النفيسة العالية وحمدت
الله على ما فزت بما اهوى، وبلغت الى ما اتمنى، فقد والله شفيت صدري ورفعت قدري
ثم انك تفضلت علي بما فصلت من جواهر الشرائع وحللت لنا ما اصعب علي لطبائع ادام الله افادتك
وزاد علينا رأفتك وقد اشكلت علي عبارة اخرى نعرضها عليك احق واحرى كي تشرحها
شرحا وتذكر ما فيه تعديلا وجرحا وتكشف اعضالها وتفتح اقفالها وترفع اشكالها وهي ان
المصنف قد قال ان صوم الكفارة اثنا عشر صوما وعند التعدد يصير ثلثة عشر صوما ثم الامير
المكرم نواب علي المحترم اعاذه الله من السامة والهامة ومن شر كل عين لامة يريد شراء
الكتب الدينية للخاصة والعامة ويبذل بذل المجهود في تطلابها باتباعها او استكتابها
وهو يبلغك التسليم مع صنوف التبجيل والتكريم وقد ذكرت في سالف الزمن ان بعض جيرانكم
المسمى بمحمد حسن عنده كثير من كتب الفن وهو يبيعها على سبيل التدريج ويصرف
ثمنها الى الحوائج فان تيسر الشراء من هاتيك الكتب فاطلعونا بثمنه بمقتضى الطافكم
كي نرسل بعد ارسال ثمنه الى جنابكم والتسليم مع التكريم

جواب جناب مفتی صاحب

الحمد لله الصمد رافع السماء بغير عمد والصلوة على نبيه محمد وآله الذين هم
المعتمد ثم السلام العالى كالعسل الحالى من السلسل السائر سير المثل من بلد الى بلد حتى يصل
الى الفاضل الرشيد السيد السعيد ذى الفكر السديد الاغر الامجد السيد محمد رزقنا الله
لقائه وجعل الدهر وقاءه واطال عمره وبقاءه الى اقصى الامد اما بعد فرأينا كتابك و
علمنا خطابك فالمنا ما اصابك من القلق والكمد فى مهاجرة الاتراب ومباعدة الاصحاب
ومفارقة الطلاب والاختلال فى الاستكمال الذى هو منتهى المقصد ولسوف اسعى لك
واذكر عند سيد العلماء حالك عسى ان يبشر الله وصالك حبيبا يد ورفى الخلد واما ما ذكرتم
من عبارة شرايع الاسلام فهو مما يستصعب على الافهام وقد بينتم بالفارسية لما فيها من
النفع العام ومن طلب وجد وجد واما حالى فالام اشكو الضعف فى القوى واكرر
ذكر البلوى فقد والله استحييت من طول الشكوى فلله الحمد وبه حل العقد واما ما اقترحتم
من استعارة نور الابصار فهو من الاسفار العزيزة التى يعز عليها الاسفار وقد علمتم ان نور الابصار
لا يبعث بمن لا يستعار ولكنى استنسخ لك انشاء الله الاحد واذا التمس منك
ان تحمد الى رسالة ابطال الاجتهاد التى الفها اهل العناد وزعم ان ترتيبها اصعب من خرط
القتاد فهى احق بالدفع واولى بالرد ويظن ان صاحبها هو الذى رد على المن والسلوى
ولا غرو وما انا اشكو منه شكوى فانه من اعداء اهل التقوى يصول على الاسد ويبول عن
النقد ومن نقائص اهل الاخبار تنقيص علمائنا الاخيار اذا المرء لا يعيب شمس النهار
ما لم يكن فى عينه رمد ولقد سود هذا القرطاس اضعف الناس السيد محمد عباس
وفقه الله ان يستعد فى يوم لغد۔

تاریخ وفات از جناب مفتی صاحب مرحوم

المرء فی اماله	غفلان عن اعماله	اولیس یفرغ ساعۃ	عن ماله لماله
ینبغی النشاط وانه	یغتم فی استیصاله	قد ساءنی بفراقه	من سرنی بوصاله
آن تابع شرع نبی	وسمیہ آله	حبر ذکی متقی	حسنت جمیع خصاله

تاریخ قطع و وصل او — بلغ العلی بکماله (تخرجہ یک عدد)

تاج العلماء مولانا السید علی محمد بن حضرت سلطان العلماء طاب ثراهما

لکھنؤ کے مشہور مجتہد اور اپنے رنگ مین یکتا اور معقول و منقول مین متفرد تھے زبان عبرانی مین بھی دستگاہ کامل رکھتے تھے مناظرات مین تحریراً و تقریراً کمال رکھتے تھے۔

۱۲ شوال روز جمعہ ۱۲۶۳ھ ہجری مین تاج العلماء رونق افروز بزم وجود ہوئے۔ جناب مفتی صاحب کے تلامذہ مین پایہ بلند رکھتے تھے۔ مولانا محمد علی الملقب بقائمۃ الدین و جناب سید احمد علی احمدآبادی سے ابتدائی کتابین پڑھکر جناب مفتی صاحب کے حلقۂ درس مین داخل ہوئے اور علامۂ روزگار بنکر نکلے۔ عراق میں بھی علماء سے مخبرانہ ملاقات کی اور تقریباً ۱۷ یا ۱۸ اجازات وہان کے جید علماء نے آپکے واسطے تحریر کئے جناب مفتی صاحب نے بھی ایک اجازہ بسوط دیا تقریباً ایک سو کتابین جناب مرحوم کی تصنیف سے ہین جو تحقیقات انیقہ سے مملو ہین۔ یہ کہنا بیجا نہوگا کہ خاندان اجتہاد مین اسقدر کثیر التصانیف کوئی عالم نہین گذرا۔ کربلائے [illegible] سے ہٹ کر حج بیت اللہ الحرام اور زیارت مدینہ منورہ کو تشریف لیگئے تمام زندگی علمی خدمات مین بسر کی بالآخر ۲۴ ربیع الثانی شب جمعہ ۱۳۱۲ھ ہجری مین انتقال فرمایا اور حسینیہ جناب غفرانمآب میں مدفون ہوئے

آہ افتادہ ستون کعبۂ اسلام دین

۱۲ ۱۳ ۱۲ھ

جناب مفتی صاحب قبلہ سے ایک طولانی اجازہ روایت بھی آپ کو مرحمت ہوا ہے جو علیحدہ طبع ہو چکا ہے۔ یہاں جناب تاج العلماء کا ایک خط مع جواب درج کیا جاتا ہے۔

بعز عرض اقدس میرساند شعرے از افاضل رانیہ مطرح انظار گردیدہ و بخدمت جناب نواب علامہ رسیدہ ہر چند کہ ظاہر معنے آن ظاہر لیکن نسبت اہتمام افاضل آنجا مناسب نمودہ کہ استکشاف آن از ملازمان عالی ہم نمودہ شود چنانچہ شنیدہ بودم کہ ملازمان بکانپور تشریف بردند خطے آنجا فرستادہ ام والحال کہ خلاف آن معلوم شد این عریضہ ہم نوشتم و شعر این است ؎

عرض را جوہر ذاتی بنوع سافل عالی
پے تصدیق معقولان ہیولائے سخندانی

زیادہ حد ادب عریضہ سید علی محمد

حرسکم اللہ تعالیٰ وزادکم علماً وفضلاً وکمالاً بعد سلام بالاکرام واضح آنکہ رقعۂ شریف در ذکر شعر لطیف رسید ظاہر این شعر مال کسے است کہ بعض مسلمات معقولات را شنیدہ و بحقائق آنہا نرسیدہ فمعناہ الظاہری ظاہر والباطنی فی بطن الشاعر والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا مولوی سید علی جواد صاحب قبلہ طاب ثراہ

علامۂ روزگار اور نہایت مقدس و محتاط تھے اجازہ اجتہاد بھی حاصل تھا بنارس کا مدرسۂ ایمانیہ اُن کے فیوض و برکات کا نمونہ ہے اُن کے کمالات علم و عمل اور کیفیات ورع و تقدس کے لئے ایک دفتر درکار ہے اُن کی ہدایت و ارشاد سے ایک عالم مستفیض ہوتا تھا۔

جناب مولوی سید محمد سجاد صاحب ان کے فرزند رشید اُن کی یادگار اور علامۂ ممدوح کے قدم بقدم ہیں خدا اُن کو تا دیر گاہ قائم رکھے۔

مولانا السید نقی صاحب داعی سوری

علامۂ روزگار تھے علوم کمالات مین ان کا پایہ بہت عالی تھا مشہور اور کامل مدرس تھے طریقۂ تعلیم نہایت عمدہ تھا انکے تلامذہ بکثرت ہین لکھنؤ مین کیننگ کالج مین مدرس تھے مفتی صاحب کے ساتھ اُن کی خصوصیت مستغنی عن البیان ہے معقولات مین اُن کا مرتبہ قابل انکار نہین ہے ادبیت مین بھی درجہ کمال کو پہونچے ہوے تھے۔

المولوی السید صغیر حسین صاحب زنگی پوری طاب ثراہ

مفتی صاحب کے تلامذہ مین خاص خصوصیت حاصل تھی جناب ممدوح مثل اولاد کے اُن سے محبت رکھتے تھے پٹنہ مین امام جمعہ وجماعت تھے ایک نظم جناب مفتی صاحب کی اُن کے متعلق دستیاب ہوئی ہے جو درج کیجاتی ہے

اے نفس خرم بادِ صبا	از برِ یار آمدہ مرحبا
باز بگو مونس و غمخوارِ من	اصغر من تشنۂ دیدار من
آنکہ دلش منزل وجائے من ست	من بفدائیش کہ خدائے من است
دردِ دلم ہست و علاجِ من ست	عاشق معشوق مزاج من است
نامۂ رنگین کہ ازو آمدہ	آب فرو رفتہ بجو آمدہ
نامہ مگو صفحۂ گلزار بود	کز غم او حالت گل زار
از رقمش نور تجلا نمود	بین سطورش ید بیضا
بادہ کجا از رقمش می چکد	آبِ بقا از رقمش می چکد
طوطیِ گلشن چو شدہ نغمہ زن	صورت نو یافت حدیثِ کہن

یادِ من آورد حدیثِ قدیم — شد سخنش محیی عظم رمیم
مین ره لکھنؤ و کانپور — کرد چو ابشر بدل من خطور
ایکه ز دلتنگی راه وسیع — سر زده این نظم به بحر سریع
چون قلم آن وقت بدستم نبود — چند گہر سہو ز دستم ربود
انچه بجا ماند نوشتم کنون — مختصر این است که دل گشته خون
اقسم بالله و آیاته — قلبی مشتاق ملاقاته

المولوی السید علی حسین الغازیفوری

جلیل القدر فاضل اور وسیع المعلومات تھے اجازہ روایت جناب تاج العلماء سے حاصل کیا متعدد کتب ورسائل اُن کی تالیف سے ہین منجملہ لسان الصادقین ہے جسمین چالیس حدیثوں کی نہایت عمدہ شرح فرما رہے تھے جناب مفتی صاحب قبلہ نے انھین اجازہ ذیل مرحمت فرمایا تھا۔

سبحانہ وریحانہ - احمد الیک الله الوهاب الذی انزل الکتاب وعرف الخطاب بالصواب واصلی علی نبیه الذی اوتی فصل الخطاب + ودل الناس حتی الاعراب علی سبیل اکتساب الاجر والثواب + وعلی آله الاطیاب + وعترته الانجاب + سیما الوصی الذی کشف له من کل باب الف باب + وبعد فیا ایها الحبیب اللبیب الاریب الحسیب النسیب کهف الحجیج والمعتمرین + وذخر المجدین الزائرین الحاج الزائر السید علی حسین شکر الله سعیک فی الدین واسعدک فی الدارین قد تحقق لدی وتبین من کتابک لسان الصادقین الحاضر من یدی + سعة دائرتک فی الاخبار وکشف الاستار وانعام الانظار + فی ماثر الاخیار وکتبهم الکبار کبحار الانوار وغیرها من الاسفار + وجمیع شتات نکاتها ولم شعثها بحیث

بالوقوف عليها ينتفع الضعيف يوم بعثها فان هذه الكتب الضخمة الاجرام + قلما يتيسر لكثير من الاعلام + والهمم عن اتباعها قاصره + والالسن عن بيان مطالبها حاصره + فلا تصل اليها يد + ولا يتناولها كل احد + وانت قد تصفحت اوراقها + وخضت اعماقها فاخذت زهورها وعيونها واحداقها + فجعلتها نزهة لاولى الافهام ووضعتها على طرف الثمام + وبذلت المجهود + وضبطت الاصول والحدود + فراعيتها وما تعديتها لكني وجدت فى كتابك هذا مسامحات + وليتك عرضت على قبل افراغ فى قالب الطبع وهيهات + ماقات + ومع هذا اراك مترشحا للاجتهاد والله الهادى الى سبيل الرشاد فاسئله سبحانه بصدق النية + ان يعطيك القوة القدسية + وها انا اجيزك ان تروى عنى الكتب البالغة الى مرتبة الوثوق والاعتبار وهى الكتب الاربعة الكبار الكافى والفقيه والتهذيب والاستبصار واوصيك باستشعار التقوى بالليل والنهار + وفى الاعلان والاسرار + وان تدعو لى وتستغفر لى بالاسحار + رزقنى الله واياك مرافقة الابرار فى جنات تجرى من تحتها الانهار واخر دعوانا ان الحمد لله الغفار والصلوة على نبيه المختار واله الاطهار وانا اضعف الناس السيد محمد عباس

شمس العلماء السید محمد حسین صاحب ابن مولانا السید حسین سلطان العلما

بحر العلوم جامع معقول منقول تھے سرکار برطانیہ کی طرف سے شمس العلما کا خطاب پایا تھا تحصیل علم اپنے والد ماجد سے کی اور علم ادب جناب مفتی صاحب سے حاصل کیا۔ اُن کا ایک خط جناب مفتی صاحب کے نام یہاں درج کیا جاتا ہے۔

من العبد الطریح الذلیل الی حضرۃ المولی الھمام الجلیل فخر المشائخ الاجلۃ المجتھدین

اشرف رؤساء الملۃ والدین راس صناديد الفقهاء الفخام سيد سناطيط العلماء العظام عيبة

علوم الائمۃ الکرام ملجاء حکمہ الجہابذۃ الاعلام مؤسس اساس الاصول متقن قوانین

المعقول والمنقول عالم معالم الدینیۃ الشرعیۃ مدرك مدارك الیقینیۃ الاصلیۃ والفرعیۃ

مسلاق منابر الشریعۃ الغراء ناطورۃ ریاض الملۃ الحنفیۃ البیضاء عالی الکعب فی سلوك

مسالك الائمۃ الاطہار عین الغائصین لاستخراج الدرر وجواهر الکلام فی بحار الانوار ممہد

تمہید القواعد لتہذیب الاحکام باذل الجہد فی کشف اللثام عن خرائد الوسائل ودلائل

احکام الحلال والحرام استاد الکل فی الکل هادی الوریٰ الی خیر السبیل جناب استاذنا

العالی مدظلہ بدوام الایام واللیالی ۔ امابعد فقد اهدی الی جنابکم الذی یماثل طولی

دار السلام وبابکم الذی هو قبلۃ المستفیدین الذین یردون علیہ ورود الانعام ویاهون

الیہ ولوہ الحمام حکایۃ عن حکایات نفحۃ الیمن مستفسرًا عن بعض لغاتہ اللتی خلت

منہا کتب اللغۃ الخ

مولوی سید محمد عابد حسین صاحب قدس سرہ

نہایت کامل الاستعداد فاضل تھے اور سید محمد کاظم صاحب جو مفتی صاحب قبلہ کے بنی اعمام مین تھے

اُنکی صاحبزادی سے انکا عقد ہوا تھا۔ اکثر افادات حاصل کیا کرتے تھے چنانچہ ایک خط اُن کا یہان

درج کیا جاتا ہے :۔

جناب مستطاب دام ظلہ۔ بعرض میرساند بعد تسلیم معروض آنکہ قطعۂ از تعزیت باوے

درفارسی گفتم و اصلاح بندگان عالی از ضروریات می دانم امید وار کہ بہمہ طور درست فرمایند زیراکہ

درغیر زبان سخن گفتن خودرا درخطر انداختن است ودرمخصوص بذل رعایت موجب حقارت میسد انم د

بہ ترکیب دیگر نیز معروض است لہذا ہرچہ پسند آید بعد درستی آن بہ دست حاملہ عنایت فرمایند قطعہ

پئے علوم ریاضی ریاض با بو ہست ۔۔۔ کہ رمز او بمعانی چو غنچہ با بو ہست
ز گل فشانی معجز بیانیش بجہان ۔۔۔ چو نکہت دم عیسےٰ بر د صبا بو ہست

بطور دیگر

پئے بہار ریاضی ریاض با بو ہست ۔۔۔ کہ رمز او بمعانی چو غنچہ با بو ہست
ز گل فشانی معجز بیانیش اے قیس ۔۔۔ چو نکہت دم عیسےٰ دہد صبا بو ہست

عریضۂ عابد حسین قیس عفی عنہ

جواب

حرسکم اللہ تعالیٰ وزادکم علماً و کمالاً بعد ورود نامۂ شریفہ قطعہ را ہمان ساعت باین قسم درست کردم

پئے علوم ریاضی ریاضت با بو است ۔۔۔ کہ رمز او بمعانی چو غنچہ با بو است
اگر بگلشن مقصود مائلی اے قیس ۔۔۔ بیا ببوسے درش کاین حدیقہ باب او است

ریاض بمعنی ریاضت نیامدہ است

ایک کتاب مولوی صاحب معصوف جناب قبلہ و کعبہ سے عاریت لیگئے تھے جب واپس منگائی تو مولوی صاحب کو برا معلوم ہوا اور ایسا جواب دیا جو مناسب تھا جناب مفتی صاحب نے یہ رقعہ تحریر فرمایا۔

حرسکم اللہ تعالیٰ وزادکم علماً و فضلاً و کمالاً

بعد ادائے سلام با اکرام ملتمس آنکہ کتاب اساس البلاغۃ را پس از انقضائے مدت مدیدہ و اعترائے حاجت شدیدہ طلبیدم و جواب سخت شنیدم ۵

الا ان الکتاب لدی روح	وهل سمعوا بروح تستعار
اعز لکم لانک مثل قلبی	وان القلب للروح المدار
وقد حنت الیہ النفس شوقا	واصعبہ من الموت انتظار
دیگر	
عاریت رفتہ است وطول کشید	آن کتابیکہ بود روح مرا
تا بکے انتظار آخر نیست	صبر ایوب و عمر نوح مرا

وبنیاد اعتقاد را ہم مدتے گذشت کہ برگشت والسلام
من اضعف الناس السید محمد عباس

مولانا مولوی شیخ تفضل حسین صاحب فتحپوری

نہایت جلیل القدر اور کامل اکمل تھے اور بالخصوص علم ہیئت مین اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار تھے جناب مفتی صاحب قبلہ کے شاگرد رشید تھے فتحپور ہسوان کے مشہور رئیس تھے اور نہایت خوش لہجہ اور خوش بیان اور بااخلاق حدید الذہن اور جید الطبع تھے ۔ ۱۳۰۵ھ ہجری مین داعی اجل کو لبیک کہا جناب مفتی قبلہ نے خبر وفات سنکر تاریخ نظم فرمائی اور اُنکے صاحبزادے کے نام ذیل کا خط لکھا مولوی صاحب فضائل مآب کمالات اکتساب زبدۃ الاحباب حرسہ رب الارباب ۔ بعد اہدائے سلام باعزاز واحترام واضح باد دتے کہ خط وحشت انگیز عبرت خیز مشتمل بر حال مرض جدید وضعف شدید رسید قرآن مجید کشودم این آیہ برآمد فسوف یغنیہم اللہ من فضلہ ان شاء ان اللہ علیم حکیم بکہ خوردم و دندان بجگر افشردم ۔ الحال کہ حال رحلت از مکتوب آن عزیز القلوب معلوم گشت چگویم کہ چہ برمن گذشت مدتے است مدید وامدے بعید از مواصلت آن مرحوم محروم بودم واز غربت و فرقت مغموم شوق بسیارے درسر بود و اکنون مراجعت وطن پیش نظر یکایک این خبر رسید وہوش از تمـ

سر پیدا تاریخے کہ شائستہ و بائستہ باشد از وفورِ غم وہم بخاطر رسیدہ مادہ لطیف صورت نہ بست و نیافتم اما حسبِ فرمائش در استعجال مصرعے چند بہم یافتم ؎

تارکِ دنیاے دونِ پُرشورے — کو مرا بود است تلمیذ جلیل
فاضلے فہامئہ صاحب کمال — بود در علمِ ریاضی بے عدیل
ضیق حالے داشت از دورِ فلاک — خرج او بسیار و دخلِ او قلیل
لیک با ناسازکاریِ زمان — کار او بود است با صبرِ جمیل
علم و حلم و زہد و تقوے و ورع — جمع در ذاتش شدہ بے قال و قیل
سال پنجم با ہزار و سہ صدست — کو بہ بستر اوفتاد و شد علیل
نیست زین دریاے شور افزا نجات — گشت سیراب از زلالِ سلسبیل
نام پاکش از سرِ ابیات گیر — نیست اکنون سوے دیدارش سبیل
داشتم غفلت ازین عمرِ قصیر — شوقِ وصلش بود از عہدِ طویل
گشت ساقط حرفِ وصل از سالِ فوت — اہ وا ویلاہ من موت الخلیل
۱۳۰۵ھ

فاصبر صبرا جمیلا ورتل القرآن ترتیلا وبشر الصابرین الی قولہ اولئک ہم المہتدون۔

اسکے بعد دوسرا خط تحریر فرمایا جسمیں بعد القاب و سلام تحریر کیا تھا:۔

واضح باد کہ قطعۂ تاریخ در خطِ سابق ہنگام فرطِ غم لاحق نوشتم چونکہ طولانی است گنجائش آن بر سنگِ مزار اصلا نیست آنرا پیش خود نگاہ دارید و بر مرقد ثبت نہ کنید و این رباعی را بر لوح بکنید

این مرقد فاضلے است عالی ہمت — نازل شدہ بروے رشحاتِ رحمت
کردم رقم از سرِ الم تاریخش — اے وا ز جہان رفتہ محیطِ حکمت
۱۳۰۵ھ

وہمین مادہ اگر بے تعمیہ درست کنید این قطعہ بدنیست ؎

تعالی اللہ عجب صاحبدلے زین خاکدان رفتہ ۔۔۔ تو گوے از جہان قالب بجا ماندا است و جان رفتہ
کند حق از تفضل با حسین بن علی حشرش ۔۔۔ کہ او سبط نبی را دوستدار و مدح خوان رفتہ
حکیمے بود با فضل و فضیلت سال تاریخش ۔۔۔ رقم کردہ محیط حکمت لے دا از جہان رفتہ

محیط سہ معنی دارد آسمان و دریا و احاطہ کنندہ وہر سہ اینجا درست می آید و اول بحکمت ریاضی الصق است ۔ قطعہ دیگر مشتمل بر تصریح اسم او رحمہ اللہ و متضمن چگونگی مرض و چندم ماہ مع سال این سانحۂ جانکاہ ۔

فلک ہست فلکے کہ در بحر دہر ۔۔۔ نماند نشانے ز اعلام او
ز انجم بسے انجمن ساختہ ۔۔۔ چہ شد آخر انجام انجام او
تفضل حسین آن وحید زمان ۔۔۔ کہ فضلش عیان است از نام او
بدرس و بتدریس و علم و عمل ۔۔۔ شدہ صرف پیوستہ ایام او
و لے چرخ نیلی بیک رنگ نیست ۔۔۔ ہویداست از صبح او شام او
چہ باشد ثبوت حیات حباب ۔۔۔ کہ خیلے است اقسام اسقام او
ز او رام پشت و کتف تا کمر ۔۔۔ ہمہ بر طرف گشتہ آرام او
شب چارم از ماہ ذی الحجہ بود ۔۔۔ کہ زہر اجل ریخت در کام او
ز آغاز پیداست مضمون سال ۔۔۔ کہ خلد برین است انجام او

ایضا

آفتاب فلک و علم و کمال و حکمت ۔۔۔ شدہ غائب ز نظرہا بصروف دوران
سرطان تا بکمر رفتہ ہلاکش کردہ ۔۔۔ آسمان زیر زمین رفتہ بدور سرطان

خاصہ در علم ریاضی چہ ریاضت کہ کشید سال تاریخ وے از خامہ بنسیان گل کرد	رحمت عام رساندش بریاض رضوان شد ز گلزار زمن سرو روانی بجہان ١٣٠٥

مولوی حکیم سیّد جواد رضا صاحب بھیلپوری

مفتی صاحب کے شاگرد رشید اور نہایت جید الاستعداد تھے کئی کتابین اُن کی تصنیف ہین ایک مثنوی بھی نظم فرمائی جو معارف حقہ کا گنجینہ ہے مفتی صاحب قبلہ اُنھین بہت دوست رکھتے تھے بہت دنون تک پٹنہ میں علم طب سے بھی اُنھوں نے فیض پہونچایا تھا۔

حکیم مولوی سیّد تفضّل حسین صاحب رضوی سنبھلی

ایک جیّد الاستعداد فاضل ورنہایت متورع ومقدس تھے مولانا سیّد جعفر علی مرحوم اور جناب مفتی صاحب و رسید العلماء سے پڑھا اور بقیہ عمر اپنی تدریس مین صرف کی علم ہیئت و ریاضی وادب مین خاص ملکہ رکھتے تھے ۹ جمادی الاول سنہ ١٣١٠ ہجری مین اپنے وطن سنبھل میں بمرض فالج ۶۲ سال کی عمر مین انتقال کیا۔

جناب مولوی سیّد اولاد حسن صاحب نے متعدد تاریخین اُنکی نظم کی تھیں جنکی تاریخ کے مادے یہ ہین

ستون یقین بہ یقین او فتاد وا ویلاہ

قل افلت شمس نہار العلی

مولوی سیّد محمد مہدی صاحب مصطفےٰ بادی ملقّب بہ ادیب

ایک جیّد الاستعداد فاضل در علم و فضل مین مشہور اور بالخصوص علم ادب مین اپنے عہد مین بےنظیر تھے

بعض فضلاے اہلسنت سے پڑھنے کے بعد جناب مفتی صاحب کیخدمت مین حاضر ہوے اور استفادۂ علوم ادبیہ کے بعد درجۂ کمال کو پہونچے مفتی صاحب اونسے بہت محبت رکھتے تھے۔ ایک خط مین اُن کے یہ القاب تحریر فرمائے تھے اوثق خل من بطانتی واصدق سہم من کنانتی اپنی آخر عمر میں ایک مجلس موسوم بہ بہجۃ الادب ومہجۃ الارب منعقد کی تھی جسمین علماء وفضلاء اور خود ممدوح کے تلامذہ اور علوم ادبیہ کے دیگر قدرشناس جمع ہوتے تھے اور قصیدہ خوانی ہوا کرتی تھی نہایت بااخلاق تھے ۲۷ صفر ۱۳۱۷ھ کو بمقام مصطفےٰ آباد انتقال فرمایا اُنکے مصنفات میں۔ فریدہ فی شرح القصیدہ اور کواکب دریہ اور دیوان عربی ہے۔ اِس مصرع مین اُن کی تاریخ وفات ہے۔

بود غائب سمی قائم آل

جناب مولوی محمد عین القضاۃ صاحب

علماے اہلسنت کے مشہور عالم ہین جناب مفتی صاحب قبلہ سے علم ادب مین تلمذ کا اُنھین فخر حاصل ہے۔

جناب مولوی محمد فاروق صاحب چریاکوٹی

جناب مفتی صاحب قبلہ سے علم ادب مین اُنھین شرف تلمذ حاصل تھا اور اپنے عہد مین اُن کی ادبیت مسلم تھی۔ راقم الحروف کو مولوی شبلی صاحب کے ہمراہ اُن سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ مولوی شبلی مرحوم جو اس عہد کے نامور مصنف تھے آپ ہی کے شاگرد تھے۔

مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی

علم ادب جناب مفتی صاحب کیخدمت مین آکر حاصل کیا اور مرتبۂ کمال کو پہونچے اُن کے بعض

مراسلات مع جواب درج کیے جاتے ہیں

مکتوب شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی بخدمت جناب مفتی صاحب

ما انفحت نوافح المسك والعنبر ولا تعبق ربا الجادی والعبھر باطیب من
تسلیم یکتسب النسیم عرفہ العرف الازھار وثناء اذا کشف النقاب من محیاہ تودّ
الخفاء شمس النهار اھدیھما الی مجلس مولانا الاعظم واوستاذنا الاحشم التعلامۃ
الزنبر البھر والتفھامۃ الحصیف الابھر قرم السادات الامجاد الذی دوّخ صیتہ
الانجاد والاغوار العریف الذی سارت فضائلہ سیر المثل السائر وانعطریف الذی باھت
لوجودہ القبائل والعشائر ذروۃ الفضل الباذخ سنام الفخر الشامخ روح ھیاکل الفضائل
الذی حریم بابہ مطاف للفواضل قدوۃ الناس بدرۃ الاکیاس اعنی بہ استاذنا مولانا السید محمد عباس لا زالت
ریاحین الادب بشابیب افادتہ ضاحکۃ مستبشرۃ وبساتین الفضل بسحاب افادتہ
مخضرۃ وبعد فلا یخفا کم متعنا بلقیاکم انی لم ازل اتذکر العھود التی کنت فیھا من حضار
ذلك النادی المحمود علی لسان القادی والبادی لا زال محفوفا بالایادی ولم ابرح
اجری من عیون العیون سیول الدموع علی تذکار تلك الجموع فسقیا للایام قد خلت
منا فی حضور نادیکم کیت وجوہ اعادیکم وسحقا للزمان رمانی الدھر فیہ عن
ذلك الجناب لا زال مخدم الجبابرۃ ارباب الالباب ولطالما یخالج فی روعی ان
اشرح نبذۃ مما یلتھب فی قلبی من لواعج الود والغرام ویضطرم فی احشای من
نوائر الحب والھیام ولکن بوائق الزمان لم تفرصنی فرصۃ من تراکم الھموم وطوارق
الحدثان لم تمھلنی مھلۃ من تصادم الغموم ومع ھذا انی لا اظن نفسی ممن
یخاطبکم ویباریکم او یکاتبکم ویحاکیکم فانی اعجز من الذباب واحقر من التراب

باعتی فی الادب قصیرة وبضاعتی قلیلة فکرتی کسیرة وقریحتی کلیلة وانتم الذی
احیی معالم الادب بعد ما اندرست وانار سرج العلوم غب ما انطمست تدهشت
عقول الفحول فی نظامکم ونثارکم وتاهت مصاقع الادباء فی ابکار افکارکم فمن
ذا الذی یساویك او یحاذیك ویوازیك ولکن لما اشتدت هموم الهیام علی قلبی
المستهام ونوائر الاشواق اللتی اقاسی منها المشتاق کانت تلتهب فی قلبی علی
حد لا تکاد ان تطاق جئت بهذه الاسطر الهزیلة واجترات باتحاف هاتی
الاحرف القلیلة وارجو ان یقع منکم موقع القبول ویحتظی عنکم الرضا وهو
المسئول والمامول عن اخلاقکم الکریمة وعواطفکم العمیمة ان لا تحرمونی
بردجوابکم وتشرفونی بمعالی خطابکم والتسلیم وارجو منکم ان توصلوا سلامی
علی ولدیکم الاکرمین المحترمین الاعظمین ادیمت معالیهما فی النشأتین و
علی خلص خلانی السید فدا حسین فقط

نمقه العبد المشتاق الی رحمة رب الکونین بجاه سید الثقلین احقر تلامذکم
محمد حسین الالٰہ آبادی عامله الله بالایادی حرر فی ثانی آخر الجمادی ۱۲۹۷ سنه هجری

جواب

احمد الیك الله الذی خلق الانسان. علمه البیان، واصلی علی
من اتاه فصل الخطاب. وانزل علیه الکتاب، فانطق بحمده الانس والجان
واخرس بنطقه فصحاء قحطان وعدنان. وبعد فلا یخفی علی اولی الالباب
اولا ان احسن ما یتهادی به الاحباب. هو ما نهایته بداءة المحاب. واوله
اخر الکتاب کلمة تشعبت تراکیبها الصناعیة. فهی ثنائیه وثلاثیه
ورباعیه. او معجون مفرح ترکیبه من جزئین بهما یتقوم باسره. صدغ الحبیب

وثغره۔ فامره عجیب وشانه غریب اذ وسطر الذی هو کسر تر ناف ومجموع طرفیه موجب الائتلاف، ومع ذلک فدائره دار المقام، وهو مع کونه مهملا موضوع السلام۔ وثانیا انک ایها الاریب اللبیب۔ الفائز من الفضل بالمعلّی والرقیب۔ الحلیم السلیم۔ الصدّیق الحمیم۔ الفاضل الجامع کلامه بین البلاغة والفصاحة۔ الحاوی کتابه للحلاوة والملاحة۔ قد بلغت الینا منک نمیقه انیقه۔ ذات عبارات رشیقه، فکانها جنة عالیه۔ قطوفها دانیه۔ فسرّتنی بسبک مبانیها وفرحتنی بحسن معانیها ولولا الشیب والهزال۔ والضعف والاضمحلال وتطائر الکتب والرسائل والمسائل من قریب وبعید، لاحببت فی رجعتها الطول۔ ولکن الله یقول: مایلفظ من قول الالدیه رقیب عتید

من اضعف الناس   السیّد محمد عباس

علم التّقی مولانا السّیّد مرتضی الرّضوی القمّی

علامۂ روزگار اور وارث علوم انبیا تھے زہد و ورع مین اُنکی نظیر نہ تھی۔ روز جمعہ ۸ ماہ ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ ہجری میں بزم آرائے شہود ہوے اپنے خال مکرم جناب مولانا السید ابو الحسن صاحب قبلہ اور اپنے والد معظم مولوی سید مہدی شاہ سے مرحوم نے تکملہ علوم کیا کتاب نہج البلاغہ اور شرح ہدایہ ملاصدرا وغیرہ جناب مفتی صاحب سے پڑھی جناب مرحوم آپکی ذہانت و ذکاوت وجودت طبع کے بیحد معرف رہتے تھے۔

اسکے بعد عراق تشریف لیگئے اور وہان کے اساتذہ سے حاصل کیا علماے عراق کے دلو نپر

اُنکے تبحّر اور زہد و ورع کا سکّہ ہے ۔

۱۳ شوال ۱۳۲۳ سنہ ہجری مین انتقال کیا جناب مجتہد العصر والزمان مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ نے اس مصیبت عظیم مین ایک طولانی مرثیہ نظم کیا ہے جسکا مطلع یہ ہے

الیوم فات الھدی فی العلم والعمل　　　وخر للدین رکن بل ھوی جبل

قطعہ تاریخ از مؤلّف

این چہ شور است بآفاق عزیز　　　این چہ ہنگامہ بپا شد امروز
شورش نالہ و فریاد ز خلق　　　از سمک تا بسما شد امروز
مرتضیٰ زبدہ سادات کرام　　　آہ از دارِ فنا شد امروز
شور در ملکِ شریعت اُفتاد　　　قبلۂ اہل تقی شد امروز
حجۃ اللہ علی الخلق صد آہ　　　عازم ملکِ بقا شد امروز
رخنہ افتاد بقلبِ اسلام　　　پشتِ دین آہ دوتا شد امروز
سیزدہ بود زماہِ شوال　　　ما چہ گوئیم چہا شد امروز
حیف صد حیف نہان زیر زمین　　　گنج اسرار خدا شد امروز
سالکان را برہِ ملکِ عدم　　　رہبرِ و راہنما شد امروز
کربلا نعش شریفش بردند　　　خاک او خاکِ شفا شد امروز

زد رقم مصرع تاریخ عزیز
ہمنشین شہدا شد امروز

سنہ ۱۳۲۳ھ

شمس العلماء صدر المحققین ناصر الملۃ ابو الفضل مولانا السید ناصر حسین الموسوی النیشاپوری

صاحب تذکرہ کے سلک تلامذہ مین آپکی ذات مبارک سرمایہ افتخار ملت بیضا ہے تفصیلی حالات لکھنے کے لئے مبسوط تالیف کی ضرورت ہے بالاجمال اس کتاب مین کچھ حالات درج کیے جاتے ہین روز پنجشبنہ ۱۹ جمادی الاخری ۱۲۸۴ھ کو آپ کی ولادت ہوئی جو حضرت اسحاق پیغمبر کی ولادت کا دن تھا۔ اسلئے آپکے عم محترم نے آپکا نام اسحاق رکھا اور آپکے والد علامہ نے ناصر حسین آپکا نسب شریف ۲۷ واسطون سے امام زادہ حضرت حمزہ بن امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے اپنے والد علامہ اور جناب مفتی صاحب قبلہ کے حضور مین زانوے تلمذ تہ کیا ۱۶ سال کی عمر مین تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی اور اپنے والد ماجد کی حیات مین منصب اجتہاد پر فائز ہوئے تصنیف عبقات الانوار مین برابر معین رہے جسکے صلہ مین صدر المحققین کا خطاب جناب فردوسمآب سے عطا ہوا حجۃ الاسلام میرزاے شیرازی طاب ثراہ آپکو ناصر الملۃ لکھتے ہین جناب مفتی صاحب قبلہ نے آپ کو اجازہ تدریس و روایت و امامت عنایت کیا استاذی مولانا شیخ فدا حسین صاحب نے آپ کے سوانح و فضائل مین ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جسکا نام سبیکۃ اللجین ہے۔

اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ بھی فریضہ جہاد بالقلم کو ادا کر رہے ہیں اور تصنیف عبقات مین مصروف ہین یون تو تمام علوم مین آپ کا کمال مسلم ہے مگر علم الکلام اور تاریخ و ادب مین آج آپکا نظیر صفحۂ آفاق پر نہین۔ آپکے قصائد و خطب روح روان علم ادب ہین۔ اور فصاحت و بلاغت مین آپ اپنی مثال ہین۔ علماے عراق آپکی مدحت مین رطب اللسان

ور زبان ہین - بیشمار مراسلات قابل اندراج ہین مگر آپ کو صرف دو تحریرون پر فخر ومباہات ہے ایک تحریر جناب مفتی صاحب کی ہے جو روض اریض سے نقل کیجاتی ہے آپ کا سن اُس وقت ۱۶ سال کا تھا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے اساتذہ کے خیالات آپکے نسبت کیا تھے -

یا قرة العین السیّد ناصر حسین وقاك الله عین الکمال وسقاك من عین الکمال انظر عند طلب الدین الی من فوقك من العلماء والمجتهدین وانظر فی کرب الدنیا الی من هو دونك من الفقراء والمساکین فبذلك تستقل المشاق وتزید لك الاشواق وبهذا تصبر علی الاملاق وتشکر علی قلیل من الارزاق -

اکثر جید طلبا کو ہدایت فرماتے تھے کہ آپ کے حلقۂ درس مین داخل ہون چنانچہ ایک طالب علم کی سفارش ان الفاظ مین کی ہے -

فعلیك ان تسلکه فی سلك التلامذة وتلقی الیه المطالب المنطقیة علی دیدن الاساتذة وطریقة الجهابذه

دوسری تحریر وصیت نامہ جناب فردوسمآب امام المتکلمین مولانا السید حامد حسین صاحب طاب ثراہ ہے جسمین آپ کو پند ونصائح فرمائے ہین -

تصنیف عبقات سے آپ کو اتنی فرصت نہین کہ دوسری تصنیفات کی طرف متوجہ ہون پھر بھی حسب ذیل کتابین آپکی تصنیف سے ہین -

(۱) نفحات الازهار فی فضائل الائمة الاطهار

(۲) اثبات حدیث ردّ الشمس

(۳) کتاب فی ذکر ما ظهر لامیر المؤمنین ؑ من الفضائل یوم خیبر

(۴) مسند فاطمة بنت الحسين عليهما السلام

(۵) نفحات الاُنس فی مسئلہ وجوب السورة

(۶) اسباغ النائل بتحقیق السائل

(۷) دیوان الخطب

(۸) دیوان الشعر

(۹) کتاب المواعظ

(۱۰) کتاب الانشا

شیخ فدا حسین صاحب قریشی

خاندان جلیل الشان شیخ زادگان لکھنؤ سے ہیں ۱۲۷۰ھ ہجری میں آپکی ولادت ہوئی تاریخی نام نظیر حسن ہے ۱۶ یا ۱۷ برس کی عمر میں جناب مفتی صاحب کے شرف تلمذ سے مشرف ہوئے کتاب مغنی اللبیب ابن ہشام اور عروض المفتاح سکاکی اور معیار الاشعار محقق طوسی جناب مرحوم سے پڑھی اسکے علاوہ جناب مرحوم کے مصنفات میں شریعة غرا اور روائح القرآن اور مثنوی اجناس الجناس بھی درسا بدرس جناب مرحوم سے پڑھی تھی اور اس مثنوی کی نہایت مبسوط شرح عربی لکھنا شروع کی تھی جو جناب مرحوم کے ملاحظہ سے گذرتی رہی مگر ناتمام رہی البتہ حواشی اس مثنوی کے ساتھ طبع ہوے ہیں اسکے علاوہ جناب مرحوم کے قصیدہ دالیہ کی شرح بھی تحریر کی ہے جسکا نام خود مفتی صاحب نے شرح التنویر و التوضیح فی شرح القصیدة المعلقة علی الفریح رکھا تھا اور یہ شرح اسقدر پسند فرمائی کہ دو تقریظیں اسپر تحریر فرمائیں اور کلکتہ میں شاہزادہ مرزا جہاں قدر بہادر خویش حضرت سلطان عالم واجد علیشاہ طاب ثراہ نے

یہ شرح جناب مرحوم سے پڑھی جناب مرحوم کی تقریظ حسب ذیل ہے۔

الحمد لله الذی احیانی بعد ما اماتنی واعادنی بعض ما فاتنی هو الذی خلق الانسان وعلمہ البیان والصلوة علی من انزل علیہ القرآن فافحم بہ فصحاء عدنان و قحطان فالرسادة الانس والجان الذین حبتهم روح الجنان ، وبہ رواح الی روح الجنان وبعد فیا ایها الفطن الزکی اللقن المتوقد الادیب الاریب الحبیب اللبیب الفاضل المعری عن الشین سراج الدین حسن المعروف بشیخ فدا حسین صانک الله شرالا وغاد من کل رائح او غاد احسنت احسنت فیما اتقنت وبیّنت ماضمنت قصید تحا لنبویة من نکتة ومزیة واشارة خفیة الی روایات طویلة و قصص جمیلة فکشفت نقابها وذللت صعابها واوضحت اشاراتها ونورت استعاراتها عمدت الی نوادرها وعثرت علی ماخذها ومصادرها ، ماکان فیها تحت الکمام ، وضعتہ علی طرف الثمام ، حللت فیها المغلق والعویص حتی صار الغالی کالرخیص ، فعاض فیضها تامًّا ونفعها عامًّا ، واضفت الیها زوائد من فوائد وعوائد ، شنفت بها الاذان ، وشرقت بها الاذهان ، فلله درک ولا شل عشرک جزاک الله عنی وعن اهل البیت خیر الجزاء واعطاک بکل حرف شرحتہ بیتا فی الجنة من یاقوتة حمراء وشرح الله لک صدرک ورفع لک ذکرک وقدرک ، وذلک الذی صدرت بہ الکلام ، ولوحت بہ فی بدء المقام ، هو انی مرضت انا وبعض اخوانی ممن ورد و وفد علی خوانی مرضا وبیلا فنادینا الصحة ان ادرکینا انا نزالک رکنا رکینا فصاحت بہ نعم ولی لا ، واشرف ذکاء الزکاء علی الاقول وفی ذلک اقول ؎

مرضت فطنتی خمدت خمودًا	ولجّة فکرتی جمدت جمودًا
وحان الان لی بعض الحمام	کانی عشت من بعد الحمام

فیا نفسی الی ما کنت عودی — وحییٔنی بانفاس کعی د

وها انا مستضی با سراجی — وانی مبغلمی بعد الیاس راج

نن اجل ذلك اقتصرت علے ماذکرت مقرظا + وعن الاطناب معرضا + عملا بما قال اللہ المجید ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید

آپ ریاضیات میں مولوی کمال الدین صاحب کے شاگرد ہین درادبیات وعقلیات مین مولوی سید حبیب حیدر صاحب قبلہ کے ۔خصوصیت کے ساتھ یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ نے تقریبًا آٹھ سو برس کے بعد شیعون میں ائمہ ومشایخ حدیث اہلسنت سے اجازات روایات حدیث حاصل کئے حالانکہ یہ سلسلہ اتنی مدت درازسے قطع ہو چکا تھا ائمہ حدیث اہل سنت مین آپکو مشہور ائمہ حدیث جناب شیخ حسین بن محسن السبعی اور مولوی حسن الزمان ترکمانی اور مولانا ابوالبرکات القسطی اور مولوی عبد الحق محدث دہلوی اور مولانا عبد المجید خان صاحب سے اجازات روایت حدیث حاصل ہیں اور شیعون میں آیۃ اللہ فی العلمین مولانا سید ناصر حسین صاحب و مجلسی ثانی جناب ملا حسین النوری سے اجازہ روایت ہے

زبان انگریزی میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل ہے۔ ایک عرصہ تک پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی کے ممبر بھی رہے ہین جس سے آپ کی وقعت علمی وتمدنی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ کے علمی مضامین مصر و بیروت کے نامور ماہواری رسالوں میں اور اخبارونمین شایع ہوے ہیں تصانیف کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) الاستشعار فیما سنح لی من الفلسفہ الالہیۃ من نوادر الافکار (۲) المقدمۃ النوریۃ فی اثبات ان معرفۃ اللہ ضروریۃ (۳) کتاب الغایۃ فی رد القول بلا نہایۃ (۴) کتاب نبان فی دفع المنوع الثلثہ (۵) کتاب الیم العجاج فی اسانید السراج۔

(۶) کتاب الزبیر السلقمی علی اعداء الوزیر ابن العلقمی (۷) کتاب دلیل الضارب العاصر الحیار فی تنوقات الاخبار والاثار المجبولہ علی اخذ الثار الی اسماق المختار
(۸) کتاب الحق المبین فی اثبات صحابۃ سیدنا مالک ابن الحارث الاشتر (۹) کتاب الکشف عن الغشانہ الکائنہ فی مباحث الخلفاء الثلثہ (۱۰) عبرات العین علی مصاب الحسین
(۱۱) اکمال المنۃ فی بعض منہاج السنۃ (۱۲) الافتخار بمکاتیب الکبار (۱۳) الاعتذار عما یتعال علیہ من سوم الغزاقی تلک البلاد والامصار (۱۴) سحعہ الدہر علی صنیعہ العلم بالکہر والقہر
(۱۵) الوصواص فی معجزات الخواص (۱۶) عزاء الہنود (۱۷) الانسان الاول
(۱۸) الاوائل العلویہ فی الحکمۃ العربیہ (۱۹) قصیدۃ النفحۃ القدوسیۃ (۲۰) اعلام الورے لفوائد دھائی سرا (۲۱) نقد الاثار باعمال الاخیار (۲۲) طلوع الصبح ببرہان الخیبۃ والنجاح
(۲۳) مذہب عقل اردو (۲۴) رسالہ سعد خوانی (۲۵) قصیدہ لامیۃ الہند (۲۶) مجموعہ اشعار قصائد عربیہ (۲۷) سبیلۃ اللجین فی مناقب مولانا السید ناصر حسین

مجدد الدین والملۃ مجتبی الشریعۃ نجم العلماء مولانا السید نجم الحسن

جناب مفتی صاحب کے تلامذہ مین آپ کا نام ایک خاص امتیاز اور خصوصیت رکھتا ہے علاوہ اسکے کہ آپ اُن کے اہل بیت میں داخل ہیں اُن کے تمام روحانی کمالات کا بھی پرتو ہین۔ آپ کو حضراً وسفراً بہت زیادہ جناب مرحوم کی خدمت گذاری کا موقع ملا جسپر آپ ہمیشہ افتخار فرماتے ہین اور اسمین شک نہیں کہ آپ نے اُن کے کمالات اور اُن کے نام کو ہر طرح زندہ رکھنے کی کوشش کی آپ کے حالات بجائے خود دفتر حکمت وموعظت ہین اگر زندگی نے وفا کی تو اس کتاب کی تالیف کے بعد انشاء اللہ جناب ممدوح الصدر کے مفصل حالات زندگی تحریر کرونگا کیونکہ یہ موقع غنیمت ہے

کہ خود جناب ممدوح سے اُن حالات کو دریافت کرسکتا ہون بطور تذکرہ اس کتاب مین بھی کچھ درج کرتا ہون۔

۶ر ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ ہجری کو امروہہ مین آپ کی ولادت ہوئی۔ آپکے اجداد کرام نہایت باعزت واحترام تھے۔ آپکا سلسلہ نسب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ذریعہ سے حضرت امام رضا علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے۔

ابتدائے درس کے منازل جناب حاج مولانا سید تفضل حسین صاحب سنبھلی کی خدمت مین طے کرکے جناب مفتی صاحب کے حضور میں زانوئے تلمذ تہ کیا اور جو کچھ حاصل کیا سب انھیں کے فیوض سے البتہ جناب سید ابو صاحب قبلہ اور مولوی علی نقی صاحب سے بھی بعض کتابیں پڑھیں۔ اسی زمانہ سے تدریس اور ترویج علوم مین انہماک رہا۔ متعدد مقامات پر شوق دلاکر مدارس جاری کیے۔ مدرسۂ مشارع الشرائع کو جو آج ناظمیہ کالج مشہور ہے ایسی ترقی دی کہ ممتاز الافاضل کے سند یافتہ فضلائے کرام ہندوستان کے گوشہ گوشہ مین علم ہدایت بلند کر رہے ہیں۔ درجۂ خاص کی تعلیم جسمیں فقہ و اصول کی اعلی کتابین اور تفسیر و ادب و کلام و فلسفہ و ہیئت داخل درس ہے اپنے متعلق رکھی۔ جناب مفتی صاحب کی تصانیف مین معین رہے اور انھین کی سرکار سے نجم العلما خطاب پایا۔ آپکو طریقہ تعلیم مین وہ روحانی فیض وراثۃً جناب مرحوم سے ملا ہے کہ جس مستفید نے زانوئے ادب آپ کے سامنے تہ کیا وہ آسمان علم و کمال کا درخشندہ ستارہ نکلا۔ یہ اثر بدرجہ اتم جناب علامہ مرحوم مین تھا جسکا اندازہ فہرست تلامذہ سے ہوسکتا ہے۔ آپکے تقدس و ورع اور حلم و بردباری کا پایہ بہت بلند ہے۔ انتظامی سلیقہ بھی خداداد ہے لکھنؤ مین بہت سے قومی ادارے آپکے مشورہ پر چل رہے ہین۔ والی رامپور کے اصرار سے بغرض ہدایت وارشاد و ترویج امور دینیہ آپنے سال مین چند ماہ رامپور جانا گوارا کیا اور استغنا کیساتھ سلسلہ ملاقات جاری رکھا آپکی ہدایات کے آثار حسنہ ابتک وہان نمایان ہین نواب صاحب نے آپ کی علمی و

انتظامی شہرت کا حال سنکر اپنے ریاست کے مدارس علوم مشرقیہ کا نظم ونسق آپ کے سپرد کیا آپ نے رفتہ رفتہ اسقدر ترقی دی کہ برٹش سررشتۂ تعلیم نے خاص طور سے اُس انتظام کی مدح اور ترقی کا اعتراف کیا۔ مگر آپ نے خود ہی وہاں کے قیام سے مدرسۂ ناظمیہ کی تعلیم میں سُستی محسوس کر کے دست کشی اختیار کر لی اور بدستور مدرسۂ ناظمیہ کے انتظام مین مصروف رہے۔

۱۳۳۱ھ مین عالیجناب سر راجہ صاحب محمود آباد کو توجہ دلاکر مدرسۃ الواعظین جاری کرایا اور اُسکے انتظام کا بار بھی اپنی ہمت عالی پر لیا جس کے فیوض آج پنجاب و بنگال اور بلاد وسط سے لیکر سرحدی شہرون مین اور دیگر ممالک تک پہونچ رہے ہیں۔ چنانچہ افریقہ وغیرہ کے شہرون سے پے در پے لوگ شکریہ ادا کر رہے ہین اور اُس مدرسہ کے واعظین سے مستفید ہو رہے ہین۔

ہندوستان کے مجلس عمومی (آل انڈیا شیعہ کانفرنس) مین تین سال تک متواتر آپ نے صدر نشین رہکر اعلای کلمہ حق کی پوری کوشش فرمائی طرز ہدایت ایسا ہے کہ قدیم وجدید طبقہ کے تعلیم یافتہ آپ سے یکجہتی مستفید ہوتے ہین۔ شیعہ کانفرنس مین آپکے خطبہ ہاے صدارت سنکر لوگ متحیر ہوتے تھے۔ انھیں اہم مقاصد پر نظر کر کے بعض اہل علم انھین حکیم العلما کہنے لگے۔ ان کے مکارم صفات اور جلائل فضائل کے لئے مستقل تحریر درکار ہے۔

آپکا سلسلہ روایت مولانا السید محمد کاظم الطباطبائی طاب ثراہ کے ذریعہ سے قائم ہے جنھوں نے بسط وتفصیل کے ساتھ اجازہ لکھا ہے وہ اجازہ بھی غیر معمولی اجازہ ہے جو علاوہ مطالب کے ادبی شان مین اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اُنکے علاوہ دیگر حجج اسلام سے بھی حق روایت حاصل ہے مثل حجۃ الاسلام آقا سید اسمعیل صدر اور عالم عامل شیخ عباس آل الشیخ جعفر نجفی کاشف الغطا اور مجتہد علام آقا محمد حسین مامقانی اور حجۃ الاسلام مرزا حسین بن مرزا خلیل الطہرانی

النجفی اعلی اللہ مقاماتہم کے سرکار مرزا محمد حسن شیرازی اعلی اللہ مقامہ نے آپ کے بعض رسائل پر جو تقریظ لکھی ہے اسکے الفاظ کا وزن بہت غیر معمولی ہے قد نظرت فی ہذہ الرسالۃ فوجدتہا رسالۃ موجزۃ کادت ببلاغتہا تکون معجزۃ فللہ در مولفہا قد الف بین الاصول والفروع وجمع بین الدلیلین المعقول والمسموع فجزاہ اللہ عن الشریعۃ خیر ما جزی بہ علماء الشیعۃ وفقنا وایاہ لنصرۃ الدین بمحمد والہ الطاہرین

حجۃ الاسلام مرزا حبیب اللہ رشتی نے بھی نہایت پر زور تقریظ تحریر فرمائی جسکے بعض فقرات یہ ہین

فقد کشف فی مسالک المسائل عن وجہ صوابہا ومیز قشرہا عن لبابہا وسلسہا عن سرابہا واتی البیوت من ابوابہا وحقق المسئلۃ تحقیقا لا مزید علیہ واعتمد فی کل باب علی ما ینبغی ان یعتمد ویرکن علیہ واتی فیہا ما یکشف عن دقۃ نظرہ وجودۃ رائہ واستقامۃ سلیقتہ وقوۃ قریحتہ وتتبعہ الکامل وتصفحہ الشامل وحسن تعبیرہ ولطف تحریرہ وتقریرہ فلیحمد اللہ علی ما اتاہ من الاٰیۃ ورزقہ من نعمائہ فتلک الخلال التی ذکرنا والخصال التی عددناہا مما یعجز عن وصف مزایاہا البیان فلما یتفق ان یجتمع فی انسان ونسئل اللہ ان یحقق امالہ ویکثر فی علمائنا امثالہ ووقع تحریر ہذا الکلام فی الرابع والعشرین من محرم سنہ ۱۳۱۰ھ

لکھنؤ مین جو مجلس علما قائم ہے اس کے صدر نشین بھی جناب ممدوح ہی ہین ۔ حکام دولت مین بھی آپ کی جلالت قدر مسلم ہے ۔ چنانچہ حاضری عدالت سے مستثنی کر دیا ہے ۔ اور شمس العلما کا خطاب عطا کیا گیا ہے ۔ مراسلات مین آپکے مدارج عالیہ کا اعتراف کیا گیا ہے ۔ جسکی گنجائش اس مختصر تذکرہ مین نہین ۔

آپکی ادبیت اہل عربیت مین مسلم ہے اکثر ادبا و شعراے کاملین آپسے مستفید ہوا کرتے ہین۔

مشاغل تدریس و انتظام مدارس نے آپ کو تصنیف و تالیف کا موقع بہت کم دیا تاہم چند کتابین مباحث مختلفہ مین تحریر فرمائی ہین۔

افسوس یہ ہے کہ مین اس مختصر تذکرہ مین آپکے زندگی کے کارنامون پر کوئی روشنی نہین ڈال سکتا۔ آپ اس پیرانہ سالی مین جسقدر کام شب و روز کیا کرتے ہیں وہ اہل ہمت کیلئے سبق آموز ہین۔

آپکے تلامذہ آپکے کمالات کا نمونہ ہیں۔ ایزد متعال تا ظہور قائم آل عبا آپکے سلسلہ فیوض کو جاری رکھے۔

اخی المرحوم حکیم مولوی میرزا محمد مہدی صاحب

لکھنؤ کے اُن حاذق اور حید الفن اطبّا مین تھے جنکی ذات پر اس فن شریف کو ہمیشہ ناز رہیگا بیشمار شاگرد اُن کے اطراف و جوانب ہندوستان میں موجود ہین۔

۲۹ رمضان ۱۲۸۲ھ ہجری ولادت ہوئی ابتدائی کتب جناب جد مرحوم مولانا میرزا صادق علی صاحب سے پڑھی بعض کتب ادبیہ جناب مولوی سید محمد مہدی صاحب قبلہ سے پڑھین۔ مفصل زمخشری اور مغنی اللبیب اور دیگر کتب ادبیہ جناب آیۃ اللہ مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ سے پڑھین اور جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ کے ہمدرس رہے۔ قصیدہ محمدیہ اوراق الذہب رطب العرب اور دیگر کتب ادبیہ جناب مفتی صاحب قبلہ سے پڑھ کر شرف تلمذ حاصل کیا۔ فن طب مین حکیم محمد حی صاحب برادر زادہ جناب حکیم نبا صاحب کے شاگرد تھے۔ کتب معقولات علماے فرنگی محل سے حاصل کئے

عراق میں ایک عرصہ تک قیام کیا اور جناب شیخ زین العابدین مازندرانی سے اجازہ حاصل کیا
۲۱ رمضان سنہ ۱۳۳۰ھ ہجری کو رحلت فرمائی اور امام باڑہ جناب غفرانمآب مین مدفون ہوے

تاریخ وفات از مؤلف

اخی محترم من سبق آموز علوم	آنکہ از عزت اد پایۂ من بود قوی
آنکہ در سبحہ من بود امام اوّل	آنکہ در رشتۂ من بود ہبین دستی
رخت بربست بہ بست و یکم ماہ صیام	زین خرابات جہان رفت بدربار علی
نقش زد بر لحد ش خامۂ خونبار عزیز	قائم دار بقا گشت محمد مہدی
	۱۳۳۰ھ

حکیم مولوی محمد مرزا صاحب مرحوم

۱۰ رجمادی الآخر سنہ ۱۲۶۳ھ ہجری مین پیدا ہوے۔ علم ریاضی جناب مولانا سید تفضل حسین صاحب فتحپوری اور ادب جناب مفتی صاحب سے حاصل کیا روائح القرآن کا فارسی مین ترجمہ کیا ہی ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ع کو انتقال کیا۔ جناب مفتی صاحب مرحوم نے اُنسے ایک معما دریافت کیا تھا جسکو مرحوم نے ایک عبارت لطیف مین تحریر کیا ہے۔

ذہبت یوماً بخدمت قدوۃ المتفقہین زبدۃ المتوقدین الفاضل الہمام والنحریر القمقام العالم البارع الادیب والعلامۃ المصقع اللبیب حضرۃ استاذی و ملاذی افضل الناس مفتی سید محمد عباس ابقی اللہ مجدہ وکان یدرس التلامذۃ فسلمت علیہ وجلست بین یدیہ فلما استراح عن التدریس توکا علی الجدار للتنفیس توجہ الی

واطرح لوامع الكرامة على تشغلني عن اشتغال بالى عرضت عليه من اختلال حالى
وكذا يسوق الكلام من كل جانب ومقام ويكلمنى بلسان فصيح وبيان صبيح حتى قال نتدبر
المعما احب الى ان تكتشف الاستار عن وجه المسمى قلت سمعا وطاعة ماهو يا سيدى قال
اى قوم من الاشقياء اذا مات واحد منهم صاروا من الانبياء ومن العجب وان اسمها
واحدا اذا عكسه الهنا دكنة قالوا اثنان فشمرت عن ساق الجد وانتصبت برجل الكد مستعينا
من الله الوهاب ان يهديني من الخطل الى الصواب فتاملت ساعة فيه وقلت هل ترخص
ان اظهر ماخطر ببالى واثبته قال هاتها فقلت ذلك قوم يهود ان مات منهم واحد
اے ان حذفت الياء فبقيت لفظ هود وهو اسم نبى من انبياء الكرام على نبينا وعليه السلام
وقولك من العجب الخ فما ذاك العجب ولا امر غريب لان المراد من راس ذلك القوم
المردود حرف الاول من احرف لفظ اليهود جعلها الله للنار وقودوهى الياء التى
كانت قبل محذوفة وقعت فى سفل اى فى اخر لفظة الها وبه من ترتيب الحروف وان
الهاوية من ترتيب لاسفل لطبقة من طبقات الجحيم اعاذنا الله عن حرها ورزقنا الجنة
بفضله العميم واما على لسان العجم فيقال لها الجهود خذلها الودود وادنا الجحيم تقوا على لفظ الجنة
اى اوله والجنة من اعلى روضات النعيم۔ واذا عكس اسم اليهود على لسان الهنا دكنة والهنود
فيقال دوهى لما انتهت الكلام الى ذاك فاتنى على بالبشرة الضحاك اللهم ارزقنا علما وعقلا
دراك واهدنى على الضحاك ووفقنى لادراك واحفظنى من الانهاك والاضحاك فانك
قوى قدير خالق الارضين والافلاك

مولوی سید اولاد حسن صاحب امروہوی

جامع معقول ومنقول اور ادیب کامل تھے عرصہ تک مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر رہ کر

تحصیل و تکمیل علوم کی نظم و نثر دونون قسم کے ادب مین اُن کے افادات کا ذخیرہ ہے۔ نہایت متورع و محتاط تھے۔ امروہہ مین امام جمعہ وجماعت تھے۔ متعدد کتابین اُنکی تصنیف ہین

مولوی سید احمد حسین صاحب امروہوی

نہایت جید الاستعداد عالم تھے درسیات اپنے وطن مین پڑھکر جناب مفتی صاحب کیخدمت مین حاضر ہوکر علوم دینیہ کی تحصیل فرمائی اور دیگر علمائے لکھنؤ سے بھی اکتساب علم کیا اور درجہ اعلاے علم تک پہونچے بڑی بڑی کتابون کا درس دیا کرتے تھے تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ کی تلخیص فرمائی اور مناظرات مذہبی مین اور علم کلام میں اُنکے اکثر تصانیف ہیں عراق سے مشرف ہوے اور وہاں سے اجازہ بھی حاصل فرمایا تھا۔

مولوی سید اعجاز حسن صاحب امروہوی

جلیل القدر فاضل تھے مدت تک جناب مفتی صاحب کیخدمت میں رہ کر اکتساب علم کرتے رہے اور درجۂ کمال کو پہونچکر تالیف و تصنیف مین تمام اوقات اپنے صرف کرتے رہے مفتی صاحب قبلہ کی چھوٹی صاحبزادی کا عقد بھی اُنسے ہوگیا تھا۔ سبیل المسترشدین الی معارف الیقین نہج الیقین لاعلاء کلمۃ الدین۔ اعجاز موسوی در ابطال قانون نیچری۔ احکام الطعام من الطیور والانعام مواہب المکاسب مفاتیح المطالب نضارۃ البصارۃ جواہر مضیئہ مرقع کربلا تاریخ اصحاب کشف الخلافۃ تفسیر الآیات الشہابہ معیار الفضائل القرارہ والکتابہ تنقید الاخبار تشقیق الاخبار۔ احسن التقویم۔

اور علاوہ اسکے بہت کتابین انھون نے تصنیف فرمائی ہین جن مین اکثر طبع ہوکر شایع بھی ہوچکی ہین۔

عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی

اس عہد کے مشہور و معروف شخص ہین اور مختلف زبانون مین کمال رکھتے ہین

مولوی سید کرامت حسین صاحب

انکی مفصل سوانحمری جناب نواب امداد علیخان صاحب بیرسٹر مرحوم نے لکھی ہے جو شایع ہو چکی

مولوی سید علی اکبر صاحب ولد سلطان العلما

جناب مفتی صاحب کے تلامذہ مین تھے اور نہایت باکمال علوم و فنون مین کامل دستگاہ رکھتے تھے گورنمنٹ کیطرف سے معزز عہدون پر سرفراز رہے اور اشغال علمیہ مین مصروف رہے۔ مادہ تاریخ از مولف

علی اکبر کہ ہمشکل محمد بود مکنون شد

مختلف کتابین آپکی تصنیف سے ہین،۔ (۱) معارج العرفان (در اصول دین) (۲) اسرار حکمت (در خلقت) (۳) ترجمہ حدیث مفضل (۴) عنوان ریاست (ترجمہ نامہ امیر المومنین علیہ السلام بنام مالک اشتر رضی اللہ تعالی عنہ) (۵) مقالات حکمیہ (در طب) (۶) کنوز قدسیہ (در خضوع و خلاص) (۸) صراط مستقیم (جواب سوالات راجہ ناہن) (۹) شرح خطبہ شقشقیہ (۱۰) دلیل متین در ابطال حرکت زمین (۱۱) رسالہ وصل بعد الفصل (۱۲) بشارات غیبیہ (در تحقیق روح) (۱۳) تفسیر سورہ یوسف (در موعظہ) (۱۴) کلام لطیف در تحقیق طعام لطیف:

میر خورشید علی صاحب نفیس فرزند حضرت انیس مرحوم

جناب مفتی صاحب مرحوم سے پڑھا بھی تھا اور منظومات فارسیہ پر اصلاح بھی لیتے تھے چنانچہ باب الاصلاح مین اکثر نظمین انکی درج ہین جناب میر ببر علی صاحب انیس بھی اکثر استفادات حاصل کیا کرتے تھے۔

جناب مولوی سید علی حسن صاحب جائسی

جناب سلطان العلما اور جناب مفتی صاحب سے تحصیل علوم کی زہد و عبادت اور فقہ و اصول یہ مین یکتاے روزگار تھے مین جائس مین ان کی زیارت سے مشرف ہوا درحقیقت لباس انسانی

مین ایک فرشتہ تھے رحمہ اللہ

منشی ریاض الحسن صاحب مرحوم

نہایت جید الاستعداد فاضل تھے اور مفتی صاحب کے شاگرد تھے کتب ذیل انکے تصانیف سے ہین

(۱) تبکیت الخصام	(۴) تحفہ منقلبہ
(۲) آئینۂ برزخ	(۵) لب لباب
(۳) نار ذات لہب	(۶) نصر المومنین

تلامذہ کی کثیر التعداد فہرست مین یہ اسما بھی شامل ہین

مولوی سید نظر حسن صاحب بھیکپوری	مولوی شاہ مرزا صاحب
مولوی حاج سید مقرب علیخانصاحب	میر وحید صاحب
مولوی سید مرتضی صاحب فلسفی نونہروی	حکیم شیخ علی محمد صاحب
مولانا سید محمد تقی صاحب	نواب باقر علی خانصاحب
مولوی سید علیصاحب محدث	نواب سید علیخان صاحب
مولوی سید محمد مہدی صاحب بھیکپوری	نواب جعفر علیخان صاحب
مولوی علی میان صاحب کامل	شیخ امراؤ علی صاحب
مولوی سید حسین اصغر صاحب پاردی غازیپوری	

باب وفات

اے تیرہ خاک عزّت مہمان نگاہدار

این تاج فرق ماست کہ در بر گرفتہ

سنہ ۱۳۱۰ھ کا آغاز تھا کہ کلکتہ سے لکھنؤ تشریف لائے مزاج ناساز تھا حکیم شیخ علی محمد صاحب کا علاج شروع ہوا اطبائے لکھنؤ مین حکیم صاحب کے علاج پر بہت اعتماد تھا اور حکیم صاحب کو بھی بیحد خصوصیت وارادت تھی لیکن علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا مرض روز بروز بڑھتا گیا۔

بحالت مرض وسط ماہ ربیع الاول مین ایک صحبت فضائل اپنے مکان پر منعقد کی اور خود اپنے قصیدہ احمدیہ کے اشعار پڑھکے شرح کی اور معجزات وفضائل جناب رسالتمآب بیان کئے مخلصین ومعتقدین کا مجمع تھا اور یہ آخری صحبت تھی جسکے بعد بیان کا موقع نہ ملا۔ ماہ رجب تک مرض نے اسقدر متغیر کردیا کہ مایوسی کے آثار ظاہر ہوگئے اُٹھنے بیٹھنے کی قوت جاتی رہی۔

ایکدن حکیم میر حیدر حسین صاحب بغرض عبادت آئے حالت اسقدر دگرگون ہوگئی تھی کہ حکیم صاحب سے ضبط گریہ نہو سکا یہ کہتے ہوے باہر چلے آے کہ افسوس یہ خزانہ علوم ہم سے مسلوب ہوا جاتا ہے۔ افسوس اس مجمع کمالات کا سایہ ہمارے سرون سے اُٹھا جاتا ہے۔

حکیم شیخ علی محمد صاحب معالج اور مخلص نیازمند بھی روز بروز اس تغیر سے مایوس

---

۵۱ لکھنؤ کے نامور طبیب تھے جنکا زہد و تقدس زبان زد خاص و عام ہے شفا خانہ شاہی کے مشہور اطبا رین تھے۔

ہوتے گئے بے اختیار اُن کی صُورت دیکھکر آبدیدہ ہوجاتے تھے بعض وقات باہر نکلکر خوب چیخ چیخکر روتے لگتے تھے ۔

زمانۂ مرض میں جس مکان مین قیام تھا وہان سے کبھی کبھی اپنے قدیم مکان مین تشریف لیجاتے تھے اس طرح کہ کرسی پر بیٹھ گئے اور اسی طرح وہ کرسی مکان تک پہونچا دی گئی ۔

وفات سے قبل مختلف اشعار مختلف حالت مین نظم کئے جس سے اُسوقت کے واردات قلبیہ کا پتہ چلتا ہے ۔

الوداع اے دوستان کز دارِ دنیا میرویم
سر بسر دیدیم خوب و زشت این دیرِ کہن
غنچہ دل از ہوائے این گلستان وا نشد
اشک خونین متصل از دیدہ می آید برون

آمدیم اے مہربان تنہا و تنہا میرویم
در سرائے تازہ از بہر تماشا میرویم
خار این صحرا برون تا دردہ از پا میرویم
می رسد سیل بہاران سر بصحرا می رویم

آن روز کہ از محنت دنیاست رہائی
اے قبر! ببخشا کہ غریبم و ضعیفم

مرگ و سکرات و فشار ست و جدائی
اے ارض بکن رحم کہ تو مادر مائی

کاہید تنم ز بے غذائی
ضعفی است بعدہ ام بشدت
باشعر درین مرض غرض چیست

رُخ گشتہ برنگ کہربائی
والمعدۃ بیت کل داء
ہر چند کہ باشد از شفائی

مفتی صاحب کے بڑے صاحبزادے مولوی سیّد محمد صاحب عرف وزیر صاحب اور حاجی مولوی

سید حسن صاحب تیمارداری و خدمت گزاری مین مصروف رہتے تھے اِن کے علاوہ تمام خاندان ادائے خدمت کے لیئے حاضر تھا۔

١٩ رجب کو وصایا لکھوائے اور ایک وصیت نامہ جو سابق مین بحالت صحت لکھا تھا۔ اُسے بھی اِس وصیت مین شامل کیا چنانچہ اوسکی نقل یہان درج کیجاتی ہے۔

وصیت نامہ وصیت نامہ خادم الطلاب مشتمل بر چند باب **باب اوّل** در اعتقادات

حضرات مومنین و ارباب دین گواہ باشند بانی اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ علیم قدیم حیّ قیوم مدرک کارہ خلاق رزاق لا رزاق سواہ یری ولا یرے کما قال لا یدرکہ الابصار وہو یدرک الابصار لیس بجسم و لا جسمانی و اشہد ان کل فرقہ ہما عدا الامامیہ باطلہ فاسدہ ضالہ مضلہ خصوصاً مذہب صوفیہ کہ لعنت بر ایشان اولیٰ است بجمیع اقسامہا علی الخصوص وجودیہ کہ شرک ازان افضل است چرا کہ مشرک چند صنم را پرستش میکنند و اینہا تمام عالم را شریک خدا قرار دادہ اند بلکہ عین چنانکہ در من و سلوی گفتہ ام ع

اتحاد خالق و مخلوق چیست	وحدت رزاق با مرزوق چیست
پیش محیی الدین خدا کلی بود	وین تصورہا بر وطاری بود
استر و اسپ و خنزیر و جاموس را	یک وجود است و بود نامش خدا
گفتہ در تسبیح و تقدیس خدا	اظہر الاشیا و ہو عینہا
ہست این تسبیح یا تشبیہ ہست	حق منزہ ازچنین تنزیہ است
تف بر این مذہب چہ بیباکی ست این	آدم است این یا خر ست یا کیست

لیکن چون شیخ بہائی علیہ الرحمہ حسن ظنے بصوفیہ دارد در زمان و حلوا ہم چند شعر بطریق ایشان گفتہ ست و حکایتے بطرز عاشقے و معشوقی آوردہ و من مثنوی من و سلوی در حداثت سن گفتہ بودم

چون حکایت عشق نکردہ طبع بود چیزے دران نظم نکردم بعضے اشخاص گفتند کہ چون تتبع شیخ کردہ نباید کہ کتاب تو از عشق خالی باشد ناچار حکایتے نظم کردم کہ ابتدایش این است ؎

عاشقِ زارے حکایت می کند وز جدائی ہا شکایت می کند

پس مقولہ او را مقولہ من نباید دانست و معلوم است کہ بناے شعر بر تخئیل است از واقعیت دران چیزے نیست و ہرگاہ مذہب و مشرب متکلم معلوم شد انچہ خلاف مشرب او ست آنرا تاویل باید کرد و شیخ درین مقام گفتہ است ؎

ناگہان از در در آمد بے حجاب	لب گزان از رخ بر افگندہ نقاب
کاکلِ مشکین بدوش انداختہ	وز نگاہے کار عالم ساختہ

من ہم باین طرز چند شعرے گفتم و نسبت بہمان عاشق زار کردم کہ در نظر ہا رنگین بنماید و در اصل حقیقتے ندارد

دل بطفلے خردسالے دادہ ام	وصل در احتمالے دادہ ام
می گرفتم صبحگہ دستِ نماز	یک بیک آن مایۂ اعجاز و ناز
کافرِ غارتگرِ ایمانِ من	دلبرِ من جانِ من جانانِ من

این تتبع محض و تخئیل محض است والعیاذ باللہ و استغفر اللہ و معاذ اللہ کہ دل بطفلے دادہ باشم لیکن بعض دون ہمتان پست فطرت این شعر را چاپ زدہ اند و مقولۂ من ساختہ اند و من بری و بیزارم و بخدا شکایت دارم کہ غرض این بزرگوار توہین من بودہ است ہمچنین مذاہب دیگر مثل نیچریہ کہ بدتر از ان مذہب نیست و از خصائص صوفیہ و نیچریہ این است کہ آدم بآن فریب میخورند و آن اینکہ خود را داخل اسلام و مروج آن قرار دادہ اند و ازین بالاتر اینکہ در بعض مقامات خود را ہم مذمت میکنند و مسلمانان را گول می زنند الی اللہ المشتکی

من ا.هامهم وهفوانهم **باب دوم** در تجهیز و تکفین مردم مقدسین و مومنین را جمع کنند
یک دانه اشرفی قیمتی بیست و دو روپیه در صندوقچه کلان گذاشته ام آنرا بمصرف آرند و در
غسل من مبالغه نمایند و کفن که از مرزا محمد علی کاتب تمام قرآن بر آن نویسانیده ام در آن
کفن کنند و بعد از تکفین جناب سید ابو الحسن معروف به ابو صاحب و سید ابو الحسن ثانی و مولوی
ناصر حسین و جناب مولوی علی نقی صاحب نماز کنند و دفن اگر در امام باڑہ غفرانمآب یا امام باڑہ
سید محمد تقی صاحب میسر شود والا در مکان کلان یا جاے که مناسب باشد دفن کنند و بعض اعمال
مخصوصه در اوقات مخصوصه براے مغفرت من بجا آورده باشند **باب سوم** در صوم و صلوة
و حج - نماز پنج و شصت سال وزیر صاحب از طرف من ادا نمایند که ایشان ولد اکبر اند و قضاے
نماز پدر بر پسر اکبر واجب است و چون نماز ها بسیار است وزیر صاحب همگی را نتوانند که ادا نمایند
قدرے ازان حاجی سید حسن بجا آرند و اگر خداوند عالم زر وافر عطا کند کسے را مقرر کنند که از طرف من
اجیر شود و از همین بلد مکه رود و حج تمتع بجا آرد صد روپیه یا دو صد روپیه کفایت میکند و اگر
از بلد بسبب قلت زر ممکن نشود آن زر قلیل را بجناب حاج ابو صاحب بدهند که ایشان در
نواحی مکه یا جاے دیگر کسے را مقرر فرمایند تا حج میقاتی بجا آرد - **باب چهارم** کتب را بسیار
دوست داشته ام حالا شما را بطور نصیحت می گویم که سید حسن و وزیر صاحب و مولوی نجم الحسن
در حفظ آنها مبالغه نمایند و یکدانه را هم نفروشند و نه بعاریت دهند و اگر کسے بسیار شوق چیزے
داشته باشد همین جا بیاید بنویسد با خود نبرد و چند دانه کتاب را که وقف کرده ام هرگز هرگز
نفروشند **باب پنجم** دو انگشتر با در سیده بیگم داده ام کسے از و نگیرد **باب ششم**
مکان کلان را بمنکوحه اولی در عوض مهرش داده ام و مناسب آنست که آنرا نفروشند که خلاف
شان او است و بکسے دیگر هم ندهد که او خواهد فروخت **باب هفتم** درباره احباب من بکمال

ضراعت والحاح واصرار از جمیع دوستان وغیر ایشان امیدوار تحلل ہستم کہ اگر قولے یا فعلے درحضور یا غیبت درحق کسے از من سرزدہ باشد آنرا از براے خدا و رسول بنجشند و اگر کسے موفق بشود بعض رسائل و کتب مرا چاپ زند تا رواج یابد و او ہم شریک ثواب شود۔

باب ہشتم متعلق باولاد۔ باید کہ بمحبت والفت بگذارند و اطفال صغار مثل سید احمد علی وصغیرہ بیگم کہ نہ پدر دارد و نہ مادر اینہارا در سایہ عاطفت خود نگاہدارند و رحم کنند گریہ یتیم خدارا خوش نمی آید فقط

۱۹ رجب ۱۳۰۶ھ

آخر کلمات چوبیسوین رجب کو دریافت کیا کہ آج کونسا دن اور کونسی تاریخ ہے لوگون نے عرض کیا کہ آج ۲۴ ہے گویا آپ ۲۵ رجب کے منتظر تھے جو آپکے جد بزرگوار امام موسی کاظم علیہ الصلوۃ والسلام کی تاریخ وفات ہے۔ حکیم سید امیر حسین صاحب پاؤن دبا رہے تھے اُن کا بیان ہے کہ مین روتا جاتا تھا اور دعا کرتا تھا مفتی صاحب نے میری آواز سنکر فرمایا ؎

اسی برس کا سن ہے مرض کا یہ حال ہے۔
عباس ابکی بار تو بچنا محال ہے

اسکے بعد معلوم نہیں ہوا کہ آپنے اُمور دنیا کے متعلق پھر کوئی کلام کیا ہو۔

خواب جس دن انتقال ہوگا اسکی شب کو بعض مخدرات نے خواب مین دیکھا کہ بہت سی عورتین نورانی شکل خوش وضع آسمان سے اُس مکان مین اُتر رہی ہین سرخ طلائی تحریرین اُن کے ہاتھون مین اور گلے مین طلائی طوق ہین اُن کی کثرت اسقدر تھی کہ تمام گھر بھر گیا جسکی تعبیر بے تکلف یہ ہوسکتی ہے کہ جنت کی حورین اُن کی روح کے استقبال کو آئی ہین۔

خاتمہ ساعت بساعت ضعف بڑھتا گیا ۲۴ رجب سے حالت زیادہ خراب ہوگئی رات بہت سخت گذری پنجشنبہ ۲۵ رجب کی صبح عجب صبح تھی ہر شخص کا چہرہ غم والم سے افسردہ دروازہ پر ارادتمندون کا ہجوم گھر مین سامان قیامت تا اینکہ قریب زوال روح اقدس نے جسم اطہر سے مفارقت کی اور ایک تلاطم ہوگیا۔

اس تاریخ مین دل آرام کی بارہ دری مین مجلس ہوا کرتی تھی میر خورشید علی صاحب نفیس منبر پر مرثیہ خوانی مین مصروف تھے۔ یہ خبر جب وہان پہونچی تو میر صاحب کے جسم مین تھرتھری پڑگئی مرثیہ تمام کرنے پر قادر نہوے اہل مجلس کو مطلع کیا کہ آج جناب مفتی صاحب قبلہ نے انتقال کیا حضرات کو اُن کی تجہیز و تکفین کی شرکت کا شرف حاصل کرنا چاہیئے مجلس ختم ہوتے ہی تمام مجمع اسی طرف روانہ ہوا قریب شام جنازہ مکان سے اُٹھایا گیا دریا پر غسل کا انتظام تھا۔ مشایعین کی تعداد حد شمار سے باہر تھی۔ علما، فضلا، رؤسا، مومنین گروہ در گروہ سر پیٹتے ہمراہ تھے زیادہ تعداد شرکا کی سر برہنہ تھی۔ اسی طرح یہ مجمع دریا پہونچا اور غسل شروع ہوا۔

واقعہ نماز مغرب کا وقت آگیا یہ راے قرار پائی کہ نماز مغرب مین بجماعت ادا کی جاے اِس عظیم الشان مجمع مین جناب سید ابو الحسن صاحب عرف جناب ابو صاحب اور جناب سید ابو الحسن صاحب عرف جناب سید بچھن صاحب بھی موجود ہین۔ ان دونون بزرگوارون مین سے کسکی اقتدا ہوتی۔ جناب سید ابو صاحب قبلہ نے فرمایا کہ آپ نماز پڑھائین مین بھی شریک ہونگا۔ جناب سید بچھن صاحب قبلہ نے جواب دیا کہ مین مدت سے اسکا متمنی تھا کہ آپ کی جماعت مین شریک ہون طرفین سے اصرار ہوا آخر جناب سید بچھن صاحب قبلہ کا اصرار غالب اور جناب سید ابو صاحب قبلہ نے نماز جماعت پڑھائی اور اُنھون نے عقب مین

نماز پڑھی۔ شہر مین مدّتون تک اس طرز عمل کا چرچا رہا۔ درحقیقت دونون بزرگون کی کمال نیک نفسی اور پاک باطنی اِس واقعہ سے ظاہر ہوئی ہے۔ خدا دونون کے درجات عالی کرے۔

غرضکہ بعد ختم غسل جنازہ دریا سے امام باڑہ غفرانماب کیطرف روانہ ہوا وہین نماز میت ادا ہوئی اور قریب نصف شب یہ گنجینۂ علم وکمال زیر خاک پنہان کیا گیا۔

پانچوین روز اسی امام باڑہ مین بنائے مجلس عزا ہوئی بہت بڑا مجمع تھا پہلے شعراء کی تاریخین اور مراثی پڑھے گئے اُسکے بعد حاج مولوی سیّد جواد صاحب نے جناب مرحوم کے مختصر حالات بیان کئے اور تذکرۂ مصائب سیّد الشہدا پر مجلس ختم ہوئی۔

تاریخون کا ایک ذخیرہ ہے یہان چند قطعات بطور یادگار درج کئے جاتے ہین۔

تاریخ عربی از حضرت نجم العلما مدظلہ

قمروا ایک باخلیلی بالفجر والاصیل ٭ لوفاہ مقتدانا المتبحر الجلیل
متفرد فقیہ متوحد نبیہ ٭ متکلم فصیح متہجد جمیل
حررت مصرعا فی تاریخہ بدیہا ٭ اماالموت ہادم متکرم جلیل
۱۳۰۶ھ

اقتباس از مرثیہ جناب ممدوح

آہ آہ از گردش چرخ ستمکار آہ آہ ٭ می رسد از جور او رنج والم شام و پگاہ
ہیچکس از جور گردون نیست ایمن درجہان ٭ شکوہ دارد از جفایش ہم گدا ہم بادشاہ
نیست دنیا در نگاہ عارفان جز بیت غم ٭ بلکہ سوے منزل مقصود باشد شاہ راہ
اے فلک با ما چرا اندر عداوت باختی ٭ کینۂ دیرینہ ات با ما ضعیفان از چہ راہ
یک نگہ ہے اے دلم بر ماجرائے تازہ ٭ بعد ازین آسائش و راحت درین عالم مخواہ

فوت شد اے مومنین سلطان اہل اہتدا
آیتِ حق حجتِ رب مجتہد ظلِّ الہ

مخزنِ گنجینۂ علم و محیطِ ہر کمال
داشت فقرِ ظاہری و در حقیقت بود شاہ

مظہرِ اسرار ایمان حجتِ اسلامیان
مفتی دین سید عباس گردون بارگاہ

عالمِ عامل وحیدِ عصر کہف المومنین
خسرو اقلیم دین و علم را جائے پناہ

بود گریان مثل ابرِ نو بہار از خوفِ حق
قلب او مائل نشد ہرگز بسوے مال و جاہ

خانہ اش بود است خلد و ماند مہمان در جہان
با کمال حزن ہشتاد و دو سال و چند ماہ

خاک بر سر بخت از فقدان او ہر ذی حیات
بعد او واحسرتا ہر روزِ روشن شد سیاہ

عالم فہامہ بارع فقیہ بے عدیل
داشت در ہر نوع فضل و علم کامل دستگاہ

ہر چہ پیش دیگران صعب است چون کوہ بزرگ
سہل بودہ نزد وے آن مسئلہ چون پرِ کاہ

داشت لطف و الفتِ خاصے بحال من مدام
خوش نبودش دوری من از جنابش ہیچگاہ

موسوی بود و موافق شد وفات آنجناب
با وفات موسیٰ کاظم امام دین پناہ

قطعہ تاریخ از جناب مولوی علی میان صاحب کامل تلمیذ جناب مفتی صاحب مرحوم

حضرتِ علامہ مفتی میر عباس صاحب آنکہ بود
پیروانِ شیرِ حق را در جہان پشت و پناہ

مسند آرائے شریعت شمع بزم اجتہاد
آیۃ اللہ مقتدائے شیعیان بے اشتباہ

آنکہ خوانِ علم او در شرق و غرب روزگار
داشت بر خود زلّہ خواران از فقیہانِ نباہ

آنکہ در بیدائے وصف رتبۂ والائے او
عقل کُل را بنگری چون کودکان گم کردہ راہ

آنکہ سر پیچد گر از تسلیم این معنے کسے
چار صد تصنیف او آرم برین دعوی گواہ

آنکہ در چشم نباشد ہمسرش در علم و فضل
کوہ را سنجی مگر بیہودہ با پرِّ کاہ

آنکه خاک پای او را کرده جذب از فرط شوق — می نشاند آسمان بر تارک خورشید و ماه
آنکه چون تصنیف او را نقش کردی دست کلک — از مرکب صفحه را پیدا شدی خط نگاه
آنکه در اقلیم علم فقه و قرآن و حدیث — هیچکس جز وی درین دوران نبوده بادشاه
آنکه بود از فیض القا خاطر او را روا — بر سپهر غیب بستی اگر طرف کلاه
بست و پنجم از رجب روز خمیس چار مین — ناگهان شد ساعت دو مائل قرب اله
گشته مستمسک بحبل رحمت پروردگار — جان او آمد برون از جسم چون یوسف ز چاه
تا پریدش طائر روح مطهر از بدن — حال هر نزدیک و دور از شدت غم شد تباه
شاهد امکان پریشان کرد گیسو آنچنان — روی هم افتاد عالم زیر یک برد سیاه
سرنگند دار تا سقف پشت دست خود گزید — از ثنایای ثوابت آسمان کینه خواه
این حکایت را بجای خویش بگذار ای قلم — باز برخوان ماجرای رحلت آن دین پناه
کرد استقبال روحش خازن خلد برین — برد با خود سوی اصحاب یمین با عز و جاه
حور عین بر هر دو دستش بوسه ها بهم زدند — همچنان سودند غلمان بر کف پایش جباه
تاج بنهادند از تیجان رحمت بر سرش — فرش آوردند از سندس برای خوابگاه
کرد راضی کردگارش از رضای خویشتن — بود تا در دار دنیا منقطع از ما سواه
کامل غمگین که از فقدان آن بحر علوم — گریهٔ روحانیش چو شد ز دل شام و پگاه

گفت دور تربتش را کرده سیراب از سرشک
بر زمین افتاد رکن اقدس دین آه آه

سنه ١٣٠٦ھ

شیخ فدا علی صاحب عیش

عالم غطریف عباس آن محیط علم و فضل
سرنگون شد رایت شرع و نشان فتح دین
بسکه بوده رکن دین و قبلهٔ اہلِ یقین
کعبه را بوده ببوسے درگہش روے نیاز
شد بہارِ گلشن موسیٰ بن جعفر در جہان
اوّل نامش محمد ہست و عباس آخرش
چونکه بد ہمنام عباس ابن حیدر در جہان
شد روان از چشمهٔ چشم ترم بحرِ بکا
بر زمین افتاد ہے ہے آسمان اجتہاد
گیسوے مشکین کشاد اندر غمش لیلاے لیل
ہم فقیه و ہم ادیب و ہم ظریف و مجتہد
صاحب تصنیف وافر مفخر اہلِ علوم
ہمچو جد امجد خود بود صادق در کلام
نہی منکر امر بالمعروف را پابند بود
بشنوی بر سبزه زار تربتش گر بگذری
منخسف گردیده ماه و منکسف گردید مہر
بست چون و چنبم از رجب بوده کز از دیر خراب

بود اوج آسمان شرع را تابنده ماه
از وفات حضرت عباس گردون بارگاه
چون نبو شد کعبه اندر ماتمش رخت سیاه
زان سبب گردید سنگ آستانش سجده گاه
در ریاضِ خلد آمد نو گلے با عزّ و جاه
آنکه در ملکِ شریعت بود عادل بادشاه
می سزد گویم اگر بر نام او روحی فداه
چون شنیدم این خبر در کربلا وقتِ پگاه
شد نظام عالم شرع از وفاتِ او تباه
چاک دامان شد سحر در ماتمش بے اشتباه
ہم دبیر و ہم سخنور بود آن غفران پناه
ہر کمالش من و سلوی ہم مرصع و دو گواه
ره نبرده در حریم حضرتش بدع و گناه
در ہمه اوقات بوده تابعِ حکم اله
آه ہذا مرقد العباس میگوید گیاه
بر زمین انداخت پیر آسمان از سر کلاه
خیمهٔ ہستی بکند و زد بجنت خیمه گاه

عیش کلکم ریخت آب از چشم وتاریخش نوشت	تا خدائی زورق دین پیمبر آه آه ۱۳۰۶ھ

وارث

آن عالم بے بدل محمد عباس	مسند آراے صدر دین شرع پناہ
رحلت فرمود از جہان فانی	بگرفت بسوے جنت الماوی راہ
بے نور جمال او بچشم آفاق	گردیدہ زمانہ چون شب تار سیاہ
در ماتم او فلک شدہ نیلی پوش	خورشید فگند از سر خویش کلاہ
شد چاک با تمش گریبان سحر	مانند ہلال گشت کاہیدہ ماہ
بہر تاریخ رحلتش وارث گفت	تاج سر دین فتادہ اینک آہ آہ

ایضاً

وارث لکھیے یہ بہر تاریخ	اے وائے بجھا چراغ ہند آج

ایضاً

وارث براے سال وفاتش نگاشتم	رکن رکین کعبۂ دین او فتادہ حیف

مولانا السید ولاد حسین صاحب سلیم

در لحد خوابید چون مفتی ما	خاک حسرت بر دل فتوی فتاد
از زمین برخاست شور ماتمش	نالہ ہا در گنبد خضرا فتاد
سوخت سوز غم دل ہر اہل دل	آتش اندر عالم جانہا فتاد
چون ببارید اشک خون در تار شب	باصرہ از دیدۂ بینا فتاد

خاکِ پاکش کے جدا گشت ازجہان	گوئیا عرش خدا از جا فتاد
نیست للطف ناطقہ کز شاخ دہر	عندلیب گلشش زہرا فتاد
اے سلیم ارکان سالش رانگر	آہ قصر اجتہاد از پا فتاد ۱۳۰۶ھ

مرزا محمد زکی علی خان صاحب زکی نے مطلع الشمسین کے نام سے ایک بسوط نظم تصنیف کی تھی جسمیں جناب مفتی صاحب مرحوم اور مولانا سید حامد حسین صاحب مرحوم کی وفات اور حیات کے حالات مشرح نظم کئے تھے یہ نظم علیحدہ طبع ہوئی ہے ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

داخلہ نمبر	17423
نمبر	ح 62

قطعهٔ تاریخ

نتیجهٔ فکر زبدة العلماء جناب مولانا مفتی سید محمد علی صاحب قبله

آری سخن سراید توصیف شان عباس — مثل حسین باشد کو قدردان عباس

آن شاعر بلیغی کز کلک گلفشانش — جوشید بهار تازه در بوستان عباس

آراسته کتابی رخشان چو آفتابی — مهری که یافت اوج بر آسمان عباس

مجموعهٔ قشنگی خوشگل چو دسته گل — اعجوبه که باشد یک ارمغان عباس

تاریخ او سلیم ناقص خیال نوشته

کلک عزیز پیدا کرده نشان عباس

۱۳۴۴ھ